اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز

این کتاب بملک میرزا عبد اللہ بیگ مدرس است

خاتم المحدثین سلطان المفسرین مقبول بارگاہ ایزد منان حضرت مولانا حافظ شاہ عبد[العزیز]

محدث دہلوی کی تفسیر فتح العزیز سپارہ عم کی ہندی ترجمہ

طبع ثانی المسمے بہ

بستان التفسیر

تالیف کیا ہوا فضیلت پناہ شرافت وکمالات دستگاہ حضرت مولوی حسن جان صاحب دام اقبالہ کا

تصحیح سے جناب فضیلت مآب افضلی واکملی مولوی سید غلام علی ولد سید غلام حسین صاحب

ساکن بمبئی و بنظر ثانی جناب مولوی سید نظام الدین ولد سید امام الدین صاحب دام

اللہ برکاتہم کی فقیر حقیر بندۂ درگاہ کریم قاضی ابراہیم بن قاضی نور محمد

صاحب ساکن پلبندر نے بشراکت نور الدین بن جیوا خان

کے شہر بمبئی کے مطبع حیدری میں زیور طبع سے

آراستہ و پیراستہ کیا

سنہ ۱۲۷۸ ہجریہ نبویہ

علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین بعد حمد اور نعت کے سب مسلمان بھائیون کی خدمت مین عرض یہہ ہی کہ افضل عبادت فروض الٰہی کے ادا کرنے کے بعد قرآن شریف کی تلاوت ہی اسواسطے کہ قرآن کا پڑھنے والا گویا اپنے خالق اور مالک سے باتین کرتا ہی اور ثواب بے انتہا انعام پاتا ہی چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَقُولُ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ یعنے ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ وے کہتے ہین کہ سنا مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جسنے ایک حرف پڑھا قرآن سے تو اسکے واسطے اس پڑھنے کے سبب سے نیکو ہی ہی اور ہر نیکی کے عوض مین دس گنا ثواب ملتا ہی یہہ نہین کہتا ہون مین کہ الٓمٓ ایک حرف ہی بلکہ کہتا ہون مین کہ الف ایک حرف ہی اور لام ایک حرف ہی اور میم ایک حرف ہی بس یہان سے سمجھا چاہیئے کہ قرآن پڑھنے والے کو کتنا ثواب حقتعالی نے عنایت فرماتا ہی لیکن پڑھنے کی شرط یہہ ہی کہ سمجھ بوجھ کے پڑھے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهِ ابو داؤد نے حضرت سہیل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن پڑھتا ہی اور اسپر عمل کرتا ہی تو پہنائے جاوینگے ماباپ اسکے تاج قیامت کے دن جسکی چمک بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے جو تمہارے کسی گھر مین ہوتی ہی دنیا کے گھرونمین سے پھر کیا گمان ہی تمہارا اسکے ساتھ جسنے اسپر عمل کیا یعنے جسکے سبب سے اسکے ماباپ کو یہہ رتبہ حاصل ہوگا تو اسکے رتبے کا حال اللہ تعالی ہی کو معلوم ہی کہ کیا کچھ ملیگا سو عمل کرنا قرآن شریف پر بدون اسکے معنے سمجھے محال ہی خصوصًا ہندوستانی لوگون کو کہ اکثر اس نعمت سے محروم ہین اگرچہ بعضے دیندار عالمون نے ہندی مین ترجمہ کیا ہی لیکن بعضون نے تحت لفظی ترجمہ کیا ہی جس سے قرآن شریف کا مطلب عوام لوگ بوجھ نہین سکتے ہین اور بعضون نے اسقدر طول دیا ہی کہ مبتدیون کے ذہن اس سے پریشان ہوتے ہین لیکن تفسیر فتح العزیز جو تصنیف کی ہوئی رئیس العلما سند الفضلا خاتم المحدثین افضل المفسرین صاحب الشرف والتمیز مولانا شاہ عبد العزیز

دہلوی قدس سرہ کی ہی کہ عالم فہم خاص پسند ہی اسواسطے کہ اس مین نہ بہت طول ہی اور نہ زیادہ اختصار بلکہ درجہ متوسط مین واقع ہی اسی سبب سے تمام علما اسکی خوش اسلوبی پر متفق ہین لیکن فارسی زبان مین ہی اس سبب سے بہت لوگ عوام مومنین اسکے فایدہ سے محروم ہین سو ان سب وجہون پر نظر کرکے جامع الحسنات مصدر خیرات قدردان علما و شرفا جناب نانا و خدا محمد علی ابن محمد حسین مرحوم مغفور کے دلمین یہہ خیال آیا کہ اسکا ترجمہ ہندوستانی زبان مین ہو چنانچہ فضیلت پناہ کمالات دستگاہ مولوی محمد حسنخان صاحب نے جناب مرحوم کے فرمانیکے بموجب اسکا ترجمہ ہندوستانی زبان مین کیا اور نانا و خدا صاحب مرحوم نے اسکو چھپواکے کئی سو نسخے للہ وقف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا اور ہزارون آدمیون کو اسکے سبب سے فیض حاصل ہوا اب اس ایام مین وہ نسخہ چھپا ہوا بالکل مفقود ہو گیا تھا اور اسکے شایق بہت تھے سو انکے شوق کے لحاظ سے پھر تیسری مرتبہ کمال تصحیح سے جناب فضیلت انتساب مولوی سید غلام علی ولد سید غلام حسین اور جناب مولوی سید نظام الدین ولد سید امام الدین صاحب کی بندۂ درگاہ کریم قاضی ابراہیم بن قاضی نور محمد صاحب ساکن بلبندر نے بشراکت نور الدین بن جیوا نجی کے جزیرۂ معمورۂ بمبئی کے مطبع حیدری مین لباس طبع کا پہنایا اللہ تعالی اپنے فضل اور کرم سے مطبوع خاص و عام کرے آمین یا رب العالمین **فائدہ** معلوم کیا چاہئے کہ اس ترجمہ مین کئی چیزون کی رعایت کی گئی ہی سو اس کا دریافت کر لینا مطالعہ کرنیوالون کیواسطے ضرور ہی اول یہہ کہ اسکا ترجمہ لفظاً بلفظ نہین کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہوا ہی تا کہ مطلب بخوبی بوجھا جاوے دوسری یہہ کہ التزام کیا گیا ہی اس امر کا کہ اصل مطلب سے زیادتی کمتی نہونے پاوے تا کہ اعتبار کے رتبہ سے خارج نہو جاوے لیکن جہان کوئی مطلب مجمل آگیا ہی تو اسکی تصریح اور توضیح کے واسطے دو چار کلمے بڑھ گئے ہین + تیسری یہہ کہ جہان ایسا کوئی مطلب دقیق ہی کہ جسکا سمجھنا بدون اس علم کی اصطلاحین دریافت کرنے کے ممکن نہین ہی تو اسکا ترجمہ لفظاً بلفظ کر دیا ہی کچھ اسکی تشریح نہین کی کیونکہ اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہی اسواسطے کہ یہان قرآن شریف کا ترجمہ عوام فہم منظور ہی نہ حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھی یہہ کہ یہہ ترجمہ کلکتہ کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہی اسواسطے کہ وہان کے علما نے اسکو بہت تصحیح سے چھاپا ہی اب صاحبان منصف مزاج سے امید یہہ ہی کہ اس ترجمہ کے مطالعہ کے وقت اگر کہین بھول چوک نظر آوے تو اسکو پوشیدہ رکھین اور اگر ہو سکے تو اصلاح دینے مین دریغ نفرماوین کہ الانسان مرکب من الخطاء و النسیان کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہین ہی ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
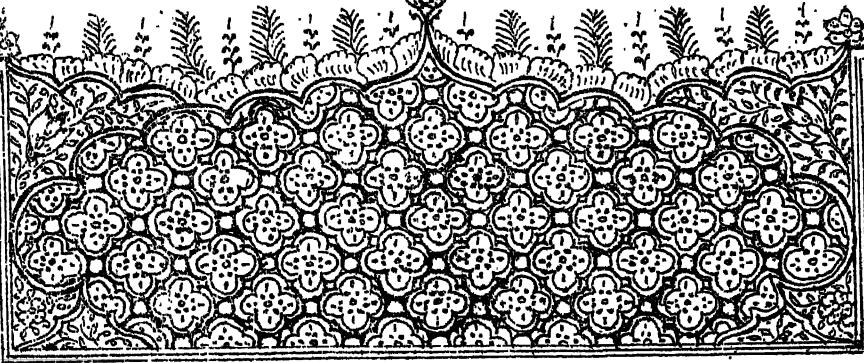
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سورت کا نام قاول ہی اور سورۂ نبا بھی کہتے ہین اور یہہ سورت مکی ہی یعنے قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہی اس مین چالیس آیتین اور ایک سو ترسٹھ کلمے اور سات سو ستر حرف ہین اور ربط اس سورت کا سورۂ مرسلات سے اس وجہہ سے واقع ہی کہ ان دونون سورتون مین جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا ہی اور تھوڑا سا احوال یوم الفصل کا بیان فرمایا ہی اور کافرونکا تعجب کرنا قیامت کے آنیمین اسی مقدمے سے دفع کیا کہ قیامت کا آنا بدون یوم الفصل کے نہین ہو سکتا اور یوم الفصل بدون خراب کرنے اس عالم کے اور منقطع کرنے نوع انسانی کے ممکن نہین ہی پھر قبل اسدن کے طلب جزا اور سزا کی کرنا ایسا ہی جیسا کوئی گرمی کے دنون مین جاڑون کا میوہ طلب کرے یا جاڑون مین میوہ گرمیون کا کہ سوائے محنت بے فایدہ اور حماقت کے کچھہ حاصل نہین ہی اسی سبب سے مضمون مین بھی ان دونون سورتونکے بہت مشابہت واقع ہی جیسے اس سورت مین وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ واقع ہی اور اس سورت مین وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا اور اس سورتمین اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا واقع ہی اور اس سورتمین اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا واقع ہی اور اس سورتمین سوزش دوزخکی اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اس کا مذکور ہی اور اس سورتمین

غساق سرد پانی کا اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ مین مذکور ہی اور اس سورت مین هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ مذکور ہی اور اس سورتمین يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ ہی اور اس سورتمین اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مذکور ہی اور اس سورت مین حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا متقیون کے واسطے وعدہ دیا گیا ہی اور اس سورتمین ارشاد فرمایا ہی کہ اگر کافر دن سے دنیا مین کہا جاوے کہ خدا کیواسطے ایک مرتبہ جھکو اور سجدہ کرو تو کبھی نہ کرین اور اس سورتمین ارشاد ہوا ہی کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہو جاوین اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی پاوین اس تکبر اور غرور کو اس گریہ وزاری اور ذلت وخواری سے کیا نسبت رہی اور اس سورتکا نام سورۂ تساؤل رکھنے کا سبب یہہ ہی کہ تساؤل عرب کی لغت مین کسی چیز سے آپس مین بہت سوال کرنے کو کہتے ہین اور اس سورت مین بیان کرنا اسبات کا منظور ہی کہ بہت پوچھ پاچھ آخرت کے کامون کی حقیقت سے کرنا اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الٰہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور توحید وجودی اور شہودی کے مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپسمین کے جھگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمون کی وجہون مین غور کرنا جن کا عوام کی فہم اور بوجھ مین آنا محال ہی اور ان کی عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکھتی ہی ایسی چیزونکی بحث اور تکرار نہایت قبیح اور بد ہی اسواسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزون مین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہو جاتا ہی اور اگر انکار نکی تو اکثرون کے دلونمین شبہ پڑ جاتے ہین تو کچھ شک ہی نہین ہی اور حال یہہ ہی کہ ایمان فقط ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی ان کی وجہون اور تفصیلون کی دریافت اور زیادہ تفتیش کرنیکے واسطے حکم نہین ہی اسواسطے کہ ان چیزون کی حقیقت حال دریافت کرنا دین کی ضروریات سے نہین ہی اور یہی لاعلاج بیماری اس امت مین عقیدون کے فاسد ہونیکا اور گمراہ فرقونکی جدائی کا سبب ہوئی ہی اور ایمان ایک عالم کا بالکل برباد کیا ہی سو اللہ تعالیٰ نے اس سورت مین اس کی برائی بیان فرمائی تاکہ آدمی اس سے ڈرتے رہین اور گمراہی کے بھنور مین ڈوب نجاوین اور اس سورتکو سورۂ نبا اسواسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبان مین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی اس مرتبے کو بزرگی اور بڑائی رکھتی ہی کہ گویا سوائے اُسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچھے اسیواسطے اس خبر کو نبا عظیم فرمایا ہی

کہ یہہ اپنی ذات مین بھی عظمت اور بزرگی رکھتی ہی اور اسکے ہونے مین بھی عظمت اور بزرگی ہی اور سمجھہ
بوجھہ مین بھی اسکی عظمت ہی اور یہہ بات ظاہر ہی کہ بزرگی خبر کی باعتبار اسکی ذات کے ہوتی ہی جیسا کہ
اسکو کوئی عمدہ شخص بیان کرے یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونیکے اعتبار سے ہوتی ہی جیساکہ
ایک بڑے حادثے پر دلالت کرے یا وہ عظمت اسکے احوال اور حقیقت سمجھنے اور بوجھنے کے اعتبار سے ہوتی
ہی جیساکہ کسی کی سمجھہ مین نہ آوے اور نہایت دقت سے سمجھی جاوے اور جو یہ تینون صفتین اس خبر مین
جمع ہوئی ہین یعنے یہہ خبر اسنے دی ہی جو سب سے بڑا ہی وہ اللہ تعالی ہی کہ سوائے اسکے اس خبر کو
کوئی کہہ نہین سکتا اور ایک ایسے بڑے حادثے کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہی کہ کسی کی سمجھہ
اور خیال مین نہین آتا اور سمجھنا بھی اس کا نہایت مشکل ہی کہ آدمی کی عقل بغیر انوار غیبی کی مدد کے اس کو
بوجھہ نہین سکتی تو ان سبھون سے اس خبر نے نہایت بزرگی پیدا کی ہی بس ایسی چیز مین دعوی کر سکتے ہین
اور کہہ سکتے ہین کہ خبر اسی خبر کا نام ہی اور سب خبرین ہیچ ہین اور جب آپس مین کہا جاوے کہ خبر
کیا چیز ہی تو گویا یہی خبر پوچھی جاتی ہی تو جس سورت مین یہہ خبر بیان ہووے اسکا نام بھی خبر رکھنا چاہئے
اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اور قیامت کا حال
بیان فرمایا تو کافرون کو یہہ بات انوکی معلوم ہوئی اور آپسمین تعجب اور ہنسی سے کھوجھہ اس بات
کا شروع کیا بعضے کہتے تھے کہ کَیْفَ یُحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْم یعنے کیونکر زندہ ہونگین ہڈیان جب سڑ
گل گئین اور بعضے کہتے تھے کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْد یعنے کب ہوگا یہہ وعدہ اور بعضون کو شبہہ تھا اور کہتے
تھے کہ وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً یعنے ہرگز یہہ بات ہونیوالی نہین ہی اِنْ هِیَ اِلَّا حَیٰوتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ
وَنَحْیَی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ کچھہ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے اور ہم بعد مرنے
کے اٹھنے والے نہین ہین پھر آخر کلام ان کی سمجھہ اور بوجھہ کا یہہ تھا کہ اگر یہہ بات ہونیوالی ہی تو کسو واسطے
ایک مرتبے ہمارے سامنے نہین ہوتی اور نیکون اور بدون کو انکی اچھائی اور برائی کے بدلا دینے مین انتظار
اسدنکا کسو واسطے ہی دنیا مین کیون نہین دیتے ہین تا کہ آدمیون کو اسکے دیکھنے سے عبرت اور نصیحت ہو جاوے بدکام
چھوڑ دین اور نیک کام کرنے لگین سو اللہ تعالی نے یہ سب باتین انکی رد کر کے جزا اور سزا کا دینا قیامت کے دن پر موقوف

رکھنے کا سبب بیان فرما دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ یعنے کس چیز سے لوگ آپس مین پوچھتے ہین اور کس چیز کے کھوج مین ہین کیا وہ چیز
قابل ان کے سوال کرنے کے ہی اور اسکے سمجھنے کا استعداد رکھتے ہین کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے انکی سمجھ مین
آجاویگی یا ایسی چیز ہی کہ لایق جستجو کے نہین اور جس قدر اسمین چھیڑ چھاڑ کرینگے مطلب سے دور پڑینگے
اور اس طور کے پوچھنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اسبات کا اشارہ ہی کہ عاقل کو چاہیئے کہ کھوج
کسی چیز کا سمجھ بوجھ کے کرے اور پہلے یہہ سوچ لے کہ یہہ بات میری بوجھ مین آنے کے لایق ہی یا نہین اگر ہو تو
اسمین ہاتھ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اسکی ضایع ہو جاوے اور کچھ فایدہ حاصل نہووے
اور مطلب برباد ہو جاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گنہ لازم اور عمّ کا لفظ اصل مین عمّا تھا الف
تخفیف اور کثرت استعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ما موصولہ کے الف کو آٹھ حرفون کے
بعد گرا دیتے ہین ان لفظون کی کثرت استعمال کے واسطے اور وہ حرف یہ ہین عن و من و با و لام و فی
و علیٰ و الی و حتیٰ اور جب بنا کلام کی سوال و جواب پر رکھی اور جواب اس سوال کا ظاہر اور کھلا تھا تو آپ ہی
جواب فرمایا کہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ یعنے آپس مین سوال کرتے ہین ایک بڑی خبر سے کہ باعتبار اپنی ذات کے
بھی بزرگی رکھتی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنے مضمون کے بھی بڑی ہی یعنے جو چیزین کہ اسمین واقع ہونگین
وہ بہت پرخوف ہین کہ نہ آنکھ ان کو دیکھ سکے اور نہ کان ان کو سن سکے اور باعتبار سمجھنے اور دریافت کرنیکے
بھی بڑی ہی کہ کسی بشر کی عقل کو یہہ طاقت نہین کہ اسکی حقیقت کما حقہ دریافت کر سکے پس وہ خبر اَلَّذِیْ
هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ چیز ہی کہ وے اسمین کئی طرف ہو رہے ہین ہرچند کہ حضرت آدم علیہ السلام کے
وقت سے اسدم تک حق تعالیٰ انبیا اور رسولون کے واسطے سے یہہ خبر پے در پے اپنے بندون کو پہنچاتا رہا اور انبیا
اور رسول اس خبر کے ثابت کرنے مین دلیلون اور مثالون کے ساتھ دل اور جان سے کوشش کرتے رہے
ہین اور علامتین اور نشانیان اسکی مفصل اور مجمل کھلی کھلی بیان کرتے رہے ہین کہ اسمین کسیطرح کا دھوکھا
باقی نہین رہا لیکن باوجود ان سب باتون کے بنی آدم کا شبہ ہرگز دفع نہین ہوتا چنانچہ بعضے تو بالکل اس کا

انکار ہی کرتے ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین کہ حسّی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سوائے عقلی اور خیالی اور حسّی کے ہی بوجھتے ہین اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنے ایک مرتا ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم (یعنے آخرتک یا عینا ۱۲) دنیا کو جزا اور سزا کی جگہہ جانتے ہین اور خراب ہونا تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آئے ہین آدمی کے بدنکی خرابی کے احوال پر کہ موت کے وقت ہوتی ہی سمجھتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اس مسئلہ مین ہی اور کسی مسئلہ مین نہین ہی اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب پڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام اور نشان ایمان کا یہہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اسکے کنہ اور حقیقت دریافت نہین کرسکتا پیغمبرونکی زبان سے یقینا سنے تو بجز دسنتے کے اسپر ایمان لاوے اور　　سے مان لے اسی کا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ کی کی نیک بختی کا سبب اور موجب نجات کا ہی اور زیادہ کھوج اور تلاش اسکے احوال اور خصوصیات مین کرنے والا اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجملی ہی ہاتھ سے دیگا اور خرابی مین پڑے گا اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور جو اس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ مین پوچھہ پاچھہ بہت اور سوالات بے فایدہ لوگون مین جاری ہین اور یے سب مضر اور بے فایدہ ہین سو اب اس تفتیش اور تحقیق بے محل پر خفگی فرماتے ہین کہ **کَلَّا** یعنے ایسا کرنا نچاہیئے اور زیادہ جستجو ان چیزون مین کرنا مناسب نہین اسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی مین خلل پڑتا ہی **سَيَعْلَمُونَ** سو قریب ہی کہ کیفیت مجازات اخروی کو اس طرح سے جانینگے کہ کچھ شک اور شبہ باقی نہ رہے گا **ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ** پھر ہم کہہ دیتے ہین کہ ایسا نچاہیئے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اس کلام کی صرف زجر اور توبیخ کی تاکید کے واسطے ہی گویا بار بار ایسے برے کام سے منع فرماتے ہین اور اسکے معلوم کرنے کے زمانیکو بہت قریب بتاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنے والی ہی وہ قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اول بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ مجازات یعنے جزا اور سزا وہان پر نمایان

خیال کرینگے واقع ہوگی اور دوسرے بار کو قیامت کے دریافت ہونے پر کہ وہان جزا اور سزا حقیقی ہوگی اسواسطے
کہ وہان روح کو بدن سے تعلق ہوجاویگا اور باوجود اس تعلق کے معنے تجرد کے روح پر غالب ہونگے اور
کیفیت تعلق کی باوجود غلبۂ تجرّد کے اسروز کھل جاوے گی اسواسطے کہ دنیا کا تعلق تجرّد کے مغلوبیت کا
سبب ہے اور عالم برزخ مین اسکے برعکس ہوگا یعنے تجرد غالب اور تعلق مغلوب ہوگا پس مطلع ہونا تعلق کی
جامعیت پر اور تجرد کے غلبے پر قیامت کے آنے سے پہلے کیطرح ممکن نہین اب اسجگہہ ایک سوال جواب
طلب باقی رہا وہ یہہ ہے کہ سورہ تکاثر مین كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ واقع ہوا ہے
اور اس سورہ مین سَيَعْلَمُوْنَ واقع ہے اور سوف تاخیر اور مہلت پر دلالت کرتا ہے اور سین شتابی
اور جلدی پر اب اگر قیامت کے آنے کو قریب اعتبار کرین تو لفظ سوف کو سورۂ تکاثر مین کیون لائے اور اگر
دور اعتبار کرین تو اس جگہہ حرف سین کے کیا معنے ہونگے جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ سورۂ تکاثر مین
کفار مخاطب ہین اور ان کے نزدیک قیامت بہت دور ہے اسواسطے اس جگہہ ان کے گمان کے موافق خطاب
فرمایا اور حرف سوف کا کہ دوری اور بعد پر دلالت کرتا ہے لائے اور اس سورت مین ایمان والے
مخاطب ہین کہ قیامت کے آنے پر ایمان لائے ہین اور جو چیز یقیناً آنے والی ہے وہ بہت نزدیک ہے
اسواسطے یہان ان کے یقین کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سین کا جو نزدیکی پر دلالت کرتا ہے لائے بموجب
اس آیہ کے اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا گویا کہ مومنون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کافر عنقریب قیامت
کے آنیکو سب احوال اور واقعات کے ساتھہ جان لینگے اور جب ان سوالات بے فائدہ کی توبیخ اور تنبیہ سے فراغت
پائی تو اب استفہام تقریری کے طور سے کئی چیزون سے پوچھا جاتا ہے اور اقرار کرایا جاتا ہے اور وہ سب
نو چیزین ہین کہ عوام الناس کے ذہنون مین قرار و مدار دنیا کا ان نو چیزون پر ہے اگر کوئی ان نو چیزون
سے محروم رہے تو گویا وہ دنیا مین نہین ہے تو جو کوئی دنیا مین زندہ ہے ضرور ہے کہ ان نو چیزون مین
شریک ہوگا اور باوجود ان نو چیزون کی شرکت کے بالکل جدائی آدمیون کی آپس مین حاصل نہین ہوسکتی
پھر جدائی اور فرقت کا چاہنا ان نو چیزون کی شرکت کے ساتھہ ویسا ہے کہ جیسے ایک گھر کے رہنے والے
آدمی چاہین کہ سب کے سب کھانے اور پینے اور لباس اور گھر اور فرش اور سب باتون مین سے ملے

رہین اسطرح پر کہ ایک دوسرے سے لگاؤ اور میل نہ رکھے کہ یہہ بات صریح تعنت ہی اور دعوی
بلا دلیل ہی اور اسکا ہونا محال ہی بلکہ اجتماع ضدین کا اس مین لازم آتا ہی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ
مِهٰدًا کیا ہم نے زمین کو فرش اور بچھونا تمھارے واسطے نہین بنادیا کہ اس مین رہا کرو اور کھیتی اور
سوداگری کیا کرو اور جینے اور مرنے مین تمھارے ٹھہراؤ کی جگہہ وہی ہی اور اس بات مین نیک اور بد مسلمان اور
کافر سب شریک ہین کسیطرح جدائی نہین رکھتے اور قیامت کے دن چاہیئے کہ نیکون کی جگہہ بہشت ہو اور
بدون کی جگہہ دوزخ ہو تاکہ جدائی اور فرق اچھی طرح سے ثابت ہووے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہی
وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ اور دوسری جگہہ فرمایا لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّالْجِبَالَ
اَوْتَادًا اور کیا ہمنے پہاڑون کو میخون کے مانند کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہوا سے ہلنے
نہین دیتے جس طرح میخین خیمون کو ہلنے نہین دیتین سو اس منفعت مین بھی سب آدمی شریک ہین جدائی اور
فرق آپس مین نہین رکھتے اور قیامت کے سبب چاہیئے کہ بہشتیون کے رہنے سہنے کی جگہہ بہشت مین محل
اور مکان سنہری جڑاؤ ہون اور دوزخیون کو دوزخ مین زنجیرین اور طوق لوہے کے کہ بسبب گرمی کے
آگ کے مانند جلتے بھنتے رہین وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہمنے تمکو جوڑے جوڑے نر اور مادہ پیدا کیا تاکہ آپس
مین صحبت کرو اور نسل جاری ہووے اور نسبتین اور ناتے باپ بیٹے اور سسر داماد کے تمھارے
آپس مین ثابت ہون اور بسبب اُسکے آپس مین الفت اور جمعیت اور معاونت اور مدد ایک دوسرے
سے حاصل ہو اور دنیا کی زندگانی رونق پکڑے اور یوم الفصل کو کہ قیامت کا دن ہی چاہیئے کہ یہہ علاقے
بالکل نرہین اس واسطے کہ ایک ناتے والے کا رنج تمام ناتے والون کے رنج کا باعث ہوتا ہی پھر اگر دنیا مین
کسی نیک شخص کے قرابت والے کو دکھہ دیوین تو اس نیک کو رنج ہو تو گویا یے دونون اس عذاب مین
شریک ہوئے اور اگر بدون کے اقربا پر انعام و بخشش کرین تو وہ نیک بدون کو بھی بہ سبب قرابت کے
اپنے ساتھ شریک کرینگے اور اگر ایسا نہو تو احسان قرابت کا ان سے فوت ہو جاوے اور ان کی نیکی
مین قصور پڑجاوے اور اس مین بخشش بدون پر لازم ہوتی ہی اور اختلاف جزا کا حاصل نہوتا بخلاف
یوم الفصل کے کہ اسدن ان ناتون رشتون کا نام نہ رہیگا اور بالکل یے علاقے ٹوٹ جاوینگے جیسا کہ

دوسری جگہہ فرمایا ہی فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ اور دوسری جگہہ فرمایا وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ
حَمِیْمًا وَجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا اور دنیا مین تمھاری نیند کو آرام و چین کا سبب اور کام سے فراغت
کا باعث کیا تا ماندگی اور مشقت دور ہو اور خوشی اور تر و تازگی حاصل ہووے اور یوم الفصل کو چاہیئے
کہ نیند نہ ہو اسواسطے کہ اگر آدمی نیک ہی تو اسکو خوشی اور خورمی کے سوائے اور کچھہ نہو گا جیسا کہ
دوسری جگہہ بہشتیون کے حق مین فرمایا ہی لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا لُغُوْبٌ پھر حاجت
نیند کی بھی نہ ہوگی بلکہ اگر وہان نیند ہووے تو بڑے فائدے پہنچنے سے بے نصیب ہونے کا سبب ہووے
اور ہمیشہ کے ثواب سے نقصان کا باعث ہووے اور اگر آدمی بد ہی تو اسکو ہمیشگی کا رنج اور ملال
اور فریاد اور شور لازم ہی رنج اور عذاب سے اسکو کب فرصت ہوگی کہ ایک دم آرام سے گذارے
اور وہان سوائے صراخ اور زفیر اور شہیق اور واویلا کے کچھہ نہ ہو گا جیسا کہ دوسری جگہہ ان معنون کو
تصریح سے بیان فرمایا ہی وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا اور ہم نے رات دنیا والون کے واسطے لباس اور
پردہ بنایا کہ جو چیز چھپانے کے لایق ہی اسمین کیا کرین جیسے صحبت داری عورتون سے اور مشورے
پوشیدہ اور بھاگنا دشمنون سے اور چوری اور خیانت اور عیش و عشرت اور ناچ و رنگ اور تہجد اور
مراقبہ اور سوائے اسکے فائدے کی بہت باتین ہین کہ تعلق پردہ پوشی اور چھپنے سے رکھتی ہین اسیواسطے
کہا ہی شاعر نے اَللَّیْلُ لِلْعَاشِقِیْنَ سِتْرٌ یَا لَیْتَ اَوْقَاتَهٗ تَدُوْمُ یعنے رات عاشقون کے واسطے
پردہ پوشش ہی کیا اچھا ہو تا کہ رات ہمیشہ رہتی اور قیامت کو چاہیئے کہ احوال اسکے ہر کسی خاص و عام
پر ظاہر اور کھلے ہون چھپے اور پوشیدہ نہون وگرنہ عظمت اور بزرگی نیکون کی اور فضیحت اور رسوائی بدون
کی ثابت نہووے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ عقد نکاح کی مجلس
رات کو کرنا چاہیئے یا دن کو آپ نے فرمایا رات کو اسواسطے کہ اللہ تعالے نے رات کو لباس فرمایا ہی
اور نکاح والی عورتون کو بھی لباس فرمایا ہی یعنے هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے
ساتھ پوری مناسبت ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہمنے دن کو دنیا کے آدمیون کے واسطے
روزی تلاش کرنیکا وقت کیا اور قیامت کے دن ہرگز تلاش نہ ہوگی اسواسطے کہ نیکون کو آپہی آپ

نعمتین مہیا اور موجود ہونگی کیونکہ اگر ان کو وہان بھی تلاش کرنا ضرور پڑے تو عین تعین ہون اور بدون کو
بھی وہان تلاش کرنا نہین ہے اسواسطے کہ ان کے پانؤن مین زنجیر اور گردن مین طوق پڑا ہوا ہوگا اور
دوزخ کے نگہبانون کے ہاتھ مین گرفتار ہونگے اور بھوکھ اور پیاس کے عذاب مین بیقرار ہونگے
تا پوری جدائی دونون فرقون کی معاش کے درمیان ظاہر ہووے اور دنیا کی طرح ایکسان رنج اور گرفتاری
مین نہون وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہمنے تمھارے اوپر سات طبقے سخت اور مضبوط بنائے
کہ ہرگز کبھی پرانے نہین ہوتے اور ان مین سات ستارے پھر نیوالے بنائے کہ انہین حرکتین ایک دوسرے کے مخالف
کرتے ہین اور نئی نئی طرحین ظاہر کرتے ہین اور ہر ہر طرح مین ایک تاثیر ان سے ظاہر ہوتی ہے اور ہر مومن اور
کافر اور نیک اور بد اس تاثیر کے نفع اور نقصان مین شریک ہے قیامت کے دن کے برخلاف کہ وہان
نیکون کو درجے جنت کے مانند چھت کے ہین اور روحین نورانی نبیون اور پیشواؤن کی درجے بدرجے
نیچے والون کے حق مین مدد فرماوینگی اور نیچے والے انکی امداد سے ترقی حاصل کرینگے اور بدونکو نیچے سے
درکات دوزخ کے گھیرے ہوئے ہونگے اور روحین خبیث اور انکے پیشوا اپنی اندھیریونکی کیفیات سے اوپر
والونکے عذاب کو دونا کرینگے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا اور بنایا ہم نے دنیا والون کے نفع کیواسطے ایک
چراغ چمکتا ہوا تیز روشنی والا یعنے آفتاب کہ گرمی اور روشنی اکٹھی اس مین پائی جاتی ہے اور ہر شخص
نیک ہو یا بد اسکی روشنی اور حرارت سے نفع اور نقصان مین برابر ہے بخلاف قیامت کے دن کے کہ جمال
الٰہی کی روشنی بہشت مین نیکون کو منور کریگی اور جلال الٰہی کی تجلی کہ حدیث مین اس معنے سے قدم کا لفظ
آیا ہے دوزخیون کو سخت حرارت اور نہایت گرمی سے جلا دیگی وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ اور ہمنے
اتارا ٹپکنے والے بادلون سے مَاءً ثَجَّاجًا پانی بہت بہنے والا لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا کہ ہم اس پانی سے
اناج نکالین کہ کھانا تمھارا ہووے وَنَبَاتًا اور بہت سا سبزہ گھاس کہ بعضے کو ہاتھی پاتے ہو اور بعضے کو مصالحے
کرتے ہو اور بعضے دانا اور چارا تمھارے جانور ونکا ہوتا ہے تا اس سے دودھ دہی گھی اور پنیر لیکے
اپنے کام مین لاؤ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا اور گنجان درختون کے باغ کہ تم کو میوہ کھانے اور لذت اٹھانے
کے کام آوین اور ان باغون کے میوون کو طرح طرح کی ترتیب دیکے کھاؤ جیسے اچار اور مربا اور سرکہ

اور رس اور شراب وغیرہ اور اس منفعت مین تم سب نیک اور بد مسلمان اور کافر شریک ہو
کسی طرح کی جدائی نہین ایسا نہین کہ پانی ایک جگہہ برسے اور دوسری جگہہ نہ برسے اور
کھیتی ایک جگہہ پیدا ہووے اور دوسری جگہہ نہو اور باغ ایک جگہہ جمے اور دوسری جگہہ نہ جمے اور میوہ پکے
بخلاف دن قیامت کے کہ وہان نیکون کے عمل اور اعتقاد اور احوال اور درجے کمائے ہوئے بدلیون کی مانند
دودھ اور شہد اور شراب مزیدار اور پانی صاف برسا دینگے اور اس سے نہرین جاری ہونگی اور درخت
بہشت کے اس پانی کی قوت سے اور پانی کی نہرون کی طراوت سے کہ ان کی جڑون مین پہنچتی ہی لذت والے
مزیدار میوے خود بخود دینگے اور جسوقت کوئی پھل کسی شاخ سے توڑ کے کھایا جاویگا تو اسی وقت دوسرا
میوہ ہوا کی تر و تازگی اور کمال نشو نما کے سبب سے اس جگہہ پیدا ہو جاویگا اور تلذذ اور میوہ وہان کے
درختونکا کبھی منقطع نہوگا اور بدون کے عمل اور اعتقاد اور برے خلق دھوئیکے مانند اٹھینگے اور چنگاریان
برسا دینگے اور ان کے جسمون کو جلا وین گے جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ انْطَلِقُوا
الٰى ظِلٍّ ذِي ثَلٰثِ شُعَبٍ اور زقوم اور دوسرے درخت خاردار اور بدمزہ اور بری شکل کے پیدا ہونیکا
سبب ہوگا و امتیاز اور جدائی دونون فرقون کی گذران مین خوب طرح سے حاصل ہو ویگی تو معلوم ہوا کہ یوم الفصل
دنیا مین نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ جدائی اور ملاپ آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہین ایک جگہہ ہو نہین سکتے
تو قیامت کا دن ہونیکو باوجود ان چیزون کے باقی رہنے کے جنمین شراکت اور اتفاق واقع ہی تصور کر نہین سکتے بلکہ اس عالم
کے خراب ہونے اور اس دنیا کے انعامات کے اور شراکت کے اصول اور ارکان درہم برہم کرنیکے بعد البتہ اسکی امید
رکھنی چاہیے اور قیامت کے آنے کا وقت اس عالم کی خرابی کی شروع سے بوجھا چاہیے جیسا کہ فرمایا ہی اِنَّ يَوْمَ
الْفَصْلِ یعنی البتہ جدائی کا دن اور نیکون بدون سے امتیاز اور فرق کر دینا اور آپسمین نیکون کے مرتبے علیحدہ
اور بدون کے مرتبے علیحدہ کرنا كَانَ مِيقَاتًا ہی ایک وقت ٹھرایا گیا کہ اس سے آگے پیچھے نہین ہو سکتا
اور دنیا مین کافرون کی جلدی کرنے سے اسوقت کے لانے مین جلدی نہین کیتے اسواسطے کہ اس وقت کو
کئی چیزین لازم ہین پہلے یہہ کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھہ کہ اب حاصل ہے بعد جدا ہونے کے پھر ہووے
سو عالم برزخ مین بھی یہہ امر ممکن نہین اسواسطے کہ وہان روح کو بدن سے ہرگز علاقہ نہین اور روح کو پہلے

بدن سے تعلق رکھنے کے سوائے اس بدن کے کٹے ہوئے کاموں کی جزا اور سزا دیکھنا ممکن نہیں ہے
اسواسطے کہ روح کو بے تعلق بدن کے سیر تمام عالم کی کرنا مثل خیال کرنے کے ہے اور کچھ نہیں مانند
ایک لکھنے والے کے کہ اسکے ہاتھ کاٹ ڈالین اور وہ اپنی انگلیان ہلا دیوے اور اپنے خیال مین گویا لکھتا ہے
بس یہہ حقیقت مین کچھ لکھنا نہین خیال محض ہے دوسرے یہہ کہ روحین اور بدن سب اس تعلق مین جمع ہو وین
اسواسطے کہ فرق اور جدائی بدون جمع ہونے کے ممکن نہین مثلا ایک گروہ کے ساتھ ایک جگہہ پر ایک طرح کا
معاملہ کیا امتیاز اس گروہ کا حاصل نہو گا جبتک کہ دوسری جماعتون کے ساتھ اسی جگہہ پر اسی وقت
دوسری طرح کا معاملہ نکرین والا گمان اس بات کا ہوتا ہے کہ شاید یہہ معاملہ بمقتضائے اس وقت کے اس
مکان مین ہوا اگر اور جماعتین اس وقت اس مکان مین ہوتین تو انکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا جیسا کہ دنیا
والے عزت اور ذلت اور رزق کی کشادگی اور تنگی کو زمانے کی گردش کے تقاضے سے سمجھتے ہین اور
اپنے دل کو سمجھاتے ہین کہ اگر لگلے اسوقت مین ہوتے تو اسی حالت مین گرفتار ہوتے اور اگر ارزانی کے ملکون
کے رہنے والے قحط والے ملکون مین ہوتے تو بھوکھ بھوکھ پکارتے اسواسطے ضرور ہے کہ قیامت کا دن ہو
تاکہ نوع انسانی کی تمام ارواحون کا اپنے بدن سے جدا ہونے کے بعد ملنا واقع ہووے اور ایک وقت مین
ایک جگہہ پر سب روحون کا انکے بدنون سے تعلق ہووے تیسرے یہہ کہ مشترک نعمتین جو فقیر اور غنی مومن اور کافر
نیکبخت اور بدبخت نعمت والا اور عذاب والا تندرست اور بیمار کے درمیان دنیا مین برابر ہین باقی نہ رہین والا برابری
اور شراکت لازم آتی ہے اور مقصود اصلی کہ تفرقہ اور امتیاز ہے حاصل نہو چوتھے یہہ کہ اس آسمان اور
زمین کے بدلے ایک دوسرا مکان چاہئے اور جب وہ مقام اور وہ جگہہ اس عالم مین آسمان و زمین
کے نیچے چھپی ہوئی ہے تو اسکے ظاہر کرنے کے واسطے آسمان و زمین کا نیست کرنا بھی ضرور ہوا تا کہ
نیکون کو بہشت آسمان پر سے ظاہر ہووے اور بدون کو دوزخ زمین کے نیچے سے اسیواسطے وہ روز نہ
ہو یگا مگر يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ یعنے جس دن پھونکا جاوے صور اور یہان مراد دوسری بار کا صور پھونکنا ہے
کہ اسی سے قیامت کے دن کی شروع ہے اور اس پھونکنے کے سبب سے روحین ہر ہر فرد انسان کی اپنے
اپنے بدنون سے ملکر ہر مذہب والا علیحدہ علیحدہ اٹھیگا اور فرشتے تو زک کی طرح سب آدمیونکے

علیحدہ

علیحدہ علیحدہ جھتے کردینگے جیسے یہود اور نصاری اور مجوس اور ہندو اور انکے سوا سب کی صفتین جدا
جدا ہونگی اور مسلمانون کی صف علیحدہ ہوگی پھر ہر ہر پیغمبر کی امت علیحدہ اور ایک پیغمبر کی امت مین بھی
ہر مذہب والے علیحدہ اور اسیطرح ہر عمل والے نیک ہون یا بد علیحدہ ہونگے جیسے نمازی علیحدہ اور
روزہ دار علیحدہ اور حرام کار علیحدہ اور چٹے علیحدہ اور شرابی علیحدہ اسیطرح ہر خلق والے علیحدہ ہونگے
جیسے متکبر اور بدخلق علیحدہ اور رحم دل اور محبت والے علیحدہ اسیطرح ہر رتبے والے علیحدہ ہونگے جیسے
حمد کرنیوالے علیحدہ اور صبر کرنیوالے علیحدہ اور شکر کرنیوالے علیحدہ اور متوکل یعنے اللہ پر بھروسا کرنیوالے
علیحدہ کھڑے کئے جاوینگے بڑے لشکر کے رسالون اور پلٹنون کے مانند کہ پہلے امیرون کے سبب سے پہچانے
جاتے ہین کہ یہہ لشکر فلانے امیر کا ہی پھر رسالہ دارون سے کہ یہہ رسالہ فلانے رسالدار کا ہی اور یہے
لوگ فلانے جمعدار کے ساتھہ کے ہین پھر فرشتے انکو اسی انتظام سے حشر کے میدان مین لیجاوینگے فَتَأْتُونَ
أَفْوَاجًا یعنے پھر آوُگے تم سب غول غول اور فوج فوج ہوکر کہ ہرگز ایک گروہ کے لوگ دوسرے گروہ سے ملنے نہ پاوینگے
اور ان معنون کو بہت آیتون اور حدیثون مین بیان فرمایا ہی کہ ان مین سے ایک یہہ آیت ہی وَيَوْمَ
يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۴ ج ۲ ع اور دوسری جگہہ فرمایا ہی وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ
أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۰ ج ۲ ع اور سوا اسکے بہت سی آیتین ہین کہ ان سب کے ذکر
کرنیمین کلام بڑھہ جائیگا اور بعضی صحیح حدیثون مین نشان اور علامت ہر فوج کی بھی بیان فرمائی ہین جیسے دغا
بازون اور عہدشکنون کی مقعد پر ایک نشان یعنے جھنڈا ہوگا اسطرح سے کہ بڑے معاملے کے دغابازون پر بڑا
جھنڈا اور چھوٹے مقدمے کے دغابازون پر چھوٹا جھنڈا اس مکان پر جمے گا اور جنھون نے غنیمت کے مال مین دغابازی
کی ہی اور کوئی چیز اپنے سردار کی بیخبری سے لے لی ہے وہ چیز اسکی گردن پر لدی ہوئی لاوینگے اگر اونٹ
یا بکری یا گائے ہی تو وہ آواز کرے گی اور اگر تھان یا کوئی کپڑا ہی تو پھریرے کے مانند اڑیگا اور شہیدونکو
خون بھرا ہوا اٹھاوینگے اور انکے زخمون سے مشک کی بو آوے گی اور رلانیوالی عورتونکا کرتا گندہک کا ہوگا اور بدن
اسکا خارشیتون کا سا ہوگا اور بے احتیاج سوال کرنیوالیکا منہہ زخمی اور چھلا ہوا ہوگا علی ہذا القیاس صحیح حدیثون
مین تلاش کرنے سے اسطرح کی نشانیان بہت سی پائی جاتی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین معہ سند بیان کیا ہی

اگرچہ سند اسکی بہت معتبر نہین ہی اور روایتین اسکی بہت مضبوط نہین ہین وہ یہہ ہی کہ ایکروز صحابہ نے
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ان فوجونکا حال جو اس سورت مین مذکور ہین پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ دس فرقے
اس امت سے دس جھتے ہوکر آوینگے ایک فرقہ بندرون کی شکل ہوگا وہ چغل خور ہونگے دوسرا فرقہ سوّر کی شکل
ہوگا وہ حرام خور اور رشوت لینے والے ہونگے تیسرا فرقہ اوندھا یعنے سر نیچے اور پانؤن اوپر ہونگے
اور فرشتے انکو بل کھینچینگے وے بیاج کھانیوالے ہونگے چوتھا فرقہ اندھے ہونگے وہ قاضی اور مفتی ہونگے کہ ناحق
حکم کرتے تھے اور جھوٹھا فتوی دیتے تھے پانچوان فرقہ گونگے بہرے ہونگے وے وہ لوگ ہونگے جو اپنی عبادت
اور بندگی پر گھمنڈ کرتے ہین اور اپنے برابر دوسرے کو نہین جانتے چھٹا فرقہ زبانین اپنی چبلاوینگے اور انکی زبانین
منہہ سے نکلکے انکی چھاتیون پر پڑی ہونگی اور زرد پانی اور پیپ انکے منہہ سے بہتا ہوگا کہ سب محشر والے انکے
دیکھنے سے کراہت کرینگے وے لوگ وہ عالم اور مشایخ ہونگے کہ انکے عمل انکے قول کے مخالف ہونگے کہتے کچھ اور کرتے
کچھ ساتوان فرقہ ہاتھ پانؤن کٹے ہوئے ہونگے وے وہ لوگ ہونگے کہ بے زبان جانورون کو ایذا دیتے
ہین اور ہمسایہ کو رنج پہنچاتے ہین آٹھوان فرقہ آگ کی سولیون پر کھینچے ہونگے وے وہ لوگ ہونگے کہ لوگون کے بھید
ظالم حاکمون سے ظاہر کرکے ایذا رسانی کرتے ہین نوان فرقہ وے لوگ ہونگے جنکی بدبو مردار سڑے ہوئے کی بدبو
سے زیادہ ہوگی اور سب محشر والون کو اس بدبو سے ایذا پہنچیگی وے وہ لوگ ہونگے کہ اپنی شہوتون اور دنیا کے مزون مین
گرفتار ہوئے ہونگے اور اپنے مال سے اللہ کا حق نہ دیا ہوگا اور وہ مال اپنے جی کی خواہشون مین خرچ کیا ہوگا
دسوان فرقہ وے لوگ ہونگے کہ گندھک کے کرتے پیرون تک اور انکے بدنون پر چپکے ہوئے ہونگے
یے لوگ تکبر اور غرور کرنیوالے ہونگے یے سب بدبخت اور گنہگار اس امت کے ہین لیکن ایماندار اور نیکبخت سو بعضے
انمین سے چودہوین رات کے چاند کے مانند اور بعضے آسمان کے ستارون کے جیسے چمکتے ہونگے اور بعضے نور کے منبرون پر
بیٹھے ہونگے اور بعضے جڑاؤ کرسیون پر اور بعضے مشک اور زعفران کے ٹیلون پر وعلی ہذا القیاس **وَفُتِحَتِ
السَّمَآءُ** اور کھولا جاوے آسمان پھٹنے سے تاکہ فرشتے نامۂ اعمال لیکے اتریں اور ان عملون کی صورتین کہ آسمان پر چڑھنے
کے بعد پیدا ہوئی تھین ظاہر ہووین اور بہشت کہ جائے قرار انکا ساتون آسمان کے اوپر ہی ظاہر ہووے
گویا کہ آسمان کو مانند سرپوش کے خوان سے اٹھا لیا ہی **فَكَانَتْ اَبْوَابًا** یعنے پھر ہوجاوے آسمان دروازے کہ اسی راہ سے بہشت مین

داخل ہونا ہوگا اور نعمتین بہشت کی دیکھینگے وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کی میخون کے
مانند تھے فَكَانَتْ سَرَابًا پھر ہو جاوینگے یہہ پہاڑ جیسے اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور حقیقت
مین ریت ہے اسیطرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ ہین اور حقیقت مین ٹکڑے ٹکڑے
ہوکر ریت کے مانند ہو چکے ہین جیسا کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا اور دوسری جگہہ
فرمایا ہے وَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا اور جب زمین کی میخون کی یہہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولے
درہم برہم ہو جاوے گی اور ٹھکانا دوزخ کا کہ اسکے نیچے تھا کھل جاویگا تا کہ آسمان کی جگہہ بہشت ٹھہرے اور زمین
کی جگہہ دوزخ اور جدائی نیکون اور بدون مین اور تابعدار اور نافرمانون مین ثابت ہو اور جب آسمان اور زمین بیچ سے
اٹھ گئے تو سورج اور برسات اور دوسری نعمتین کہ کافر اور مسلمان اس مین شریک ہین سب فنا ہو جاوینگی اور اسیطرح کی
شرکت اور برابری نیکون اور بدون مین باقی نہ رہے گی اسواسطے کہ نیکون کی جگہہ اور ٹھہری اور بدونکی جگہہ دوسری ٹھہری
اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا بے شک دوزخ ہے تاک مین اور مکان دھر پکڑ کا کہ اسکے کنارے پر فرشتے گرز
اور زنجیر اور طوق آگ کے لئے ہوئے کھڑے ہونگے اور دوزخیون کو پکڑ کے لیجاوینگے لِلطَّاغِينَ مَآبًا
شریرون کا ٹھکانا اور مسلمانون اور نیکون کا رون کو سوائے اسپر گذرنے اور اسکے دیکھنے کے خوف اور
رنج اور اذیت نہ پہنچیگی بعضے لنسے بجلی کی طرح تڑپ کے اس پل سے پار ہو کر بہشت مین پہنچینگے اور بعضے آندھیکی
طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور علی ہذا القیاس یہان تک کہ ادنی سے ادنی مسلمان جو بہت
گناہون مین آلودہ ہوگا گرتے پڑتے سات ہزار برس مین اس پل پر سے پار ہوگا اور حضرت فضیل ابن عیاض رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسافت پل صراط کی تین ہزار برس کی راہ ہے بال سے زیادہ باریک
اور تلوار سے زیادہ تیز ہے ہزار برس چڑھاؤ ہزار برس اُتار اور ہزار برس برابر کی راہ ہے یہہ سب
ایماندارون کا حال ہے اور کافر دوزخ کے موکلون کے ہاتھ مین گرفتار ہو کر دوزخ مین ڈالے جاوینگے
لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا رہینگے اسی دوزخ مین بے شمار قرنون اور ہلال ہجری سے منقول ہے کہ انھون نے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے حقبے کے معنے پوچھے تھے سو آپنے فرمایا کہ حقبہ ستر ہزار برس کا ہوتا ہے اور برس بارہ مہینے
کا اور مہینا تیس دن کا اور ایک ایک دن دنیا کے برس کے برابر لیکن یہان بے شمار مدت مراد ہے اور بعضے

نادان اس آیت مین فہم کی غلطی سے کہتے ہین کہ اس آیت سے دوام اور ہمیشگی بوجھی نہین جاتی جیسا کہ اور
آیتون سے معلوم ہوتا ہے اور حال یہہ ہے کہ اس آیت مین احقاب کی تعین نہین فرمائی ہے تاکہ عذاب کا منقطع ہونا
معلوم ہووے بلکہ کثرت سے یہی بوجھا جاتا ہے کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہین اور ان نادانون کو اس بات کا
شبہ ہوا کہ جو حقبہ کی مدت معین ہے تو احقاب بھی معین ٹھہرے اور یہہ نہین بوجھتے ہین کہ ایک حقبہ کی مدت
معلوم ہونے سے احقاب کی مدت معلوم نہین ہوسکتی اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت مین
دوزخیون کے دوزخ مین ٹھہرنے کی مدت کا بیان کرنا منظور نہین بلکہ منظور یہہ ہے کہ دوزخیون کے ٹھہرنیکی مدت
دوزخ مین حقبون سے اندازہ کیا چاہیئے نہ قرنون اور برسون اور مہینون اور دنون اور ساعتون سے اسواسطے کہ اگر
مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہے تو ساعتون سے گنتے ہین اور اس سے زیادہ ہون تو دنون سے اور جو اس سے بھی
زیادہ ہو تو مہینون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہووے تو برسون سے اور اس سے بھی زیادہ ہو تو قرنون سے
گنتے ہین اور جو شمار مین نہ آسکے تو حقبون سے بولتے ہین جس طرح تھوڑے مال کو روپیون سے شمار کرتے ہین
اور جو کچھ زیادہ ہو تو پچون اور دہون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو سیکڑون سے اور جو اس سے بھی
زیادہ ہون تو ہزارون سے اور جو شمار مین نہ آسکتا ہو تو لاکھون اور کڑوڑون سے تعبیر کرتے ہین اور
قرا ایک بڑے عالم کا نام ہے اسنے کہا ہے کہ لفظ احقاب کی اس صفت کے ساتھ موصوف ہے جو آگے آتی ہے
یعنے لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا یعنے وہان کچھ مزہ ٹھنڈک کا نہ چکھینگے اور نہ کچھ پینے کو ملے گا جو
کچھ بھی سرد ہوا سے باہر کے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تھوڑی سی تخفیف اس جلنے کے عذاب
سے حاصل ہووے جیسا کہ دنیا مین تپ والے کو ایسی چیزون سے تخفیف ہوتی ہے تو گویا یون ارشاد
ہوا کہ اتنی مدت دراز مین سردی کے نام سے واقف نہونگے بعد اسکے ان کو زمہریر کے طبقے مین لیجاوینگے
اور سردی کے عذاب مین گرفتار کرینگے یہان تک کہ ان کی رگین اور پٹھے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے
پھر دوزخ کی آگ مین ڈالینگے اور جتنی مدت کا پہلے ذکر ہوچکا اتنی مدت اسیطرح جلاوینگے اسیطرح ابدالآباد
عذاب مین رہینگے کبھی گرمی مین کبھی سردی مین اور جو اس آیت مین حکم ہوا کہ اتنی مدت دوزخمین پینے کی چیز نہ
چکھینگے اور حال یہہ کہ دوسری جگہہ فرمایا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ٧٨ ج ١٤ ع ١٤ اسی واسطے اس جگہہ بطور استثنا کے

فرمایا اِلَّا حَمِیْمًا مگر پانی گرم کھولتا ہوا کہ ان کی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی چوگنی کر دیگا تخفیف کا
تو کیا ذکر ہی وَّغَسَّاقًا اور پیپ اور زرد پانی کہ دوزخیون کے ہر ہر جلے ہوئے بدن سے نکل کے گڑھون مین
جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اسکو پانی سمجھ کر پی جاوینگے اور وہ انکے اندر کو ایسی بری طرح
سے خراب کر دیگا کہ اس کا زہر تمام بدن مین پھیل جاوے گا اور اگر دوزخیون کے دوزخ مین رہنے
کی مدت دور و دراز سنکر کسیکے دل مین شبہ آوے کہ کافرون نے کفر اور گناہ دنیا مین تھوڑے دنون کیا تھا
یعنے عمر بھر کہ وہ مدت مقرر ہی اور اسکے عوض مین ہمیشگی کے عذاب کی سزا دینا ظلم صریح ہی تو اسکا جواب یہہ
ہی کہ یہہ تمھارے فہم کی غلطی ہی بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے عذاب کا انکے واسطے عین انصاف ہی اور اس عذاب
مین جزا نہ دئے جاوینگے مگر جَزَآءً وِّفَاقًا یعنے بدلا پورا موافق انکے عملون کے نہ زیادہ اس سے اس واسطے کہ
بعد تامل اور غور کرنے کے معلوم ہوتا ہی کہ عمل انکے بھی ابدی اور غیر متناہی تھے اسواسطے کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا
لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وے ہرگز حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور جب حساب کی نہ تھی تو انکے کامون کا × ×× موقوف ہونا
لاچاری سے اور اس بات کے کم ہونے سے تھا نہ عذاب الٰہی کے خوف سے اور ثواب نہ ملنے کے سبب سے اسواسطے
کہ یے دونون باتین حساب کی توقع کی صورت مین ہوتی ہین اور انکے عمل نہ کرنیکی وہ مثل ہی کہ عصمت بی بی از بے چادری
اور ان کے دلون مین محبت گناہ کی ایسی گھُبی تھی کہ ان کی روحون کی رگ و ریشون مین مل گئی تھی اور ایک خاص
طبیعت کا حکم پیدا کیا تھا اور روح تو ابدی ہی ہمیشہ رہے گی اور اس خاص طبیعت کا حکم اس سے جدا ہونا
محال ہی تو وے خاص طبیعتین بھی جب تک روح ہی اسکے ساتھ ہین اور سبب ہین اسکے عذاب کا اور جب سبب
ہمیشہ رہا تو مسبب کے پائے جانیمین کیا تعجب ہی اور یہہ بے اعتمادی حساب آخرت سے عمل جوارح ہی پر کفایت
نہ کی تھی بلکہ وے عمل کہ ان کی روح کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور ہرگز اسباب اور جوارح کو اسمین دخل
نہ تھا ان سے صادر ہوئے تھے تو وے فعل ہمیشہ ان کی روح کے ساتھ ہین اسواسطے کہ یے کفر کرتے تھے
وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتین جو جزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تھین كِذَّابًا
مکر کر کر ان کے دلون مین ان کے سچے ہونے کا گمان بھی نہ تھا اور اس طرح کا مکر جانا کام روح کا ہی
نہ بدن کا تو بعد جدا ہونے روح کے بدن سے برزخ مین اور پھر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین

ہمیشہ وہی انکار باقی ہے مانند بدمزاجی سخت کے کہ دمبدم سبب رنج کا ہوتا ہے اسیطرح یہہ انکار بھی دمبدم
زیادتی عذاب کا سبب ہوگا اور پھر اگر کسی کی خاطر مین شبہ گذرے کہ گناہ کی محبت اور آیتون کا انکار اور
دوسرے روح کے برے عمل اسطرح کے نتھے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پھر اسکے بدلے مین اسطرح کا عذاب کرنا ظاہر
مین کہان سے درست ہوگا اور جبتک گناہ ظاہر مین ثابت نہو مواخذہ اور پکڑ اس پر درست نہین ہے اور جوان لوگون
کے گناہ آدمیون کے سامنے ظاہر ہوتے تھے وے یہی بدن کے عمل تھے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے
موقوف ہوئے اس شبہ کا جواب یہہ ہے کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہے کسی کو معلوم ہو یا نہو اور انکے
اعمال روحیہ اللہ تعالے خوب جانتا ہے بلکہ اس کے خفیہ نویس یعنے کراماً کاتبین نے بھی لکھ رکھا ہے اور قول اور
فعل انکے بھی اس پر دلالت کرتے ہین وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وے قول اور
فعل کہ ان پر دلالت کرتے تھے اَحْصَيْنٰهُ ہم نے ان کو گن رکھے ہین اور ہمنے فقط اپنی گنتی پر اعتماد نہین کیا
بلکہ كِتٰبًا یعنے لکھ کر تاکہ قیامت کے کارکنون کو ہر وقت یاد رہے اور عمل غیر متناہی کی جزا بھی غیر متناہی چاہیے
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جاوینگے تم پر مگر مار اور عذاب کرنا
بخلاف ایماندار گنہگارون کے کہ انکا عذاب صرف اعضا کے عملون پر ہوگا اور موقوف ہو جاویگا اسواسطے
کہ ان کا روحین ایمان کے سبب بدی سے پاک تھین یعنے بدی نرکھتی تھین اور تنبیہ الغافلین مین لکھا ہے کہ جب دوزخی
بہت پیاسے ہونگے اور پانی مانگینگے تو ایک سیاہ بادل پیدا ہوگا اور اس سے سانپ اور بچھو بختی اونٹون کی
گردنون کی برابر برسین گے اور انکو پھاڑ پھاڑ کھا دین گے اور ان کا زہر ایسا ہوگا کہ ہزار سال تک اس کی تاثیر
ان کے بدنون سے نہ جاوے گی اور یہی معنے ہین اس آیت کے کہ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ ۱۴ ج
۱۰ع اور اس آیت کے بھی کہ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا اور اس جگہہ ایک شبہ اکثر آدمیون کی خاطر
مین گذرتا ہے وہ یہہ ہے کہ جو چیز مخالف مزاج کے ہو تو دوام اور ہمیشگی کے سبب سے اسکی تاثیر معلوم نہین
ہوتی اور کچھ رنج اور دکھ نہین ہوتا جسطرح دق والے کو گرمی سے کچھ ایذا نہین ہوتی ہے اسکا جواب
یہہ ہے کہ اسطرح کا معلوم نہ ہونا بدمزاجی متفق کی صورت مین ہے نہ بدمزاجی مختلف مین اور دوزخ والون
کو طرح طرح کے عذاب سے دکھ دوینگے اور ہر قسم کے عذاب کو وے لوگ قوت سے دریافت کرین گے

جیسا کہ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہہ بھی ہے کہ دریافت کرنے کا واسطہ آدمی کے بدن مین جلد ہے یعنے بدن کا چمڑا اور دوزخیون کی جلد جلنے کے بعد پھر نئی پیدا ہوگی اور اس جلد کے دریافت کی قوت نازکی کے سبب سے بہت قوی ہوگی جیسا کہ جب زخم پر نئی کھال جمتی ہے تو اُسکی دریافت کی قوت قوی ہوتی ہے اور ادنیٰ سے ادنے سردی اور گرمی اس سے معلوم ہو جاتی ہے اور دوزخیون کے عذاب کی زیادتی کا سبب ایک یہہ بھی ہوگا کہ ان کے مخالف اور دشمن طرح طرح کی نعمتون سے نوازے جاوینگے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا بے شک ڈر والون کو مراد ملنی ہے اور ان کا مرتبہ بے حکمون نافرمانون کے مرتبے سے جُدا اور ممتاز ہوتا ہے حَدَائِقَ باغ ہین میوٗون سے بھرے ہوئے اور گرداگرد ان باغون کے دیوار ہے محافظت کے واسطے اور حدیقہ عرب کی لغت مین اسی باغ کو کہتے ہین جسکے چارون طرف دیوار ہو وَّاَعْنَابًا اور انگور بہت ٹٹیون سے لگے ہوے اور یہہ باغ دوزخیون پر مانند دوسری دیوار کے ہوگا اور جو انگورونکی ٹٹیان مثل مکان کے ہوتی ہین کہ اسکے سایہ مین بیٹھتے ہین اور مانند چھت کے اسکو بناتے ہین اور ایک طرح سے وہ درخت ہین کہ مقصود اس سے میوہ کھانا ہے اسیواسطے اس کو خاص کرکے ذکر کیا والا یہہ بھی انھین سب میوٗون مین داخل ہے کہ حدائق کی لفظ ان سبکو شامل ہے سو گویا ارشاد ہوتا ہے کہ ان باغون مین سایہ بان انگور کی ٹٹیون کے ہونگے بجائے بارہ دری اور بنگلے کے وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتین کنواری کہ ان کی چھاتیان اُٹھی ہوئی سخت ہونگی بلوغت کے حد کو پہنچی ہوئی اسواسطے کہ سیر باغ وبہار کی بدون حسین یارون اور خوبصورت آشناؤن اور لطیف پوشاک کے بے لطف اور بیمزہ ہے اَتْرَابًا یعنے وے سب عورتین ہم سن ایک عمر کی ہونگی پرہیزگارونکی عمر کے برابر اسواسطے کہ سب کی روحون کا بدن سے ملنا ایک ہی وقت مین ہوگا یعنے جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جاویگا کہ صور کے پھونکنے کے ساتھ ہی سب روحین اپنے اپنے بدن سے مل جاوینگے تو گویا ایک ہی وقت سب کے سب پیدا ہوئے جیسا دوسری جگہہ فرمایا ہے اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاۗءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۲۷ج ۱۸ع اور یے عورتین دنیا کی ہونگی متقیون کو بخشنے کے سبب ان کی صحبت سے محبت اور خوشی خاطر خواہ حاصل ہوگی اور انکا ہم عمر ہونا الفت اور محبت کی زیادتی کا سبب ہوگا

بہشتیون کی عمر کا بیان

اور یہی وجہ ہے بوڑھون کو جوانون کی صحبت سے اور جوانون کو بوڑھون کی صحبت سے نفرت ہوتی ہے اور اکثر
تفسیرونمین مذکور ہے کہ بہشت مین مرد اور عورتین تینتیس ۳۳ برس کے ہونگے اسواسطے کہ کمال قوت کا اور
خوشی اسی عمر مین زیادتی ہوتی ہے والا پیدایش ان کی دوسرے صور پھونکنے کے وقت ہوگی اور اسوقت سے
بہشت مین داخل ہونے تک مدت بہت ہے اور جو بعضی روایتون مین آیا ہے جیسا کہ تفسیر زاہدی اور
تفسیر واحدی مین مذکور ہے کہ عورتین سترہ اٹھارہ برس کی عمر کی ہونگی اور مرد تینتیس ۳۳ برس کی عمر کے ہونگے
اس کا مطلب یہہ ہے کہ عورتون کی صورت اور جوڑبند جنت مین دنیا کی عورتون کے موافق ہونگے اس واسطے
کہ عورتونمین خوبصورتی کا کمال اسی عمر مین ہوتا ہے اور اسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہے اور چھاتیان جننے
اور دودھ پلانے کے سبب ڈہل جاتی ہین اور انوثی مزاج یعنے زنانہ مزاج کہ نہایت تر ہے اس وقت
مین خشکی کے سبب اعتدال پر ہوجاتا ہے اور بدن کا سڈول خوش تختی ہونا اور سادہ پن اور رنا
سمجھ ہونا کہ محبوبون اور معشوقون مین مرغوب ہے اسی عمر مین بہت ہوتا ہے بخلاف مردون کے کہ کامل ہونا
عقل کا اور ہر کام مین آزمودہ کار ہونا مردون مین بہتر اور پسندیدہ ہے مانند میوے کے کہ پکا ہوا میوہ
بہتر ہوتا ہے کچے سے اور عورتین مانند اس میوے کی ہین کہ کچا اسکا بہتر اور مزیدار ہوتا ہے پکے سے
جیسے ککڑی کھیرا وَكَاسًا اور پیالے شراب کے دِهَاقًا ہ بھرے چھلکے ہوئے ایک پر ایک دئے گئے
اور دہاق کی لفظ سے عرب کی استعمال کے موافق دونون باتین بوجھی جاتی ہین بھرا ہونا اور لپا در لپ
دینا اور پرہیزگارون کو شراب پلانا خوشی اور مزے کی زیادتی کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ شراب
پینے سے ایسی سبکروحی اور خوشی ان کو حاصل ہوگی کہ بے باک اور بے حجاب ہوسکے عورتون سے ۵
مزیداریان کرینگے اور باغون کی سیر کا لطف بخوبی پاوینگے اور تمکین اور وقار ان مزیداریون کے حاصل
کرنے مین کچھ مانع نہوگا جیسا کہ دنیا مین محبت الٰہی کی شراب سے مست ہوکے احوال اور مقامات اور
ابکار لوامع و طوالع و واردات کے باغون سے پھل اور لذتین حاصل کیتین لیکن وہان کی شراب مین
کہ صحبت الٰہی کے معنون کی تمثال ہے کوئی فساد کی بات اور کچھ برائی نہوگی جیسے دنیا کی شراب مین ہوتی
ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بہشت کی چیزون کے نام دنیا کی چیزونکے

مانند ہونگے اور حقیقتین سب کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دنیا کی چیزون کا خاصہ سواد عنصریہ کثیفہ مین صورت نوعیہ کے ڈالنے سے ہوتا ہی اور بہشت کی چیزون کا خاصہ اسما الہیہ اور حقائق قدسیہ کی تجلیات کی تاثیر سے جو مادہ لطیفہ مثالیہ مین حاصل ہوگی پایا جائے گا ہرچند کہ دنیا اور آخرت مین اسما الہیہ اور ظہور تاثیرات ان اسما کے غلبے کے سوائے کوئی دوسرا سبب نہین ہی لیکن کمال ظہور اور طہارت نشاط اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور ناپاکی برائیون کے دور ہونے سے دونون کے درمیان مین تفاوت آسمان اور زمین کا ہی وہ آگ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی روشنی طور پر دیکھی تھی بیٹھی کی آگ سے کہ گدھے اور گائے کی لید سے حاصل ہوتی ہی کیا نسبت ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات ہی کسی شاعر کی ۔ شعر مرتبہ از وجود حکمی دارد گر فرق مراتب نکنی زندیقی ہر مرتبے کو ہستی کے ایک حکم اور ہی اسمین جدائی جو نہ کرے وہ دستور ہی پس بہشت مین شراب کی مجلس ایسی برائیون سے پاک ہوگی کہ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا یعنے اس شراب کے پینے مین نہ بیہودہ بات سنینگے اور نہ جھوٹھ تو لڑائی اور گالی اور ہذیان اور بک بک بے فایدہ کا کیا ذکر ہی جس طرح انکی مجلس دنیا مین بھی ایسی نکمی باتون سے پاک تھی اور جھوٹھ اور ٹھٹھے بازی اور مسخری اور عیب گیری انکی صحبت مین دخل نہ رکھتی تھی اسی طرح بہشت مین بھی ہوگی اور یہ نعمتین اور لذتین کہ وہان انکو حاصل ہونگی اس طور پر نہین ہین کہ اس عالم کی آب و ہوا کے تقاضے سے ہون جیسا کہ دنیا مین شہرون کے اختلاف سے سردی اور گرمی اور قحط اور ارزانی ہوا کرتی ہی بلکہ یہ چیزین انکو ملینگی جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ بدلا تیرے پروردگار کی طرف سے جو کامل ہی اور کامل جو دے گا سو پورا دے گا اور اگر کسی کے دل مین گذرے کہ بدلے مین دو چیز کا لحاظ ضرور ہوتا ہی ایک مرتبہ دینے والے کا دوسرے قدر اس کام کی جسکے عوض مین یہہ دیتا ہی اور یہان ہرچند کہ جزا دینے والا نہایت اعلیٰ مرتبے کا ہی لیکن انکے کام سب ملکے اسقدر کمال نہین رکھتے تھے اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین جزا نہین ہین بلکہ عَطَاءً بخشش اور انعام ہی لیکن بخشش اور انعام ابتداءً نہین بلکہ حِسَابًا موافق انکے عملون کے دیا ہی نہ عمل کے اندازے پر مثلاً جیسے کسی بادشاہ کو انعام اور بخشش اپنے نوکرون کو دینا

منظور ہو تو حکم کرے کہ جو ہماری محلو مین حاضر رہتے ہین ان کو اتنا دو اور جو فلانے قلعے پر متعین ہین ان کو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہین ان کو اتنا دو تو ایسی جگہہ انعام کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام دینے والے کے قدر کا نہین ہوتا ہی بلکہ فقط کامون کے شمار کے نشان اور پہچان کے واسطے ہی اور بس لیکن جو انعام اور بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہی اس واسطے اسنے جزا کے ساتھہ بہت مشابہت پیدا کی اور اسی سبب سے اس کا نام جزا رکھا ہی اور یہی جو یہہ جزا دینے والا ایسا شخص ہی جسکی صفت یہہ ہی رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھہ ان دونوکے درمیان مین ہی اور آسمان اور زمین پر اور جو کچھہ ان کے درمیان مین ہی سب پر بخشش اور انعام ابتدائی بدون تکلیف اور بے اگلے وعدہ اور بے مستحق ہونے کے نہایت اعلیٰ مرتبے پر کیا ہی تو یہہ انعام اور بخشش اپنی ان لوگون کے حق مین جو تھوڑی سی لیاقت بھی رکھتے ہین اور وعدہ بھی انسے ہوا ہی اور مکلف بھی ہین کس طرح پوری نہ کرے گا اسیواسطے اسکا نام یہہ ہی الرَّحْمٰنِ یعنے بخشنے والا مطلق اور جو یہہ نام رکھتا ہی بے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہی تو جس سے وعدہ کیا ہو کیون کر پورا نہ کرے گا لیکن باوجود اسکی ایسی رحمت کے کہ ماباپ سے زیادہ اپنے فرمان بردار بندون پر شفیق اور مہربان ہی بزرگی اور جلال بھی اس کا نہایت مرتبہ اعلیٰ پر ہی یہان تک کے لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ قدرت نرکھینگے اس سے باوجود اس قدر توجہہ اور عنایت اور نزدیکی اور مرتبے کے خِطَابًا بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسی کی شفاعت مین قریب ہو یا اپنا آشنا اور یہہ عظمت اور بزرگی ہرچند کہ اس کی ذات کو لازم ہی لیکن ظہور کامل اس کا نہو گا مگر يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جس دن کھڑی ہووے گی روح اور روح نام ہی ایک لطیفہ دراکہ متیقظ کا کہ ہر مخلوق کو دی ہی آسمان ہو یا زمین پہاڑ ہو یا دریا درخت ہو یا پتھر اور اسی کو دوسری جگہہ پر مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ کرکے تعبیر فرمایا ہی جیسا کہ سورۂ یٰس کے اخیر مین ہی اور اسی لطیفۂ دراکہ کے سبب ہر مخلوق کو اپنی پروردگار کی تسبیح اور عبادت میسر ہی چنانچہ یہہ مضمون قرآن سے ثابت ہی وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۱ ج ۵ ع كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۸ ج ۹ ع اور حقیقت مین وہ لطیفہ ایک جوہر ہی نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکھتا ہی اور اسی جواہر نورانی کے سبب سے قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور روزہ اور

کعبہ معظمہ عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور
رات سب گواہ ہونگے اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ موذنون کے واسطے ہر پتھر اور ڈھیلا اور درخت اور
لکڑی جہان تک اذان کی آواز پہنچتی ہے قیامت کے دن گواہی دیگا اور اسدن دو جواہر نورانی اپنی
اپنی مناسب شکلین پکڑکے حشر کے میدان مین کھڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنے مین
مشغول ہونگے اور فرق آدمیون کے اور جانداروں کی روحون کے تعلق مین اور دوسری مخلوقات کی
روحونکے تعلق مین یہہ ہے کہ تعلق پہلا دائمی ہے اور حلول سریانی سے مشابہت رکھتا ہے جو سب قوائے
طبعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین درآکے اپنے حکم کا تابع کیا ہے اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہے اور حلول طریانی سے
مشابہ ہے اسیواسطے دنیا مین بھی بعضے وقت اثر اسکے تعلق کا ظاہر ہوتا ہے اور پتھر اور درخت نبیون سے
کلام کرتے ہین اور انکے حکم پر کام کرتے ہین اور انکو سلام کرتے ہین اور قیامت کے نزدیک یہہ تعلق بھی
نزدیک ہمیشگی کے اور سریانی کے ہوجائیگا اور یہی سبب ہے جو احادیث مین آیا ہے کہ قیامت کے نزدیک ایسے
ایسے عجائبات بہت پائے جاوینگے اور اسکا بھید یہہ ہے کہ اس تعلق کے اثر کا ظہور اسیوقت مین ہوتا ہے کہ حکم
روحانی غالب ہوجاوین تو قیامت کے قریب کہ احکام روحی کے غلبے کا وقت ہے زیادہ تر ظاہر ہونگے اور
نبیون اور ولیون کی ہمت سے ان کے سامنے بھی روحیت کے حکم غالب ہوتے ہین اور دوسرے مفسرون نے روح کی
تفسیر مین باتین مختلف لکھی ہین لیکن حق بات یہہ ہے جو اسجگہہ مذکور ہوئی وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور کھڑے ہووین
فرشتے ساتون آسمان اور زمین کے صفین باندھکر تا اسدن کے کامون کے جاری کرین جیسے جزا اور سزا دینا
اور عملون کو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکھلانا اور پلصراط سے اتارنا اور رسوا کرنا اور کامونمین مستعد اور تیار
رہین لَا يَتَكَلَّمُونَ اسوقت مین بات نکرینگے بلکہ دم نمارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہے اِلَّا مَنْ
اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر جسکو پروانگی دی رحمن نے اور حکم ہووے کہ فلانے شخص کی شفاعت کردیا گواہی دو
اور یہہ حکم رحمت کے تقاضے سے ہوگا اس شخص کے حق مین وَقَالَ صَوَابًا اور کہیگا وہ شخص بات
سچی اور خلاف قاعدے کے عرض نہ کریگا مثلا کافر اور بدعقیدونکے واسطے شفاعت نہ کریگا بلکہ جو شخص
ایمان کے سبب سے لایق بخشش کے ہوگا اسکے گناہ کی بخشش طلب کرے گا اور اسیطرح شہادت مین

احتیاط کرے گا کم و زیادہ نہ کہیگا اس واسطے کہ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ وہ دن حق کا دن ہی جھوٹھا اور نکمی بات اس
دن پیش نجاویگی اور سرسبز نہوویگی دنیا کے دنون کے برخلاف کہ یہان سچ اور جھوٹھ اور اچھائی اور برائی سب
ملی ہوئی ہی کچھ فرق نہین ہی اور ان معنون کا بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ وہ روز وہ ہی کہ جدائی اور تفرقہ
نیکون اور بدون مین اور امتیاز کرنا مسلمان اور کافر مین حق اسدن کا ہی اور وہ دن اسی کام کے قابل
ہی نہ مانند دنیا کے دنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک و بدکی اور شریک ہونا فرمان بردار اور
گنہگار کا یہان سب جاری ہی فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا پھر جو چاہے بنالیوے اپنے پروردگار کے
یہان ٹھکانا تاکہ اسدن اسکو امتیاز اور عزت ہم چشمون اور برابری والون مین حاصل ہووے اور طرح طرح
کے عذاب سے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے سبب حق تعالی کی طرف سے اس دن تیار ہوئے ہین خلاصی پاوے
اور رجوع الی اللہ کا فایدہ اس عذاب کی خلاصی مین کہ قیامت کو نافرمانون کے نصیب ہوگا منحصر نہین ہی بلکہ
إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ ہمنے بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرون کی زبانی تم کو ڈروادیا ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور
کرتے ہو اور اسکے حکم کی اطاعت سے سرکشی کرتے ہو عَذَابًا قَرِيبًا ایک نزدیک کے عذاب سے کہ ہر شخص کو
مرنے کے بعد عالم برزخ مین پیش آویگا اور اس عذاب مین اصل اور رکن عالم کے خراب کرنے کی احتیاج نہین
ہی بلکہ عالم صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اسکے رکن اور بنیاد کو گرادینا کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ اس عذاب
کی حقیقت بدعملون کی بری اور کالی شکلون کا ظاہر ہونا ہی بدصورتون اور ڈرانی شکلون سے اسکی قوت
خیالیہ مین وے بدعمل جو ہر دے کی ذات پر غالب تھے اس طرح سے کہ وہ قوت ان کے اثر سے بھر جاویگی
بغیر اسبات کے کہ نامہ اعمال کھولے جاوین اور تھوڑے بہت پر آگاہ کرین اور گواہ اور شاہد ونکو
حاضر کرین اور وہ مالک علی الاطلاق بے پردہ تجلی فرماوے اور اپنے اپنے حقون کے دعوی کرنے والے
جمع ہووین اور سب اگلے اور پچھلے لوگ جمع ہوآوین اور ایک اچھی جگہہ نیکون کے واسطے اور دوسری
خراب جگہہ بدون کیواسطے علیحدہ علیحدہ مقرر کی جاوے اسیواسطے وہ عذاب قریب واقع ہوگا يَوْمَ يَنظُرُ
الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ جسدن دیکھیگا ہر شخص جو آگے بھیجا اسکے دونون ہاتھون نے یہان دونون
ہاتھون سے مراد ہی عمل کرنیوالی دو قوتین یعنے نیک عمل کی قوت اور بدعمل کی قوت اور تقدیم دلیل ہی

اسباب کی کہ ہیئت نورانی اور ہیئت ظلمانی ان عملون کی اسکی ذات مین پیدا ہوتی ہی اسواسطے کہ تقدیم
اور ترجیح عمل کی بدون جم جانے اس عمل کی محبت کے اسکے دل مین متصور نہین ہی اور وہ ہیئت ایک صورت
رکھتی ہی اسکے مناسب عالم مثال مین تو جب نفس انسانی ادراکات اور تصرفات اس عالم سے فارغ ہوکے
بالکل متوجہ ادراکات اس عالم کا ہوگا اسوقت ان صورتون کو دیکھیگا اور یہہ عذاب اس قسم کا ہی کہ حکما اور فلاسفہ
بھی اسکے قایل ہین اور عالم خواب پر قیاس کرکے اسکو واقعی جانتے ہین مگر اتنا فرق ہی کہ خواب کے عذاب سے
خلاصی بسبب متوجہ ہونے نفس کے ساتھ ادراکات اس عالم کے جاگنے کے وقت متصور ہی اور برزخ کے
عذاب سے اسطرح کی خلاصی متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہ خواب اپنے پیچھے بیداری نہین رکھتی ہی بخلاف عذاب
قیامت کے کہ کسی کی عقل اسکو دریافت نہین کرسکتی تو یہہ عذاب بھی قریب ہی زمانے وقوع کے اعتبار سے
اور بھی قریب ہی عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے لیکن ایمان اور اعتقاد کی درستی کے سبب اس عذاب قریب سے
بھی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہرچند اسکے بدعملون نے شکلین تاریک اس شخص کی ذات مین پیدا کی تھین لیکن ایمان صحیح اور
اعتقاد درست نے بھی بڑی شکل نورانی اس مین پیدا کی تھی بعد کھینچ کھانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا
گناہ کے اندھیرے پر غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بتہ کی شدت روشنی آفتاب سے
پھٹ جائیگی اور کافر کو سوائے اس شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری پاس نہوگی تا اسکے نور سے اس اندھیرے کو
دور کرے لاچار حسرت کریگا وَيَقُولُ الْكَافِرُ اور کہے گا کافر جب دیکھیگا صورتین بری بری حال اپنے کفر اور گناہ کی
اور اسکے مقابل مین کوئی صورت نورانی ایمان کی اپنے پاس نہ پاوے گا يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا
کیا اچھا ہوتا کہ مٹی ہوتا اور کاشکے انسان کی شکل مین پیدا نہوتا تا کہ یہ بری صورتین مجھسے ظاہر نہ ہوتین اور
مٹی کو خاص اسواسطے یاد کرے گا کہ اصل آدمی کی مٹی ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ ہی تو وہ غذا سے پیدا ہوتا ہی اور
غذا یا زمین کی اُگنے والی چیزون سے ہوتی ہی یا حیوانات سے اور یہ دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور
گوشت اور کھال اور خون اور خلط بھی غذا یا دوا یا میوے سے پیدا ہوتے ہین اور پھر آخر کو یہ سب خاک ہو جاتے
ہین اور بعد خاک کے کوئی مادہ دوسرا اسکے خیال مین نہین ہی لاچار وقت بھاگنے کے صورت انسانیہ سے
البعد مادے کو کہ خاک ہی آرزو کریگا جسطرح کسی کو سفر مین رنج پہنچتا ہی تو کہتا ہی کہ کیا اچھی بات ہوتی

ادراکات

کہ گھر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہہ نہین کہتا کہ مین اُسمے رہتا یا رم پن ہجاتا اسواسطے کہ اسکہنے سے کمال دوری اس سے معلوم نہین ہوتی اور یہہ بھی جان لیگا کہ یہہ سب گرفتاری میری روح کے باقی رہنے کے سبب سے ہوئی اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہوجاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباس اور عبد بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا اور موقوفًا روایت ہے کہ قیامت کے دن جانورون سے حساب کتاب کے بعد جیسے جو جانور کسی دوسرے جانور کو سینگھ یا کھر مارا ہوگا وہان قصاص اسکا لیکے حکم ہوگا کہ سب کے سب خاک ہوجاؤ اس وقت کافر ان کے حال کو دیکھکر غبطہ کریگا اور کہیگا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مجھکو خاک ہونیکا حکم ہوتا اور اس بُری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوئی ہے دور رہتا اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ مراد خاک ہونے سے یہہ ہے کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا اور تکبر اور غرور اور نافرمانی نہ کرتا اور بعضے واعظون نے کہا ہے کہ مراد کافر سے ابلیس ہے کہ کفر مین سب سے بڑھکے ہے سو جب حضرت آدم اور ان کی اولاد پر طرح طرح کی بخششین اور نوازشین دیکھے گا آرزو کریگا کہ کیا خوب ہوتا کہ مین بھی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مین نے اور کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ

سورۃ النازعات

یہہ سورۃ مکی ہے اور اسمین چھیالیس آیتین اور ایک سو نواسی کلمے اور سات سو ترپن حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورت کا ربط سورۂ مرسلات سے قوی معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ ابتدا اس سورت کی اس سورت کی ابتدا سے بہت مشابہت رکھتی ہے بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہے پہلی صافات دوسری ذاریات تیسری مرسلات چوتھی نازعات پانچوین عادیات صافات مین تین صفتین بیان کی گئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین لیکن عادیات کی سورت دو سبب سے مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہے اوّل چھوٹا ہونا اسکا اور بڑا ہونا ان دونون کا دوسرا یہہ کہ دو صفتین وہان فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا اور ان دونون سورتون مین پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سو ان دونون سورتون کو شروع کے روش اور انداز مین

نامت

بہت مناسبت ظاہر ہے لیکن باریک بین صحابیون نے بہت غور کرکے دریافت کیا ہے کہ مدار سورۂ والمرسلات کا
قیامت اور اسکے حکمون کے بیان پر ہے اور سورہ عم یتساءلون بھی اسی قیامت کے وقایع اور احوال کی شرح ہے تو گویا
سورۂ تساءل شرح اور تتمہ مرسلات کی ہے اسیواسطے دونون کو ایک جگہہ پر لکھا ہے بعد اسکے ابتدا کی
مناسبت کی رعایت سے اس سورت کو لائے اور بعد خوب غور کرنے کے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کے مضمونون
کو سورۂ تساءل کے مضمونون کے ساتھ اس قدر مناسبت ہے کہ نوبت اتحاد کی پہنچی ہے اور باوجود اس
مناسبت کے مطلع کی مناسبت چندان ضرور نہین ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ اس سورت کے اول مین اپنین
سوال کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہے اور اس سورت مین سوال کرنا کافرون کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مذکور ہے جیسا کہ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا اور اس سورت مین ہے أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ
مِهَادًا اور اس سورت مین ہے وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا اور اس سورتمین ہے وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا اور
اس سورت مین ہے وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا اور اس سورت مین ہے وَاللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّهَارَ مَعَاشًا اور اس سورت
مین ہے وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا اور اس سورتمین ہے سَبْعًا شِدَادًا اور اس سورتمین ہے أَأَنْتُمْ
أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا اور اس سورتمین بارش کے پانی کا ذکر ہے کہ آسمان سے نیچے آتا ہے اور سبزیکو
اگاتا ہے اور اس سورتمین چشمون کے پانی کا ذکر ہے کہ زمین سے نکلتا ہے اور سبزیکے اگانے مین مدد کرتا
ہے جیسے أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا اور اس سورتمین ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ اور اس سورتمین ہے
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اور اس سورتمین جہنم کے حق مین فرمایا ہے لِلطَّاغِينَ مَآبًا اور اس سورتمین ہے فَأَمَّا
مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ اور اس سورتمین درنگی ٹھہراو دوزخیون کی دوزخ
مین اس عبارت سے ارشاد ہوئی ہے کہ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا اور اس سورتمین کم ٹھہراو دوزخیون کا دنیا
اور برزخ مین اس عبارت سے فرمایا ہے کہ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا اور اس سورتمین جنت اور اسکی
نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہے لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا اور اس سورتمین ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ
نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ اور سوائے اسکے دوسری بہت سی مناسبتین مذکور ہین
کہ خوب غور کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہین اور اس سورت کے نازعات نام رکھنے کی وجہہ یہہ ہے کہ لفظ نازعات کی

انھین پانچون صفتون مین سے ہی جو اس سورتہ کے اول مین مذکور ہین اور وے سب کمالون کے حاصل ہونیکا
وسیلہ ہین اور دوسری صفتین فرع اسکی ہین گویا کہ یہہ صفت ابجد کے قاعدے کا حکم رکھتی ہی تمام علمون کی
نسبت سے کہ حاصل کرنا سب علمون کا بدون سیکھنے اس قاعدے کے ممکن نہین ہی اس اجمال کی تفصیل
یہہ ہی کہ نفس انسان کا جب اپنی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہی تو ہر کام کے حاصل کرنے مین علم ہو یا عمل کاریگری
ہو یا کوئی پیشہ نیک ہو یا بد فایدے والا ہو یا نقصان والا ہر طرح سے اسکو ضرور ہی کہ یے پانچون مرتبے
طی کرے تاکہ اس مطلب کے کمال درجے کو پہنچے اور رتبہ تکمیل کا اس فن مین حاصل کرے اول یہہ کہ اپنے تئین
ان چیزون سے جو اسکے مطلب کے منافی ہین دور رکھے اور اس حالت مین اسکو بڑی کوشش کرنا ہوگی کہ
طبیعت اسکی انھی منافیات کو چاہتی ہی یا شرع انھین منافیات کے بجا لانے کو حکم کرتی ہی یا عقل
انھین کی طرف کھینچتی ہی اور وہ شخص برخلاف طبیعت کے یا شرع یا عقل کے اپنے تئین اس چیز کے
حاصل کرنے مین مشغول کرتا ہی اور ممانعت طبیعت اور شرع اور عقل کی ہرگز خیال مین نہین لاتا اسی حالت
کو زور سے کھینچنا کرکے تعبیر فرمایا ہی چنانچہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا انھین معنون پر دلالت کرتا ہی اور جو
یہہ حالت شہوات نفسانی کے سبب سے واقع ہوتی ہی تو اسکو اہل سلوک کے عرف مین توبہ اور مجاہدہ
کہتے ہین دوسرے یہہ کہ کثرت شغل سے اس چیز کے ساتھہ اس کو محبت ہو جاتی ہی اور اس محبت
کے سبب سے اسکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہی اور دل اسی کی طرف رغبت کرتا ہی اور اگر کسی سبب
سے جدائی ہو جاتی ہی تو بے اختیار اسی کا مشتاق رہتا ہی دوسرا خطرہ اور تعلق اسکے دل مین باقی
نہین رہتا اور سب طرف سے منہہ پھیر کے اسیکی طرف مشغول رہتا ہی اور اسی حالت کو نشاط کرکے تعبیر
فرمایا ہی اسیکو ہندی مین امنگ کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اس حالت کو اگر حق تعالی کی راہ
مین ہووے تو ارادہ اور شوق اور ذوق کہتے ہین اور مشکلکشائی اس راہ کی اسی صفت سے ہی لیکن بدون
حاصل ہونے پہلی صفت کے اس کی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ یہہ حالت بڑی محنت اور
رنج سے حاصل ہوتی ہی تیسرے یہہ کہ مہارت بڑی اس شغل مین حاصل کرے اور بے رنج اور مشقت کے
وہ کام اس سے ہوا کرے اور بسبب کثرت کے اس کام مین ملکہ حاصل ہو جاوے اور اس حالت کو ساتھہ

بیان ان چیزون کا جو نفس انسانی کی تکمیل کے واسطے ضروری ہین

سباحت کے جو شناوری کے معنون مین ہی تعبیر کیا ہی اسواسطے کہ تیرنے والا بے تکلف اور بے رنج پانی مین سیر کرتا ہی اور اہل سلوک کے عرف مین اس حالت کو سیر احوال اور مقامات کہتے ہین اور کمال کا اول سرا یہہ حالت ہی کہ پہلے اسکے سوائے طلب اور تلاش کے کچھہ حاصل نہین ہوتا حصول مطلب کا اس حالت سے شروع ہوتا ہی چوتھا درجہ یہہ ہی کہ اس کلام مین برابر والون سے آگے بڑھہ جائے اور جو اورون سے اس صنعت اور فن مین نہوسکے یہہ شخص سہولیت اور آسانی سے اُسے کرلے اور یہہ حالت سب سے اعلی ہی اسیکو سبقت کہتے ہین اور اصطلاح صوفیہ مین اس حالت کو طیران اور عروج کہتے ہین اور پانچوان درجہ وہ ہی کہ کمال کی سب حدون کو طی کرکے تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اس کام کا پیشوا اور استاد ہو جاوے کہ اور لوگ اس سے اپنی مشکلین حل کرین اور اس صنعت مین بے تدبیر اور مشورے اس شخص کے کام نکر سکین پس حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہی فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا اور صوفیہ کی اصطلاح مین اس مرتبے کو مرتبہ رجوع اور نزول اور دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبہ تکمیل اور ارشاد کا کہتے ہین اور یے پانچو مرتبے ہر کام مین خیر ہو یا شر اور ہر حال مین احوالون سے نیک ہو یا بد آدمی کو آگے آتے ہین سو بعضے نفوس کم استعداد کی سے یا آگے آنے کسی موانع کے ان پانچون مرتبے کے حاصل کرنے مین قاصر اور محروم رہتے ہین اور بعضے ایک یا دو یا تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہین اور بعضے توفیق آلہی سے سب مرتبے طی کر کے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہوتے ہین اور بعضے برائی مین یکتا ہو کے ابلیس کے بھی استاد بن جاتے ہین اور جو سورہ عم یتسألون مین مجمل اشارہ نفس انسانی کے ان مرتبون سے واقع ہوا تھا جیسے فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا اسواسطے کہ اس سورت مین شروع سے تفصیل ان مرتبون کی منظور ہوئی لیکن قسم کے طور پر انھین مرتبے والون کے نام سے تاکہ ان کے نام سے قسم کھانا ان کی بزرگی پر دلالت کرے اور اشارہ اس بات پر بھی ہو کہ قیامت کا آنا ان مرتبون کے آثار ظاہر ہونے کے واسطے بہت ضرور ہوا کہ دنیا مین ان کے آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہ تھا اس واسطے کہ دنیا کا عالم اسکے ظاہر ہونے کا بوجھہ نہین اٹھا سکتا ہی پھر قسم کو ظرف زمان سے کہ دن قیامت کا ہی معین کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ قسم کھانا ان مرتبون اور ان مرتبے والون کے ساتھہ اسی وقت مین ہی اسی قید سے اسواسطے کہ قبل آنے اس وقت کے اور بے لحاظ کرنے اس قید کے قابل قسم کے نہین ہین تو یَوْمَ

تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ ظرف ہے اور قسم کے فعل کا متعلق ہے کہ حرف قسم کا اس فعل پر دلالت کرتا ہے اور مجموع
اس ترکیب کا مانند وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی کی ترکیب کے ہوا تو گویا
اس کلام کے معنے یہ ہوئے کہ قسم کھاتا ہون مین ان لوگون کی جن مین یہ وصف پائے جائینگے جس دن قیامت
قایم ہوگی اور نشان ان صفتون کے ظاہر ہونگے تو پہلی صفت والون کا غول علیحدہ ہوگا اور حکم ان کے ایک طرح
کے ہونگے اور دوسری صفت والون کا غول علیحدہ اور حکم ان کے دوسری طرح کے اسی طرح سب صفت
والون کا حال بوجھا چاہیئے اور جن مین دو صفتین یا تین یا چار یا پانچ مل کے اکٹھی پائی جاوینگے ان کے غول
علیحدہ علیحدہ ہونگے اور حکم اور انداز انکے آپس مین مختلف ہونگے تاکہ دیکھتے ہی ہر ایک کا مرتبہ محشر والون کو معلوم
ہو جاوے اور کارخانہ امتیاز اور جدائی کا آپس مین ہر ایک کا ظاہر ہو جائے اس مضمون کو یون سمجھا
چاہیئے کہ جیسے کوئی شخص کسی امیر کے لشکر کی تعریف مین کہے کہ قسم ہے فلانے امیر کے لشکر کی کہ لڑائی کے
دن جس وقت نقارہ ہوا اور نقیبون نے پکارا اسیوقت ہر ایک رسالہ دار اپنے اپنے مثل سے غول باندھکر
سوار ہوتے ہین یا کوئی شخص کسیکی کچہری کی تعریف مین کہے کہ قسم ہے فلانے سردار کے دربار کی کہ جسدن
کچہری ہوتی ہے اور لوگ جمع ہوتے ہین اور قلمدان اور بستے کھلتے ہین تو ہر ایک کا بیٹھنا اپنے قرینے سے ہوتا ہے
مثلاً متصدی خالصہ اور تن والے علیحدہ اور بیوتات اور خانسامانی والے علیحدہ اور اسیطرح استیفا
اور تقسیم اور بازیافت والے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مرتبے اور قرینے سے بیٹھتے ہین اور اپنے کام
مین مشغول ہوتے ہین اب جاننا چاہیئے کہ جو پایا جاتا ان پانچو مرتبون کا یا دو کا یا تین کا یا چار کا انھین مرتبون سے
آدمیون مین باعتبار استعداد کے مختلف اور متفرق ہے تو جیسے بعضون کو نیک کام مین زیادتی حاصل ہوتی
ہے چنانچہ لکھی ہو جانا یا کمال علم کا حاصل کرنا یا تقوی اور طہارت مین کامل ہونا یا اللہ کی راہ مین کافرون سے
لڑنا اور دوسرے کام جو ان صفتون کے مانند ہین ان کو حاصل کرتے ہین ویسے بعضے لوگ برے کام جیسے فسق
اور فجور اور کفر اور بدعت اور گمراہی اور الٹی سمجھ اور دوسری اسی قسم کی برائیان حاصل کرتے ہین تو ضرور
ہوا کہ ہر نیک اور بد کافر اور مسلمان کسی ایک مرتبے مین ان مرتبون مین سے اٹھائے جاوین اور اسی گروہ
مین گنے جاوین چنانچہ حدیثین صحیح اسی پر دلالت کرتی ہین جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہے بعثہ اللہ فقیھا

اور دوسری جگہہ فرمایا فِیْ زُمْرَۃِ الشُّہَدَآءِ اور جو لوگ وبا مین مرتے ہین ان کا جھگڑا اور کشش آپس مین مشہور ہی کہ ان کو شہدا اپنی طرف کھینچینگے کہ یے لوگ شہید ہین ہمارے غول مین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وے لوگ اپنی طرف کھینچینگے کہ یے اپنے فرش پر مرے ہین ہم مین آوین ان کو مرتبہ شہدا کا کہان سے ملا اور برائی مین بھی اسیطرح کی کشاکش اپنی اپنی طرف ظاہر اور معلوم ہی اور سب یے مرتبے والے کسی قسم سے ہوین اچھے یا برے رکن یوم الفصل کے ہین اور جو ظاہر ہونا عدل اور جزا الٰہی کا انہی مین ہوگا اسواسطے قابل اسکے ہوئے اگرچہ بعضے بعضے انمین سے حقیقت مین مردود اور ملعون اور شقی اور بدبخت ہونگے اسواسطے کہ اسجگہہ پر فقط بیان کرنا جزا اور سزا کے تعلق کا ان کے وجود سے منظور ہی نہ حقیقت حال ان کی ذات یا صفات کا کہ انجام کار ان کا کیا ہی اس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہئے کہ بہت باریک بات ہی اور اسکے مان لینے مین تردد اور کھٹکا نچاہئے اور قرآن شریف مین جو دوسری جگہہ پر فرمایا ہی وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اسمین خوب کرکے بوجھا چاہیئے تاکہ وہ شبہ جو اس بات مین حاصل ہوتا ہی بالکل دفع ہوجاوے اور جب یہہ مقدمہ درست ہوچکا تو اب یہان سے تفسیر شروع ہوتی ہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہی اس جماعت کی کہ کھینچتے ہین اپنے تئین کام مین سخت کھینچنا غرق کی لفظ اسجگہہ اغراق کے معنون مین لائے ہین جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہین جیسے فَاَنْبَتَہَا اللّٰہُ نَبَاتًا اور اغراق عرب کی لغت مین سخت کھینچنے کو کہتے ہین یہہ مشتق ہی کمان کھینچنے سے یعنے جب کمان کو خوب کھینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر ہوجاتی ہی گویا غرق ہوجاتی ہی وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہی اس جماعت کی کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنے کام ہنسی خوشی سے کرتے ہین وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہی اس جماعت کی جو تیرتے ہین کام کرنے مین تیرنا کرکے اور بے رنج اور مشقت کام مین مشغول ہوتے ہین فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا پھر قسم ان کی جو اپنے برابر والون سے کام مین بڑھ جاتے ہین فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہی ان کی جو تدبیر کرنے والے ہین کام کی یعنے جتنے پہلے مذکور

ہو چکے سب اپنے اپنے کاموں کی تدبیر پوچھنے اور مشورے لینے میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور چوتھے
اڑتے کاموں کی تدبیریں ان سے پوچھتے ہیں اور حرف فے کے لانے کا سبب ان دونوں قسموں کے
آخر میں یہہ ہے کہ ان دونوں فرقوں کا مرتبہ بہت بلند ہے پہلے تینوں فرقوں کی نسبت سے اس واسطے کہ
یے خود بھی کامل ہیں اور دوسرے کو بھی کامل کر دیتے ہیں اور آخر والے کا مرتبہ چوتھے سے بھی زیادہ
ہے اس واسطے کہ چوتھے رتبے والے کی بعثت اپنے ہم جنسوں سے ان ہی کے تدبیر بتلانے سے ہوتی ہے اور
گویا کہ عالم میں قایم رکھنے والے اس کام کے یہی ہیں اور اعلی اور ادنی کی قسم کھانے میں فرق ضرور ہے اسی
واسطے فے تعقیب کی لائے تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ اعلی کی سوگند ادنی کی سوگند کے بعد ہے
اور ترقی ادنی سے اعلی کی طرف کرتے ہیں ہم يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ یعنے قسم ان جماعتوں کی اس دن
ہے کہ کانپے کانپنے والا یعنے جب زمین اور پہاڑ جنبش میں آویں یعنے پہلی صور پھونکنے سے روحیں بدنوں
سے جدا ہو جاوینگی اور انتظام دنیا کا درہم برہم ہو جائیگا تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ بعد اس کے
آوے پیچھے آنے والا مراد پیچھے آنے والے سے دوسرے مرتبے کا صور پھونکنا ہے کہ اسکے سبب سے
پھر روحیں قالب میں رجوع کرینگی اور یے عالم دوسرے نئے رنگ پر پیدا ہو دیگا اور اس قسم کے
جواب کو مذکور نہیں فرمایا اسواسطے کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہے یعنے ان مرتبے والوں کے دل
اسدن مختلف ہوویںنگے پھر جن لوگوں نے اللہ تعالی کی رضامندی میں ان مرتبوں کو حاصل کیا ہے آرام اور
چین میں ہونگے ہنستے خوشیاں کرتے چہرے تارے چمکتے ہوئے اٹھینگے اور جن لوگوں نے خلاف مرضی
الہی کے ان مرتبوں کو حاصل کیا ہے حیران اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دن
کام آوے وہ ہم سے نہوا چنانچہ اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ کتنے دل
اسدن دھڑکتے ہونگے مارے بیقراری اور گھبراہٹ کے اور گھبراہٹ اس طرح کی ہوگی کہ اس کو تھام
نسکینگے بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہوگی کہ منہہ پر ہوائیاں اڑتی ہونگی أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ آنکھیں
ان دلوں والوں کی تاریک اور حیران ہونگی اور آرام اور چین والوں کے دلوں کا حال اس جگہہ بیان نفرمایا
اسواسطے کہ یہاں خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرسنانا اسکے حال سے منظور ہے اور جب معلوم ہوا

کہ کتنے دل اسدن بے قرار اور بے چین ہونگے دہشت سے تو سب کو ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہو ہمارے دل بھی
انھین مین سے ہووین اور اپنے دلون کو مطمئنا اور آرمیدہ سے یقینا نجانا چاہیئے اسواسطے کہ یہہ بات یقینی نہین ہے بلکہ شکی ہے
اور شک پر توقع اور امید رکھنا چاہیئے اسواسطے کہ خوف کی جگہہ شک بھی کافی ہے اور امید کے واسطے ظن غالب
ضرور ہے اور بعضے مفسرون نے راجفہ کی لفظ سے زمین اور پہاڑ مراد لیئے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہے
یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ اور رادفہ کے لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لئے ہین اسواسطے کہ زلزلے کے
بعد زمین پھٹ کے منتشر ہو جاویگی اور بعضے کہتے ہین کہ راجفہ پہلے زلزلے کا نام ہے کہ زمین اسکے سبب سے ہل جاویگی
اور رادفہ دوسرے زلزلے کا نام ہے کہ ہر ہر جز زمین کا اسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہو جائیگا اب اس جگہہ پر جاننا
چاہیئے کہ مفسرون نے اختلاف کیا ہے تعین مصداق علیہ مین ان پانچون صفتون کے جو اس سورت کے شروع مین مذکور
ہین یعنے اسبات مین اختلاف ہے کہ مراد ان پانچون صفتون سے کیا ہے سو بعضون نے ایک ہی چیز مراد لی ہے
اور بعضون نے کئی چیزین مراد لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کرکے یعنے آپس مین ان کے تعلق اور ربط ہووے
اور ایک ہی کام مین سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہے بلکہ مختلف اور متفرق
چیزین مراد لی ہین اور اسیطرح جس صورت کا شروع مثل اس سورت کے ہے جیسے والعادیات اور والمرسلات
اسمین بھی یہی اختلاف ہے سو اب اس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہے حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین
کہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے اہل سلوک کے دل مراد ہین کہ اپنے نفوس امارہ کو جو خواہشون مین غرق ہو گئے ہین زور
سے کھینچے ہین اور ناشطات سے بھی ان کے دل مراد ہین جو درگاہ الٰہی مین پہنچنے کے مشتاق ہین کہ روک اور ممانعت
عبادت کی ان کے نفسون سے دور ہو گئی ہے نہایت خوشی اور سرور سے عبادت مین فرض ہو یا نفل اپنے اوقات
مشغول رکھتے ہین اور سابحات سے بھی معرفت کے دریا کے تیرنے والون کے دل مراد ہین اسواسطے کہ اس دریائے
بے پایان مین خوض کرنا اور غوطہ لگانا ثمرہ ان کی محنت کا ہے اور پھل اس کوشش کا ان احوال اور مقامون کو پہنچ
جانا اور سابقات سے وے دل مراد ہین جو اپنی مراد کو پہنچے ہین یعنے سلوک کی منزلون کو قطع کرکے قرب اور
وصال کے انتہا کے مرتبے کو پہنچ گئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون مین ایک دوسرے سے سبقت
کرتے ہین اور مدبرات امر سے کاملون اور مکملون کے دل مراد ہین کہ بعد پہنچنے کے درگاہ الٰہی مین صفات الٰہی سے

موصوف ہوکے خلق کی دعوت خالق کی طرف کرنے کے واسطے پھر اس طرف رجوع کرتے ہیں اور قسم کا جواب اس صورت میں یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ کے پہلے مقدر رہو کا یعنے لَتُرْجَعُنَّ اِلَی اللّٰہِ مَرْضِیِّیْنَ اِنْ اتَّصَفْتُمْ بِھٰذِہِ الصِّفَاتِ اَوْ مَطْرُوْدِیْنَ اِنِ اتَّصَفْتُمْ بِاَضْدَادِھَا یعنے پہنچوگے اللہ کی طرف ہنسی خوشی سے اگر متصف ہوگے ان صفتون سے اور اگر اسکے خلاف کروگے تو راندے جاوگے اور علما ظاہر کے کہتے ہین کہ مراد مراتب سے کامل کرنا قوت علمیہ کا ہے چنانچہ نازعات غرقا سے طالب علم مبتدی مراد ہین کہ معنی مشکل کو اپنی فکر کے زور سے متنون اور شرحون اور حاشیون کی عبارت سے کھینچکر نکالتے ہین اور ناشطات سے طالب علم متوسط مراد ہین کہ سخت مطلب کو حل اور مشکل کو آسان کرتے ہین اور نشط کی لفظ نکالی گئی ہے نشط البعیر سے اور یہہ مثل عرب مین مشہور ہے یعنے اونٹ کے پانون کھول دئے اور سابحات سے منتہی طالب علم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلون کو خوب دریافت کرکے علم کے دریا مین تیرتے ہین اور سابقات سے بڑے بڑے فاضل باریک بین مراد ہین کہ ان کا ذہن مشکل مطلب اور باریک بات کی طرف سبقت کرتا ہے اور مدبرات امرا سے کتابون کی تصنیف کرنیوالے اور قاعدون کے بنانے والے اور اصل اور فرع کے ٹھہرانے والے مراد ہین اور جواب قسم کا یہان بھی اس جگہہ پر مقدر ہے یعنے لَتُبْعَثُنَّ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ فَیُکْشَفُ لَکُمْ عَنْ حُسْنِ الْاَشْیَاءِ وَقُبْحِھَا وَیُعْرَفُوْنَ الْحَقَّ عَنِ الْبَاطِلِ وَالْھُدٰی مِنَ الضَّلَالِ یعنے البتہ اٹھائے جاوگے جسدن کانپے گا کانپنے والا پھر کھل جاوے گی تمہر نیکی اور بدی سب چیزون کی اور پہچانوگے سچ اور جھوٹھ اور ہدایت اور گمراہی اور مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی اور مجاہدین اور ان کے گھوڑے اور ہتھیار سو نازعات غرقا سے غازیون کے ہاتھ مراد ہین کہ کمانون کو زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی غازیون کے ہاتھ مراد ہین کہ تیرون کو کافرون کی طرف چھوڑتے ہین مِنْ نَشَطَ الدَّلْوَ اِذَا اَخْرَجَہٗ بِسُھُوْلَۃٍ یعنے یہہ مثال ہے عرب کی جب ڈول کو آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مراد ہین کہ خوشی اور اٹکھیلی سے لڑائی کے میدانون مین آتے ہین اور سابحات سے غازیون کے گھوڑے مراد ہین کہ دشمنون کی صفون مین تیرتے ہین اور سابقات سے قراولون کے غول یا ان کے گھوڑے مراد ہین اور مدبرات امرا سے سردار مراد ہین جیسے بادشاہ اور امیر اور وزیر کہ لڑائی کے کام ان کی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہین اور

کوچ اور مقام اور چلنا اور ٹھہرنا ان کی تجویز سے ہوتا ہے اور نجومی کہتے ہین کہ مراد اس جماعت موصوفہ سے ستارے ہین کہ پہلے مانند تیر کمان سے چھوٹے ہوئے کے فلک الافلاک کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہین اور دوسرے خاص اپنی حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج مین نقل کرتے ہین اور اس حرکت کو نشاط کرکے تعبیر کیا ہے نکالا ہے اس لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب مین بولتے ہین جب بیل بھاگتا ہے ثور ناشط یعنے نکلا بیل ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف اور سیاحت سے حرکت ان کی مرکز ون کی مراد ہے کہ مچھلی کے مانند اس حرکت مین تیرتے نظر آتے ہین اور جمع ہونے اور مخالف ہونے انھین حرکتون کے آپس مین ایک دوسرے سبقت کرتے ہین اور وضعون کے اختلاف سے جو اس حالت مین ان کو حاصل ہوتا ہے عالم کی تدبیر کرتے ہین اور ہر ستارہ اس کام مین کہ اُسے متعلق ہے دخل رکھتا ہے اور ملنا اور جدا ہونا اور بدلنا فصلون کا اور وقتون کا اور پہچاننا دنیا کی ہونے والی چیزون کا اور آنے والے حادثون کا ان سے سمجھا جاتا ہے اور حضرت ابو نصر حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قول کے مشابہ منقول ہے اور واعظ اور نصیحت کرنے والے کہتے ہین کہ ان سے مراد وے فرشتے ہین جو کافرون کی روحون کو نہایت سختی سے کھینچتے ہین سو نازعات غرقا ان پر صادق آتا ہے اور مسلمانون کی روحونکو آہستگی سے نکالتے ہین تو ناشطات نشطا ہو جاتے ہین اور بعد قبض کرنے روحون کے ان روحون کو لیکر عالم برزخ کی سیر کراتے ہین تو سابحات سبحا ہو جاتے ہین اور آپس مین اسجگہہ ایک دوسرے کے آگے ہو جاتے ہین اور سوال اور جواب اور عذاب اور بہتری قبر کی تدبیر کرتے ہین اور جواب اس قسم کا دونون صورتون مین اسیطرح محذوف ہے یعنے لتبعثن بدلیل انقلاب الحرب والانقلاب الحوادث بتدبیر الکواکب وشھادۃ الموت یعنے ہر آئینہ اٹھائے جاؤگے بدلیل اسی اور حوادثون کے انقلاب کی دلیل سے بہ سبب تدبیر ستارون اور گواہی موت کے اور بعضے کہتے ہین کہ نازعات اور ناشطات وے فرشتے ہین جو مسلمانون اور کافرون کی روحین قبض کرنے پر مقرر ہین اور سابحات اور سابقات وے فرشتے ہین جو رسالت اور کامون کے جاری کرنے پر مقرر ہین اور مدبرات امرا بڑے مرتبے اور بڑے درجے کے فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام معہ اپنے لشکر اور اسکے سردارون کے کہ ہر ایک کو ان مین سے ہونیوالے کامون کی

تدبیر کے واسطے مقرر فرمایا ہے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کہ انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اتارنا رسولون پر
ان سے متعلق ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام کہ پانی کا برسانا اور زمین سے اگانا اور رزق کا پہنچانا ان
سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کہ صور کا پھونکنا اور آدمیون اور جانورون مین روحون کا
ڈالنا اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر ہر شے کا ان سے متعلق ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام
کہ مردون کی روحین قبض کرنے پر اور بیماریون اور آفتون پر مقرر ہین اور
بعضے کہتے ہین کہ نازعات سے غازیون کی کمانین مراد ہین کہ تیرون کو کمان کے
زور کھینچتے ہین اور ناشطات سے اونٹ اور بیل مراد ہین کہ کنوؤن سے پانی کو کھینچتے ہین اور سابحات
سے کشتیان مراد ہین کہ دریا مین تیرتی ہین اور سابقات سے گھوڑے دوڑنے والے مراد ہین اور مدبرات
امرا سے عقل اور حکمت والے مراد ہین کہ ہر مقدمے مین اپنے عقل کے زور سے تدبیرین نکالتے ہین اور لڑنے
کام کے واسطے حیلے بناتے ہین اور جواب قسم کا وہی ہے جو ذکر ہو چکا اور مناسبت ان قسمون کی مقسم علیہ
سے یعنے جس پر قسم کھائی گئی ہے اور وہ قیامت کا دن ہے ادنی تامل سے معلوم ہو سکتی ہے چنانچہ یہہ بات ظاہر
ہے کچھ چھپی نہین ہے اور جب اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کتنے دل نہایت بے چینی اور بیقراری
مین ہونگے اور آنکھین انکی تاریک اور پتھرا جاوینگی تو گمان اسبات کا ہوا کہ شاید سننے والون کے دل مین یہ
گذرے کہ اسبات کے سننے سے جو نہایت پرخوف اور مہلک ہے کافرون نے کیا کہا ہوگا آیا اس وقعہ
یقینی آنے والے کی دہشت سے کوئی فکر اور تدبیر کرنے لگے یا اسی طرح غافل اور بے خبر رہے اسکے جواب
مین ارشاد ہوا کہ يَقُولُونَ أَئِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ کہتے ہین کافر کیا پھر بنائے جاوینگے ہم اپنی پہلی حالت پر
یعنے بعد مرنے کے کیا پھر ہم زندہ ہونگے اور حافرہ عرب کی لغت مین راہ کاٹنے کو کہتے ہین اس واسطے کہ حافر
اور حافرہ بیل کے کھر کو کہتے ہین اور جس راہ مین وہ چلتا ہے اس کے کھر کے نقش بن جاتے ہین تو گویا کھر کے
نشان کو کھر کا نام رکھا پھر راہ کو کہ اس مین سم کے نشان ہوتے ہین مجاز در مجاز کے طور پر حافرہ کہا
اور غرض اس سے یہہ ہے کہ کافر آخرت کے جینے کا انکار کرتے ہین اس شبہ سے کہ اگر بعد موت کے پھر
زندگی ہوتی تو اسی اپنی پہلی حالتون پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع ان حالات اول پر خلاف واقع کے

ہے والا سفسطہ لازم آوے اور جوان ہونا بڈھون کا اور لڑکا ہونا جوانون کا اور لڑکے کا مان کے پیٹ
مین پھر جانا سب درست ہو جاوے اور پھر اپنے شبہ کے قوت اور مضبوط کرنے کے واسطے ایک اور
استفہام انکاری اور تعجبی سے پوچھتے ہین ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا پھر زندہ ہونگے جب کہ ہو جاوینگے
ہم ہڈیان کھوکھلی ایسے ہوئی کہ ہوا کے اندر جانے سے ان ہڈیون مین سے آواز نکلے اور نخیر لغت عرب مین
اس آواز کو کہتے ہین کہ جو چیز اندر سے خالی ہے اس مین سے ہوا نکلنے کے وقت آواز ہوتی ہے اور ان کے
شبہ کو اس مقدمے کے بڑھانے سے قوت دینے کی وجہہ یہہ ہے کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑ جاتی ہے
اور اسکے اجزا آپس مین جدا جدا ہو جاتے ہین اور صورت ترکیبی اسکی باطل ہو جاتی ہے تو اگر اسی وقت بے
ڈھیل چاہین کہ پھر اسی صورت پر کر دین تو ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اجزاء اصلی اسکے ابھی سب موجود ہین کوئی متفرق
اور پریشان نہین اور کسی طرحکا نقصان ان اجزاؤن مین پایا نہین گیا کہ پہلی صورت پر پھر جانے کیواسطے مانع
ہو اور جب زمانہ بہت گذرتا ہے اور اسکے اجزاء اصلی متفرق اور پریشان ہو جاتے ہین اور ان اجزاؤ مین
نقصان آجاتا ہے یا بعضے اجزا بالکل خراب ہو جاتے ہین پھر اس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے
جیسا کہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزون مین یہہ بات ظاہر اور دیکھی ہوئی ہے اور بارہا تجربہ مین
آچکی ہے پھر یہہ دعوے پھرنے اور زندہ کرنے مردون کا جو مسلمان کرتے ہین اگر اسی وقت بعد موت کے
ہوتا تو شاید ہو سکتا لیکن وے تو بعد گذر جانے قرنون اور زمانون کے کرتے ہین سو جبکہ ہڈیان بوسیدہ
گل جاوینگی اور رطوبت اور تری جو شرط زندگی کی ہے بالکل خشک ہو جاویگی تو کس طرح یقین کیا جاوے
اور اگر کافرون کو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین یون کہا جاوے
کہ البتہ پھرنا پہلی حالت پر ان معنون سے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی حالت حاصل ہوگی جو پہلی حالت سے
مشابہت رکھتی ہوگی تعاقب امثال کی طرز پر نہ بعینہا پہلی حالت پہ پھرنا اور تعاقب امثال مین کچھ جگہہ
تردد اور انکار کی نہین ہے اسواسطے کہ لچ در لچ آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور
چاند کا بدلنا نئی شکل پر ہر روز اور مختلف ہونا فصلون کا ہر مہینے مین بسبب جانے آفتاب کے نئے
برج مین اور بدل جانا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہے ہرگز جگہہ شبہ اور تامل کی

نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پھر اسکو اسیطرح کا بنا دینا کچھہ موجب تعجب کا
نہین ہے خصوصًا اس وقت مین کہ بنانیوالا بڑی قدرت والا اور کامل بلکہ اکمل ہووے تو اسکے نزدیک
بگاڑ کر اسی وقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہے قَالُوا پھر دوسرے
مرتبے ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہہ جینا دوسری مرتبے کا بعد جُدا
ہونے ہر عضو کے اور خشک ہو جانے سب رطوبات کے تو بڑا ٹوٹا ہے اسواسطے کہ بعضی اپنی چیزون کو
نپاوینگے اور بہت سی چیزین ہم سے گم ہو جاوینگی اور مال اور اسباب اپنا کمایا ہوا آپ سے جدا ہو جاویگا
تو پھرنا ہمارا دوسرے مرتبے اس جہان مین مانند پھرنے اس مسافر کے ہوا کہ اپنے گھر سے مال اور اسباب بہت
بہالیکر صحیح اور سالم مسافرت کو گیا پھر سب چیز اس کی لٹ گئی اور آپ تن تنہا سب بدن زخمون سے چور ہوکر
بلکہ ہاتھہ پانون کٹوا کر اپنے گھر کو پھر آیا تو یہہ پھرنا بالکل نقصان کا ہے سو حق تعالی جل شانہ ان کے تعجب کرنے
کے جواب مین فرماتا ہے کہ یہہ تعجب تمھارا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالے کے کام اور تاثیر کو اپنے کام اور تاثیر پر قیاس
کرتے ہو اور اس قادر علی الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو کہ بے آلات اور اسباب کے
کوئی چیز بنا نہین سکتا یہہ تمھاری فہمید کی غلطی ہے اس واسطے کہ اس مالک الملک کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر
موقوف نہین ہے کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہو سکے اور نہ پائی جاوے تو نہو سکے بلکہ اسکے
حکم کن مین سب چیز ہو جاتی ہے اور آلات اور اسباب بھی اسی کے حکم سے جمع ہو جاتے ہین فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
وَاحِدَةٌ سو نہین ہے یہہ زندگی مگر ایک جھڑکی اور مراد اس جھڑکی سے دوسرے مرتبے کا صور پھونکنا ہے کہ بہ
مجرد اس آواز کے سب روحین اپنے بدنون سے مل جاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے زندگی کی سب شرطون
اور اسباب کو جمع کرویگا اور اس تعلق کے سبب سے زندگی کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی اس بچے کے
جو ماکے پیٹ مین زندہ ہوتا ہے جو قوت پیدا ہوتا کہ ابکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہے اور بڑی مشکل سے ہلنا
اور جنبش کرتا ہے سو وہ زندگی ایسی نہوگی اس واسطے کہ دیوے سب بمجرد سننے اس آواز کے زور سے جلدی
حرکت کرینگے اور زمین کے نیچے سے ملینگے فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پھر تبھی وے سب آگئے برابر میدان مین
اور ساہرہ لغت مین سفید اور برابر زمین کو کہتے ہین اور حشر کے میدان کا نام ہے اسواسطے کہ اسدن

اسس زمین کی یہی حالت ہوگی اور یہہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ ساہرہ اس جگہہ جاگنے کے معنون مین ہو سہر کی لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنون مین ہے مانند کا ذبہ اور خاطیہ کے اور اسس آیت کے معنے اس احتمال پر یہے ہونگے کہ جو کافر مسلمانون کو الزام دیتے ہین کہ بعد مرنے کے قیامت تک جو وعدہ پھر جینے کا ہے ہزارون سال کا فاصلہ اور دوری ہے اور اسس عرصے مین ہڈیان گل سڑ جاوینگی اور بدن کے سب اجزا اور رطوبتین نیست اور نابود ہو جاوینگی پھر دوسرے مرتبے اس شکل کا درست ہونا کہ زندگی اسی پر موقوف ہے کسطرح سے ہووے گا اور مسلمان کہتے ہین کہ باوجود ان سب باتون کے پھر زندہ ہونگے اسواسطے کہ اصلی اجزاؤن کا باقی رہنا شرط ہے دوسری زندگی کے واسطے سب چیزون کا باقی رہنا کچھہ ضرور نہین ہے اور اصلی اجزاؤن کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھے گا پھر دوسری مرتبے کافرون نے کہا کہ تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یعنے اس طرح کا زندہ ہونا کہ سب جز باقی نہ رہینگے ناقص ہے اس واسطے کہ سب جز زندہ نہووین تو دوسری زندگی جو اصلی جزون کے سبب سے پائی گئی وہ بھی ناقص ہوگی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہے اور تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ زندگی اسس دنیا کی زندگی سے بہت زورآور اور کامل ہوگی تو تمہارے مذہب اور دعوے کے خلاف ثابت ہوتا ہے سو حق تعالیٰ نے ان کافرون کے جواب مین یہہ فرمایا ہے فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ یعنے پھر نہین ہے وہ جینا دوسرے مرتبے کا مگر اثر ایک جھڑکی کا بس تبھی ہیے سب بیخوابی اور بیداری یعنے کچھہ غفلت اور کچھہ ہوشیاری مین آوینگے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہے اور اسس کا نقصان اسس کے نقصان پر کچھہ بدن کے اجزاؤن کی کمتی زیادتی پر نہین ہے اور پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہہ ہے کہ قوت روحانی اسکی ابھی اپنے کمال کو نہین پہنچی ہے بلکہ روز بروز ترقی پر ہے بخلاف ارواح موتیٰ کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہنچ کے اسس جہان سے مرگئے ہین اور انکی روحون کا ان کے بدنون سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہین ہوا ہے تاکہ جینے کے وقت ناقص اٹھین بلکہ اسس جینے کو بعد مرنے کے جاگنے پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہیئے اسواسطے کہ وقت سونے کے تعلق روحکا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے

اور حس و حرکت سمجھنا اور بوجھنا باطل ہو جاتا ہے اور ایک آواز سخت کرنے مین وہ تعلق جیسا تھا ویسا ہی پھر
ہو جاتا ہے اور اُسکے قوت روحانیہ مین کچھ نقصان نہین پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنے سے کمال کا نہین ہوتا کہ
مانند چھوٹے لڑکے اور پیٹ کے بچے کے انتظار بالغ ہونے کا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہنچے اور یہ بھی احتمال
ہے کہ ساہرہ کی لفظ اسم فاعل ہے سہر کے لفظ سے نکلی ہے جو بیخوابی کے معنون مین ہے یعنے فَاِذَا ھُم مُتَلَبِّسُوْنَ
بِالْاَبْدَانِ السَّاھِرَۃِ یعنے پھر یکایک ان کی روحین درآوینگی جگے ہوئے بدنون مین کہ صور کے پھونکنے کے پہلے
بسبب تعلق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے اور درآنے اُنکے قواکے مستعد اور تیار زندگی کے قبول کرنے کے
ہو رہے تھے یہانتک کہ قابل خواب کے بھی رہے اسی سبب سے وہان کی زندگی دنیا کی زندگی سے کامل ہوگی اس
واسطے کہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا میل موت کا بھی رکھتی ہے جیسے نیند کہ موت کے برابر ہے اور وہان کی زندگی
نیند بھی نہین رکھتی ہے اس قدر موت اور جو مشابہت موت سے رکھتی ہے اُسّے دور ہے اسیواسطے بہشتیون کو
بہشت مین اور دوزخیون کو دوزخ مین نیند نہ آویگی جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہین ہے اور جب
کافر با وجود ایسے بیان واضح اور کھلی مثالون کے آخرت کے جینے کا یقین نہین کرتے اور اپنے ہی ضد پر قایم
ہین اور یہ کہتے ہین کہ ان دلیلون اور تمثیلون سے ہماری خاطر نشان نہین ہوتی اسواسطے کہ ایسی ہڈیان سوکھی
بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کے قبول کرنے کی لیاقت نہین رکھتین ایک ہی دن مین سب زندہ ہوجاوین
اس طرح کا پچادرپچ آنا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت دراز کے ہرگز ہماری عقل مین نہین آتا جب تک کہ اپنی
آنکھ سے اسطرح کی کوئی چیز ہم نہ دیکھین اور ایک مرتبے کسی مردے کو زندہ ہوتے نہ دیکھ لین مسلمان عاجز
اور رنجیدہ ہو کے اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حق تعالے ایک مردے کو جسپر صدہا
برس گذرے ہوتے انکے سامنے زندہ کردیتا تو سب انکا انکار ٹوٹ جاتا اور جھٹ الزام کھا جاتے سو
اسواسطے گویا حق تعالی ہرایک مسلمان سے خطاب کرکے فرماتا ہے اور بطریق استفہام کے پوچھتا ہے ھَلْ
اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کچھ پہنچی ہے تجھکو خبر موسیٰ کے قصے کی کہ فرعون کے سامنے جو بڑا سرکش بادشاہ
تھا اور ہزارہا آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے بارہا اپنے ہاتھ کی لکڑی کو زمین پر ڈالدیا اور بمجرد
زمین پر گرنے کے وہ عصا ایک بڑا اژدہا ہو جاتا تھا اور اپنے منہہ کو پسارتا تھا اور آواز سخت کرتا تھا پھر بعد

واقع ہونیسے ایسی زندگانی لپ درلپ کے ایک لکڑی مین جو کچھہ لیاقت زندگانی کی نہ رکھتی تھی اور تر بھی نہ تھی
کون جگہہ تر دد اور شک کی باقی رکھی تھی لیکن فرعون باوجود دیکھنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی مجرد زمین مین
پہنچنے کے اژدہا ہو جاتی تھی معتقد روز جزا کا اور قایل عموم قدرت مالک ارض وسما کا نہوا تو سے کافر بھی اگر
ایک مردیکو زندہ ہوا دیکھینگے تو کب راہ پر آوینگے اور اپنے انکار سے کب باز رہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے
ہو جائینگے اسواسطے کہ عادت الٰہی یون ہی جاری ہے کہ بعد دیکھنے معجزے کے اگر کافر ایمان نہ لاوین اور اسی کفر
اور انکار پر اصرار کئے جاوین تو اسیوقت عذاب الٰہی مین گرفتار ہووین اور ایک دم کی بھی فرصت نہ پاوین
اور اگر وہ قصہ حضرت موسیٰ ع کا تفصیل سے ہر مسلمان نے نہ سنا ہو تو مجمل وہ قصہ تھوڑا یہان بیان ہوتا ہے اِذْ نَادٰىهُ
رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى یعنے ابتدا اس قصے کی اُسوقت سے ہی کہ پکارا اسکو رب نے پاک میدان مین
جسکا نام طویٰ ہے اور کیفیت اس قصے کی جسطرح سورہ طٰہٰ اور سورہ قصص اور دوسری سورتون
مین مذکور ہے وہ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے جو جگہہ پیدایش اور سکونت آپ کی تھی
ایک قبطی ظالم کے خون کے سبب سے جو آپ کے ہاتھہ سے بے قصد دھوکے مین ہو گیا تھا اور فرعون اس سبب
سے آپ کی فکر قتل مین ہوا تھا بھاگ کر شہر مدین کی طرف گئے اور اس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام
کا مکان تھا انکا قصہ بھی قرآن شریف مین کئی جگہہ بیان فرمایا ہے وہان جا کر اترے اور حضرت شعیب ع کی خدمت
مین رہے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو آپ کے نکاح مین دیا جب دس برس یا آٹھہ برس اس مین
اختلاف ہے وہان گذرے تب حضرت شعیب سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور اپنے
قبیلے کو ساتھہ لیجاؤن اور اپنی ماکی زیارت کرون اور اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون ع سے ملاقات کرون
اسواسطے کہ اتنی مدت گذرنیمین فرعون اور اسکے لوگ قبطی کے خون کو بھول گئے ہون گے حضرت شعیب ع نے
راضی ہو کر آپ کو رخصت کیا اور اپنی بیٹی یعنے آپ کی بی بی کو بھی آپکے ساتھہ کر دیا اور اپنے دو غلامون کو
بھی آپ کے ساتھہ کیا کہ مصر مین انکو پہنچا کر پھر آوین حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھہ لے کر وہان سے
روانہ ہوئے اور آپ کے مزاج مین غیرت بہت تھی اپنی بی بی کو لے چلنا قافلے کے ساتھہ گوارا نہ کیا کہ شاید سواری
پر چڑھتے اترتے یا نکلتے بیٹھتے کسی نامحرم کی نظر انپر پڑ جاوے اس واسطے وہان سے تنہا آپ اپنی بی بی

قصۂ حضرت موسیٰ کا بیان

کو لیکر روانہ ہوئے اور شام کے رستے کو چھوڑ کر دریا کے کنارے کی راہ لی اس لحاظ سے ایسا نہ ہو کوئی
فرعون کی طرف کا حاکم پہچانے اور خون کی علت سے (سیدھی راہ) گرفتار کرے یا کچھ ایذا پہنچاوے اور آپ کے ہمراہ ایک خچر
تھا اس پر خورجی اپنے اسباب کی لاد کے ایک غلام اس پر مقرر کیا اور کچھ بکریاں آپ کے ساتھ تھیں دوسرے
غلام کو ان کی نگہبانی اور ہانکنے پر مقرر کیا اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتھ ہوئے چلتے چلتے ایک دن
کی راہ بھول گئے اور کوہ طور کی طرف جا نکلے کتنی ہی راہ ڈھونڈھی پتا نہ ملا اور دن آخر ہوا اور رات
نمودار ہوئی اور وہ رات جمعہ کی تھی ذیقعدہ کی اٹھارھوین تاریخ اور موسم جاڑے کا تھا اتفاقاً بکریاں
جنگل مین متفرق ہو گئین دونون غلام ان کے جمع کرنے مین مشغول ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی
بی بی کے پاس ایک جگہہ پر بیٹھ گئے کہ یکایک آپ کی بی بی کو راہ چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت سے درد
زہ شروع ہوا اور حمل کی مدت بھی تمام ہو چکی تھی سو آپ کی بی بی نے آپ سے اس حال کو ظاہر کیا اور کہا
کہ اگر کہین آگ ملے تو خوب ہے کہ تاپنے کے کام آوے اور روشنی بھی ہووے حضرت موسیٰ نے غلامون سے
فرمایا کہ دیکھو تو کہین اس جنگل مین آگ کا بھی نشان ہے غلامون نے چارون طرف دوڑ کے دیکھا کچھ پتا
آگ کا اور آبادی کا معلوم نہ ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام خود آپ ہی اٹھے اور آگ کی تلاش کو
تشریف لیگئے آپ کو ایک پہاڑ پر جو آپ کے سیدھے ہاتھ کی طرف تھا کچھ روشنی معلوم ہوئی آپ نے
بی بی اور غلامون سے فرمایا کہ تم اسی جگہہ پر ٹھہرے رہو مین نے پہاڑ پر روشنی دیکھی ہے وہان جا کر آگ لیے
آتا ہون اور جو شخص وہان ہو گا اس سے رستے کا پتا بھی پوچھتا آونگا تا کہ منزل پر پہنچیے یہہ کہکے آپ چلے
سو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب اس مکان کے پہنچے دیکھا کہ وہ آگ نہین ہے بلکہ تجلی قدرت الٰہی کی ہے
جو دور سے مثل آگ کے معلوم ہوتی تھی اور حقیقت مین وہ ایک نور ہے بہت بڑا کہ عوسنج کے درخت کو گھیر لیا ہے
اور عوسنج ایک درخت ہے عناب کے درخت کے مشابہ شام کی طرف پہاڑون مین بہت ہوتا ہے سو دیکھا کہ وہ
درخت جڑ سے چوٹی تک تر و تازہ ہو رہا ہے اور اس روشنی مین اسقدر چمک اور تابندگی ہے کہ اسپر آنکھہ
ٹھہر نہین سکتی ہے اور گرداگرد اسکے فرشتون کے تسبیح کی آواز آ رہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود
دیکھنے ان سب چیزون کے گھاس پھوس اس میدان مین سے جمع کرکے ایک پولہ سا باندھ کے چاہا کہ اس نور ہستی

رنگ سے جلالیوین یہہ ارادہ کرکے جون ہی اس کے نزدیک ہوئے کہ یکایک وہ آگ ان کی طرف لپکی گویا چاہتی تھی کہ ان کو جلا دیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہہ حالت دیکھہ کر خوف کھاکے پیچھے ہٹے آگ بھی درخت پر ہٹ گئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا جلانے کا پھر وہ آگ ان کی طرف دوڑی پھر پیچھے ہٹے اسیطرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ماجرے کو دیکھہ کر حیران اور متحیر کھڑے ہو گئے اور اس عجایب کارخانۂ الٰہی کا تماشا دیکھنے لگے کہ یکایک ایک نور بڑا اس سے بلند ہوا اور زمین سے آسمان تک سب کو روشن کردیا چنانچہ روشنی اس نور کی یہانتک غالب ہوئی کہ حضرت موسیٰ کی آنکھہ مین تاریکی آگئی اور آنکھہ دیکھنے سے رہ گئی اور انھون نے اپنے ہاتھہ اپنی آنکھہ پر رکھہ لئے اور آواز فرشتون کے تسبیح کرنے کی بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسوقت اس آگ سے ایک آواز سنی کہ یا موسیٰ اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ یعنے ای موسیٰ مین ہون پروردگار تیرا کہ آگ کے مانند تجلی کی ہی اور دونون جوتیون کو پانون سے اپنے دور کر واسواسطے کہ اس مکان نے تجلی الٰہی اور حاضر ہونے فرشتون کے سبب سے جو اس تجلی کے خادم ہین حکم کعبہ اور مسجد الحرام کا پیدا کیا ہی پھر کلام یعنے بات کرنا شروع ہوا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے سیدھے ہاتھہ مین کیا ہی انھون نے عرض کی کہ لاٹھی ہی مین اپنے ہاتھہ مین رکھتا ہون حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈال دو انھون نے زمین پر ڈال دیا بمجرد گرنے کے زمین پر ایک اژدہا ہوکر دوڑنے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کے بھاگے ارشاد ہوا کہ ڈرو مت اور اس اژدہے کو اپنے ہاتھہ سے پکڑلو وہی لکڑی ہوجاویگی پھر حکم ہوا کہ اپنے ہاتھہ کو اپنے بغل مین رکھو اور پھر نکالو انھون نے اسیطرح کیا نکالا تھا ہاتھہ مانند آفتاب کے روشن ہوگیا آنکھہ اسکی روشنی پر ٹھہر نہین سکتی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مین نے بمجرد سننے اس آواز کے معلوم کیا کہ یہہ آواز حق تعالیٰ کی ہی اسواسطے کہ چھون طرفون سے مین سنتا تھا بلکہ سب جسم اپنے سے سنتا تھا یہانتک کہ ہر ہر عضو اور جوڑ بند میرا کان ہوگیا تھا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ بعد دکھلانے اس کرشمے کے اور تعلیم کرنے توحید کی حقیقتون اور عبادت کے آداب کے اور بیان کرنے قیامت کے آنے کے اور سوا اسکے جو ضروریات رسالت کے تھے سب تعلیم کرکے حکم ہوا اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ جا فرعون کی طرف تاکہ اسکے بہتری کی تدبیر کر اور وہ مرتبہ سابقین اور مقربین کا جو تجھکو اس وقت حاصل ہوا ہی اس سے آگے اور ا

بڑھکے مدبرات امرا کے مقام کو پہنچ اور تجھے واسطے تدبیر اصلاح فرعون کے اس سبب سے بھیجتے ہین کہ اِنَّهٗ
طَغٰی بیشک فرعون حد سے بڑھ چلا ہی فساد کرنہیں یہان تک کہ دعوی خدائی کا کرتا ہی اور
جب تو فرعون کے پاس پہنچے فَقُلْ پھر تو پہلے اس کو اسی قدر کہنا کہ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى کیا ہی تجھکو رغبت
پاک ہونے کی نفس کی برائیون سے کہ وے تیری سرکشی اور خرابی کے سبب پڑی ہین اور مین تیری برائیان
کھو دینے ہی پر کفایت نہ کرونگا کیونکہ اتنی بات سب نیک بختون اور حکمت الٰہی کے واقفون سے ہوسکتی ہی
بلکہ مین تجھکو بڑے مرتبے کو پہنچا دونگا اور ولی کامل اور عارف واصل کردونگا وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ
اور راہ دکھلاؤنگا تجھکو تیرے پروردگار کی طرف تاکہ پہچان ذات اور صفات اور افعال پروردگار
کی تجھکو یقین کی آنکھ سے حاصل ہووے فَتَخْشٰى پھر تو ڈرے اور تیرا نفس مرجاوے اور
ایسی پوری فنا تجھکو حاصل ہووے کہ پھر کبھی خوف تجھکو پھر آتے سرکشی کے مرض کا نرہے بموجب
اس قول کے کہ اَلْفَانِيْ لَا يُرَدُّ یعنے فنا ہوئی چیز پھر نہین آتی یہان سے پھر باقی رہا قصہ حضرت موسی علیہ السلام
کا بیان ہوتا ہی یعنے حضرت موسی علیہ السلام فرعون تک پہنچے اور حکم حق تعالی جلشانہ کا پہنچایا فرعون نے اسکے
جواب مین پہلے یہہ کہا کہ تو وہ شخص نہین ہی کہ بچپن سے مین نے تجھکو پالا تھا اور پرورش کیا اور مدتون تک
ہمارے پاس رہا پھر وہ کام کرکے تو یہانسے نکل گیا کہ تو ہی اسکو خوب جانتا ہے یعنے قبطی کو مار ڈالا اور
ہماری نعمتون کی ناشکری کی اب تجھکو یہہ مرتبہ کہانسے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد بن کر آیا حضرت
موسی علیہ السلام نے اس کے جواب مین فرمایا کہ سچ ہی مین وہی شخص ہون اور وہ کام کہ مجھسے ہوا تھا
اسوقت مین نادان اور ناسمجھ تھا پھر جب مین تمسے ڈر کے یہان سے بھاگا اللہ تعالی نے اپنی عنایت سے مجھکو
علم اور حکمت مرحمت فرمایا اور مرتبہ ہدایت اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت اور ایلچی گری کے طور
پر تمھارے پاس بھیجا ہی فرعون نے کہا اب تو تو نے دعوی رسالت کا کیا کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہی اگر اس
دعوی مین تو سچا ہی تو کوئی دلیل اسپر لے آ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پھر دکھلائی موسی نے فرعون کو
ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسی کے پاس دو نشانیان تھین ایک عصا جو اژدہا ہوجاتا تھا اور دوسری
آپ کا ہاتھ کہ مانند آفتاب کے روشن ہوجاتا تھا لیکن ایک ہی مجلس مین ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے

واسطے تھین اسواسطے دونون کو ایک ہی نشانی اعتبار کیا اور ایک وجہہ اور بھی ہی کہ ید بیضا تابع تھا عصا
کے ڈالنے کے یعنے جب پہلے عصا زمین پر ڈالتے تھے اور وہ اژدہا ہوجاتا تھا تب ہاتھ بغل مین ڈالنے سے مثل آفتاب کے
چمکنے لگتا تھا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تھا اور نکتہ اسمین یہہ ہی کہ جب نبی اور رسول بھیجے جاتے ہین تو
پہلے قہر اور غضب سے مخالفون اور منکرون کا مقابلہ کرتے ہین بعد اسکے طالبون اور مستفسرون کی ہدایت
اور رہنمائی کی طرف متوجہ ہوتے ہین سو عصا قہر کی شکل تھا اور ید بیضا ہدایت اور رہنمائی کا نمونہ اور یہہ
بھی تھا کہ عصے مین زندگانی غیبیہ خوفناک اور ڈرانی شکل سے ظاہر ہوتی تھی اور ید بیضا مین نور غیبی تھا
کہ پرلے درجے کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر ہوتا تھا اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہی اور نور اور تجلی
باطن نبوت سے اس سبب سے کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہی اور فرعون کہ کافر ازلی تھا سو اسپر لازم کرنا حجت
کا اور خوف دلانا غرض تھا اس وجہہ سے اسکے حق مین آیت کبری عصا تھا نہ ید بیضا اور عصا مین دوسرے اور
بھی معجزے تھے ایک یہہ کہ پانی کھینچنے کے وقت گہرائی کنوئے کے موافق بڑھ جاتا تھا اور اسکی لڑیین
ڈول سی بندھ جاتی تھین اور دوسری یہہ کہ تاریکی مین دونون شاخین اسکی مانند مشعل کے روشن ہوجاتی
تھین اور تیسری یہہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سوجاتے تھے تو وہ کھڑا ہوا نگہبانی کرتا تھا اور اگر
بکریون کے پاس چھوڑ جاتے تھے تو کسی درندے کو شیر ہو یا بھیڑیا آنے نہین دیتا تھا یہان تک کہ بعضون نے کہا
ہی کہ اس عصا مین ہزار معجزے تھے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ مین بھی مذکور ہین ایک دریا کا پھٹنا اُس کی
ضرب سے دوسرے پتھر مین سے پانی کے چشمون کا جاری ہونا اس کی ضرب سے تو آیت کبرے
وہی عصا ہُوا نہ ید بیضا اور بعضون نے کہا ہی کہ ید بیضا بہت بزرگ تھا اسواسطے کہ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کے ولایت کی کمال کیصورت تھی اور نبی کی ولایت افضل ہوتی ہی اسکی نبوت سے اور فرعون
کے جادوگر بھی ید بیضا کی نقل نہ کرسکے اور عصے کی نقل کی اور حق بات یہہ ہی کہ یہہ دونون معجزے بڑے تھے
اور آیت کبری مین داخل ہین اور یہہ دونون حکم ایک نشانی کا رکھتے ہین دوسرے معجزون کی نسبت سے
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئے تھے اور یہہ سب سے بڑے معجزے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی
کہ فرعون باوجود دیکھنے ایسے دو معجزون کے جو حضرت موسیٰ کے دعوے کے ثابت کرنے کے واسطے

دو گواہ عادل تھے اسواسطے کہ در آنا زندگانی غیبی کا ان کے ہاتھ سے ایسے جسم کثیف مین جو ہرگز قابلیت اور لیاقت زندگی کی نہ رکھتا تھا دلیل صریح تھی اسبات پر کہ ان کے سبب سے دل مرے ہوے بطریق اَولے زندے ہونگے اور نفس کی خباثت اور برائیون کو دور کرکے پاک صاف کردینا ان کے نزدیک بہت آسان کام ہے اور چمکنا نور الٰہی کا ان کے ہاتھ مین دلیل ظاہر ہے اسبات پر کہ ان کے ہاتھ سے سالکان راہ خدا کو انوار تجلیات الٰہی تک پہنچادینا بخوبی ہوسکیگا تسپر بھی ہرگز فرمانبردار نہوا بلکہ فَكَذَّبَ وَعَصٰى پھر انکار کی رسالت حضرت موسیٰؑ کی اور نمانا حق تعالیٰ کے حکم کو جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبانی اس کو پہنچا تھا اور اس قدر نافرمانی پر کفایت نہ کی بلکہ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے جھٹلانے کی تدبیر کو تاکہ حاضرون کے دلون مین ان دونون معجزون کے دیکھنے سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی سچائی نہ آجاوے فَحَشَرَ پھر جمع کیا جادوگرون کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے کے واسطے اور اپنے ملک کے لوگون کو اکھٹے کیا اس مقابلے کے دیکھنے کے واسطے تاکہ سب کو معلوم ہوجاوے کہ یہہ کام حیلہ اور تدبیر سے بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا نہین ہے فَنَادٰى پھر پکارا لوگون کو مقابلے سے پہلے تاکہ اگر جادوگر مقابلے مین ہار جاوین تو بھی حضرت موسیٰ کا مطلب حاصل نہووے اس حیلے سے کہ وہ پروردگار کہ جسکی طرف سے ایلچی گری کا دعویٰ حضرت موسیٰ کرتے ہین ربوبیت مین مجھ سے ضعیف اور کمزور ہے اور تابعداری ادنیٰ کی اعلیٰ کے ہوتے خلاف عقل ہے اور شان رعیت کی نہین فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى پھر کہا فرعون نے کہ مین ہون تمھارا رب سب سے اوپر اور بالفرض اگر کوئی رب دوسرا بھی جہان مین ہوگا جیسے وہ شخص جسنے موسیٰؑ کو بطریق ایلچی گری کے میرے پاس بھیجا ہے تو مجھ سے مرتبے مین کم ہوگا پھر موسیٰ اگر اپنی رسالت ثابت بھی کرے تو بھی قابل متبوع ہونے کے نہین یعنے اس کی تابعداری نہ چاہئے اور اپنی ربوبیت باطل کو حضرت رب العالمین کی ربوبیت پر جسطرح سورہ زخرف وغیرہ مین مذکور ہے اس طور سے فوقیت دیتا تھا کہ ربوبیت حق تعالیٰ کی اگر پائی جائے تو عام ہے سب مخلوقات پر اور میری ربوبیت خاص ہے مصر والون پر اور خاص مقدم ہوتا ہے عام پر خاطرداری اور خدمتگذاری مین اور دوسرے یہہ بھی ہے کہ ربوبیت حق تعالیٰ کی آنکھ سے غائب ہے اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت ظاہر ہے کہ تم سب دیکھتے ہو اور یہہ بھی

کہ ایلچی حق تعالیٰ کا کہ حضرت موسیٰ ہین میرے ایلچیون کی طرح طمطراق یعنے ظاہر کا اسباب درست
نہین رکھتے نہ سونے کے کنگن ہاتھون مین ہین نہ خزانہ اور لشکر ساتھہ ہے تو اسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اسکے
نقصان سے بادشاہ کا نقصان جسکی طرف بھیجا آیا ہے صاف بوجھا گیا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ فرعون قبل آنے
حضرت موسیٰؑ کے ان تدبیرون اور حیلہ سازیون سے بچا تھا اور مرتبے سابقات مین داخل ہوکر گمراہی صریح مین
پھنسا تھا اور بعد آنے حضرت موسیٰؑ کے جو انکے جھوٹھے کرنے کی تدبیرون مین پڑا تو مدبرات امر کے درجے کو
پہنچا تو دونون شخص ہدایت اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہنچے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہدایت کے کمال
کو پہنچے اور فرعون گمراہی کے انتہا کو پہنچا لیکن عنایت حضرت پروردگار برحق کی حضرت موسیٰ کی تدبیر کو شامل ہوکے
اعلیٰ درجے کو پہنچایا اور وہ ملعون خسر الدنیا والآخرہ ہوا فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى پھر پکڑا اسکو
اللہ تعالیٰ نے عذاب پچھلے اور اگلے مین یعنے دنیا مین پانی مین ڈبویا اور رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالیگا
جسطرح دوسری جگہہ فرعون اور اسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہے کہ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اگرچہ دنیا کا عذاب مقدم
ہے آخرت کے عذاب پر لیکن یہان اسواسطے آخرت کو مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی وہی ہے اور دنیا کا عذاب اُسکا
وسیلہ ہے اور یہہ بھی ہے کہ عذاب آخرت کا دائمی ہے اور ہزارون درجے دنیا کے عذاب سے سخت ہے اسواسطے
مقدم ذکر کرنا اسکا اولیٰ ہوا اور ہرچند کہ دنیا دار الجزا نہین ہے لیکن ایسے فرعونون اور شریرون کو
دنیا مین بھی بعد الزام حجت کے دوسرون کی عبرت کے واسطے ان کے بدکامون کی سزا دی جاتی ہے
چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى بے شک اس مین سوچ کی جگہہ ہے
اسکو جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے کئی وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہے کہ گمراہی کے پیشواؤن کی تدبیر چل
نہین سکتی اور ایک نہ ایک وقت ان کا کیا برباد ہوجاتا ہے دوسری وجہہ یہہ ہے کہ حق تعالیٰ اگرچہ اپنی
صفت حلیمی سے گمراہون کو ڈھیل دیتا ہے لیکن مہمل نہین چھوڑتا ہے بلکہ ایک نہ ایک دن قرار واقعی سزا دیتا ہے
تیسری وجہہ یہہ ہے کہ معجزون کا دیکھنا اس شخص کو مفید ہوتا ہے جسکے دل مین کفر کی جڑ جم نہ گئی ہو اور اسکی جڑ کے ریشے پھیل نہ گئے ہون
والا ہر معجزے کو کسی حیلے اور مکر سے دفع کردیگا اور ہر دلیل اور حجت کو مغالطہ سے دور کرے گا یعنے دھوکا دیکے
مقابلہ کرے گا چوتھی وجہہ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے کافر سرکش سے جو دعویٰ

خدائی کا کرتا تھا نہایت نرمی اور مدارات سے بات کہتے تھے پھر آخر کو اسپر فتح اور ظفر پائی تو پیغمبرون اور
انکے فرمان بردار کو چاہیے کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سنکر غصے مین نہ آجاوین اور غمگین نہووین
تاکہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہو چکا کہ فیضان غیب کی زندگی کا
جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور غیب کی زندگی کا بار آنا اور جانا ہو سکتا ہی چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب
کافرون کو اس دلیل مین بات کہنے کی گنجایش تھی کہ زندگی حیوان کی ناقص ہے اگر کوئی پتھر یا لکڑی مین یہہ
زندگی پائی جاوے تو ہو سکتا ہی اور اسیطرح بار بار آنا اس زندگی کا بھی کچھ بعید نہین اسواسطے کہ بہار
اور بارش کے دنون مین سب جانتے ہین کہ اس قسم کے جانور جیسے سانپ بچھو مینڈک خود بخود بے جوڑ کیے
پیدا ہوجاتے ہین اور زمین خشک ہو یا تر ان حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پھر جب وہ موسم گذر جاتا ہی
تو وہ صورت اپنے مادے سے جدا ہو جاتی ہی اور جب پھر وہی موسم آتا ہی وہی اجزاے مادیہ جو اس مکان
مین پڑے رہ گئے تھے پھر اسیصورت پر ہوجاتے ہین اور ان مین جان آجاتی ہی لیکن پیدایش آدمی کی اس طور
پر ہرگز نہین ہو سکتی اسکی تمثیل بیان کیا چاہیئے تاکہ ذہن نشین ہو جاوے سو اسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی
کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو بننے مین اور پیدایش تمھاری زیادہ سخت ہی اَمِ السَّمَآءُ
یا آسمان زیادہ سخت ہی بننے مین اور پیدایش اس کی تمھاری نظرون مین مشکل معلوم ہوتی ہی اور جواب اس
سوال کا ظاہر ہی کہ آسمان اندازے مین بھی آدمی سے بہت بڑا ہی اس حد کو کہ مثلاً اسکو اس سے کچھ نسبت نہین
اور تفصیل اجزا کے اعتبار سے بھی جیسے برج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور حدود جدا جدا اسکے
آدمی سے بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ بھی اسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہی کیونکہ
حق تعالیٰ نے بَنٰهَا بنا کیا اسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز باوجود گذرنے قرنون کے اور سدا پھرنے کے پرانا نہین
ہوتا اور ٹوٹتا پھوٹتا بھی نہین اور قوت روحانیہ بھی اس کی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت غالب
ہی اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے رَفَعَ سَمْكَهَا اونچی کی ہی بلندی اس کی بغیر ستون اور دیوارونکے
اور سمک لغت مین اس امتداد کو کہتے ہین جب کہ ط... رض پر قایم اعتبار کرتے ہین سو اگر نیچے سے
اوپر کو نظر کرین تو اس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بھی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہے کہ ارتفاع یعنی اس دیوار کی بلندی

یا چھت کی اسقدر ہے اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکھتے ہین تو اس امتداد کو عمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین عمق یعنے گہرا
اس دریا کا یا اس کوئے کا یہہ اسقدر اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہے کہ دنیا کے آسمان
کی بلندی روئے زمین سے پانسو برس کی راہ ہے اور اسی طرح سب ساتون آسمانون کے درمیان مین مفاصلہ
ہے اور مٹاپا اور دل بھی ہر آسمان کا اسیقدر ہے اسی بات سے بلندی اور چوڑائی ساتوین آسمان کی قیاس
کیا چاہئے کہ کیا کچھ ہوگی اور اہل ہیئت کو علم ابعاد اور اجرام مین آسمانون کی مٹاپی دریافت کرنے کے واسطے
ایک اور ہی طریقہ ہے کہ علم ہندسہ کی دلیلین اسپر قایم کی ہین اور جو راہ پانچ سو برس کی روایتون مین وارد
ہے سو کچھ مقرر نہین ہے کہ کون سے چلنے والے کی راہ ہے اور کون سی چال مراد ہے اور یہہ بھی ہے کہ قطع کرنا
چڑہائی کی مسافت کا ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے اور جتنی دیر کہ اس کی مسافت
قطع کرنے مین لگتی ہے اس سے دونی اسمین ہوتی ہے چنانچہ ہموار زمین کے چلنے مین اور پہاڑ کی چڑھائی مین
تجربہ ہوچکا ہے اور اہل ہیئت نے کوسون سے اندازہ ان کے بُعد کا کیا ہے اور [illegible]ت مین ہوسکتا ہے
کہ روایات شرعیہ اور براہین ہندسیہ دونون مطابق ہوجاوین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک افلاک کے ساتھ
آپس مین ملے ہین اور انکے درمیان مین مفاصلہ نہین ہے اور روایات شرعیہ کے موافق ایک دوسرے مین جدائی
اور مفاصلہ ثابت ہوتا ہے لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایک دوسرے آسمان کا چپیدہ ہونا آپس مین لا فصل
فی الفلکیات کے قاعدے پر مبنی ہے اور قاعدہ ظنی ہے کوئی دلیل قطعی اسکے واسطے نہین ہے اور اس بات
کے ساتھ یہہ بھی ہے کہ اہل ہیئت کے نزدیک حاجت مفاصلے کی آسمانون مین متحقق نہین ہوئی اس جہت سے مفاصلے
کو ثابت نہین کیا اور شرع والون کو دورا ور سیر فرشتون کا دونون آسمانون کے درمیان مین معلوم ہوا تو
مفاصلے کو ثابت کیا ہے پس کسیطرح کی مخالفت نہین رہی مگر یہی کہ جو براہین ہندسیہ ابعاد فلکیات کے بیان مین
ثابت ہوتا ہے سو یہہ ہے کہ بے فرجہ کے معلوم کیا ہے اور جو روایات شرعیہ سے ثابت ہے اس مین فرجہ کا ہونا ضروری
ہے لیکن یہہ مخالفت لفظی ہے کیونکہ جس [illegible] کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مٹاپے مین داخل کیا ہے شاید کہ اسکو
اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہو اور باقی کو مٹاپا فَیَرتَفِعُ النِّزَاعُ پس جھگڑا اٹھ جاتا ہے حاصل کلام
کا یہہ ہے کہ آسمان کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے

بیان آسمانون کے [illegible]

اظہر من الشمس ہے اور اگر آدمی کو اسبات کا فخر ہے کہ میرا مزاج کمال اعتدال پر واقع ہوا ہے کہ نفس ناطقہ
مجردہ کے تعلق کے قابل ہوا ہون تو جواب اسکا یہہ ہے کہ آسمان بھی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہے
چنانچہ فرماتے ہین فَسَوّٰهَا پھر معتدل الطزاج کیا ہے اس آسمان کو اور نفوس کاملہ کو اسکے اجرام سے
متعلق کیا ہے کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہین اور باوجود ان سب باتون کے
آسمان کو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہے کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارون کی شعاع کے
ایک حرارت قوی عالم مین ظاہر ہوتی ہے اور ان کی روشنی چھپ جانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا ہوتی ہے
اور یہہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہے وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا اور اندھیری کی رات
اسکی تاکہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چمکے اور سردی پیدا ہو اور یہہ حیثیت کہ شب نام مخروط ظلی کا
ہے لیکن جو وہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہے اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اس مخروط
کے طلوع کا سبب ہوتا ہے دوسرے کنارے والون پر اور طلوع آفتاب کا اس مخروط کے غروب کا موجب
ہوتا ہے اور آفتاب کی حرکت آسمان کی حرکت کے تابع ہے تو اس لئے رات کو آسمان کی طرف نسبت فرمایا
ہے اور بعضے ارباب ہیئت نے آسمان کے تسویہ کو اسکی کرویت پر حمل کیا ہے اور کہتے ہین کہ شکل کروی آفات
کو قبول نہین کرتی برخلاف اور شکلون کے پس اس جہت سے بھی خلقت آسمان کی زیادہ تر محکم ہوئی آدمی
کی خلقت سے اور بعضون نے تسویہ کو آسمان مین شقوق اور شگاف نہونے پر حمل کیا ہے برخلاف آدمی
کے کہ مسام اور شقوق بہت رکھتا ہے اسیواسطے بہت سی آفتون مین گرفتار ہے کہ مناسب اور نامناسب
ہوا اسکے بدن مین داخل ہوتی ہے اور کھانا اور پینا اور گرم اور سرد ہوا اور موذی جانور اس کے بدن کے
سوراخون کی راہ سے گھس سکتے ہین برخلاف آسمان کے کہ ان سب آفتون سے بالکل محفوظ ہے وَأَخْرَجَ
ضُحٰهَا اور نکالی روشنی اس کی کہ عبارت آفتاب سے ہے اور ضحی کے وقت کا ذکر اس واسطے اختیار
فرمایا ہے کہ وہ وقت کامل تر ہے دن کے سب اجزاؤن سے نور اور روشنی مین اور آفتاب کی شعاع
کو ایک تاثیر ہے نہایت محسوس گرم کرنے مین عالم کے اور تمام عناصر اس کی شعاع کے سبب سے
گرم ہوجاتے ہین خصوصًا زمین کہ بسبب کثافت اور یبس کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ کو محفوظ

رکھتی

رکھتی ہی اور جو رات دن آسمان کو تبرید و تسخین یعنے سردی اور گرمی ہم پہنچی اور آسمان قابل ان
کیفیتون کے نہ تھا تو لاچار ان دونون کو زمین نے قبول کیا اور قابل جوتنے بونے اور چشمے اور نہرین جاری
ہونے کے ہوئی وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اور زمین کو رات و دن کی تدبیر کے بعد ہموار و چمن
بندی کی کیونکہ جمع ہونے سے گرمی اور سردی کے زمین مین اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا نکالا اس زمین
سے پانی اس کا تاکہ زمین کے اندر کے گھرے ہوئے اجزاء مائی جو سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے
کے مستعد ہو رہے تھے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے بہکر زمین سے باہر نکل آوین اور جب پانی اور خاک مل گئے
اور بہار اور گرمی کی حرارت نے اس مین اثر کیا تو لس گھاس اور سبزہ اگا چنانچہ فرمایا ہی وَمَرْعٰهَا
اور نکالا چارا اس زمین کا گویا زمین پہلے او جڑ پڑی تھی اب اسکو اس تدبیر سے باغ بنا دیا کہ پانی بھی
اسمین جاری ہی اور طرح طرح کا سبزہ بھی اگا ہی اور اسواسطے کہ مادّہ پانی کا زمین مین محفوظ ہو ایک
تدبیر دوسری فرمائی ہی وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اور پہاڑون کو لنگرون کی طرح سے زمین پر مقرر کیا تاکہ
جو بخارات کہ زمین مین گھرے ہین اگر چاہین کہ باہر نکلین تو پہاڑون کے متاپے کے سبب سے نکل نہ سکین
ناچار لوٹ کر پانی ہو جاوین اور سوراخون کی راہ سے جو ان پہاڑون مین پاوین چشمون اور نہرون کے
طور سے جاری ہو وین اور یہہ بھی ہی کہ جو پانی آسمان سے نازل ہوتا ہی تو پہاڑون کے متاپے کے
سبب سے زمین اس کو جذب نہین کر سکتی بلکہ پہاڑون کی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہی پھر آہستہ آہستہ نشیب کی
طرف جاری ہوتا ہی اور یہی سبب ہی کہ نہرین اور چشمے پہاڑون سے جاری ہوتے ہین اور قرآن مجید مین
جابجا چشمون اور نہرون کے ذکر کے ساتھ پہاڑون کا ذکر بھی آیا اور یہ سب تدبیرین اس واسطے
فرمائی ہین کہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ کام چلانے کو تمھارے اور تمھارے چارپایون کے بس بقا
اور معاش تمھاری سب آسمان سے مربوط ہی اور حیات تمھاری مدد چاہنے والی اس کی حیات
سے ہی پھر اپنے کو خلقت مین اس سے زیادہ محکم کس طور سے گمان کر سکو گے اور یہان پر سمجھا چاہئے کہ
دوسری روایتون مین جو سورۂ بقرہ اور سورۂ فصّلت مین واقع ہوئی ہین زمین کی خلقت کو آسمان
کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہی بلکہ پہاڑون کے قایم کرنے کو زمین پر اور القا کرنا برکت کا ساتھ ہی ا

اُس نے قوتوں کے زمین میں بھی سورۂ فصلت میں آسمان کی خلقت پر مقدم کیا ہے اور وہ جو کشاف والے
اور دوسرے مفسروں نے کہا ہے کہ خلقت زمین کے جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور بچھانا اور
پھیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے بعد ہے سو یہہ تقریر پیش نہیں جاتی کیونکہ سورۂ فصلت میں زمین کی تمام
خلقت کو اور جو کچھ کہ اسمین ہے سب کو آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہے اور سورۂ بقر مین جو فرمایا ہے
خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ اس سے بھی زمین کے تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان
کے تسویہ پر دلالت کرتی ہے اسی سبب سے ایک جماعت علما کی اس طرف گئی ہے کہ خلقت آسمان کی زمین سے
مقدم ہے مگر تسویہ آسمان کا زمین کے بعد ہے سو اس جماعت کو اس سورت سے غفلت واقع ہوئی ہے کیونکہ اس
جائے پر فَسَوَّاهَا وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا فرمایا ہے اور بعد اسکے ارشاد کیا ہے وَالْأَرْضَ
بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا پس تحقیق یہہ بات ہے کہ مراد دحو زمین سے جو آسمان کے تسویہ کے بعد ہے مرتبہ قضا
اور ایجاد ما فی الارض کا ہے اور زمین کو بطور باغ کے مرتب کیا اور مراد ان چیزون کی خلقت سے جو زمین پر
پائی جاتی ہین جیسے پہاڑ اور جھاڑ وغیرہ جو سورۂ فصلت اور سورۂ بقر مین آسمان کی تسویہ پر مقدم مذکور ہے
سو ان چیزون کے اندازے اور تقدیر کا مرتبہ ہے نہ بالفعل کی ایجاد کا وا لا ظاہر ہے کہ تکوّن معادن اور نباتات
کا بلکہ کائنات الجوّ بھی اشعۂ آسمانی پر اور اوضاع مختلفہ پر اسکے اشعہ کے موقوف ہین کہ حرکت سے آسمان کے
مربوط ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ ثُمَّ اور بَعْدَ ذَٰلِكَ ان آیتون مین ترتیب کیواسطے نہین ہین بلکہ نعمتون
کی گنتی کے واسطے ہین کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت پس و پیش کی ذکر مین نہین کرتے ہین جیسے کوئی شخص
اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھکو فلانی فلانی چیزین نہین دین پھر تیری پرورش نہین کی پھر تجھکو اگلے مالک کے
ہاتھ سے جو تجھپر ظلم کرتا تھا نہین چھڑایا بلکہ بعضون نے کہا ہے کہ بعد اس جگہہ مرتبے کی تراخی کے واسطے ہے جیسے
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مین ہے کہ بعد فک رقبہ کے اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہے
اور زمین کا بچھانا آدمیون کے حق مین بہت بڑی نعمت ہے آسمانی نعمتون سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی
اللہ تعالی عنہما سے منقول ہے کہ بعد ذلک یہان پر مع ذلک کے معنون مین ہے جیسے آیت عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ
زَنِيمٍ مین ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حق تعالی نے پہلے زمین کو بہت چھوٹا پیدا

کیا

کائنات الجو آسمانی اور زمین پر بنی ہے کی مخلوق کو کہتے ہین یعنی ... اور ... برکا

کیا اور اُس مین پہاڑون کی رگین پیدا کین اور ان رگون مین برکت دی کہ اُنکے سببسے پانی کو اپنے اندر کھینچ لے اور سوتے انہین جاری ہوئن اور اندازہ کھانے کی چیزون کا مقرر کر دیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دھوین کے مانند تھا اسکے سات آسمان بنائے پھر زمین کو پھیلایا جسقدر کہ اب ہے اور اوّل پہلے اُسی زمین کی کعبۂ معظمہ کے مقام پر تھی وہین سے پھیلائی گئی ہے اسیواسطے اس خانۂ مکرم کے حق مین دوسری جائے پر فرمایا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اور مکّے کے شہر کو اسی واسطے ام القریٰ کہتے ہین واللہ اعلم اور یہہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ان نعمتون کی تعداد مین بعضے مکانون پر حرف عطف کا لائے ہین اور بعضے مکانون پر حذف کیا ہے سو اُس نکتے کے دریافت کرنے کا قاعدہ یہہ ہے کہ جس مقام پر کہ پہلی نعمت مجمل ہے اور اُس کی تفصیل منظور ہے تو عطف کے حرف کو وہان سے حذف فرمایا ہے اسواسطے کہ مجمل اور مفصّل آپس مین ایک ہی ہوتے ہین حرف عطف کی گنجایش ان مین ممکن نہین ہے جیسے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا اور اسیطرح بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا اور جس جائے پر کہ پہلی نعمت کے بیان سے فارغ ہوکر دوسری نعمت کا بیان کرنا مقصود ہے وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ دوسری سب آیتون مین یون ہی مذکور ہے اور جب کافرون کے شبہے دفع کرنے سے جو حیات اخروی مین بیان کرتے تھے فراغت پائی اور وہ بات جو مقصود تھی سوا دھوڑی رہ گئی تھی یعنے تفصیل نیکون اور بدون کے حال کی اور امتیاز ہر ایک کا ان دونون طایفون مین اپنے اپنے حال کے اندر سو پھر تمام کرنے کو اُس مقصد کے رجوع فرماتے ہین کہ کتنے دل اُس روز کی دوبارہ زندگی اور صور کی آواز سننے سے مضطرب اور بیقرار ہو جاوینگے اور ان کے اس اضطراب کا ثمرہ بھی ظہور کرے گا یعنے جس بلا سے ڈرتے تھے اسکے آثار نمودہوئے فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى پھر جب آویگا وہ ہنگامہ بڑا یعنے آنے سے رادفہ کے لوگ مضطرب اور بیقرار ہو جاوینگے اور ہر شخص پر اپنے اپنے حال کا اندیشہ غلبہ کرے گا یعنے دیکھا چاہیئے کہ مجھے آج کے دن اُس مقام پر اُس زندگی مین کسطرح کے معاملے سے پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین اور جب دوسرا حادثہ آویگا جو وہ بہت بڑا اور سب حادثون سے غالب ہے کہ مراد اُس سے تجلی قہر الٰہی کی ہے جو جزا اور سزا دینے کیواسطے اور عملون کے صحیفے اور شاہدون اور اعوان ملائکہ کے حاضر کرنیکے واسطے اور نزدیک لانیکو دوزخ کے اُسکے موقف پر یعنے کھڑے ہونیکی جگہہ پر اور دھر پکڑ گناہ گارون کے اور سوال کے اور مجرمون کی سزا دینے کے واسطے ظاہر ہوگا

اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہے طم سے جو غلبے اور علو کے معنون مین ہے چنانچہ عرب کی مثل ہے جَرَی الوادِی
فَطَمَّ عَلَى القُرَىٰ یعنے نالہ جاری ہوا پھر پانی غالب ہوا گانون پر اور کبریٰ تاکید پر تاکید اس حادثہ کے
غلبے اور علو پر ہے اور اس شرط کی جزا کہ حرف اذا کا مدلول ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى اپنے معطوف کے ساتھ
اور جو یہہ حادثہ بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کے واسطے واقع ہوگا اور آسمان کا پھٹنا اور زمین
کا تزلزل اور دوسرے حادثے محض اسکی تمہید اور توطیہ ہین پس واقع ہونا اس حادثے کا نہوگا مگر یَوْمَ
یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى جسدن یاد کریگا آدمی ان سب چیزون کو جو دنیا مین بڑی سعی اور کوشش
سے کی تھین گویا کہ کام کرنے کے بعد جو جزا اسکی نہین دیکھی تھی اور ثمرہ انکا نہین چکھا تھا تو بھول گیا تھا اب اسکا بدلا انکھون سے دیکھیگا
تو ان سب کامون کو یاد کریگا اور اپنے سب عملون کو اکٹھے کئے ہوئے صحیفون مین لکھے ہوئے دیکھے گا اور جو چیزین
کہ اسکے ذہن سے جاتی رہی تھین پھر اسکے ذہن مین آجاوینگے اور قوائے فلکیہ کی تاثیر سے اپنے مدرکہ اور
خیال مین ان عملون کو ان کی صورتون سے دریافت کرے گا اور آسمان کے چرجانے اور زمین کے پھٹ جانے
سے عالم مثال علوی اور سفلی کو دیکھے گا وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ اور ظاہر کی جاوے گی دوزخ لِمَنْ یَّرٰى
جو چاہے دیکھے اور سب آدمی اس وقت دوزخ کے دیکھنے مین برابر ہونگے جیسے دنیا مین انبیا یا اولیا کبھی
دوزخ کو دیکھتے ہین اور عوام دوزخ کو نہین دیکھتے اس جہان مین یہہ تفرقہ
نہ رہیگا پس زیادہ کرنا لمن یری کا اسکے ظہور کی تعمیم کے واسطے ہے جیسے بولتے ہین قَدْ بَیَّنَ الصُّبْحُ
لِذِیْ عَیْنَیْنِ یعنے ظاہر ہوئی صبح آنکھون والے کے واسطے ہرچند کہ یہہ حادثہ عظیم تمام محشر والون کو
بیہوش و حواس کردے گا اور دیکھنے مین قہر الٰہی کی نشانیون کے جو دوزخ کی صورت سے نمودار ہونگی
سب شریک ہونگے لیکن اثر اس غضب کا ہر کسی کو نہ پہنچیگا بلکہ لوگ اسوقت مین دو فریق ہوجاوینگے
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى پھر جس شخص نے کہ دنیا مین سرکشی اور شرارت کی تھی اور اللہ تعالے کی مقرر کی ہوئی حدون
سے تجاوز کیا تھا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا سبب دنیا کی محبت ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف
مین وارد ہوا ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہے سب گناہون کی
اور یہہ طاغی دنیا کی محبت کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا تھا وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اور بہتر سمجھا تھا دنیا کا

جینا اور اسکی لذتون کو اللہ تعالی کی رضامندی اور اسکے ثواب پر ترجیح دی تھی فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ
الْمَاْوٰی پھر تحقیق دوزخ وہی ہی اسکا ٹھکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الٰہی کا اور اسکی جناب سے دوری کا
اور مہجوری کی صورت ہی پھر جس شخص نے غیر اللہ کو جو دنیا تھی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالی سے نہایت
دور جا پڑا اور اسکا دیکھنا دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور دیکھنا جلاد یا سولی کو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهٖ اور جو شخص کہ دنیا مین ڈرا اپنے پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے سے اور سمجھا کہ مجھے اسکے
حضور مین کھڑا ہونا ہی پس اسکی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز اور سرکشی نہ چاہیئے کرنا نہین تو ان
پر دوسیاہی حاصل ہوگی اور دنیا کی زندگانی کو جو ایک نفس سے زیادہ نہین ہی حق سبحانہ تعالی کی مرضیات
اور آخرت کے ثواب پر ترجیح نہ دیا چاہیئے کہ آخر کو کام اسی سے ہی وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور روکا
اپنے جی کو بُری خواہش اور نامشروع چیز سے اسواسطے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث وہی نفس کی خواہش
ہوتی ہی فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِيَ الْمَاْوٰى پھر تحقیق بہشت وہی مکان اسکے لایق ہی شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا ہی
کہ حق تعالی نے دنیا اور آخرت مین کوئی چیز بدتر ہوا سے جو مخالف حق کے ہے نہین پیدا کی ہی اسیواسطے اہل
طریقت کے نزدیک آدمی اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ ہوائے نفس سے خلاص ہو جاوے جیسا کہ عام لوگون کے
نزدیک اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ کھیل کود کی محبت سے خلاص ہو جاوے بیت خلق اطفال اند جز
مست خدا ۔ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا سو دیکھنا اسکا دوزخ کو اس طرح سے ہوگا جیسے تماشبین
جلاد کو یا سولی کو دیکھتے ہین کہ اور موجب فرحت اور خوشی کا ہوتا ہی ہرچند کہ اس مقام پہ حال بیان کرنا
آدمیون کے دو فرقون کا منظور ہی کہ محشر کے دن انجام ہر ایک کا ان مین سے دوسرے رنگ پر ہوگا لیکن مفسرون
نے کہا ہی کہ ان دونون وصفون مین اشارہ ہی دو حقیقی بھائیون کے حال کی طرف جو قریش مین
سے تھے اور دونون کو ان کے باپ کا مال بہت سا ہاتھ لگا تھا اور ان کی یا ان پر نہایت پیاری تھی
انہی کی خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین شب و روز مصروف رہتی تھی ایک کا ان مین سے مصعب
بن عمیر نام تھا وے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت مین آکر حاضر رہا کرتے تھے اور اللہ تعالی
کے خوف سے دنیا کی لذتون کو چھوڑ کر راتون کو تہجد گزاری مین بیدار رہتے تھے اور دونون کو ہمیشہ

روزے رکھتے اچھا کھانا نہ کھاتے کہ عورتون کی خواہش زیادہ ہوگی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے وہ مال اور اسباب دولت اور حشمت چھوڑکر سارے گھربار سے جدا ہوکر غربت اور مسکینی کی کی حالت مین مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور قرآن پڑھانے مین وہان کے لوگون کے مشغول ہوئے اور جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا نشان اٹھاکر کمال استقلال وجوانمردی اور آزادگی کے ساتھ دنیا سے گذر گئے یعنے شہید ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہان تک کہ انکے کفن کیواسطے سوا ایک لنگی کے کچھ میسر نہ ہوا اور وہ بھی ان کے قد کے برابر نہ تھی اگر پانون چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور اگر سر چھپاتے تھے تو پانون کھل جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لنگی سے ان کے سر کو ڈھانک دو اور ان کے پانون کو خوشبودار گھانس سے جسکو اذخر کہتے ہین چھپا دو چنانچہ لوگون نے ویسا ہی کیا اور دوسرا بھائی کہ جس کا نام عامر بن عمیر تھا شب و روز عیش و عشرت مین مصروف رہتا تھا اور محرمات شرعیہ مین مستغرق ترک دنیا کے واسطے ہمیشہ اپنے بھائی سے لڑتا جھگڑتا تھا اور دنیا کی محبت کیواسطے آنحضرت ص کی صحبت سے بھاگتا تھا اور حاضر نہ ہوتا تھا اور ایمان اور ایمان کے حکمون کو قبول نہ کرتا تھا یہان تک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتھ مارا گیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَۃِ سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے سامنے قیامت کا احوال بیان فرماتے اور کہتے کہ دوزخ طاغیون اور سرکشون اور دنیا طلبون کی جگہہ ہے اور بہشت متقیون اور ڈر والون کا مقام ہے تو کافر پوچھتے کہ یہہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پھر بتاؤ کہ قیامت کب ہوگی اور اسکے آنیکا کونسا وقت ہے اللہ تعالی نے ان کے اس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ پوچھتے ہین تجھ سے قیامت کے آنے کا وقت اَیَّانَ مُرْسٰھَا کب ہوگا برپا کرنا اس قیامت کا یعنے کون سے وقت واقع ہوگی حالانکہ یہہ سوال ان کا محض بیجا ہے کیونکہ آئندہ کی باتین بتانا کچھ تمھارا کام نہین ہے جو تم سے اس قسم کی باتین پوچھتے ہین یہہ تو منجمون اور رمالون اور جفر والون اور فال دیکھنے والون اور کاہنون کا کام ہے تیرا کام تو احکام الٰہی پہنچا دینا ہے اور ڈرا دینا اللہ کے عذابون سے بغیر تعین وقت کے فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا تو کس بات مین ہے اس قیامت کے وقت کے بیان مین نہین کیونکہ انبیا اولیا

گا ہے گا ہے آگے ہونے والی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین سو محض اس واسطے کہ جب وہ بات اس وقت ہو جاتی ہی تو لوگون کو ان کی نبوّت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہی اور ان سے اللہ کی راہ سیکھتے ہین اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفت کے مریض کے تغیرات مزاجی آیندہ کو بتا دیتے ہین اس واسطے کہ لوگون کو اس بات کے ظہور سے ان کی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق انکے معالجے سے نفع اٹھاوین والا بیان کرنا آیندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہی چنانچہ بیان تقدمۃ المعرفت کا یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھہ طبابت کی شرطون سے نہین ہی اور ایک بات ایسی ہوتی ہی کہ اسین فی الجملہ کچھہ فایدہ ہوتا ہی اور قیامت کے وقت کے بیان کرنے مین کچھہ فایدہ بھی نہین ہی کیونکہ اگر کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوّت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت فوت ہو گیا اور اگر قیامت کے واقع ہونے کے قبل موافقت اسوقت بیان کئے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی پس قیامت کے وقت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے موافقت نہین رکھتا اور ان سب باتون کے سوا یہہ علم بھی ایسا نہین ہی کہ کسی بشر کا مدرکہ اس کا احاطہ کر سکے کیونکہ تمام حادثے جو عالم مین واقع ہوتے ہین سو اسباب بھی ان حادثون کے عالم مین موجود ہین اس سبب سے ان حادثون کے واقع ہونیکا وقت مقرر کر سکتے ہین اور یہہ کہہ سکتے ہین کہ جب یہہ اسباب جمع ہونگے اور یہ موانع دور ہو جاوینگے تب خواہ مخواہ یہہ حادثہ واقع ہوگا برخلاف اس حادثہ عامہ کے کہ تمام ارکانون پر اس عالم کے صدمہ پہنچاویگا اور اسباب مانند مسببات کے درہم برہم ہو جاوینگے سو اس کیواسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب کے ماسوا کہ بشر کے فکر کی حد وہان نہین پہنچتی ہی اسیواسطے جو شخص اس عالم مین سے سوال کیا جاتا ہی یعنے قیامت کا سو وا سطہ یا بیواسطہ اسکو علم الٰہی کے حوالے کر دیتا ہی یہی وجہہ ہی جو فرمایا ہی اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا میرے رب ہی کی طرف ہی انتہا اس قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادہ قہری اسی ذات پاک کا ہی جو عوض لینے کو بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہوگا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا کہ کب ہی اور بنی آدم کی برائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون برائی قابل سزا دینے کے ہی یہہ سب خاصہ اسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا کام نہین ہی کہ اس علم کو جان سکین مگر ایک طور سے

کہ اگر اللہ تعالی کی طرف سے ان کو یہہ علم عنایت ہوا اور وہ ہونے والا نہین ہے کیونکہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ
مَنْ یَّخْشٰھَا نہین ہے تو مگر ڈرانے والا اس شخص کا جو قیامت سے ڈرتا ہے اور یہان پر ایک شبہ بیان
کرتے ہین کہ ڈرتے کو ڈرانا کیا یعنے جواب اس کا یہہ ہے کہ علم اجمالی کے سبب سے جو ہر عاقل کو مجازات پر
حاصل ہے اتنا جانتا ہے کہ دنیا مین مجازات یعنے بدلا واقع نہین ہو سکتا ایک عالم دوسرا اسکے واسطے چاہیئے
اس سوچ مین کچھہ خوف قیامت کا اسے پیدا ہوتا ہے اور انبیا اور مرسلین کا ڈرانا بیان کرنے سے اس مجازات
کے تفصیل حاصل ہوتی ہے کہ فلانی چیز سے وہان نقصان ہے اور فلانی چیز سے فائدہ اور جو شخص کہ علم اجمالی
مجازات پر نہین رکھتا وہ انبیا اور مرسلین کے ڈرانے سے بے بہرہ ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد
من یخشیٰہا سے یہہ ہے کہ استعداد آخرت کے خوف کی بالقوہ اس مین موجود ہے نہ یہہ کہ بالفعل ڈرتا ہے اور
جو ڈرانے سے انبیاؤن کے سوائے ان لوگون کے جو استعداد خوف کی رکھتے ہین دوسرے فائدہ مند
نہین ہوتے تو گویا انبیاؤن کو دوسرون کے ڈرانیکا منصب ہی نہین ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ڈرنیوالے
اور ڈرانیوالے کو سوال اس چیز کے وقت کا اصلًا درکار نہین ہے جیسے کسی مسافر کو چورون کا ڈر ہو یا کوئی
دوسرا اسکو قزاقون سے ڈراوے اور وہ پوچھے کہ مجھپر کس وقت پڑینگے جبتک اس کا وقت بیان
نہ کرے گا تب تک مین ہرگز یقین نہ کرونگا اور ظاہر ہے کہ اگر کافرون کا سوال قیامت کے وقت کا اس
واسطے تھا کہ اگر وقت کا بیان کرین گے تو ہم ایمان لاوینگے سو یہہ محض بیجا ہے اس واسطے کہ بیان وقت کا اس
صورت مین موجب ایمان کا ہوتا ہے کہ وقوع واقعہ کا موافق اس وقت کے ہووے اور اس سے پہلے بیان
کرنا اور نہ کرنا وقت کا برابر ہے اور بعد واقع ہونے قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہے اور اگر اس واسطے ہے
کہ اس کا بُعد اور قرب معلوم کر لین پھر اگر دور ہو تو خاطر جمع سے بیٹھہ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اسکی فکر کرین
سو یہہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ قیامت قایم ہونے کے وقت یہہ مدّت دراز جو گذری ہے بہت تھوڑی سی اُن کو
معلوم ہوگی کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا گویا کہ وہ لوگ جس روز دیکھینگے نشانیان اس قیامت کی
تو جانینگے کہ ان کے ٹھہرنے کی مدّت دنیا مین نہایت تھوڑی ہی تھی چنانچہ ایک روز کامل کو بھی نہین پہنچتی تھی بلکہ
ایسا گمان کرینگے کہ لَمْ یَلْبَثُوْٓا دیر نہین کی تھی دنیا اور برزخ مین اِلَّا عَشِیَّۃً مگر ایک عشا کہ آفتاب

کے زوال سے غروب تک کو کہتے ہین اَوْ ضُحٰہَا یا برابر اسکی ضحی کے کہ طلوع آفتاب سے زوال کے قریب تک
کو بولتے ہین اور تردد ان کا عشا اور ضحی مین اس واسطے ہوگا کہ اگر عمر ان کی مشقت اور رنج مین گذری
تھی اور برزخ مین بھی عذاب مین گرفتار تھے اسواسطے اپنے بقا کی مدت کو پچھلے آدھے دن کے برابر جانینگے
اسواسطے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت ہے اور اگر انکی عمر راحت مین گذری تھی اور برزخ مین بھی چندان
معذب نہین ہوئے تھے تو اپنی بقا کی مدت کو ضحی سمجھینگے اور بعضے علمانے کہا ہے کہ شروع رات دن
کی دوری کا اکثر لوگون کے نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ ہین دوپہر دن سے ہے اور شریعت
مین اوّل فجر سے ہے اور جو اہل محشر منظور رکھین گے کہ اپنی بقا کی مدت کو آدھے دن سے بھی کمتر بیان کرین
تو کہین گے کہ اگر شروع دن کا آدھے دن سے ہے تو ہمنے دیر نہین کی مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا
اوّل فجر سے ہے تو ہمنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر مین مقدم ہونا عشا کا ضحی پر اسی سبب سے
ہے لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہے تاکہ آگاہی ہو اس بات کی طرف کہ بالکل دنیا کی
مدت ان کے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جاے پر ان کی زبان سے فرمایا ہے کہ اِنْ
لَبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا اور اپنے نوع کی بقا کا زمانہ دنیا مین اس روز کی ایک ساعت کے برابر جانینگے نہ یہہ کہ
عشا ایک دن کی اور ضحی دوسرے دن کی اور اگر عشیۃ و اضحی ہوتا اور اضافت ضحی کی عشیۃ کیطرف
نہوتی تو اتحاد ایک روز کا بوجھا نجاتا اور احتمال یہہ بھی ہے کہ معنے اس آیت کے اسطور سے ہون اِلَّا
عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰہَا اَیْضًا مَعَ الْعَشِیَّۃِ غرض حاصل یہہ ہے کہ اپنی دنیا کی باقی رہنے کی مدت مین تردد کرینگے
کہ آدھا روز تھا یا سارا روز چنانچہ دوسری جگہ پر انہین کی زبان سے نقل فرمایا ہے کہ
لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّیْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

یہہ سورت مکی ہی اسمین بیالیس۴۲ آیتین اور ایک سو تیس۱۳۰ کلمے اور پانسو مین تیس۵۳۰ حرف ہین اور اس سورت کا ربط سورۂ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہی اوّل یہہ کہ آخر مین سورۂ والنازعات کے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰہَا فرمایا ہی اور اس سورت مین عتاب اور خطاب ہی ترک کرنے پر اس منصب کے لوازمات کے کہ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی دوسرے یہہ کہ اس سورت کا قصّہ اس سورت کے قصے کے مقابل رکھتا ہی چنانچہ وہان پر ایک پیغمبر جلیل القدر کو جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام تھے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بھیجا اور اسکی خوشامد کا حکم فرمایا فَقُلْ ھَلْ لَّكَ اِلٰٓی اَنْ تَزَكّٰی اور یہان پر ایک فقیر اندھے خاکسار کو خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم کے آگے لائے اور اسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اغنیا اور ثروت والون سے توجہ کرنے پر عتاب فرمایا وہان حضرت موسیٰ علیہ السّلام بطور آرزو کے کہتے تھے ھَلْ لَّكَ اِلٰٓی اَنْ تَزَكّٰی اور یہان حق جل وعلی امید وار کرتا ہی کہ لَعَلَّہٗ یَزَّكّٰی وہان اس بادشاہ کو طغیان اور سرکشی سے وصف فرمایا اور یہان اس فقیر کا خوف وخشیت سے وہان وہ بادشاہ جبّار اپنے مکان پر تھا اور پیغمبر کو اسکے پاس جانیکا حکم ہوا کہ اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اور یہان پر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہی کہ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی یہہ سب اسواسطے تاکہ معلوم ہو کہ کاروبار انبیا کا پوری تابعداری اور فرمانبرداری ہی جسطرح سے ارشاد ہوتا ہی اسیطرح بجالاتے ہین اگر اغنیا اور سرکشون کی ملاقات کا حکم ہوتا ہی تو بسر وچشم کرتے ہین اور اگر فقیرون اور خاکسارونکی تعظیم اور توقیر کا ارشاد ہوتا ہی تو علی الراس والعین بجالاتے ہین نہ تابعداری اور فرمانبرداری سے فقیرونکی خوشدل ہوتے ہین اور نہ سرکشی اور جبّاری سے متکبرون کے تنگدل فرعون کو دیکھا چاہیئے کہ کس صفت سے موصوف ہوا ہی ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی یعنے پھر پیٹھ پھیر کر راہ حق سے بھاگا اور اس مسکین اندھے کو غور کیجیے کہ کسطور سے یاد فرمایا ہی جَآءَكَ یَسْعٰی یعنے حق کی طرف منہہ کر کے دوڑتا آتا ہی تیسرے یہہ کہ ان دونون سورتون مین احوال قیامت کے دن کے اور تکلیفین اس روز کی ایک ہی طور سے مذکور ہین جیسے اس سورت مین فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی اخرہا فرمایا ہی اور اس سورت مین فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ الی اٰخرہ ارشاد ہوا چوتھے یہہ کہ تعداد اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا درست کرنیمین آدمی کی معاش اور خلقت کے اور اسکے اصول کے بھی ان دونون سورتون مین مناسبت قریب

اتحاد کے سمجھے ہین گویا دونون ایک ہین اس سورتین اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ مذکور ہے
اور اس سورتین وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ہے اس سورتین آسمان کی پیدایش اور رات و دن اور
زمین اور پہاڑون کی خلقت یاد فرمائی ہے اور اس سورتین آدمی کی خلقت نطفے کی حالت سے تا دمِ مرگ ارشاد
ہوئی ہے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب مذکور ہونے کے پہلے ایک مقدمے کی تمہید بیان کرنا ضرور ہے سو وہ
یہہ ہے کہ اوّل سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالی کے محبوبون مین سے جو ہدایت اور ارشاد کے کام کے واسطے چن لئے
جاتے ہین سوا ان مین۔ اور دوسرے لوگون مین جنسیت اور اوصاف بشریت اور اصفات نفس مین کچھ فرق
نہین ہوتا بلکہ فرق اس جہت سے ہے کہ محبوبون کو خود تربیت فرماتے ہین اور جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتون مین
سے مقتضیات جبلت بشریکے ان سے ظاہر ہوتی ہے اور اپنی خودی سے کوئی حرکت ایسی کر بیٹھتے ہین جو نور
حق کے احتجاب کا سبب ہوتی ہے تو جلد انکو تادیب اور عتاب سے آگاہ کردیتے ہین اور اسکا تدارک فرماتے ہین
چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ
تَأْدِيبِي وَعَلَّمَنِي فَأَحْسَنَ تَعْلِيمِي یعنے ادب دیا مجھکو میرے رب نے سو بہت اچھا ادب دیا اور علم سکھایا مجھکو میرے
نے سو بہت اچھا علم سکھایا یہان تک کہ اوّل تخلق باخلاق الٰہیہ انکو حاصل ہو یعنے وے مرتبے جو وصول اور فنائے
نفس کو لازم ہین اور بعد اسکے تحقق ساتھ ان اخلاق کے میسّر ہو کہ مرتبہ بقا کے تابع ہے اور اسکو حالت استقلال
اور تمکین کی کہتے ہین پس صادر ہونا اس قسم کی حرکتون کا آنحضرت صلعم سے کچھ اس جناب کے مرتبے اور منصب کے منافی نہین
ہے بلکہ تادیب اور عتاب الٰہی ان حرکات پر عین دلیل ہے اس منصب پر اور اس جناب کی عظمت پر اور جب اس مقدمہ
کی تمہید بیان ہو چکی تو اب اصل مطلب بیان ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام
مین تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس قریش کے سردار جیسے عتبہ بن شیبہ اور ربیعہ بن شیبہ اور ابوجہل
بن ہشام اور عباس بن عبد المطلب اور دوسرے رئیس بیٹھے تھے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم انکو دین
اور اسلام کی خوبیان اور بت پرستی کی برائیان سمجھا رہے تھے اور کمال توجہ سے ان کے ساتھ باتون مین مشغول تھے
اتنے مین عبد اللہ بن شریح زہری آئے جنکو ابن ام مکتوم بھی کہتے تھے اسواسطے کہ وے اندھے تھے اور مکتوم اندھے کو
کہتے ہین اور انکی ماکو اسیواسطے ام مکتوم کہتے تھے آنحضرت صلعم انکے آنے سے اسوقت ناخوش ہوئے اسواسطے کہ آپنے جانا کہ

یہہ شخص نابینا ہی مجلس کا رنگ ڈھنگ اسکو معلوم نہین ہی بیمحل اور بیموقع کلام کر بیٹھے گا اور بات مین بات نکالیگا اور اس وقت ان سرداروں سے جو مین باتین دعوت اسلام کی کر رہا ہون ناتمام رہ جاوینگی آخر اس نابینا نے کچھہ مجلس کے پس و پیش کا خیال نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھہ کو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورت سکھلاؤ اور میری طرف متوجہ ہو کہ مین بغیر رہبر کے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سرداروں کی خاطرداری کے واسطے کچھہ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ ٹھہر وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹھہرا پھر اسیطرح سے کہنے لگا یہان تک کہ کئی بار اسیطور سے ہوا آخر اسکی اس حرکت بیجا کے سبب سے جو ان سرداروں کی تنگدلی اور رنجش کا باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبین ہوئے اور چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے نظر آنے لگے اور اپنا منہہ اس نابینا کی طرف سے پھرا کر ان سرداروں کی طرف متوجہ ہوئے بس اسی حال مین یہہ سورت نازل ہوئی اور بس معاملے پر سخت خفگی ہوئی اور روایت مین یون بھی ہی کہ جون جون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتون کو جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے وون وون رنگ چہرۂ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہوا جاتا تھا یہان تک کہ جب كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے سنا تب خوش ہوئے اور وہ خوف دل سے گم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھا کہ یہہ خفگی فقط نصیحت کیواسطے ہی مہربانی اور عنایت کی راہ سے ہی غضب اور غصے کی راہ سے نہین ہی بعد اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہو کر چلا گیا تھا تشریف لیگئے اور عذر کیا اور اسکو ہمراہ لے کر اپنے مکان کو تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اسکو اسپر بٹھایا پھر جب کبھی وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم انکی نہایت تعظیم اور تکریم کرتے اور ارشاد فرماتے کہ مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ یعنے خوش آیا تو وہ شخص ہی جسکے واسطے میرے پروردگار نے مجھکو عتاب فرمایا اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے کہ اگر تیری کچھہ حاجت یا کام ہو تو کہہ اور دو بار مدینہ منورہ مین ان کو اپنے قایم مقام امام نماز کا مقرر رکھکے آپ سفر کو تشریف فرما ہوئے ہین اور انس بن مالک نے ایک عجیب احوال اس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مین نے اسکو قادسیہ کی لڑائی

مین دیکھا زرہ پہنے ہوئے ایک تازی گھوڑے پر سوار آگے آگے اُس کے ایک سیاہ نشان تھا اور باوجود اِس
نابینائی کے کافرون کی صفون پر حملے کرتا تھا اور یہہ بھی روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اس معاملہ
کے بعد کسی فقیر سے چین بہ جبین نہین ہوئے اور کسی دولتمند سے تملق اور ملاوت نہین کی اور اِس مقام پر مفسرون
کو اِس خفگی اور عتاب ہونے کے مقدمے مین بڑا اشکال ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس معاملے مین
کوئی بات خلاف قاعدہ شرعیّہ کے عمل مین نہین آئی پھر اِس قدر خفگی کی کیا وجہ اِس واسطے کہ شرع کا قاعدہ ہی
کہ نفع عام مقدم ہی نفع خاص پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جو ان سردارون کو کرتے
تھے قرآن سکھانے پر اس نابینا کے اسواسطے مقدم رکھا کہ انکے اسلام لانے مین سارے شہر مکے کے اسلام لانیکی توقع
تھی کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ اور تعلیم کرنین قرآن کی سورتون کے اِس نابینا کو خاص اِس نابینا ہی کے
واسطے فایدہ تھا اور پس دوسرے یہہ کہ اسلام کی دعوت مقدم ہی قرآن سکھانے پر کیونکہ وہ اصل ہی
اور یہہ فرع اور فقہا کے نزدیک یہہ بات ٹھہر چکی ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس آوے اور کہے کہ مجھکو اسلام
کی تعلیم کر اور دوسرا شخص اسیوقت کہے کہ مجھکو قرآن پڑھا یا کچھ ارشاد اور نصیحت کی خواہش کرے تو اسوقت
اسلام کی تلقین کو مقدم کرنا چاہیئے اسواسطے کہ اسکے دیر کرنے مین بڑا نقصان ہی دوسری باتون مین دیر کرنے کی
نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنے مرض روحانی کے مبتلا ہونے مین یعنی کفر مین سرسام و آبلے کی سی حالت
ہی کہ اندک غفلت اور سستی مین علاج کے درجے سے گذر جاتا ہی اور اِس شخص کی حالت جو مسایل شرعیہ یا قرآن
پڑھنا نہین جانتا مانند اِس مریض کے ہی کہ مرض اُس کا چندان سخت نہین ہی آہستہ آہستہ تدارک اُس کا
ہو سکتا ہی اور ترش روئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اس نابینا کی حرکات نا ملائم کے سبب سے
ظاہر ہوئی تھی خفگی کے قابل نہین تھے دو سبب سے اوّل تو یہہ کہ یہہ تغیر بے اختیاری ہی اختیاری نہین سو اِس
قسم کے کامون کی تکلیف دینا تکلیف ما لا یطاق کی قسم سے ہی دوسرے یہہ کہ نابینا کے سامنے ترش رو
ہونا اور منہہ پھیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اُس کی طرف رُخ کرنا برابر ہی کیونکہ وہ کچھ دیکھتا نہین جسے
جو اُس کو ترش روئی کا رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اُسوقت
تک اِس فعل کا ناپسند ہونا جناب الٰہی مین معلوم بھی نہ تھا اسواسطے کہ اِس فعل کی ممانعت اسوقت تک نازل

نہین ہوئی تھی پس ابتدائے ہی مین اسقدر خفگی کا کیا محل تھا جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ شعر کار پاکان را
قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ہرچند کہ وہ نابینا چہرۂ مبارک کے تغیر کو نہ دیکھتا تھا
لیکن دوسرے لوگ تو دیکھتے تھے اور اغنیا کی خاطرداری اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے
تھے حق تعالی نے اپنے محبوب کے حق مین اتنے تو ہم کو بھی پسند نہ رکھا اور چاہا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا
میری رضامندی ڈھونڈھنے مین مصروف رہے اور ہرگز کسی کو میرے محبوب کی طرف ریا کی تہمت کا
گمان بھی نہ رہے اور یہہ بھی ہے کہ نفوس قدسیہ کو چاہئے کہ سیکھنے والے کی استعداد کے موافق فیض اور
فائدہ پہنچانا منظور رکھین اور کام کے انجام پر نظر کرین اسواسطے کہ بہت سے فقیر خاکسار اپنی استعداد
عالی کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوئے ہین سو قوت استعداد سے شاگرد کے نفع عام کا امیدوار
رہنا چاہئے اور کثرت پر تابعدارون کی جو بالفعل اغنیا کو حاصل ہے فریب کھانا ظاہر بینون اور ناواقفون کا
کام ہے جو استعداد و نفوس کے مراتب کو نہین جانتے ہین اور یہہ بھی ہے کہ اس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے یقینی امر تھا اور ان سردارونکا فائدہ دعوت اسلام سے پھر شہرواونکا
فائدہ ان کی پیروی سے ایک وہمی اور خیالی بات تھی اور موہوم بات کو معلوم پر ترجیح دینا خوب نہین ہے اور
کنہہ بات کی یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ فعل خلاف شرع ہونے کا لگاؤ بھی نہین رکھتا تھا لیکن محبوبون کے
فقط گناہ سے بچنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بلکہ انسے تخلق باخلاق الہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات
اپنے فرزندون سے خلاف اپنی وضع اور آئین کے دیکھتا ہے گو کہ وہ بات شرع اور اچھی ہو غصہ کرتا
ہے چنانچہ بادشاہ اپنے فرزندون کے واسطے نہین چاہتے کہ صلحا اور مشایخون کی طرح سے مسجد و نشین
معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشایخ اور صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہیون اور
نوکری پیشون کے مانند تلاش معاش مین مشغول ہون گو کہ وجہ حلال سے ہو علی ہذا القیاس پس یہہ عتاب اور
خطاب کچھ گناہ اور تقصیر پر نہین ہے کہ وجہہ اسکی بیگناہی کی صورت مین مشکل ہو جاوے بلکہ یہہ تو اسی قسم سے
ہے جیسے والدین کی تربیت اپنے فرزندون کے واسطے ہوتی ہے سو وجہ اسکی ظاہر ہے اور اس سورت کا
نام عبس ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ خفا ہونا اس ذات پاک کا ایسے نبی عظیم القدر پر اسباب ت کے واسطے کہ ادنی

ستارۂ ما

سے ادنی شاگرد سے منہہ پھرایا اور امیرون کی طرف متوجہ ہوئے ایک سورۃ کا نام قرآن مجید کی سورتون سے رکھا تاکہ مدتون اور قرنون تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالی کی شاگردون اور طالب علمون کے حال پر پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصا مرشدون اور معلمون کے رہے اور اس سورتکا نام سنتے ہی وہ قصہ انکو یاد آوے اور ان کی عبرت کا سبب ہووے اور یہہ بھی ہے کہ کمال محبوبیت اس پیغمبر کی حضور خداوندی مین ثابت ہوکر اس قدر تغیر چہرے کو ان کی اتنا شاق جانا کہ بار بار قاریون اور پڑھنے والون کی زبان سے یاد فرماتے ہین اور اسکی خبر دیتے ہین اور اس کلام کو جس مین یہہ قصہ مذکور ہے اسیطور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے کسی معاملہ نامرغوب کو شاق جانکہ اس معاملے کے وقت اور مکان کا بھی پتا اس معاملے کے ساتھہ بتاتا ہے ۱۱۱

عَبَسَ تیوری چڑھائی پیغمبر نے اور اس قدر پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ وَتَوَلّٰٓى اور منہہ موڑا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى اسسے کہ آیا ان کے پاس اندھا مفسرین کا اختلاف ہے اس بات مین کہ نابینا کا آنا کس واسطے اس جگہہ پر مذکور فرمایا سو بعضے کہتے ہین کہ محض بیان واقع کا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ کثرت عتاب کے واسطے ہے یعنے ہمنے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور تمام مخلوق کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور زیادہ تر لایق رحمت کے ضعیف اور فقیر اور معذور ہین اور مستحق رہنمائی کے اندھے ہین سو اس قسم کے لوگون سے منہہ پھرانا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہے اسکی مثال ایسی ہے جب ایک شخص اپنے خادم کو حکم کرے کہ جو راہ بھولے اسکو بتادیا کر اور وہ خادم دیکھنے بھالنے والون کو راہ بتادے اور اندھے معذور کی طرف التفات نہ کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اس کلام مین مخاطب بھی نہ فرمایا کیونکہ اسوقت آنحضرت صلعم اللہ تعالی کی مرضی سے گویا غائب ہوگئے تھے اگرچہ اسکے بندون کو اسکی طرف بلاتے تھے لیکن

حضورِ حق سے غائب کے حکم میں تھی اسواسطے کہ اسوقت حضورِ حق کے طالبون کے مطلب سے غفلت کی تھی اور غایب
کو خطاب لایق نہین ہے پھر جو گلہ شکوہ کرنا شروع ہوگیا تو اچھی طرح سے دھمکانے کے واسطے خطاب فرمایا
جیسے کوئی شخص اول اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگون کے سامنے کرتا ہے اور اسکو کمال خفگی کے سبب
سے مخاطب نہین کرتا پھر جب شکایت کے وقت جوشش مین آجاتا ہے تو خطاب اس بندے کی طرف شروع کرتا ہے
اور یہان پر دوسرا کوئی مخاطب نہ تھا کہ ان کی شکایت اسکے سامنے بیان ہووے تو اول شکایت ان کی
انھین کے سامنے بطور غیبت کے بیان فرمائی پھر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ شدت خفگی کی طرف اشارہ
ہو اور محققین نے کہا ہے کہ یہہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عذر کی تمہید ہے اس معاملے مین جو
اس نابینا کے ساتھہ ہوا تھا اور یہہ نہایت رحمت اور محبت کا مقتضا ہے کہ عین عتاب مین انکا عذر بھی
بیان فرمایا ہے جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگون کے سامنے کرتا ہے اور عین
شکایت مین اپنے بیٹے کا عذر بھی بیان کئے جاتا ہے تاکہ لوگ جانین کہ یہہ لڑکا قابل خفگی کے نہین ہے اور ان
کامون کے کرنے مین معذور ہے لیکن یہہ شفقت پدری کا کمال ہے کہ اسکے حق مین اس قدر پر بھی راضی
نہین ہے اور چاہتا ہے کہ تربیت اسکی کمال کے درجے کو پہنچا دے اور عذر ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ گویا
یون ارشاد ہوتا ہے کہ حسن خلق اس پیغمبرؐ کا اصلا اس بات کو نہین چاہتا تھا کہ فقیرون اور محتاجون سے جو
طلب حق کی کرتے ہین اور دین ہی کی راہ ڈھونڈھتے ہین اس طور سے پیش آوے لیکن اس پیغمبرؐ نے جانا کہ یہہ
شخص نابینا ہے منہہ پھرانے اور توجہ کرنے مین اور ترش روئی اور خندہ روئی مین امتیاز نہین کرسکتا ہے
تو اسکی بیچارگی کے سبب سے تیوری چڑھائی اور منہہ موڑا اور اپنی جان کو زور سے اس عمل سے نہ روکا
اور بسبب کمال رحمت ** اور عنایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس مقام مین حذف کرکے فعل غایب کے
فاعل کو ذکر نہین کیا تاکہ صریح نسبت اس فعل کی اس محبوب کی طرف نہ ہووے گویا اس طور سے ارشاد ہوتا ہے
کہ تیوری چڑھائی اور منہہ موڑا ایک تیوری چڑھانے والے اور منہہ موڑنیوالے نے اور اگر خطاب فرماتے
تو اس فعل کی نسبت صریح اس محبوب کی طرف سمجھی جاتی اور وہ کمال رحمت اور شفقت کے خلاف تھا بس
عین شکایت اور عتاب مین لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت چلی جاتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اندھے کی تعلیم

مشکل ہی کیونکہ وہ فقط یاد کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہی کتاب کو دیکھنا اور مطلب نکالنا اس سے ممکن نہین ہی سو عذر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطور سے ارشاد ہوا کہ تونے اس نابینا کو کم استعداد جان کر اسکی تعلیم سے منہہ
پھرایا حالانکہ آنکھون کا اندھا پن موجب منہہ پھرانے کا نہین ہی بلکہ دل کا اندھا پن البتہ موجب منہہ پھرانے کا ہی
اور وہ امیر اور سردار سب دل کے اندھے تھے سو تم کو یہہ لایق تھا کہ انسے منہہ پھراتے نہ اس اندھے سے
کیونکہ شاید یہہ اندھا بینا دل ہو وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ اور کیا جانتا ہی تو شاید کہ وہ اندھا پاک
ہو جاوے اور آئینہ اسکے دل کا ایسا صاف ہو جاوے کہ جو کچھہ آنکھون والے امور غیبیہ اور کثیفہ
سے نہین دیکھہ سکتے ہین وہ دیکھہ لے اور مقتدا ایک عالم کا بن جاوے اور وہ ایک اندھا ہزارون
آنکھہ والون سے بہتر ہو جاوے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی ۔ فدای کوری خفاش چشم بینائی کہ ہیچ
ز رخ آفتاب نیم شبی ست أَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نابینا نصیحت قبول کرے اگرچہ صیقل قلب کے مرتبے کو نہ پہنچے
لیکن قرآن کے معنے اور امر و نہی اسکے دل مین ایسے قایم ہو جاوین کہ وہم و خیال اس مین آمیزش کا نہ رہے ۔
فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ پس نفع دے اسکو یہہ نصیحت پکڑنا کہ اسکے سبب سے علم و عمل منفعتین دین کی حاصل
کرے اور ضرر پہنچانے والی چیزون کو دفع کرے اور لطیفہ اس کی عقل کا روشن ہو جاوے اور ہزارون آنکھوالون
سے بہتر ہو کے عالم ربانی بن جاوے جیسا کہ اول شق مین اسکے قلب کا لطیفہ صاف ہو کر مرتبہ صاحب کشف
اور عرفان کا حاصل ہوا اور جو حاصل ہونا ایک شق کا بالخصوص اس اندھے کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم کو اور دوسرے احوال دیکھنے والون کو یقینی معلوم نہ تھا تو اس مضمون کو کلمہ او سے جو شک اور
منع خلو پر دلالت کرتا ہی ارشاد فرمایا لیکن کمال شوق اور کثرت حرص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
کے فیض حاصل کرنے پر اور آپ سے قرآن سیکھنے اور اسکے معنے سمجھنے پر اس قدر یقین تھا کہ آخر کچھہ ہوویگا
اور ان دونون مرتبون سے محروم مطلق نہ رہے گا اور کشاف والے بھی کلمہ او کے مدلول سے متنبہ
ہو کر اپنی تفسیر مین بطور سوال کے لایا ہی کہ پاک ہونے سے زیادہ کون سا نفع پند کا متوقع ہی اور
جواب لکھا ہی کہ پاک ہونا عبارت ہی پرہیزگاری اور گناہون کے بچنے سے اور نفع کرنا نصیحت کا عبارت
ہی طاعت اور بندگی کے کامون سے کہ ان کے سبب سے ثواب حاصل ہونے کی امید ہی اور ثواب منفعت

دائمی ہی لیکن اسکی اس بات پر ایک ایراد کی ہی کہ حاصل ہونے سے علم کے دونون چیزین حاصل ہوتی ہین یعنی گناہون سے بچنا اور عمل طاعت کا بھی لیس یہہ مقام تھا واو کے حرف لانے کا نہ او کا اور جواب مین اس ایراد کے کہا ہی کہ طالب علم کو یقینی معلوم نہین ہی کہ کیا سنیگا اگر نہی سنیگا تو گناہ سے باز رہیگا اور اگر امر سنے گا تو بندگی مین مشغول ہوگا اور اگر دونون سنے گا تو دونون کام کریگا پس حرف او کے استعمال کے واسطے جو منع خلو کے واسطے ہی نہ منع جمع کے واسطے ایک وجہہ وجیہہ پیدا ہوئی اور حق وہی بات ہی جو پہلے مذکور ہو چکی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی مقرر جو شخص کہ بے پروائی کرتا ہی تیرے ارشاد سے بلکہ تیری راہ سے اور اپنے مال و جاہ پر ریجھ رہا ہی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی پس تو اس کی ہدایت کے واسطے تصدیعہ اور فکر کرتا ہی اور شوقین شاگردون سے منہہ پھراتا ہی اس خیال پر کہ بے پرواکو طالب اور شوقین اس راہ کا کیا چاہیے اور اس کے حال پر متوجہ ہونا چاہیئے اور شوقین طالب کو اسکا شوق ہی راہ پر بس ہی آخر مطلب کو پہنچ رہیگا وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى اور تجھپر الاہنا نہین اس بات کا کہ وہ بے پروا پاک نہو کیون کہ تیرا کام تو احکام الٰہی پہنچا دینے کا ہی اور جو لوگ مستعد اور شوقین ہین ان کو تربیت کرنا سو یہہ بات تم کو حاصل ہی بے پروا لوگ تمھارے سخن کو قبول کرین یا نہ کرین وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى اور مقرر جو شخص کہ تیرے پاس دوڑتا آتا ہی محنت اٹھاکر جیسے وہ نابینا کہ ہاتھہ پکڑنیوالا بھی نہین رکھتا تھا اس سبب سے جا بجا ٹھوکرین کھاتا ہوا تمھاری مجلس مین پہنچا تھا وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ ڈرتا ہی اول تو خدا تعالے سے کہ مرضیات سے اسکی دور نہ جا پڑے اور منہیات مین مبتلا نہو جاوے اور یہہ خوف اسکے شوق کو زیادہ کرتا ہی کہ تمھاری صحبت مین حاضر ہووے اور تم سے علم سیکھے پھر راہ مین کافرون کی ایذا سے ڈرتا ہی کہ مبادا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پاس جانے سے اس کے مطلع ہو جاوین اور ایذا دین پھر گرنے اور ٹھوکرین کھانے سے ڈرتا ہی اور جب تمھارے حضور مین آتا ہی تو اپنے سبق کا وقت فوت ہونے سے ڈرتا ہی کہ مبادا تم کو کوئی شغل درپیش ہو جاوے اور وہ محروم رہجاوے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پھر تم اس سے منہہ پھراکر دوسرون کی طرف مشغول ہوتے ہو اور اس کے حال کی طرف مشغول نہین ہوتے گویا کہ فائدہ کلی اسی بات مین دیکھتے ہو کہ بے پرواؤن اور بھاگنے والون کو

تابع دار کرے اور راہ پر آئے ہوئے مشتاقون اور سچے طالبون کو تاخیر اور درنگی سے کمال
شوق مین مضطرب رکھے کَلَّآ بعد اسکے ایسا نہ کرنا کیونکہ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ تحقیق یہہ آیات قرآنی
یاد کرنے کے واسطے ہین یعنے خدا کے اور اس کے نامون اور صفتون اور افعال اور احکام اور جزا اُن
کے یاد کرنے کیواسطے ہین تاکہ لوگون کو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف و رجا کی کھل جاوے
اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنا اختیار کرین اور اسبات مین چاپلوسی اور التجا اور زاری مفید نہین ہے
بلکہ دل کا شوق اور طبیعت کی رغبت درکار ہے فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پھر جو شخص کہ خواہش صادق
رکھتا ہے پڑھے اس قرآن کو کہ حقیقت مین ذکر اللہ تعالیٰ کا ہے اور ذکر الٰہی بغیر دل کی رغبت اور صدق
ارادت کے مفید نہین ہوتا اور اِنَّهَا مین ضمیر کے مؤنث ہونے کی اور ذکرہ مین مذکر ہونے کی وجہ باوجود
مرجع واحد ہونے کے یہہ ہے کہ تذکرہ ہونا قرآن کا باعتبار آیتون اور سورتون کے ہے اور وے
ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ مضمون رکھتی ہین بعضون مین بیان اسما اور صفات کا ہے اور بعضون مین بیان احکام
اور شریعتون کا اور بعضون مین وعدہ وعید کا بیان ہے اور ذکر ہونا قرآن کا اسکی وحدانیت
کے اعتبار سے ہے اور تمام قرآن اس مین برابر ہے مضامین کے اختلاف کو ذکر ہونے مین اسکے کچھ دخل
نہین ہے اسواسطے کہ کسی مضمون کا کلام ہو مگر کلام الٰہی ہے اور متصل ہونا کلام کا متکلم سے اقوی اور
اشد ہے متصل ہونے سے نام کے نام والے سے اور جو التفات کہ کسی کے نام لینے کے وقت اسکی
طرف حاصل ہوتا ہے وہ اس التفات سے بہت کم ہوتا ہے جو اسکے کلام پڑھنے کے وقت اس کی
طرف حاصل ہوتا ہے چنانچہ یہہ بات تجربہ کارون کو خوب معلوم ہے اور یہہ بھی ہے کہ کلام ہر شخص کا ایک
عمدہ شان ہے اس کی ذات کی شانون مین سے جو اس کلام کے پڑھنے کے وقت پڑھنے والے کے
دلپر روشن ہوتی ہے اسیواسطے بزرگون کا کلام دلون پر زیادہ تاثیر کرتا ہے اُنکے نام سے اور اسی سبب سے
حدیث شریف مین وارد ہے کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہے هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا ہے کہ تَجَلَّى اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ فِيْ كَلَامِهٖ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ یعنے تجلی فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے
بندون پر اپنے کلام مین لیکن وے بندے اس کو دیکھ نہین سکتے اور اگر کسی کے دل مین اسبات کے سننے سے

یہہ خطرہ گذرے کہ عمدہ اور سردار اور غنی اور دولت مند اگر شوق کسی کتاب یا کلام یا شعر کا کرتے
ہین تو قدر اور عزت اس کلام اور کتاب کی بڑھ جاتی ہے اور اسکو خوش نویسون زرین رقم کے ہاتھون سے
حریری طلا کاری کاغذون پر لکھواتے ہین اور مطلا اور مذہب اور مجدول کرکے زرین غلافون مین جڑاؤ
جلدون پر تکلف صندوقون مین احتیاط سے رکھتے ہین اسی سبب سے عزت اور مرتبہ اس کلام کا زیادہ
ہوجاتا ہے اور لوگون کے دلونمین عظمت اور بڑائی اس کی سما جاتی ہے جیسے کوئی دلچسپ شعر جو خوش آوازی
سے پڑھا جاتا ہے تو زیادہ تاثیر کرتا ہے سرسری پڑھے جانے سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اس
بات مین شاید یہی غرض ہو اسی واسطے امیرون سردارون کی دعوت مین مشغول رہے اور فقیرون
محتاجون سے اسوقت منہہ پھرایا سو اس خطرہ کے دفع کے واسطے ہم کہتے ہین کہ یہہ قرآن اس قسم کا نہین ہے
کہ ان چیزون سے اسکی عزت اور بزرگی زیادہ ہو بلکہ عزت اور قدر اس کی اس عالم مین جہان سے زمین والون
کے پاس آیا ہے دیکھا چاہئے کہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ آیتین قرآن کی لکھی گئی ہین عزت کے ورقون مین کہ حق تعالیٰ
نے خود ان کی عزت بڑی کی ہے مَّرْفُوْعَةٍ وے صحیفے اونچے دہرے ہین بیت العزت مین جو کہ عمدہ جگہہ
ہے آسمان دنیا پر اور قرآن مجید کو اوّل لوح محفوظ سے نقل کرکے اس مقام مین پہنچایا تھا پھر وہان سے تھوڑا
تھوڑا نازل ہوتا تھا مُّطَهَّرَةٍ وے صحیفے پاک کئے گئے ہین تمام آلودگیون اور پلیدیون سے اور اگر دنیا
کے سردار اور امیر اس قرآن کی آیتون کو حریری طلائی کاغذون پر لکھا وین ہرگز اس کرامت اور
بزرگی کو نہ پہنچے گا اور اگر رحلون پر اور صندوقچون مین رکھین لیکن ہرگز اس بلندی اور اس مرتبے کو نہ پا سکے گا
اور اگر عطر ملین گے اور نجاستون سے پاک رکھین گے تو بھی اس پاکیزگی کو نہ پہنچے گا جو اس مکان مین پائی جاتی
ہے کہ ہرگز ہاتھ کسی گنہگار کا ان کو نہین پہنچا بلکہ وے ورق بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ سونپے گئے ہین ہاتھون مین
ایسے لکھنے والون کے كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ کہ بڑی قدر والے اور نیکوکار ہین کہ کبھی سوائے کرم اور نیکی کے ان
سے ظہور مین نہین آتا اور دنیا کے لکھنے والے گناہون اور خباثت ذاتی مین آلودہ ہین اگرچہ ظاہر اپنا
آراستہ کرین لیکن اس پاکیزگی کو نہ پہنچینگے سو قرآن کے حق مین دنیادارون کی رغبت اور دولتمندون
کی عزت اور قدر کی توقع رکھنا محض بیجا ہے بلکہ دولتمند لوگ قدر کو اسکے پہنچا نہین تو بھی غنیمت ہے

کیونکہ آدمی بالطبع کفران نعمت پر مجبول ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مارا جائیو آدمی کیا ناشکر
ہے کہ جسنے اس کلام عظیم القدر سے اسکو نوازا ہے اور طرح طرح کے ارشاد اور ہدایتین اسمین
فرمائی ہین اسکی قدر نہین جانتا اور اسکے حقوق ادا نہین کرتا اور مال و جاہ پر اپنے مستغنی اور بے پروا
ہو جاتا ہے بلکہ اپنے اصل کی خبر نہین رکھتا کہ کیا تھا مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے
اسکو اور اگر انسان حیا کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین کہ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ
نطفے کے بوند سے پیدا کیا ہے اسکو جو ایک پیشاب کی راہ سے نکلتا ہے اور دوسرے پیشاب کی راہ مین جاتا ہے
اور لہو اور نجاستون کے ساتھ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو جاتا ہے فَقَدَّرَهُ پھر اندازہ کیا اسکا اعضا
مین یعنے ہاتھ اور پانوٗن اور آنکھ اور کان اور قد و قامت مین اور رزق اور موت اور زیست اور نیک
بدعمل مین اور ماکے پیٹ مین رہنے کی مدّت کا اندازہ کہ نو مہینے ہے یا کم یا زیادہ یے سب معیّن کر کے
ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ پھر نکلنے کی راہ آسان کر دی اسکو کیونکہ لڑکا جب ماکے پیٹ مین ہوتا ہے تو اسکا
سر ماکے سر کی طرف ہوتا ہے اور پانون ماکے پانون کی طرف پھر جب پیدا ہونے کا وقت قریب
آتا ہے تو اسکو الہام ہوتا ہے سو وہ بچہ خود بخود پھر جاتا ہے یعنے سر نیچے اور پانون اوپر کی طرف کر لیتا ہے
تاکہ نکلنا اسکو آسان ہو جاوے پھر جب ماکے پیٹ سے باہر آتا ہے تو معاش کی تلاش کی راہ اسکو آسان
کر دی جاتی ہے کہ ×× بھونک کے وقت جب پستان اسکے ہاتھ مین آجاتی ہے تو ایک ہاتھ سے پستان کو
مضبوط پکڑکے پینا شروع کرتا ہے اور رونے دھونے سے اپنے بھوکے پن کو ظاہر کرتا ہے اور اسی طرح سے
سال بسال طرح طرح کی راہین اسکو آسان کر دی جاتی ہین یہان تک کہ کمال کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور
راہ بھلی بری حق اور باطل کی پیغمبرون کے آنے اور نازل ہونے سے کتابون کے اور شفیق مرشدون کی
صحبت اور دیندار عالمون کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہے پھر بعضون کو بہشت اور نجات کی راہ آسان
ہو جاتی ہے اور اس راہ پر چلنے کی توفیق پاتے ہین اور بعضون کو ہلاکت اور دوزخ کی راہ سہل اور آسان
نظر آتی ہے اور اس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہے کہ حاصل کرنا کمالات کا آخر عمر تک آسان
ہوتا چلا جاتا ہے ثُمَّ أَمَاتَهُ پھر مار ڈالتا ہے اسکو تاکہ اپنی محنتون کا فایدہ پاوے جو کمالات حاصل

کرنے کو دنیا مین کی تھین اور عالم برزخ مین نشانیان اپنے اعمالون کی دیکھے سو موت بھی ایک بڑی نعمت
ہی کہ تجارت کا فایدہ اسی سفر کے سبب سے حاصل ہوتا ہی اگر موت نہ ہوتی تو آدمی ہمیشہ کش مکش مین اعمال شاقہ
کے گرفتار رہتا اور پھل اس شقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب سے مرنے کو بھی نعمتون کے شمار مین یاد فرمایا ہی
اور بزرگون سے منقول ہی کہ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ یعنی موت ایک پل ہی پہنچا دیتا ہی دوستکو
طرف دوست کے اور بعضے ظاہر بین مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونے کی وجہ سے غافل ہو کر بطور سوال
کے لائے ہین کہ نعمتون کی گنتی مین موت کو کسواسطے گنا ہی اور جواب اس سوال کا اسطور دیا گیا ہی کہ بلغا کے
نزدیک مدار کلام کا اور فایدہ حاصل ہونے کی جگہہ انجام اس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنے کا جو
فرمایا ہی یہہ بھی ایک بڑی نعمت ہی کہ آدمی کو اس سبب سے معزز اور مکرم کیا ہی گو کہ فی نفسہ موت نعمت
نہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنے کے وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے تجھ سے اس طرح کا سلوک
کیا پھر تو بیمار ہوا تو تیری دارو دوا کی پس حقیقت مین نعمت مقصودہ علاج ہی لیکن جو نعمت ہونا علاج کا مریض
کے ہونے پر موقوف ہی تو کلام مین مرض کا ذکر کرنا بھی ضرور ہوا اور اسی بات کے اشارہ کے واسطے اِمَاتَتْ
اور اقبار کے درمیان مین ثم کی لفظ کو نہ لائے بلکہ حرف فا کو ارشاد فرمایا فَاَقْبَرَہٗ پھر گور کرایا اسکو گویا
اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ مجموع اماتت اور اقبار نعمتون مین داخل ہی نہ ہر ایک علحدہ علحدہ اور یہان پر
جاننا چاہیئے کہ گڑ وانے کو اقبار کہتے ہین اور گاڑنیکو قبر یُقَالُ اَقْبَرَ الرَّجُلُ عَبْدَہٗ اِذَا اَمَرَ بِاَنْ یُّقْبَرَ وَقَبَرَ الرَّجُلُ
عَبْدَہٗ اِذَا دَخَلَہٗ فِی الْقَبْرِ یعنے کہا جاتا ہی اقبر الرجل عبدہ جب اپنے غلام مرے ہوئے کو گاڑنیکا حکم کرتا ہی اور بولا
جاتا ہی قبر الرجل عبدہ جب گاڑ دیتا ہی اسکو اور اللہ تعالیٰ کا حکم مردونکے گڑوانے کے واسطے اسکا نزول اول
بار اس طور سے واقع ہوا ہی کہ جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا مین پہلی بار وہی ہوا تھا تو
قابیل کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس مردے کو کیا کیا چاہیئے لاچار اس لاش کو ایک چادر مین باندھ کے اپنے اوپر
لادے پھرتا تھا آخر کو جب اسکے لئے پھرنے سے تھک گیا تو ایک جنگل مین غمگین ہو کر بیٹھ گیا ناگاہ دو کوّے
آ موجود ہوئے اور آپس مین لڑنے لگے یہان تک کہ ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اپنے پنجون
اور چونچ سے ریت کو ادھر ادھر ہٹا کر اس مرے کوّے کی لاش کو اس گڑھے مین ڈال دی پھر وہ ریت

اسپر ڈال کر خوب ایک تودہ بنا دیا قابیل نے معلوم کیا کہ مردے کو اسیطور سے دفن کرنا چاہیئے بس اپنے بھائی کی لاش کو اسی طور سے دفن کر دیا اور قبر بنا دی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ان کی اولاد کے سامنے انکو تجہیز و تکفین کر کے قبر مین دفن کیا اس روز سے یہی طریقہ معمول ہو گیا اور یہہ تعلیم الٰہی پہلے بار قابیل کو اسکے استعداد کے قصور سے کوے کے واسطے سے واقع ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتون کیواسطے سے تعلیم فرمائی سو یہہ ایک بڑی نعمت الٰہی ہے جو اپنے بندون پر مرحمت کی ہے ورنہ مردے کی لاش کو دوسرے جانورون کی طرح سے گھسیٹ کر پھینک دیا کرتے اور وہ لاش ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی جب سڑتی گلتی تو لوگ اسکی بد بو سے بہ تنگ آتے اور اس کی بد گوئیان کرتے پھر درندے اور پرندے اسکے اعضا کو گلی کوچے مین لئے لئے پھرتے اور ناپاک جانورون مردار خوار کی خوراک ہوتی اور ہر خاص و عام کے سامنے اسکے عیب ظاہر ہوا کرتے اور عزت اور توقیر اسکی لوگون کی نظرون مین کم ہو جاتی ہے سو اسکی عزت اور تکریم کے واسطے یہہ بات غیب سے تعلیم فرمائی اب آئے ہم اس بات پر کہ ہندو جو اپنے مردون کو جلاتے ہین گاڑتے نہین اور کہتے ہین کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنیوالی ہے اور ہر بد بو کو مٹانے والی سو جن لوگون کو سڑانا بد بو کروانا منظور ہے وے دفن کرتے ہین لیکن آگ مین جلا دینا بہتر ہے سو جواب اس کا یہہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اسکو سونپو وہ کھا جاتی ہے اور زمین امانتدار ہے جو چیز اس مین دفن کرو وہ باقی رہتی ہے بس مردیکو زمین مین رکھنا بہتر ہے خائن کے سپرد کرنیسے اسیواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے جانورون کی بھی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہین کہ محفوظ رکھین جیسے مال تو زمین مین دفن کرتے ہین اور جس چیز کو چاہتے ہین کہ اسکو نیست و نابود کر ڈالین تو آگ مین جھونک دیتے ہین سو آدمی کو اپنے اٹھنے کا انتظار اور دار واخرت کے داخل ہونے کا اپنے چھوٹے ہوئے جسمون مین درپیش ہے بس مردے کو آگ مین جلا دینا اس انتظار کے خلاف ہے اور دوسرے یہہ بھی ہے کہ مردے کی کمال بیقدری ہے کہ اسکو اپنے ہاتھون سے آگ مین جلا دین اور اسکی خاک کو ہوا مین اڑا دین کیونکہ ایسا معاملہ نا کاری ناپاک چیزون کے ساتھ کرتے ہین اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزون کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہے تو زمین مین دفن کرنے کے سوائے معمول نہین ہے اور وہ جو کہتے ہین کہ آگ بد بو کو دفع کرتی ہے اور زمین اسکے برخلاف سڑاتی ہے اور بد بو کراتی ہے سو یہہ بات

بیان [illegible] جلانے [illegible]

اس وقت مقبول ہو کہ اس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اس کو زمین ہی مین چھوڑنا مقصود ہوا تو پھر سڑنے
گلنے سے کیا علاقہ رہا کیونکہ اسکا کچھ اثر زمین کے لوگون پر ظاہر نہین ہوتا اور باوجود اسبات کے بھی کتنی رطوبتین بدن
کی سڑ گل کر خشک ہو جاتی ہین اور ہاتھ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل و صورت پر رہتے ہین بس ایسا ہوتا ہے جیسے
آدمی اپنی زندگانی مین سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے برخلاف جلانے کے کہ آگ اس کے اندامون اور
شکل و صورت اور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہین رکھتی اور یہہ بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہے تو موافق
اس کلام کے كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ یعنے ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے اسکو بھی اپنی اصل کی طرف پہنچا
دینا بہتر ہے برخلاف آگ کے کہ جن و شیاطین کی خلقت کا مادہ ہے پھر جب آدمی کے بدن کو موت کے بعد
آگ مین جلاتے ہین تو اسکی روح لطیف آگ کے دھوئین سے ملکر شیاطین اور جنات کے ساتھ کمال مشابہت
پیدا کرتی ہے اور اسی سبب سے اکثر روحین ان لوگون کی جو جلائے جاتے ہین بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی
ہین اور آدمیون کو چمٹتی اور ایذا دیتی ہین بس دفن کر دینے مین اس شے کا رجوع کر دینا ہے اس کی حقیقت کی طرف
اور جلانے مین اس کے برخلاف ہے چنانچہ نقل کرتے ہین کہ اسلام کے زمانے کی ابتدا مین ایک لشکر اسلام کے
لشکرون مین سے سیستان کے ضلع مین وارد ہوا تھا اور ایک شخص ہندو ان کے عاقلون مین سے اسلام کی
چال ڈھال دیکھنے کو آیا سو اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنے کے بعد کہنے لگا کہ تمھارے دین کی سب چیزین اچھی
ہین مگر ایک بات کہ مردے کو دفن کرتے ہو اور آگ مین نہین جلاتے حالانکہ دفن کرنا بدبو اور ناپاکی کا موجب ہے
اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہے اتفاقا ایک فقیہ فقہائے اسلام سے اسوقت حاضر تھا اس ہندو سے کہا
کہ مین تجھسے ایک بات پوچھتا ہون پہلے تو اسبات کا جواب دے پھر مین تیرے اعتراض کا جواب دونگا اس ہندو
نے کہا پوچھو اس عالم نے کہا بھلا اگر کوئی شخص کسی ملک مین وارد ہو اور وہان کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک
عورت کو پکانے کے واسطے رکھے اور اس منکوحہ سے اسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر وہ شخص سفر کو جانے لگے تو اس لڑکے
کو کس کے سپرد کرے اس پکانیوالی کے یا اس لڑکے کی ماں کے ہندو نے کہا کہ ماں کے ہوتے پکانیوالی کو ہرگز سونپنا نچاہیئے
کیونکہ وہ لڑکا اپنی ماں کا بیٹا ہے کچھ پکانیوالی کا بیٹا نہین ہے فقیہ نے کہا تو نے خوب بات کہی اب اپنے اعتراض کا جواب سن لے کہ روح
آسمانی جب دنیا کے گھر مین آئی تو ایک بدن زمین سے بنا کر اسکو ملا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور لباس اور رہنے سہنے کی

ف قصہ ایک ہندو دانشمند کا

جگہہ اور طرح طرح کے فائدے اسکو زمین سے پہنچے اور آگ سوائے پخت و پز کے اور آدمی کے کچھ کام نہین آتی چنا
کمال فائدہ آگ کا یہہ ہی کہ جو کچی چیزین زمین سے اُگتی ہین ان کو پکا دیتی ہی بس آدمی کی ماگویا زمین ہی اور باور
اسکی آگ ہی پھر جسوقت روح نے جو بدن کے باپ کے مانند ہی چاہا کہ عالم برزخ کو جاوے ناچار اپنے بیٹے کو کہ
بدن ہی اسکی ما کے حوالے کریگا نہ اس پکانے والی کو ہندو نے اس تقریر کو سنکے قبول کیا اور قایل ہوا اور یہہ
بھی ہی کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو گویا پراگندہ کر دینا ہی اسواسطے کہ اس سبب سے روح کا علاقہ بدن سے
بالکل چھوٹ جاتا ہی اور آثار اس عالم کے اس روحکو کم پہنچتے ہین اور کیفیتین اس روح کی بھی اس عالم مین بہت کم
سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرنے مین سب اجزا بدن کے اپنے مقام اور اپنے حال پر برقرار رہتے ہین تو روح کا
علاقہ بدن سے نظر اور عنایت کے راہ سے بحال رہتا ہی اور زیارت کرنیوالون اور دوستون اور فایدہ لینے
والون کی طرف توجہ روح کا آسانی سے ہوتا ہی اسواسطے کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا بھی مکان
معین ہی اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی اس مقام پر جو اسکے بدن کا مدفن
ہی واقع ہوتے ہین تو آسانی سے فایدہ بخشتے ہین تو جلا دینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہی اور دفن کرنا گویا
روح کا ٹھکانا بنا دینا ہی اسیواسطے اولیاء اللہ اور صلحائے مومنین سے جو دفن کئے گئے ہین نفع اور فایدہ
جاری ہی اور مدد اور فایدہ بھی انسے متصور ہی برخلاف جلائے ہوئے مردون کے کہ ہرگز یے چیزین انکے
مذہب والون کے نزدیک بھی ان سے وقوع مین نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ دفن کرنیکا طریقہ آدمی
کے حق مین ایک بڑی نعمت ہی پھر اگر بعضے ان مین سے اس نعمت کا بھی کفران کرین جیسے اور نعمتونکا کرتے ہین
تو ان سے کچھ شکوہ نہین ہی کیونکہ آدمی کی جبلت مین کفران نعمت ہی اور فقط اسی نعمت پر
اسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ ثُمَّ اِذَا شَاۤءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہیگا زندہ کرکے اسکو قبر سے باہر نکالیگا
کہ بدلا اپنے کامون کا آخرت کے عالم مین ابدالآباد تک چکھے اور ہمیشہ کی زندگانی پاوے ہرچند کہ یہہ نعمت اب
تک وقوع مین نہین آئی تاکہ نعمتون معلومہ مذکورہ کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل کو تھوڑا غور اور تامل کرنیسے معلوم
ہو سکتا ہی کہ اس نعمت کے وقوع مین کچھ شبہہ نہین ہی اسواسطے کہ اس حالت مین جو کسی چیز نے اللہ تعالے
کی مشیت سے مخالفت نہین کی ہی تو اس حالت مین بھی کوئی چیز اسکی مشیت سے مخالفت نہین کر سکتی تو مرنے بعد جینا بھی ضرور

ہوگا اسیواسطے اس نعمت کو مشیت کے وقت پر معلق فرمایا ہے اور آدمی کی پہلی پیدایش دلیل صریح اور برہان واضح
ہے اسکی دوسرے بار کی خلقت پر پھر اس نعمت کا بھی اگر آدمی جہالت اور نادانی سے انکار کرے تو اسکی حماقت اور نادانی
سے بعید نہین ہے اور جو یہان پر گمان اس شبہے کا تھا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے کہ جو ہمکو پیدایش کی شروع سے
بزرگی اور کرامت سے سرفراز فرمایا ہے اور جینے مرنے مین دوسری مخلوقات سے معزز اور ممتاز کیا ہے تو آخرت
مین بھی ہمارے ساتھ اسیطرح بخوبی پیش آوینگے بموجب اس قول کے کہ نواختہ را نہ باید انداخت و عزیز کردہ
خود را ذلیل نہ باید ساخت اور یہ بھی ہے کہ دوسرے بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی انسان ہی ہونگا اور انسانیت
البتہ موجب اکرام و تعظیم کی ہے سو اس گمان کے دفع کرنے کے واسطے فرماتے ہین کہ کَلَّا یعنے ہرگز ایسا گمان
کرنا نہ چاہیئے اس واسطے کہ اول کا اکرام اس جہت سے تھا کہ ابھی وہ مصدر گناہون کا نہین ہوا تھا اور بعد
گناہ کرنے کے پھرانے کے وقت ہرچند کہ اس کو پھر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان ہوگا جو مصدر
گناہون کا ہو چکا ہے اس حال کے اعادے کی حالت کو پہلی حالت پر قیاس کرنا نہ چاہیئے اور سابق کے معزز اور مکرم ہونے
سے کرم لاحق کا امیدوار ہونا نچاہیئے اور کسطرح سے آدمی کرم لاحق کی امید سے اپنی خاطر جمع کریگا اور اسپر پھولیگا
اور اسکا حال یہ ہے کہ لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہنچایا ہے اس چیز کو جو اسکو
فرمایا ہے اسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اگر اسکے فرمان کو سرانجام کو پہنچاتا اور عہدے سے بندگی کے
بر آتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام کی اسکو بجا تھی اور اب تقصیر اور نافرمانی کی صورت مین خوف کرنا اور
ڈرنا چاہیئے بلکہ امیدوار ذلت اور خواری کا رہنا چاہیئے اور وہ جو کہتے ہین کہ نواختہ را نہ باید انداخت و
عزیز کردہ خود را ذلیل نہ باید ساخت واقعے کے خلاف ہے بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد اکرام کے سزاوار
تذلیل اور تحقیر کے ہو جاتی ہین اور اگر اسبات مین کچھ شک ہو تو فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ پھر چاہیئے
کہ آدمی اپنی خوراک کی طرف دیکھے کہ کس طرح کا ناپاک فضلہ ہو جاتی ہے بعد اسبات کے کہ نہایت عزت
اور ستھرائی اور احتیاط سے پائی جاتی ہے اور وہی عنایتین اللہ تعالیٰ کی اسکے پیدا کرنے مین مصروف
ہوتی ہین جو آدمی کے پیدا کرنے مین مصروف ہوئی تھین چنانچہ اسبات مین بخوبی غور کرے کہ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ
صَبًّا تحقیق ہم نے بہایا پانی آسمان سے جیسا کہ حق ہے بہانیکا جو آدمی کے نطفے بہانیسے کہین زیادہ اور بہت ہے

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر پھاڑ ا ہمنے زمین کو جیسا کہ پھاڑ نیکا حق ہے جو کھونٹنے سے بیچ دان کے بہت زیادہ ہے جو آدمی کہ تولد کے وقت کھولا جاتا ہے اور یہ عنایتین ایک ضعیف گھانس کے حال پر تھین جو زمین سے باہر نکلنے کی قدرت نہین رکھتی تھی فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اگائے ہمنے اس زمین مین دانے جو قوت کے قابل ہین جیسے گیہون اور چنے وَّعِنَبًا اور انگور جو قوت بھی ہے اور میوہ بھی اور دوا بھی اور شراب بھی وَّقَضْبًا اور جڑین جو قابل کھانے کے ہین جیسے شلجم اور گاجر اور چقندر اور شکرقند کہ کھانے مین نہایت قوت بخشتی ہین پھر اگر ان کو کچا کھاؤ تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتے ہین اور اگر پکاؤ تو معقول سالن ہے اور اگر مربا یا آچار بناؤ تو میوے کا حکم پیدا کرتے ہین وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون کو جو تیل بھی ہے اور سالن بھی ہوسکتا ہے وَّنَخْلًا اور کھجور جو قوت ہے اور میوہ بھی اور سالن بھی اور اس سے نبیذ اور دوشاب بھی بنتا ہے جو پیا جاتا ہے اور سرکہ بھی بنتا ہے وَّحَدَآئِقَ اور باغ چار دیواریون کے جن مین طرح طرح کے میوے اور دوا ؤن کے درخت بوئے جاتے ہین اور جمنے ہین غُلْبًا گھنے درختون والے جنکی ٹہنیان موٹی موٹی ہین عرب کی لغت مین جس اونٹنی کی گردن پر بہت بال ہون اسکو غلبا کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر بہت بال ہوتے ہین اسکو بھی اسد اغلب کہتے ہین اور یہان پر جس باغ کے درخت گنجان اور دراڑ کی موٹے موٹے ہون اسکو بطور استعارہ کے غلبا فرمایا ہے وَّفَاكِهَةً اور دوسری قسم کے میوے جو باغون نہین ہوتے ہین بلکہ جنگل اور پہاڑ مین ہوتے ہین وَّاَبًّا اور سبطرح کی گھاس جو خود بخود اوگتی ہے کوئی اسکو بوتا نہین مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ کام چلانے کو تمھارا اور تمھارے چارپایون کا یعنے بعضی قسمین ان چیزون مین سے جو مذکور ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گھاس اور بھوسہ اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورون مین جیسے اناج کے دانے اور بعضی اس قسم کی ہین کہ اچھی اچھی ان مین سے آدمی کھاتے ہین اور بھوسی اور چھلکے اور گٹھلیان اور پتے ان کے جانور کھاتے ہین پھر کھانے کے بعد کسقدر ذلیل اور حقیر ہو جاتی ہین یعنے گوہ اور گوبر اور لید ہو جاتی ہین اور اسکو گھرون سے دور پھینک دیتے ہین اور اسکی بدبو کے سبب سے اُسنے نفرت کرتے ہین اب اس پہلے کرم کو اور اس پچھلی ذلت کو قیاس کرنا چاہئیے اور مغرور ہونا چاہئیے بڑا فرق ہے اسیواسطے ہین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دیکے جھٹ پٹ ذلیل اور خوار کرڈالتے ہین کہ غلیظ

ناپاک ہوکے باہر نکلتا ہے اور آدمی خوب اسکو جانتا ہے اور بزرگی آدمی کی بعد مدت دراز کے ذلت سے بدلی جائے گی اور اس مدت کی حد معین ہے وہ یہہ ہے فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ پھر جب آوے وہ غل کہ بہرے کردے جہان والون کے کان اور یہہ اشارہ صور پھونکنے کی طرف ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے باوجود اسبات کے کہ اسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور بچپن سے اسکے ساتھ الفت تھی اور مدد اور تائید اور مشورت ایک دوسرے کی آپس مین رہتی تھی وَأُمِّهِ اور اپنی ماسے جسکو بھائی سے بھی زیادہ دوست رکھتا ہے اور اسکے ذمے اُس کے حق بھی بہت ہین وَأَبِيهِ اور اپنے باپ سے جسکی تعظیم ماسے بھی زیادہ ہے اور حق بھی اسکا بڑا ہے بلکہ گویا بیٹا اسیکا ہے وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی جوروسے جو آدمی کو ماباپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے کیونکہ اسکے ساتھ دم مرگ تک صحبت منظور ہوتی ہے اور ماباپ کے حق کو جانتا ہے کہ خواب وخیال تھا جو گذر گیا اب انسے کچھ واسطہ نرہا وَبَنِيهِ اور اپنے بیٹون سے جو آدمی کو عورت سے بھی زیادہ پیارے ہوتے ہین اس واسطے کہ ان کو اپنے مرنے کے بعد اپنا قایم مقام جانتا ہے اور ذکر کرنے مین ان قرابتون کے ترقی ادنی سے اعلی کی طرف منظور ہے چنانچہ ظاہر ہے اور جب آدمی باوجود ان قرابتون کے انسے بھاگے گا تو غیرون سے بطریق اولی بھاگیگا کہتے ہین کہ اول جو شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بھاگیگا کہ دنیا کے خون کے عوض مین اس کو پکڑے نہین اور اول جو شخص اپنے ما اور باپ سے بھاگیگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے کہ مبادا شفاعت کے واسطے الحاج وزاری کرین اور کافرون کے حق مین شفاعت مقبول نہین ہے اور اول جو شخص اپنی عورت سے بھاگیگا حضرت نوح اور لوط علیہم السلام ہونگے کہ ان دونون کی عورتین منافق تھین اور منافق کے بھی حق مین شفاعت قبول نہین ہے اور اول جو شخص اپنے بیٹے سے بھاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ انکا بیٹا کنعان کافر مرا تھا اور علمانے اختلاف کیا ہے اسبات مین کہ اسدن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کیا وجہ ہوگی بعضے کہتے ہین کہ یہہ حق کے طلب کرنے کے خوف سے ہوگا کہ مجھسے جو کچھ انکی حق تلفی ہوئی ہے مبادا کہ مجھے دیکھکر طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرضخواہ سے بھاگتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی اپنے آشناؤن دوستون سے زیادہ بھاگے گا غیرون اور ناآشناؤن کی نسبت سے کیونکہ دنیا مین اُن سے

کچھ معاملہ نہ رکھتا تھا کہ مطالبہ کا خوف ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگیگا کہ ایسا
نہو اس ناتے والے یا آشنا کو دوزخ کو لیچلین اور مجھکو اُسکے چھڑانے کے واسطے اپنی نیکیون مین سے کچھ دنیا
پڑے یا اسکے کچھ گناہ اپنے ذمے پر لینا پڑین چنانچہ قحط سالی کے دنون مین اسیقسم کے خوف سے اپنے
اقربا سے کم التفاتی کرتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ اس سبب سے بھاگیگا کہ تکلیف اور عذاب انکا دیکھا نہ جاویگا
اور قدرت شفاعت کی اور طاقت نیکیان دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا ناچار ان کی نگاہون سے چھپ جاویگا
اور صحیح یہہ بات ہے کہ ان سب جہتون کے سبب سے بھاگے گا کوئی ❊ ایک جہت سے کوئی دو جہت سے
کوئی تینون جہتون سے بلکہ اس دار و گیر کے دن ہر شخص اپنے حال مین گرفتار رہیگا اور دوسرے کی
طرف کچھ التفات نکریگا چنانچہ فرمایا ہے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ہر شخص کے واسطے
جو مذکور ہوئے ہین اسدن ایک حالت ہوگی کہ وہ کفایت کرے گی اسکو غم اور تشویش ❊ کھینچنے مین یعنے
اتنی فرصت نہ پاویگا کہ دوسرے کے حال کی طرف متوجہ ہو اور اسکی خبر لے سو جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ
عزت اور ذلت مین مختلف ہوجاوینگے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ کتنے منہ اسدن مُّسْفِرَةٌ روشن ہونگے اس
واسطے کہ ایمان کا نور ان کے باطن سے ظاہر کی طرف جلوہ گر ہوگا اور اُن کے چہرون کو روشن کر دیگا
ضَاحِكَةٌ ہنستے ہونگے انعام و اکرام کی توقع پر کہ آثار اسکے اپنے مین دیکھینگے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیان
کرتے اسواسطے کہ دم بدم انعام و اکرام مین زیادتی پاوینگے اور اسباب خوشی اور خورمی کے ساعت بساعت
بڑھتے جاوینگے وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ اور کتنے منہ اسدن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر سیاہی اور گرد و
غبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہون کی تاریکی کے جو باطن مین اُن کے گھر کر گئی تھی اور جم گئی تھی سو اس
وقت ظہور کرے گی تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چڑھی آتی ہے اس پر سیاہی اور یہہ سیاہی کفر کی ہوگی اور کفر
اگرچہ دل کی تہ مین ہوتا ہے اور گناہون کی سیاہی سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے لیکن اس کی سیاہی
غالب ہوکر ظہور مین گناہون کی تاریکی کے اوپر آجاوے گی جیسے تیل کہ کتنا ہی اس کو پانی کے نیچے کرین اوپر آجاتا ہے
أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہی لوگ یعنے وے سیاہ رو جو اوپر مذکور ہوئے ہین کافر بدکار کہ کفر بھی
کرتے تھے اور گناہ بھی اسی سبب سے کمال ذلت اور خواری کے سزاوار ہوئے اور ان کی انسانیت کچھ انکے کام آئی

اور اکرام کے لایق نہ ہوتے باوجود اسباب کے کہ پہلی بار دنیا کی پیدایش مین یہ لوگ معزز اور مکرم تھے اور تمنا الٰہی ان کی پرورش کے واسطے مصروف ہوئی تھی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ ان لوگون کا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے تھے اور جو لوگ کہ فقط کفر یا فقط گناہ کرنے تھے ان کیواسطے ایک ہی رنگ پر اکتفا کی جاویگی اور فرق یہہ ہوگا کہ گناہون کا رنگ سیاہ و نیلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بھجنگا اب باقی رہا یہان پر ایک سوال اور وہ یہہ ہی کہ اس سورت کے اوّل مین جناب باری کا عتاب اور غصّہ ایسے پیغمبر جلیل القدر پر مذکور ہی بظاہر عقل مین یون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس عتاب و خطاب کو پوشیدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے تاکہ وے پیغمبر علیہ السلام کو خبردار کردیتے سوا اسکے خلاف یہہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اس سبب سے ہمیشہ تلاوت کرنے والون اور قاریون کی زبان پہ جاری رہے گا اور بار بار لوگون کو یاد آوے گا ایسے قصّے کو قرآن مجید مین صراحۃ بیان کرنے سے کیا فائدہ ہی جواب اس کا یہہ ہی کہ اس قصّے اور خفگی کے بالتصریح بیان کرنے مین بہت سے فایدے تھے یعنے آداب تعلیم اور ارشاد کے قاعدے حسن اخلاق کے سو منظور ہوا کہ اس قصّے کو تمام فایدون کے ساتھ قرآن مجید کا جز کردین تاکہ لوگ ہمیشہ اس سے فیضیاب ہوا کرین اور محروم نہ رہین اب ان فایدون سے جو اس قصّے مین پوشیدہ ہین بعضے ان مین سے بیان کئے جاتے ہین اور باقی سننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب پر سونپے جاتے ہین اوّل فایدہ یہہ ہی کہ کبھی کبھی پیغمبر بھی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے زور سے شرع کے قواعد کے موافق ایک حکم نکالتے ہین اور وہ حکم کبھی خطا بھی ہوجاتا ہی لیکن حضور خداوندی سے پیغمبرونکو اس خطا پر جلد آگاہ کردیتے ہین چنانچہ اس قصّے مین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم یون سمجھے تھے کہ نفع عام کو خاص کے نفع پر مقدم رکھنا چاہئے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر ترجیح دینا چاہئے اور اس راہ سے بدلے ہوئے لوگون کو تابعدار کرنا چاہئے اور جو شخص کہ خود طالب اور جویا اور شوقین ہی فی الفور اس کی طرف التفات ضرور نہین ہی اسواسطے کہ طلب اور شوق اسکا اسکو ٹھکانے پر پہنچاوے گا اور اس سمجھ مین خطا یہہ تھی کہ وہان عام کا نفع موہوم تھا اور خاص کا نفع ظاہر تھا اور عام کے نفع کو خاص کے نفع پر اس وقت مقدم کرتے ہین کہ دونون معلوم ہوبن یا دونون موہوم ہون لیکن موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدے کے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر اس وقت

پیغمبرون سے بھی کبھی اجتہاد مین خطا واقع ہوتی ہی

[illegible] کا سبب

ترجیح دینا چاہیئے جس وقت دعوت اسلام قبول ہونا یقینی ہو اور جو قبول ہونیکا یقین نہ ہو تو حجت کا الزام ایک بار سے بھی ہوجاتا ہی کچھہ حاجت خوشامد اور چاپلوسی کرنے کی نہین ہی اکہ دوسرے امورات دین کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہووے اور اسیطرح سے تابعدار کرنا بد لوگون کا اسوقت ضرور ہے کہ ان کے تابعداری کی توقع ہو اور نا امیدی کی صورت مین گویا ٹھنڈے لوہے کو پیٹنا ہے اور اسپر بھی اگر غرض صالح کا اشتباہ غرض فاسد سے ہوتا ہو تو اس غرض صالح کو بھی موافق حکم شرع کے چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ اس جگہہ پر خاطرداری کرنا اغنیا کی اور اندھے ضعیف اور محتاج فقیر سے منہہ پھرانا محل ریا کی تہمت کا اور دنیادارون کی پاس خاطر کا ہوا جاتا تھا تو ایسے وقت مین اس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے تھا بموجب اس قول کے کہ اِتَّقُوا مِنْ مَوَاضِعِ التُّهَمِ یعنے بچو تم تہمت کے مکانون سے دوسرا فایدہ یہہ ہی کہ کبھی ایسی چیز پر جس کا گناہ ہونا ابھی معلوم نہین ہوا ہی لیکن اسکے کرنے والے پر اس کی استعداد کی قوت اور حالی منصبی کی راہ سے نامعلوم پہ بھی خفگی اور شکوہ متوجہ ہوسکتا ہی چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اس فعل کا معلوم نہ تھا لیکن تو بھی خفگی ہوئی تیسرا فایدہ یہہ ہی کہ واجب التعظیم کے واسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہی گو کہ وہ اس تعظیم پر مطلع نہو کیونکہ وہ اندھا نابینائی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی کیفیت سے واقف نہ ہوا تھا کہ ترش روئی ہی یا خندانی اور میری طرف متوجہ ہین یا منہہ پھیرے ہین تا کہ اسکو خوشی یا رنجیدگی حاصل ہوتی لیکن چونکہ ایماندار تھا اور خدا کی راہ کا طالب اس واسطے اسکی تعظیم ضرور تھی پس اسکے ترک کرنے پر خفگی ہوئی اسی واسطے حدیث مین وارد ہی کہ تَرْكُ السَّلَامِ عَلَى الضَّرِيرِ خِيَانَةٌ یعنے سلام علیک ترک کرنا اندھے سے اسلام کے حق کی خیانت ہی کیونکہ اگرچہ وہ سلام علیک کے ترک کرنے سے رنجیدہ نہ ہوا لیکن اسلام کا حق تو تلف ہوا چوتھا فایدہ یہہ ہی کہ کفار کی طرف میل کرنا اگرچہ باعتبار کسی نیک غرض شرعی کے رخصت ہی لیکن ضرر سے خالی نہین ہی پانچوان فایدہ یہہ ہی کہ اہانت اور منہہ پھرانا مسلمان سے اگرچہ بے قصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہین ہی چھٹا فایدہ یہہ ہی کہ دوستون کی تقصیرات پر بھی تنبیہ اور خفگی چاہیئے کہ یہہ دوستی کے باقی رہنے کی نشانی ہی بموجب اس قول کے وَيَبْقَى الْوُدُّ مَا بَقِيَ الْعِتَابُ یعنے جبتک غصہ اور شکوہ باقی ہین دوستی بھی باقی ہی غصہ کرنا اسوقت موقوف کرتے ہین جب دوستی کو موقوف کرنا منظور ہوتا ہی

سیا توان فایدہ یہہ ہے کہ اگر حاکم کسیکو ایک عہدے پر مقرر فرماوے ہرچند کہ وہ اُس سرکار کا مقرب ہو
اور عالی مرتبہ لیکن اس کے احوال کی باز پرس سے اور اسکے کامون کی دریافت سے غافل ہونا نہ چاہیئے اس
واسطے کہ یہہ پوچھ پاچھ حکومت کی شرط ہے اور ملک داری کو لازم ہے مطلق العنان کرنا عہدہ دارون اور
کارپردازون کا مملکت مین رخنہ ڈالتا ہے آٹھوان فایدہ یہہ ہے کہ کسی شخص کو چشم حقارت سے نہ دیکھنا
چاہیئے اگرچہ ظاہر حال اُس کا شکستہ اور حقیر ہو اسواسطے کہ معلوم نہین ہے کہ اُس کا مرتبہ اللہ تعالی کے نزدیک
کیا ہے **بیت** خاکساران جہان را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد چنانچہ وہ نابینا
کہ ظاہر مین ایک فقیر حقیر تھا لیکن اسکے سبب سے سارے مخلوقات کے سردار پر عتاب ہوا نوان فایدہ یہہ ہے
کہ طالب علم کو اگرچہ موانع پیش آوین لیکن علم کی طلب نہ چھوڑے کیونکہ وہ اندھا فقیر تھا پھر اُس کا ہاتھ
پکڑنے والا بھی کوئی نہ تھا اُس پر بھی علم کی طلب کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے پاس
آتا تھا پھر اگر علم کی طلب مین اور حق تعالی کی راہ ڈھونڈھنے مین کوئی موانعات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب
کو نہ پہنچیگا اسواسطے کہ کوئی شخص اپنے حال کے موافق موانع سے خالی نہین ہے دسوان فایدہ یہہ ہے کہ اُستاد
اور مرشد کو لازم ہے کہ طالب علم پر اور اللہ کی راہ کے طلب پر جس قدر ہوسکے شفقت اور عنایت کرتا
رہے اور حتی المقدور اسکو اسکے مطلوب کو پہنچا دے گیارہوان فایدہ یہہ ہے کہ معلم اور مرشد کو چاہیئے کہ
طالب علمون اور مریدون مین دنیا کے مال و جاہ کے سبب سے فرق نہ کرے بلکہ شوق کی کثرت اور استعداد کی
قوت کو لحاظ کرکے متوجہ ہوا کرے بارھوان فایدہ یہہ ہے کہ اگر کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کسی سبب سے
کچھ رنج پہنچ جاوے تو اس بزرگ کو لازم ہے کہ اُسوقت اُس کا تدارک کرے کہ یہہ بات کچھ اسکے مرتبے
کو مضر نہین ہے بلکہ اُسکے مرتبے کی زیادتی کا موجب ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتون
کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اُس نابینا کے پیچھے گئے اور اُن امیرون اور سردارون کا جو آپکی مجلس مین
بیٹھے تھے کچھ لحاظ نہ کیا کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے شعر تواضع ز گردن فرازان نکوست گدا گر تواضع
کند خوی اوست تیرہوان فایدہ یہہ ہے کہ جب روٹھے کو مناوین تو چاہیئے کہ اسکے مرتبے کو زیادہ
کرین اور قدیم معمول سے اسکی تعظیم اور تکریم بڑھاوین تاکہ اُسکے زخم کا مرہم ہووے اسواسطے کہ ما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا کو راستے سے پھیر لا کر اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا کانت فی عیال
محمد ما بقیت یعنے تو میری عیال کے حکم مین آیا جب تک کہ تو زندہ ہے تیرا بوجھ مین اٹھاؤنگا چودھوان
فائدہ یہہ ہے کہ ان آیتون کے باقی رہنے سے قرآن مجید مین یہہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالے اللہ تعالی کی وحی پہنچانے مین نہایت امانت دار تھے والا اس عتاب و شکایت کو جو آپ کی ذات
مبارک پہ نہایت گران تھا بلکہ آپ کی کسر شان کا موجب تھا ہرگز عوام الناس کے کان مین نہ ڈالتے چنانچہ
ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی قسم کی بات مین فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم کچھ وحی مین سے پوشیدہ رکھتے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے قصے کو پوشیدہ رکھتے کہ
موجب کمال حیا کا تھا پندرھوان فائدہ یہہ ہے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالے
نے اس طالب علم کی اس صفت سے مدح فرمائی ہے کہ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى سولھوان فائدہ یہہ ہے
کہ اس مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور دوسرے نزدیک کے ناتے
والے جیسے ابوجہل وغیرہ موجود تھے سو اُن سے باوجود قریب ہونے قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
کو ان کی صحبت اور اختلاط پر عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے اقربا اللہ تعالی سے روگردان ہو جاوین
تو ان سے اختلاط اور صحبت کرنا نہ چاہیئے بلکہ غیرون سے جو حق کے طالب ہون صحبت اور اختلاط کرنا چاہیئے
کہ دوست کے دشمنون کو دوست رکھنا برا ہے اور دوست کے دوست سے منہہ پھیرانا خطا ہے اسیواسطے قرآن
مجید مین فرمایا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ
كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یہان سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد مین
بھی استعداد اور شوق والون کو قرابت والون پر مقدم رکھنا چاہیئے سترھوان فائدہ یہہ ہے کہ اگر کسی شخص
پر کسی کے سبب سے جناب الہی سے یا پیغمبر کے حضور سے یا استاد اور مرشد کی طرف سے خفگی ہووے تو اس
شخص سے بغض رکھنا نہ چاہیئے بلکہ اس سے زیادہ دوستی کرنا چاہیئے کہ اس کے سبب سے ایک عمدہ غرض
یعنے ادب حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا کو دوست رکھتے
تھے اور تعظیم کرتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اور اسکی حاجتین روا کیا کرتے تھے واللّٰہ الموفق والمعین وبہ نستعین

سورة اذا الشمس کورت

یہہ سورت مکی ہے اسمین انیس آیتین اور ایک سو چار کلمے اور پانسو چونتیس حرف ہین حدیث صحیح مین وارد ہے عبداللہ ابن عمر کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دنکو دنیا مین ان آنکھون سے دیکھے تو اسکو چاہئے کہ اذا الشمس کورت کی سورت کو پڑھے اور یہہ بھی حدیث مین ہے کہ حضرت امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک روز جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑھاپے نے آپ پر شتابی کی یعنے آپکے مزاج مبارک کی قوت سے یہہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر مین یعنے ساٹھہ کے اندر آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہونگے لیکن یہہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع مین آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ان پانچ سورتون نے بوڑھا کردیا یعنے سورہ ہود اور سورۂ واقعہ اور سورۂ والمرسلات اور سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے یعنے ان سورتون مین جو عذاب الٰہی دنیا اور آخرت مین نبیون کی امتون پر اپنے وقت کے پیغمبرون کی مخالفت کرنے سے جو گذرا ہے یا گذرے گا وہ سب مذکور ہے سو مجھکو ان سورتون کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کردیتا ہے چنانچہ اس شعر کا مضمون اسی پر دلالت کرتا ہے سَئَلْتُ مِنَ الْاَطِبَّاءِ ذَاتَ یَوْمٍ اَخْبِرُنِیْ بِمَا شَیَّبَنِیْ قَالَ بَلْغَمٌ فَقُلْتُ لَهٗ عَلٰی خَبِیْرٍ اخْتِیَارَامٍ لَقَدْ اَخْطَاْتَ فِیْمَا قُلْتَ بَلْ غَمٌّ یعنے پوچھا مین نے طبیبون سے ایک دن کہ بتاؤ مجھکو کس چیز نے بوڑھا کیا مجھہ کو کہا بلغم نے پھر کہا مین نے انکو یہہ بات تمھاری پوری نہین ہے تحقیق خطا کی تمنے بلکہ غم نے مجھکو بوڑھا کیا ہے لیکن بوڑھے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوی کا اور بدن کی سستی مراد ہے نہ سفید ہونا بالون کا کیونکہ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سفید نہین ہوئے تھے کہ دیکھنے والون پر ظاہر ہو وین چنانچہ انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہین فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مبارک اور ریش مبارک مین سفید بال بیس تک نہین پہنچے تھے اور ظاہر ہے کہ اس قدر بال دیکھنے والون کو بھی معلوم نہین ہوتے اور عرف مین بھی اسقدر سفیدی کو بڑھاپا نہین کہتے ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ عبس سے یہہ ہے کہ اول مین اس سورت کے وصف قرآن مجید

کے اسطور سے مذکور ہین کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ اور آخر مین اس سورت کے بھی یہی مضمون ساتھ ترتیب معکوس کے مذکور ہے کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ اور اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور آخر مین اس سورت کے قیامت کا اور اسکے اوصاف اور ہول اور سختیونکا ذکر ہے کہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ اور اس سورت مین بھی اول اسی مضمون کو خوب شرح اور لبط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس سورت کا نام تکویر ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ اس سورت مین اوّل اسی حادثے کا مذکور ہے یعنے آفتاب کا نور زایل ہو جانیکا اگرچہ اس سورت مین قیامت کے بارہ حادثے یاد فرمائے ہین لیکن ان سب حادثون سے یہہ حادثہ نہایت سخت ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ جو حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہوتا ہے وہ بہت سخت ہوتا ہے اس حادثے سے جو مقصود بالذات کے غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا آدمی کے جان کا جو مقصود بالذات ہے زیادہ سخت ہے ضایع ہونے سے مال کے اسواسطے کہ مال جان کے نفع کے واسطے مطلوب ہے نہ بالذات اور دوسرے یہہ بھی ہے کہ جس حادثے کو دوسرا حادثہ معارض نہو تو وہ بہت سخت ہوتا ہے اس حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے اسواسطے کہ معارضہ کی صورت مین شدت حادثے کی کم ہو جاتی ہے مثلاً ایک طرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو اور دوسری طرف سے توقع مال وجاہ کی دامن گیر ہو تو اس وقت مین جانی حادثے کو چندان سخت نہین جانتا بلکہ اس حادثے سے جی نہین چراتا ہے اور یہے بارہ حادثے قیامت کے جو اس سورت مین مذکور ہین سو ہر ایک ان مین سے یا مقصود بالذات کے غیر کو صدمہ پہنچاتا ہے جیسے پوست اتارنا آسمان کا کہ آسمان کو خراب کر ڈالے گا اور آسمان بہ نسبت اہل دنیا کے مطلوب بالذات نہین ہے کیونکہ فایدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون سے ہے اور آسمان مانند ایک صندوقچے ہے کہ اس مین جواہر یا عمدہ لباس رکھتے ہین اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر اور اسباب سلامت رہا تو کچھ ٹوٹنا اس کا چندان گران نہین گذرتا ہے اور یا معارض دوسرے کے ساتھ ہے کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہے جیسے تسعیر جحیم کی یعنے بھڑکانا دوزخ کا کہ مقابلے مین اسکے ازلاف ہے یعنے پاس لانا جنت کا بھی ہوگا سوائے اس حادثے کے کہ ایک تو مطلوب بالذات کو یعنے آفتاب کی شعاع کو صدمہ پہنچاوے گا دوسرے یہہ کہ مقابلے مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا موجود نہوگا اور بے نور کرنا آفتاب کا

نفس انسانی کے حالات وجدانی کھولنے کے واسطے بہت بڑی عمدہ چیز ہے یعنے اسکی روشنی جانے سے
انسان پر سب چیزین پوشیدہ منکشف ہوجاوینگی اور اسکی وجہ یہہ ہے کہ آفتاب کی شعاع اور چمک پردہ
اور حجاب ہوتی ہے آدمی کو معقولات اور وجدانیات کے دریافت کرنے مین اگرچہ ظاہر اور محسوس چیزین
اسکی روشنی سے معلوم ہوتی ہین اسی سبب سے عقلی چیزون مین فکر کرنے کے واسطے رات کا وقت مقرر کیا گیا
ہے اور خواب دیکھنے کا بھی وہی وقت ہے اور کیفیات نفسانی کی زیادتی کا بھی جو عاشقون کو اور مریض درد مند
و مصیبت زدون کو پیش آتی ہین وہی وقت ہے اور اہل مراقبہ اور توجہ بھی اسیوقت نسبت باطنیہ کو
اپنی بڑھاتے ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والے بھی اسیوقت اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ
ہوجانا ستارون کا دریائے شور کے بھڑکانے سے اور پہاڑون کی جنبش سے مقابلے مین اس حادثے
کے کچھ بزرگی نہین رکھتا کیونکہ ستارے اکثر سیاہ اور بے نور ہوجاتے ہین اور دریائے شور بھی آدم کے
حوایج ضروریات مین سے نہین ہے تاکہ اسکو مقصود بالذات تصور کیجئے اور اسیطرح پہاڑون کا چلنا
اور دوسرے حادثون کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اب بیان کرتے ہین ہم اس بات کو کہ ان بارہ حادثون
کو کسواسطے اس مقام پر خاص کرکے مذکور فرمایا ہے سو اسکی وجہ یہہ ہے کہ یہان نفس انسانی کے انقطاع
کا بیان کرنا منظور ہے اپنے مالوف اور مضرات کی طرف متوجہ ہونے سے اور کشادہ ہونا اسکے شعور اور
فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالون کی صورت مثالیہ کا اور کھل جانا ہر انیک و بد کام
کی جزا کے مقدار کا جو حاصل مضمون عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ کا ہے اور ہر حادثہ ان بارہ حادثون سے
اس امر مین دخل رکھتا ہے سو آفتاب کی تکویر اور سیاہ ہونے سے ستارون کے نفس انسانی کا تعلق جو
اپنے حوائج مین آسمان کے ساتھ تھا منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ نفع لینا آفتاب اور ستارون سے یا دیکھنے کی
چیزون سے تھا یا تبدیل فصلون اور موسمون کی معلوم کرنا یا مہینے اور چاند کو دریافت کرنا یا کسے گے نے
والے حادثے کا اول سے حال معلوم کر لینا کہ یے چیزین چمک اور حرکتون سے انہی اجرام کے علاقہ رکھتے ہین سو یہہ
جہت آسمانی اس عالم کی اس انقلاب سے خراب ہوجائیگی اور یہہ انتظام بگڑ جائیگا اور چلنے سے پہاڑون
کے اور تھرتھرانے سے زمین کے امید زمین کے ٹھہراؤ کی نہ رہے گی اور اس سبب سے کھیتی

اور میوون اور چشمون اور نہرون اور معادن یعنے زمین کے اندر کی چیزون سے امید منقطع ہوجائے گی
اور صحن اسکے گھر کا خراب ہونا شروع ہوگا اور بسبب تعطیل عشار کے توجہ اسکی خبرگیری سے گھر کے دوسرے
جانورون کی خبرگیری سے غافل ہونا بطریق اولی ہوگا اور دودھ اور گھی اور صوف اور پشم اور نسل کیطرف
توجہ نہ رہیگا گویا اس انقلاب سے باورچی خانہ اور خزانہ اس کا خراب ہوجائیگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے
ہمت اسکی جنگل کے جانورون کے شکار اور تسخیر سے پسپا ہوجائگی اور جو نفع کہ پوست اور پشم اور مشک نافہ وغیرہ سے
حاصل کرتا تھا وہ بالکل منقطع ہوجائیگا اور بسبب بھڑک اٹھنے دریاؤن کے کشتی کے سفر سے اور دریائی جانورون
کے شکار سے اور دریائی تجارتون سے اور موتی مونگا عقیق عنبر کے نکال لینے سے طبیعت مایوس ہوجائے گی اور یہ
چھے حادثے عالم دنیا سے اور انسان کے جسم سے متعلق ہین پھر بعد اسکے نیک نفوسکا باہم یعنے جفتوا اور شریر نفوسکا اپنی ہم جنسو یعنے سے ملنا اور
ہر ایک کی کیفیات نفسانیہ کا منعکس ہونا دوسرے کے قلب پر اور منکشف ہوجانے سے احوال باطنی کے ہر شخص کو
اپنی وجدانیات کماحقہ ظاہر ہوجاوینگے اور اپنے کو بالاجمال اہل خیر و شر سے معلوم کرے گا اور سوال کرنیسے موودہ کے
یعنے دبکی ہاتین
یعنے جسکا نفس بالکل اس جہان سے سادہ گیا تھا معلوم کرلیگا کہ فہم اور شعور انسانی نے ایک وسعت عظیم پیدا کی ہے کہ اس
قسم کی الواح سادہ بھی نقش پذیر سوال و جواب کی ہوئے ہین اور یہہ بھی معلوم کرلیگا کہ اس عالم مین ہر ادنی اور اعلی چھوٹا
اور بڑا اپنے حقوق کے پھر پانے مین برابر ہین کتنا ہی ناتا رشتہ درمیان ہو کسی سے کسیکا حق نہ چھوٹیگا اگرچہ ماں باپ
ہون اور بسبب کھولے جانے صحیفون اعمال کے تفصیل اپنے افعال و اقوال کی دریافت کریگا اور بسبب پوست اترنے آسمان کے جو کنایت
ہے عالم مثال کی تجلی سے کہ جسکی اصل افلاک کی قوت خیالیہ ہے اپنے اعمال کی مثالیہ صورتون کو دیکھ لیگا اور حقیقت حال کو معلوم کرجائیگا
مصرع کہ با کہ باختہ ام عشق در شب دیجور اور بھڑکا دینے دوزخ کی آگ کے اور نزدیک لانے سے بہشت کے آرایش اور سجاوٹ
سے ہر ایک کے عملون کی جزا کے موافق کہ خواہان اسکی مثالیہ صورت ہوگی نہایت روشنی حاصل ہوگی اسوقت مضمون علمت
نفس ما احضرت کا بخوبی جلوہ گر ہو ویگا اور یہ چھے انقلاب آخرت کے عالم سے اور انسانکی قوائے عقلیہ اور
خیالیہ سے تعلق رکھتے ہین اس تقریر سے وجہ اس ترتیب کی رعایت کی بھی ظاہر ہوگئی اور یہہ بھی ثابت ہوگیا کہ عالم برزخ مین
نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت کے اسطرح کی اطلاع اپنے اعمالون کے احوال پر ممکن نہین ہے کیونکہ ہنوز آسمان و زمین
قایم ہین اور تعلق اس کا اپنے مکانات اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ اقربا اور بنی نوع کے حال پر اور اپنے گذرے

حالات کی یا د ہنوز منقضی نہین ہوئی ہی اور ملنا عالم غیب سے بطور خلوص اور کمال کے اسکو حاصل نہین ہوا اسیو اسطے اس عالم کو برزخ کہتے ہین کہ ایک وجہ سے دنیا کے احکام رکھتا ہی اور ایک وجہ سے آخرت کے جیسے کسی شخص نے کسی شہر مین بہت مدت گذران کی پھر کسی اور شہر کو چلا گیا اور ہنوز گھر اس کا اس پہلے شہر مین موجود ہے اور اقارب بھی اسکے وہان رہتے ہین اور خط کتابت کی بھی آمد و رفت جاری ہی ایسی حالت مین انقطاع کلی اسکو اس شہر سے ممکن نہین ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جوقت کہ آفتاب لپیٹا جاویگا تکویر کے معنے عرب کی لغت مین گرد لپیٹنے کے ہین کسی چیز کو جیسے رسی یا پگڑی کہ اسکو حلقہ کرکے لپیٹتے ہین چنانچہ كَوْرُ الْعِمَامَةِ جو پگڑی کے پیچ کو بولتے ہین سو اسی لفظ سے نکلا ہی اور آفتاب جو شعاعین دراز رکھتا ہی سو موقوف کرنے کو اس شعاع کے ذہن مین تشبیہ لپیٹنے سے پگڑی کے دی ہی اور اس لفظ کو بطور استعارہ کے استعمال فرمایا ہی گویا کہ جب تک شعاع اسکی پھیلی ہوئی ہی تو مانند اس تھان یا پارچہ کے ہی کہ اسکو کھول کر پھیلا دیا ہی اور جب وہ شعاع زایل ہو جائے گی اور جرم اسکا پنیر کی چکتے کے مانند بے نور رہ جائیگا تو گویا اس تھان کو تہ کر لیا اور حدیث شریف مین وارد ہی اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنے آفتاب اور ماہتاب پنیر کی دو چکتیون کے مانند بے نور پڑے ہونگے قیامت کے دن اور بعضی روایتون مین ثَوْرَانِ عَقِيرَانِ بھی واقع ہوا ہی یعنے مانند دو بیلون کو نچین کٹے ہوؤن کے پڑے ہونگے اور دورا و سیر انکا منقطع ہو جاوے گا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو کہتے ہین اور پنیر کی چکتے کو بھی اور جب تعلق ستارون کی ارواح کا ان کے جرمون سے منقطع ہو جائے گا تو شعاع اور نور بھی زایل ہو جائیگا اور دورا و سیر بھی موقوف ہوگی سو کبھی نور کے زوال پر خیال کرکے پنیر کی چکتے سے نسبت دی ہی اور کبھی حرکت کے موقوف ہونے پر نظر کرکے کونچین کٹے ہوئے بیل سے تشبیہ دی ہی اور ہر چند کہ آفتاب اور ماہتاب دونون موافق حدیث کے مضمون کے اس حادثہ مین شریک ہونگے لیکن یہان پر فقط آفتاب ہی کی تکویر پر اکتفا فرمایا اسواسطے کہ ماہتاب کے جرم کو آفتاب ہی کی شعاع روشن کرتی ہی اور آفتاب کی تکویر لازم ہی ماہتاب کی تکویر کو علحدہ بیان کی کچھ حاجت نہین ہی وَاِذَا النُّجُوْمُ

انکدرت اور جس وقت کہ ستارے میلے ہو جاوینگے اور نور ان کا زایل ہو جائیگا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
منقول ہے کہ ستارے قندیلوں میں نور کی زنجیروں سے لٹکے ہین اور وے زنجیرین فرشتون کے ہاتھون مین ہین جب فرشتے مرجاوینگے
تو وے قندیلین ان کے ہاتھون سے چھٹ جاوین گی اور ستارے گر کے بکھر جاوینگے اور نور ان کا زایل
ہو جائیگا سو اس سورت مین اس انقلاب کی انتہا کا بیان ہے جو ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی سورت مین
اس انقلاب کی ابتدا کا بیان ہے اور اختلاف لفظ نجوم اور کواکب کا جو ان دونون سورتون مین پایا جاتا ہے سو کلام
کے اسلوب معین کرنے کے واسطے ہے اور اسواسطے بھی ہے کہ نجم کی لفظ سے ظہور اشراق کا سمجھا جاتا ہے تو انکدار
اسکو مناسب ہے اور کواکب کی لفظ مین استقرار اور استحکام بوجھا جاتا ہے تو انتشار اسکے ساتھ مناسب ہے وَاِذَا
الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جب پہاڑ چلائے جاوین اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اڑتے جاوین اور پہاڑ جو زمین کے
لنگر اور سنگ فرش کے مانند تھے جب ان کی یہہ حالت ہوگی تو زمین کی حالت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا
چاہیے کہ کیا کچھ اسکی خرابی ہوگی وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جب گابھن اونٹنیان جن کا حمل دس مہینے کا ہو چھوٹی
پھرین اور ان کے مالک ان کی طرف کچھ التفات نکرین ایسی اونٹنی کے تخصیص کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ تعلق انسانی
کا انقطاع اپنے مالون سے بیان کرنا منظور ہے اور سب مالون مین سے جو زیادہ خبرداری سے محتاج ہین سو جانور
ہین اسواسطے کہ سونا چاندی جواہر اور دوسرے اسباب دمبدم محافظت کے محتاج نہین ہین اور زراعت اور
اور درخت اور عمارات اور مکانات اگرچہ محتاج محافظت اور خبرگیری کے ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور ہر ساعت
برخلاف جانورون کے کہ ہمیشہ دھوپ سے چھانون مین اور چھانون سے دھوپ مین باندھنے کے محتاج ہین اور
ہر روز بلکہ ہر دم ان کے دانے پانی گھاس کی خبرگیری چاہیے اسیواسطے تجربہ کارون نے کہا ہے کہ غم نداری بُز
بخر اور سب جانورون مین اعلی اور عمدہ عرب کے نزدیک گابھن اونٹنی ہے خصوصًا جب جنے کے قریب پہنچے
اسواسطے کہ اس مین دو طرح کی خوشی ہے ایک تو بچکی دوسرے دودھ کی اسکے بڑے پن کے سبب سے
دودھ اسکا اور جانورون کی نسبت سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور جو مخاطب اس کلام ہدایت فرجام کے اول
عرب ہین تو رعایت اس چیز کی جو اُن کے ذہن مین جلد آجاوے یا ان کے خیال مین بسما ہو ضرور ہوئی کیونکہ
مقتضا بلاغت کا یہی ہے اور یہان پر ایک اشکال ہے کہ بعضے ذکی الطبع اسکو مشکل جانتے ہین اس کا حاصل یہ ہے

ہی کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کے بعد سب جانور مرجاوینگے اونٹنیاں کہاں ہونگی جو چھوٹی
پھرینگی اور صور پھونکنے سے پہلے قیامت کہاں ہی کہ اونٹنیاں معطل پھرین پھر یہہ بات کون سے وقت کی ہے
اکثر دانشمندون نے کہا ہی کہ یہہ کلام فرضی اور خیالی ہی یعنے بالفرض اگر اسوقت اونٹنیاں اس صفت کے
ساتھ موجود ہون تو اس روز کی شدت اور ہول سے کوئی ان کی طرف متوجہ نہو چنانچہ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ
شِیْبًا کا مضمون اسی پر دلالت کرتا ہی لیکن بعد تامل کے معلوم ہوتا ہی کہ یہان پر حاجت اس تکلف کی نہین ہی
اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی مرتبہ صور پھونکینگے تو آدمی اور حاملہ اونٹنیاں اکٹھے مرجاوینگے اور
اور جب دوسری بار صور پھونکینگے تو سب اکٹھے جی اٹھینگے تو وے اونٹنیاں کہ جنکے حمل پر دس مہینے گذر گئے
تھے وے بھی اسیطور سے زندہ ہونگی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی مَا مَاتُوا
عَلَیْهِ یعنے زندہ کر اٹھائے جاوینگے لوگ قیامت کے دن جسطور پہ مرے ہین اور مالک ان کے اسوقت
ان کی طرف متوجہ نہونگے بلکہ معطل چھوڑ دینگے اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہی کہ مراد عشار سے ابر ہین اسواسطے
کہ عرب ابر کو حمل والے جانور سے نسبت دیتے ہین اور ان کے خیال مین ابر کی صورت مادہ کی سی ہی اور ہوا کی صورت
نر کی سو جیسے نر مادہ سے مل کے حاملہ کر دیتا ہی اسیطرح ہوا سے ابر مین پانی بھر جاتا ہی بس غرض یہہ ہی کہ اسوقت
ابر پانی سے خالی ہونگے اور کچھ کام نہ آوینگے لیکن اس تفسیر مین جو کچھ کہ بُعد ہی سو ظاہر ہی اور عشار جمع عُشَرا کی
ہی جیسے نفاس جمع نُفسا کی اور عشرا دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہین اور یہی نام جننے کے وقت تک اسپر
بولا جاتا ہی اور اونٹنی کے حمل کی پوری مدت ایک سال ہی اسیواسطے اس نام سے اسکو مذکور فرمایا وَاِذَا
الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جسوقت کہ وحشی جانور پہاڑی اور جنگلی جمع کئے جاوین اور ان کے جمع ہونے کی وجہ
یہہ ہی کہ رہنے کی جگہہ ان کی پہاڑ اور جنگل تھے سو خراب ہو جاوینگے اور آگ اور دھوان ہر طرف سے انکے
پیچھے پڑیگا لاچار آدمیون کے مجمع مین جگہہ امن کی سمجھ کر بھاگ آوینگے جیسے سردی کی ملک مین برف پڑنے کے
وقت وحشی جانور اپنی طبیعت اصلی کو یعنے وحشت اور بھڑک کو چھوڑ کر بستیون اور گھرون مین گھستے پھرتے
ہین اور یہہ دلیل صریح ہی اس بات پر کہ ہول اس روز کا اس مرتبے کو پہنچیگا کہ وحشیون کو انسان سے نفرت
نہ رہیگی اور کتنی ہی عداوت اور دشمنی طبعی آپس مین ہوگی لیکن اس روز کچھ خوف و ڈر ایک کا دوسرے کو

باقی نہ رہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد وحوش کی حشر سے ان کا زندہ کرنا ہے بعد
مرنے کے تاکہ قصاص اور بدلا ان سے لیا جاوے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جانورون مین بھی قصاص جاری
ہوگا یہان تک کہ مُنڈی بکری سینگ والی بکری سے اپنا بدلا لے گی لیکن قصاص ہو چکنے کے بعد سب کو خاک کر دالینگے
اور جو جانور اللہ تعالے کے نام پر ذبح ہوئے ہین وے بہشت کی خاک ہونگے مگر وے جانور جو بہشتیون کی خوشی
یا لذت کے باعث ہونگے سو وے جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس یا گھوڑا یا اور کوئی جانور خوب
صورت خوش آواز یا وے جانور کہ جنکا گوشت بہشتیون کو مرغوب ہوگا سو وے بھی ان کی غذا کے واسطے
چھوڑ دئے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورہ واقعہ مین مذکور ہے وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ یعنے جس اڑنے
جانور کا گوشت چاہینگے پاوینگے اور وے چیزین بھی باقی رہنگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونے کا سبب
ہونگی سو وے دوزخ مین جاوینگی جیسے سانپ اور بچھو اور مکھی کہ ان کے جلے بُھنے بدن پر بیٹھینگی اور انکو
رنج اور دکھ دینگے اور ان جانورون کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج اور دُکھ نہ ہوگا اسیواسطے حدیث شریف
مین وارد ہے کہ اَلذُّبَابُ كُلُّهُ فِي النَّارِ یعنے مکھی جتنی ہے سب دوزخ مین جاوے گی اور یہہ بھی حدیث
صحیح مین وارد ہے کہ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ طَيْرًا نَاعِمًا وَاٰكِلُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ
اور جس وقت کہ دریا بھڑکائے جاوین یعنے پانی ان کا دھوان اور آگ ہو جائے گا اور ہوا اس آگ اور
دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کرے گی تاکہ اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہووے لیکن
باایمان لوگ اس دھوین کی تکلیف سے محفوظ رہینگے چنانچہ صحیح مین آیا ہے کہ اس دوزخ کے دھوین سے با
ایمان لوگون کو اسیقدر تکلیف پہنچیگی کہ مثل زکام کے ہو جائے گا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت
کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاوین تاکہ قوت خیر و شر کی ادراک کی زیادہ ہو جاوے
اور پوری جزا ہر عمل کی نہایت کے درجے مین چکھین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد تزویج نفوس سے ارواحونکا
ملنا ہے جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد یہہ ہے کہ لوگون کو ازواج ثلٰثہ کر دینگے یعنے تین قسم
کر دینگے جسکی تفصیل اور تصریح سورہ واقعہ مین مذکور ہے یعنے وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً اور بعضون نے
کہا ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے ساتھ جمع کر کے جُدے جُدے غول بناوینگے اور

خیر و شر کی طبقون کی اس ترتیب مین رعایت رکھینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کا اس شخص کے ساتھ حشر کرینگے جسکے ساتھ دنیا مین نہایت محبت رکھتا تھا نیک ہو خواہ بد جیسے پیر اور استاد اور بادشاہ اور امیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ نفوس مومنین کو حورعین کے ساتھ جوڑ لگا دینگے اور کافرون کے نفوس کو شیطانون کے ساتھ ملا دینگے اور زجاج نے کہا ہے کہ ہر نفس کو اس کے عملون کی صورت مثالی کے ساتھ نیک ہو خواہ بد جوڑا لگا دین گے وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ اور جب مؤدہ پوچھی جاوے مؤدہ عرب کی لغت مین جیتی گاڑ دی ہوئی لڑکی کو کہتے ہین مشتق ہے وَاَدَ یَئِدُ سے اور عرب مین رسم تھا کہ لڑکیون کو پیدا ہونے ہی گاڑ دیتے تھے بعضے تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہہ کام کرتے تھے اور بعضون کو یہہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی جسکو دینگے وہ ہمارا داماد کہلا دیگا اور اسکو گالی سمجھتے تھے اس خیال فاسد سے اس امر شنیع مین مبتلا تھے اور اس امر قبیح نے اس زمانے مین اور اس ملک مین ایسا رواج پایا تھا کہ اسیکو فخر اور غیرت جانتے تھے اور ہرگز اس گناہ کے عذاب کا خوف نہین رکھتے تھے اس گمان پر کہ ہماری اولاد ہماری ملک ہے اس مین ہمکو اختیار ہے جو چاہین سو کرین حقتعالی نے انکے اس فعل شنیع پر جابجا قرآن مجید مین مذمت فرمائی ہے اور وجہین اسکی برائی کی کھول کر بیان کر دی ہے کہ اس فعل قبیح مین سوائے قطع رحم کے دوسری بہت سی قباحتین موجود ہین ان مین سے ایک ظلم و ستم ہے بے گناہ و معصوم پر کہ وبال اس کا بہت بڑا ہے دوسری مکروہ جاننا اللہ تعالی کی پیدائش کو بلاوجہ اور ناخوش ہونا اللہ تعالی کی خواہش سے اور مقابلہ کرنا اسکے فعل کا اسکی ضد سے یعنے اس خالق نے نو مہینے مین اسکو بنا کر تیار کیا اور اس نے پیدا ہونے کی ساتھ ہی ارادہ اسکی ہلاکت کا کیا اور دوسری بے اعتمادی ہے اللہ تعالی کی رزاقی اور کارسازی سے اور یہہ بھی ہے کہ مال کا بخل اس درجے کو ہے کہ اپنی اولاد پر مال خرچ کرنا روا نہین رکھتا اور اسیطرح کی دوسری بہت سی باتین ہین اسیواسطے جو عرب مین سمجھ والے لوگ تھے اسکی قباحتون کو دریافت کرکے اپنے کو اس کام سے روکتے تھے لیکن قوم کی رسم سے لاچار تھے یہان تک کہ زید بن عمرو بن نفیل چچا زاد حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر مین جہان سنتے کہ فلانے کے گھر مین لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ جیتے گاڑ دی جائیگی تو وہان جاتے اور کہتے کہ اسکو مین نے اپنی بیٹی کیا جو کچھ اسکا

کھانا پینا بیاہ شادی کا خرچ ہی وہ سب میرے اوپر ہی تم کو کچھ اس سے کام نہین ہی اسیطور سے بہت
سی لڑکیان بچ جاتی ہین اسیواسطے ان کو محی الاموات کہتے تھے اور ان کی اس رسم صالح کی پیروی دوسرے
عرب کے قبیلون مین بھی بعضے بعضے عرب کرتے تھے چنانچہ صعصعہ فرزدق شاعر کا دادا بھی یہی کام کرتا تھا اسی واسطے
فرزدق نے اپنے دادا کے اس فعل کی تعریف اکثر اپنے شعرون مین کی ہی اور اس امت مین اب اس فعل شنیع
نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہی چنانچہ شیطان کا قاعدہ ہی کہ اگر کسی برے کام کو لوگ ممانعت شرعیہ
یا عقلیہ کے سبب سے قبیح جان کر چھوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورت مین ان کی نظرون مین
بھلا دکھاتا ہی تاکہ اس کا اصل مطلب فوت نہ ہو سو اس فعل شنیع نے اس امت مین جس صورت سے رواج
پایا ہی وہ یہہ ہی کہ اگر کسی لونڈی باندی یا کسی اور کم اصل عورت کو کسی سے حمل رہ گیا تو اس خوف سے کہ مبادا
لڑکی پیدا ہو اور کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑے اس بات کو ننگ اور غیرت شرافت کی جان کر بعد جان
پڑنے کے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنے کے بعد ہی گروا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے
ہین پھر بطور فخر اور بڑائی کے اسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق اور دوسری قباحتون مین کچھ موؤدہ سے
یہہ فعل کم نہین ہی فرق اتنا ہی کہ اگر روح پڑنیکے بعد ہی تو اس کی حرمت مین کچھ شبہ نہین ہی اور اگر
روح پڑنے سے پہلے ہی تو صحابہ مین اختلاف ہی بعضون نے جایز رکھا ہی اگر کسی عذر شرعی سے ہو جیسے
جننے کی سختی یا کثرت عیال کی یا قلت مال کی یا مسافرت کے سبب سے یا جاننے کہ اگر یہہ لونڈی جنے گی
تو خدمت نہ کرسکے گی اور بعضون نے عذر کی قید نہین لگائی ہی چنانچہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن
الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہان تک کہ حضرت امیر المومنین سیدنا مرتضی علی
کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وَاللّٰہِ لَا تَکُوْنُ مَوْؤُدَۃً حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَیْہَا التَّارَاتُ السَّبْعُ یعنے قسم ہی اللہ کی
نہ ہووے گا موؤدہ جب تک نہ گذرین اسپر ساتون مرتبے چنانچہ اس کلام کو حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب
رضی اللہ تعالی عنہ نے پسند فرمایا اور یہی بات ٹھہر گئی اور بعضے صحابہ اسکو بھی احتیاطا حرام جانتے تھے بلکہ
اسکو موؤدہ صغرا کہتے تھے اسواسطے کہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہی لیکن اسکی رزاقیت
پر عدم توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتھ ضد کے بلا وجہ پایا جاتا ہی اور سوا اسکے دوسری قباحتین

بھی موجود ہین لیکن صحیح یہہ بات ہی کہ جان پڑنے کے قبل جایز ہی عزل کے اعتبار سے اور وہ جو حدیث شریف
مین عزل کے حق وارد ہی کہ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِيُّ یعنے یہہ عزل گویا جیتا گاڑنا ہی سو وہ قول عزل کی حرمت پر
دلالت نہین کرتا ہی بلکہ کراہت اور اولاد کے ترک ہونے پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ خفی ہر امر کا اس
کے جلی کا حکم نہین رکھتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہی حکم شرک جلی کا نہین رکھتی اور جایز نہ ہونا عزل کا روایات
صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہی اسکے جواز مین کچھ شبہ نہین ہی اور استعمال کرنا دواؤن کا قبل جماع کے یا بعد
جماع کے تاکہ حمل نہ رہنے پاوے مانند عزل کے جایز اور روا ہی اور یہان پر ایک شبہ خیال مین گذرتا تھا کہ
موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہی اسسے سوال کرنے کی کیا وجہ سوال اسکے قاتل سے کرنا چاہیئے تھا تاکہ اسکو
سزا نصیب ہوتی سو جواب اس شبہے کا یہہ ہی کہ موؤدہ سے سوال اس وضع پر نہ ہوگا کہ تو کیون ماری گئی تاکہ خلاف
قاعدے کے ہو بلکہ اس وضع سے ہوگا کہ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ کس گناہ پر ماری گئی ہی وہ موؤدہ اور
لائق اس سوال کے مظلوم ہی نہ ظالم اس واسطے کہ غرض اس سوال سے تلقین دعوے کی اور ظاہر کرنا
ظلم کی وجہ کا منظور ہوتا ہی تاکہ مظلوم خود کہدے کہ مجھپر فلانے نے بے وجہ یہہ ظلم کیا ہی اور موؤدہ سے
سوال کرنے مین اس طور کے ایک نکتہ باریک ہی یعنے نفس صغیرہ ہر چند کہ اس عالم مین شعور اور فہم اور
ادراک پیدا کرے گا لیکن تو بھی اس کا ادراک دار القضا کے مشاقون اور دنیا کے جھگڑالون سے جو الجھنین
کا مونہین تمام عمر رہے ہین البتہ کم ہوگا اور جو کچھ دکھ اور درد اس پر جان جاتے ہوئین گذرا تھا سو چندان
اسکو معلوم نتھا اسواسطے کہ وہ زندگی اسکی گویا ایک خواب وخیال تھی کہ دیکھی اور گذر گئی اور یہہ بھی ہی کہ
پہلے ہی دعوا ما باپ پر کرنین حیا سے پیش قدمی نہ کرسکیگی تو ضرور ہوا کہ اس طور سے اس کا دعوی اسکو
تلقین ہو جیسے کوئی مظلوم بے سمجھ جو بیان کرنے مین اپنی حجت اور دعوے کے قصور کرتا ہی تو حکام
باانصاف اسکو اسی طور سے تلقین بند بند کہکر کرتے ہین تاکہ حقوق اسکے برباد نجاوین اور اسی طرح اگر کوئی
مظلوم بسبب کسی علاقے کے جو ظالم سے رکھتا ہی صاف صاف اس کا ظلم بیان کرنے مین شرماتا ہی
یا خوف کھاتا ہی تو اسکے حق مین بھی ارباب عدالت کا یہی طور معمول ہی اور فقہانے بھی لکھا ہی
کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی صورتون مین درست ہی اس واسطے کہ مظلوم

اپنے حق کو بدون اسکے ہیچ نہین سکتا اور باوجود اسکے اس سوال مین بھی مراتب ادب کے والدین کے ساتھ
موجود ہین کیونکہ اوّل ذکر اسکے قاتل کا نہ فرمایا گویا کہ قاتل سے سوال منظور ہی نہین ہے تاکہ فضیحت نہ ہو
اسیواسطے قتلت فرمایا مجہول کے صیغے سے یا سوال اس گناہ کا ہے جو موجب اسکے قتل کا ہوا گویا کہ اشارہ
اس طرف ہے کہ والدین کو تو اپنی اولاد سے کمال شفقت اور محبت ہوتی ہے بغیر کسی گناہ عظیم کے تجھسے
یہہ معاملہ نہ کیا ہوگا اسواسطے تجھسے پوچھتے ہین کہ وہ گناہ کیا تھا لیکن اس ادب کی رعایت ماباپ کے حق
مین موؤدہ کی طرف سے ماباپ کی کمال رسوائی اور فضیحتی کا سبب ہوگی خصوصا موؤدہ کے گناہ کے سوال
کرنیمین صریح الزام دینا منظور ہے اسواسطے کہ وہ ہرگز مصدر گناہ کی ہو نہین سکتی اور اگر پہلے ہی سوال
والدین سے واقع ہوتا کہ تم نے بیگناہ اپنی بیٹی کو کیون مار ڈالا تو اتنی فضیحتی اور رسوائی اور اسقدر خوف
اور دہشت کی زیادتی نہوتی اور یہہ بھی ہے کہ ترک کرنے مین سوال کے انسے اور متوجہ کرنا سوال اور خطاب
کا موؤدہ سے ان کی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہے کہ ان سے بسبب کمال قہر اور غضب کے اس
حرکت بے برکت سے سوال خفگی اور عتاب کا بھی نہین فرمایا تاکہ کلفت عذاب اور عتاب کی کلام و خطاب
کی لذت سے سبک معلوم نہو جاوے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ چنانچہ کسی کا قول ہے شعر
پرسش اگر منیست بگو ناسزا کز دہنت یک سخنم آرزوست اور یہان پر سمجھہ کیا چاہئے کہ حدیث صحیح
مین وارد ہے کہ اَلْوَائِدُ وَالْمَوْؤُدَۃُ فِی النَّارِ یعنے جس عورت نے اپنی بیٹی جیتی گاڑ دی ہے وہ اور
اسکی بیٹی دونون دوزخ مین جائینگین معتزلہ اس حدیث کے سننے سے متحیر ہوتے ہین اور مقابل مین اس
حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے ہین اور کہتے ہین کہ جو حق تعالی بسبب موؤدہ کے کافرون کو زجر و
توبیخ فرماوے گا تو ممکن نہین ہے کہ موؤدہ عذاب کی جاوے اور اس دلیل سے ان کی کمال جہل اور نادانی
ثابت ہوتی ہے کیونکہ ماباپ پر عذاب اسواسطے ہے کہ خون ناحق کیا ہے اور موؤدہ پر عذاب اس جہت سے ہی
کہ کفر مین ماباپ کے تابع ہے جیسے ظالم اور مظلوم کہ دونون کافر ہون تو ایک پر دوسرے کیواسطے عذاب کرینگے
اور اصل عذاب مین کفر کے سبب سے دونون شریک ہین اسیواسطے اہل سنت کے نزدیک کافرون کے لڑکونکا
معذب ہونا شریعت کے قاعدے سے ہوسکتا ہے اسواسطے کہ جو لڑکا چھوٹی عمر مین اس جہان سے گذر گیا تو اسکا وجود گویا ماباپ کے

وجود کا ایک ٹکڑا ہے ابھی استقلال تکمیل حاصل نہین کی ہے سو جب اسکے والدین عذاب کیے جاوینگے تو وہ نفس ساده بھی ان کی تبعیت سے عذاب مین گرفتار ہوگا جیسے تو آمین کہ جب تک مہد مین رہتے ہین یعنے چھوٹے ہین تو ساتھی ہنستے ہین اور ساتھ ہی رہتے اور بھوکے پیاسے بھی ایک ہی وقت مین ہوتے ہین اسواسطے کہ نفسانی اتصال ان کا قوی ہے اور مفارقت بالاستقلال ابتک انکو حاصل نہین ہوئی واللہ اعلم اور یہان ایک نکتہ قابل بیان کے ہے سو وہ یہہ ہے کہ قُتِلَتْ غایب کے صیغے سے مذکور ہے خطاب اس بات کو چاہتا تھا کہ قُتِلْتِ مؤنث مجہول مخاطب کے صیغے سے ہوتا جواب اس کا یہہ ہے کہ واقعات قیامت کا بیان کرنا منظور ہے اور موؤدہ کا حال غیبت کے صیغے مین بیان فرمانے مین اسباب کا اظہار منظور ہے کہ موؤدہ سے بھی سوال واقع ہوگا نہ یہہ کہ حکایت خطابی اسکے ساتھ درمیان مین آوے گی اور حکم فقہ کا یہہ ہے کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے اسکی اولاد خطا سے تلف ہو جاوے جیسے چار مہینے کا حمل گرا دینا یا اندازیسے زیادہ افیون کھلا دینا یا محافظت مین قصور واقع ہونا مثلاً کوئی عورت چھجے پر بیٹھی اپنے لڑکے کو کھلاتی تھی اور وہ لڑکا اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین پر گر پڑا اور مر گیا اور علی ہذا القیاس تو اُن پر کفارہ لازم ہوتا ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ قیس عاصم تمیمی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھسے ایک بڑا سخت گناہ ہوا ہے کہ کفر کی حالت مین مینے آٹھ بیٹیان جیتی گاڑ دی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک ایک غلام آزاد کر اسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹون والا ہون غلام تو میرے پاس نہین ارشاد ہوا کہ ہر لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جسوقت کہ صحیفے عملون کے کہ جو لپیٹے ہوئے سجین اور علیین مین رکھے تھے کھولے جاوین اور ہر شخص جو کچھ کہ اسکے صحیفون مین ہے معلوم کرے اور قتادہ سے مروی ہے کہ آدمی کے اعمال کے صحیفون کو اسکے مرنیکے بعد لپیٹ کے دفتر مین نگاہ رکھتے ہین اور بعضے مفسرون نے نشر کو پراگندہ کے معنون مین کہا ہے یعنے اعمال نامون کو بکھیر دینگے اور جس دفتر مین کہ اکٹھے جمع تھے وہان سے نکال کر بانٹ دینگے کسیکو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے اور کسی کو داہنے ہاتھ مین منہ کے سامنے سے دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن صحیفون کو عرش کے نیچے سے اُڑا دینگے پس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتھ مین آوے گا اسمین یہہ لکھا ہوگا کہ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ اور جو کافر کے ہاتھ مین آویگا

اسمین یہہ لفظ لکھا ہوگا کہ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ اور یے صحیفے فال کے فرعون کے مانند ہوگے اعمال کے صحیفے نہ ہونگے
چنانچہ کشاف مین مذکور ہے وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ اور جب آسمان کا پوست اتارا جاوے جیسے جانور کا
بعد ذبح کرنے کے پوست اتار لیتے ہین پھر تمام اجزا واعضا اور رگ و ریشہ اسکے سب ظاہر ہوجاتے ہین اسیطرح
خیالات فلک کے مکنونات جو تمام اشیا کی صور مثالیہ ہین ظاہر اور منکشف ہوجاوینگے اور فرشتے حامل صحیفوں کے
اور دوسری قسمون کے نازل ہونگے وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ اور جسوقت کہ دوزخ بھڑکائی جاوے اور شدت
اسکی سوزش کی زیادتی پکڑے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جسوقت کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جاوے پھر
مسلمانون کو خوشی بر خوشی زیادہ ہوا اور کافرون کو حسرت پر حسرت اور جب یہ بارہ حادثے محقق ہوسکے
یعنے چھہ دنیا مین قبل صور پھونکنے کے اور چھہ بعد صور پھونکنے کے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا ہر جی جو
لیکر آیا ہے نیکی سے یا بدی سے بعضے اہل تاویل نے کہا ہے کہ ان بارہ حالتون کو موت کے وقت جو دنیا مین
کا نمونہ ہے معلوم کرلیگے اسیواسطے اسکو قیامت صغرا کہتے ہین اور حدیث شریف مین بھی جو وارد ہوا ہے کہ مَنْ
مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ یعنے جو مرا تو گویا اسکی قیامت قایم ہوچکی یہی اعتبار سکتے کرنا اسی آفتاب
آدمی کی روح کے مانند ہے جسکی شعاع سے بدن زندہ ہوتا ہے سو جب اسکا علاقہ تدبیر سے بدن کی منقطع
ہوگیا تو گویا انسان کے بدن کا آفتاب مکوّر اور بے نور ہوگیا اور انکدار نجوم کا نمونہ ہے حواس اور قواے
انسانی کی بیکاری کا جو موت کے وقت ظاہر ہوتا ہے اور جنبش پہاڑون کی باطل ہوجانا اعضا رئیسہ اور
اسکی بدن کی ہڈیون کا ہے اپنے کام سے معزول ہوکر برباد ہوجاتے ہین اور تعطیل عشار کی نمونہ ہے دودہ اور
چربی کے خشک ہونے اور افعال طبعی کے باطل ہوجانیکا کہ کارپرداز ان کا جگر تھا اور دوسرے آلات غذا کے اور حشر
وحوش کا افعان بہیمیہ اور سبعیہ کے آثار ہین جو اسوقت ظاہر ہوتے ہین اور بھڑکانا دریاؤن کا خشک ہونا خون اور بدن کی
دوسری رطوبتون کا ہے یا باطل ہونا اوہام اور خیالات اور امیدون اور آرزون کا کہ ہر ایک انکا دریاے بے پایان
ہے جسکا انقطاع بغیر موت اختیاری یا اضطراری کے متصور نہین ہے اور تزویج نفوس کی ملکات مکسوبہ کا آپس
مین جمع ہونا ہے ظلمانی کا ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے اور موؤدہ وہ قوت ہے جس کو آدمی نے
اسکے غیر مصرف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندون سے منقول ہے کہ جو کوئی کہ نفس

مقدمات علمیہ کا خاطر اذکیا مین گذرے اور اسکو کتابت سے مقید نکردین یہان تک کہ وہ بھول جاوے تو وہ
بھی موؤدہ مین داخل ہی اور آسمان کا کشط کنایہ ہی ار وح کے احکام ظاہر ہونے سے اور تسعیر جہنم کی منحتیون
اور دہشتون کا دیکھنا جو بعد موت کے ظاہر ہونگی اور نزدیک لانا بہشت کا عبارت ہی فرحت اور
خوشی سے جو نیکون کی ارواح کو اس وقت پہنچا دینگے اور بدون کو اس سے محروم رکھینگے اور بعضے اہل
تصوف نے ان سب حالتون کو سلوک کے مرتبون کے طی ہونے پر انتہائے فنا تک جو ان کے نزدیک اوّل
منزل وصول کی ہی تطبیق دی ہی اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت طول چاہتی ہی اس تفسیر کی وضع سے خارج ہی
حاصل کلام کا یہہ ہی کہ جو کھلنے خیر و شر کی حقیقت کے اسباب نفس انسانی پر بیان کئے گئے اور اس اسباب
کی تحقیق مخبر صادق کی خبر سے جو اصدق الصّادقین ہی متیقن ہوئی یعنے حق تعالیٰ کی ذات پاک سے تو حاجت قسم
کی تر ہی اسیواسطے یون فرمایا ہی کہ فَلَآ اُقْسِمُ پر قسم نہین کھاتا ہون مین کیونکہ باوجود میرے خبر دینے
کے حاجت قسم کی نہین ہی اور اگر ان سب باتون کے ساتھ بھی تم قسم کے محتاج ہو تو میری قسم بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ
الْكُنَّسِ کی ستارون پیچھے ہٹ جانے والے سیدھے چلنے والے دبک جانیوالون کی ہی حضرت امیر المومنین مرتضی
علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر مفسرین صحابہ سے منقول ہی کہ یہ وے پانچ ستارے ہین جنکو خمسۂ متحیرہ کہتے ہین یعنے
زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد سوان کو اپنی حرکت مین ایک حیرت نمودار ہوتی ہی اسواسطے کہ اوّل مغرب سے
مشرق کو جو برجون کی ترتیب سے جاتے ہین یعنے حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین اور بعد اسکے تھوڑے
دنون حرکت ان کی نمودار نہین ہوتی ایک جگہہ پر ٹھہرے رہتے ہین پھر رجعت قہقری کرتے ہین یعنے اُلٹے
پھرتے ہین اور مشرق سے مغرب کیطرف آتے ہین سو پہلی حالت کو علم ہیئت کی اصطلاح مین استقامت کہتے ہین اور
دوسری حالت کو وقوف اور اقامت اور تیسری حالت کو رجعت اور رجوع اور یے تین حالتین دوسرے
ستارون مین نہین ہین چنانچہ ماہتاب تھوڑا سا وقوف رکھتا ہی لیکن رجعت نہین رکھتا اور دوسرے
ستارے نہ وقوف رکھتے ہین نہ رجعت پس حیرت ان پانچ ستارون کی صریح دلیل ہی اس بات پر کہ آسمانی چیزون
کا بدلنا ایک حال سے دوسرے حال پر ممکن ہی تو آسمان کے تمام اجزا منقلب اور برباد ہونے اور
ستارون کے زایل ہونے مین کچھہ تعجب نہ رہا اور خاص ہونا ان پانچ ستارون کا رجعت اور استقامت

اور

اور وقوف کے ساتھ ہرچند کہ تلاش کرنیوالون ہیئت آسمانی کے نزدیک ایک وجہ رکھتا ہے یعنے وہ اختلاف
انُکے حاملون اور دایرون کی حرکت ہے اسواسطے کہ ان کے حامل یعنے اٹھانولے مغرب سے مشرق کو جاتے
ہین اور جوانکے دایرے زمین کے شامل نہین ہین اسواسطے اوپر والے ان کے مغرب سے طرف مشرق کے جاتے ہین
اور نیچے والے ان کے مشرق سے طرف مغرب کے اور جب ستارے دایرون مین گڑے ہوئے ہین اور وہ
دایرے حامل کی گدازگی مین گڑے ہوئے ہین تو بالضرور ان ستارون کو دونون حرکتین بالتبع ہوتی ہین
سو جب تک کہ حامل اور دایرون کی حرکت موافق ہوتی ہے سریع السیر معلوم ہوتے ہن اور جب دونون حرکتین
مخالف ہوتی ہین تو بطی السیر معلوم ہوتے ہن اور جب دونون حرکتین آپس مین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسرے
کی معارض ہوتی ہے یعنے جب وے ستارے ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑھتے ہین اور اسیقدر دوسری
حرکت کے سبب سے پیچھے ہٹتے ہین تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب
دوسری حرکت غلبہ کرتی ہے تو ان کی حرکت اُلٹی معلوم ہوتی ہے اور ستارہ راجع یعنے اُلٹا پھرا معلوم
ہوتا ہے لیکن مطلب اس سبب کے معلوم کرنے سے زیادہ تر واضح اور ظاہر ہوجاتا ہے اس واسطے کہ جب
آسمان کے ستارے تغیر اور انقلاب قبول کرنے والے ہوئے اور ان کی حرکتون اور وصفون کے اسباب
مختلف ہوئے اور تخالف اور تجاذب طبعی اور ارادی ان مین ثابت ہوا تو البتہ صدمون کے قبول کرنے کے آمادہ
ہوئے یعنے خراب ہوسکتے ہین جو چیز کہ اختلاف اور تغیر سے بچی ہو اسکے خراب ہونے اور صدمے کے قبول
کرنے مین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ ہوسکتا ہے اسواسطے کہ کبھی اس مین صدمے نے راہ نہین پائی اور ان
پانچ ستارون کا ذکر اس مقام پر لانا اس واسطے ہے کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک
قسم کو سیارہ کہتے ہین یعنے چلنے والے اور وے سات ستارے ہین اور دوسری قسم کو ثوابت کہتے
ہین یعنے ایک جگہہ پر ثابت رہنے والے سو قسم اوّل کو یعنے ستارون کو افلاک کے متعدد ہونے کے
سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور ثوابت کو حرکت مختلف نہین ہے بلکہ انکے آسمان کی حرکت یعنی بہت
سست ہے اور کم دکھلائی دیتی ہے اور ثوابت کو رجوع اور استقامت اور وقوف اور انتقال سرعت
سے بطوء کی طرف اور بطوء سے سرعت کی طرف لاحق نہین ہوتا ہے اور سیارون کو یہہ سب لاحق ہوتا ہے

اور سب سیارون مین سے آفتاب اور ماہتاب کو تکیہ۔ قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر فرمایا
ہے اور اکثر انہین دونون کے تغیرات خاص و عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہ ہر مہینے مین گھٹنا بڑھنا
اسکا سب دیکھتے ہین اور سورج گہن اور چندر گہن بھی سب پر ظاہر ہے اور اس مقام پر کہ اجرام آسمانی کے تغیر کا
بیان کرنا منظور ہے تو ان پانچون ستارون کا ذکر کرنا کہ یے بھی تغیر اور اختلاف رکھتے ہین ضرور ہوا اور
تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثوابت کو آپس مین ربط اور میل نہین ہے اسی واسطے ہر ایک کا ان مین سے ایک
ہی حال ہے اور ان پانچون ستارون کو آپس مین اور سورج اور چاند سے بھی ربط اور میل مختلف اور
متعدد ہوتا ہے اور قوتون متعددہ کے مصدر ہوتے ہین اور ارتباطات عجیبہ آفتاب سے رکھتے ہین اور
ہر ارتباط مین ایک نئی تاثیر ظاہر ہوتی ہے تو یے پانچ ستارے عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کے مانند
ہین جیسے معادن اور نباتات اور حیوان اور انسان اور ان چارون کی برزخین اور سورج اور چاند اور مرکبات
ناقصہ کے مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دھوان اور ثوابت عنصریہ بسائط کے مانند ہین اور تاثیرین اور
فعل ان پانچون ستارون کے بہت مشابہت رکھتے ہین ارادے اور اختیار والون کے فعل سے اور
حرکتین ان کی گویا اختیاری ہین کہ مرکب ہین صعود اور ہبوط اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے
پس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب اور تغیر کا قریب ہے مطلب سے کیونکہ ان کا انقلاب ارادی
ہے نہ طبیعی حاصل کلام کا یہہ ہے کہ احوال ان پانچ ستارون کا دلیل ہے اجرام آسمانی کے حالات بدلنے
پر اور جو اجرام آسمانی قابل تغیر اور انقلاب کے ہوئے تو اجرام سفلی کے انقلاب مین کون سا اشکال باقی رہا اس
واسطے کہ رات دن انقلاب اور تغیر انکا آنکھون سے دیکھتے ہین اور اگر اس انقلاب کذائی مین جو ایسے تغیر عظیم کا
سبب ہوگا کسی کو تردد اور شک ہو تو دوسری قسم کھائی جاتی ہے وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم ہے
رات کی جب اسکی اٹھان ہوتی ہے اور جہان کو اندھیرا کر دیتی ہے اور ایک بڑا انقلاب نمودار ہوتا ہے
بازار اجڑ جاتے ہین چورون کا ڈر اور درندون کا خوف پیدا ہوتا ہے راستے بند ہو جاتے ہین اور
تلاش روزی کی یکقلم موقوف ہو جاتی ہے اور تمام لوگ چپ چاپ مردون کے مانند بے حس و حرکت
پڑے ہوتے ہین اور جن اور شیاطین پھیل پڑتے ہین پس یہہ ایک ایسا انقلاب ہے کہ ہر رات دن کے

دور ہین زمین اور زمین والون کو الٹ پلٹ کر ڈالتا ہے اگر بالفرض کوئی شخص نہ ہی مین ہوشیار رہا ہوا ور
اُسنے رات نہ دیکھی ہو پھر اسکے سامنے یہہ انقلاب بیان کیا جاوے تو البتہ تعجب کرے کہ کافر قیامت کا احوال
سنکے عشر عشیر بھی اس کا یقین کرتے ہین اور رات کے عجائبات سے ایک یہہ ہے کہ جو چیزین دور کی ہین جیسے
تارے اور ماہتاب سو اس مین ظاہر ہوتی ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین یعنے زمین کی بازین اور
آسمان کے بیچ کی وے اس مین چھپ جاتی ہین اور دن کو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس سے یہہ معلوم ایسا
ہوتا ہے کہ اس سے دنیا اور آخرت کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے اسیطرح اسدن بھی جو ظاہر چیزین ہین پوشیدہ
ہو جاوینگی اور پوشیدہ ظاہر ہونگی اسیواسطے یعنے اس قاعدہ کا بیان تمام کرنے کے واسطے فرماتے ہین ۔
وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جس وقت کہ دم بھرے کہ اسوقت بھی ایک انقلاب عظیم
ظاہر ہوتا ہے یعنے لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور کارخانے آباد ہو جاتے ہین مسافر
بھی چل نکلتے ہین بلکہ ہر مخلوق تلاش معاش کے درپے ہوتا ہے اور روئے جہان مین ایک فرحت عظیم پیدا
ہوتی ہے اور ہر چیز پوشیدہ روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے اور روشن ستارے بے نور اور پوشیدہ
ہو جاتے ہین اور ہر طرف سے لشکر اور قافلے پہاڑون کے مانند چلنا شروع ہو جاتے ہین اور دم صبح کنایہ
صبح کے ظہور سے ہے اور آفتاب کو کہ اس کی علامت صبح ہے مچھلی سے جو دریا مین تیرتی ہے تشبیہ دی
ہے اور اسکے انتشار نور کو جو قبل طلوع کے ہوتا ہے دم ماہی سے نسبت کی ہے سو جیسے مچھلی دریا مین
آنکھون سے پوشیدہ گذرتی ہے تو اسکی سانس لینے سے پانی اُڑتا اور منتشر ہو جاتا ہے اسیطرح سے
آفتاب کی حالت ہے قبل طلوع کے اور قبل روشنی پھیلنے کے اور بعضون نے کہا ہے کہ دم صبح کنایت نسیم
سے ہے جو طلوع صبح کے قریب بہار کے دنون مین چلتی ہے سو اس نسیم کو تشبیہ دم سے دی ہے اسواسطے
کہ لوگون کی فرحت اور راحت کا سبب ہوتی ہے گویا کہ صبح ایک مریض یا دردمند کے مانند تھی اب فرصت
دم لینے کی پائی اور راحت حاصل کی غرض کہ ثابت ہونا دم کا صبح کے واسطے فارسی اور عربی شعر و کلام
رائج ہے اور عسعس کا لفظ دو ضدون مین مشترک ہے آنے کو بھی کہتے ہین اور جانے کو بھی پھر اگر مقابلہ
اور تنفس کی رعایت کرین تو آنے پر قیاس کیا چاہیے اور اگر مناسبت اور تلازم اس کا منظور رکھیں

تو جاننے پر قیاس چاہیے کرنا اور یہہ کمال اعجاز ہے کلام اللہ کا کہ اس مقام ذی وجہین مین لفظ بھی مشترک
بین الضدین ارشاد ہوا لیکن تقدیر ثانی پر محض ایک انقلاب مذکور ہوگا کیونکہ جانا رات کا ابتدا ہے اس انقلاب
کی اور دم لینا صبح کا اسکی انتہا ہے اور جو یہہ انقلاب آخرت کے انقلاب سے کمال مشابہت رکھتا ہے بلکہ نمونہ
ہے حیات کا بعد موت کے اور ظہور چھپی چیزون کا اس مین بہت ہوتا ہے تو اکتفا اسی پر کرنا بہت مناسب
ہے پس غرض یہان پر یہہ ہے کہ خیر اور شر کی حقیقت نفس انسانی پر کھل جانا بعد واقع ہونے بارہ انقلابون
کے ہے اور وے انقلاب ایسے ہین کہ انکے مانند دنیا مین بھی واقع ہوتے ہین تو حاجت قسم اور تاکید کی نہی اس
واسطے کہ ان انقلابون کا ممکن ہونا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور سبب ہونا خیر اور شر کی حقیقت کھلنیکا نفس انسانی پر
بعد مال کے ظاہر ہوا ہے اور جب مخبر صادق کسی ممکن کے واقع ہونے کی خبر دی تو اس ممکن کے وقوع کا یقین
حاصل ہوتا ہے اس پر قسم کی حاجت نہین ہے اسی واسطے بطور تعلیل کے فرماتے ہین اِنَّهٗ تحقیق یہہ قرآن جو
قیامت کی خبرون کا متضمن ہے لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ یہہ کلام لایا ہوا اللہ کے ایلچی کا ہے اور اسنے اللہ کی طرف
سے پہنچایا ہے پس کذب اور افترے کے احتمال کی یہان گنجایش نہین ہے کیونکہ کلام الٰہی قطعی الصدق یعنے با
بیشک سچا ہے اور اگر کسی کے دل مین یہہ شبہ گذرے کہ یہہ کلام بے واسطہ حضرت حق سے نہین پہنچا ہے تا کہ ہمکو
اسکے مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان مین کئی واسطے
واقع ہوئے ہین اور سند ثابت ہے تو اس شبہ کے دفع کے واسطے ہم کہتے
ہین کہ تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مین دو واسطون سے زیادہ نہین ہین اوّل تو وہ شخص ہے
جو بطور ایلچی گری کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پیغمبر پاس کلام لاتا ہے یعنے جبرئیل علیہ السّلام اور دوسرا
پیغمبر ہے جس سے تم یہہ کلام بلا واسطہ سنتے ہو اب ان دونون واسطون کے نقصان اور عدل مین خود فکر اور غور
کرو اور تمھاری فکر مین نہ آوے تو ہم سے سنو کہ اوّل واسطہ جو ایلچی ہے وہ تو ان صفتون سے موصوف ہے کَرِیْمٍ
بڑے مرتبے والا عالی قدر ہے کہ عدالت اور تقوی اس کا نہایت کو پہنچا ہے اسواسطے کہ بزرگی اسکے مرتبے کی بغیر تقوے کے ہو نہین
سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اَلْکَرَمُ التَّقْوٰی وَالْحَسَبُ الْمَالُ یعنے کرم تقوے کا نام ہے اور حسب مال کا یعنے کرم
بدون تقوے کے پایا نہین جاتا اور حسب بدون مال کے اور قرآن مجید مین بھی اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ اِنَّ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ

اکرمکم عند اللہ اتقکم بس عدالت اور تقوی اس راوی کا ثابت ہوا اب اسکے حافظے کی بھی قوت کو معلوم
کرلینا چاہیے اور وہ صفت اسکی یہہ ہے کہ ذی قوۃ بڑی قوت والا ہے کہ حفظ مین ہرگز خلل کو دخل نہین ہے جو
کچھہ کہ سنتا ہے اسیطرح اسکو یاد رکھتا ہے اور بسبب کامل ہونے ہر قوت کے اسا نے یاد کئے ہوئے کو بیکم و زیادہ
کے ادا کرتا ہے ہرچند کہ اس مقام پر اس ایلچی کی قوت حافظہ اور قوت بدنیہ کا بیان کرنا منظور ہے لیکن کمال ان دونون
قوتون کا علی الاطلاق حاصل نہین ہوتا اسیواسطے مطلق قوت کے ساتھہ اسکو موصوف فرماتا ہے اور حدیث شریف
مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکروز حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جنکو اللہ تعالی نے ان صفتون سے
موصوف کیا ہے اور اپنی ایلچی گری اور وحی بھیجا نیکا عہدہ انکو سپرد کیا ہے پوچھا کہ اللہ تعالے تمھاری قوت اور
امانت کا وصف فرماتا ہے بھلا کچھہ اپنی قوت اور امانت کا حال ہمارے سامنے بیان کرو حضرت جبرئیل علیہ السلام
نے فرمایا کہ قوت کا حال یہہ ہے کہ جب حق تعالی نے حضرت لوط علیہ السلام کے قوم کی بستیونکو الٹ دینے کا حکم
کیا اور وے چار بستیان تھین ان مین سے ایک شہر جسکا نام سدوم تھا اس مین عورتون اور بچون کے سوائے
چار لاکھہ آدمی سلح پوش تھے مین نے ان شہرون کو ساتوین زمین کی تہ سے ایک پر کے اوپر اٹھا کر
اس قدر آسمان کے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے ان شہرون کے مرغون اور کتون کا آواز سنتے
تھے پھر ان سب شہرون کو اسی غار مین اوندھا ڈال دیا اور مجھہ کو کچھہ تکلیف اور بوجھہ معلوم نہوا اور امانت داری کا
میری یہہ حال ہے کہ جو حکم مجھکو ہوتا ہے اسکو بلا کم و کاست بجالاتا ہون اسمین ایک سر مو فرق ہونے نہین پاتا
اور کوئی بھید مجھسے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اسکو پوشیدہ نہین رکھا بس ذکر کرنے سے ان دو وصفون کے
دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہے ثابت ہو چکین اب بطور زیادتی تفصیل کے کئی مضمون
دوسری بھی ذکر کی جاتی ہین اسواسطے کہ پرکھنے والے سند اور رواۃ علم کے ان مضمون کو بھی ترجیح
اور کمال تصحیح کے مقام پر اعتبار کرتے ہین سو ان مین سے ایک یہہ ہے کہ عند ذی العرش مکین یعنے وہ ایلچی
تخت والے کے نزدیک رودار عالیمکان ہے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ دربار مین ہمیشہ حاضر رہنے ہین اور خاوند
کی حضور سے مشرف ہوتے ہین ایسے لوگ جب ایلچی گری پر بھیجے جاتے ہین اور جو چیز ان کی معرفت بھیجی جاتی ہے اس
چیز پر اعتماد زیادہ تر ہوتا ہے بخلاف اسکے کہ کسی ہرکارے یا کسی عہدہ کی معرفت وہ پیغام بھیجا جاوے وہ درجہ ادنے

تو یہہ کہ وہ شخص بلا واسطہ بادشاہ کا کلام سنتا ہی اور احتمال اس بات کا کہ اس کلام مین کسی نے کمتی زیادتی کی
ہوئی نہین رہا دوسرے یہہ کہ وہ شخص عالی مرتبہ ہی اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کے واسطے سرکاری پیغام پہنچانیمین
کمال احتیاط کرتا ہی اسیواسطے بخاری اور مسلم نے امام مالک اور دوسرے حدیث کے امامون کے شاگردونین سے
ان لوگون کو جو کہ استادکے پاس بیٹھتے تھے اور صحبت دائمی سے ان استادون کی مشہور اور معروف تھے
اور استادون کے نزدیک قدر اور منزلت بڑی رکھتی روایت مین مرجّح اور مقدم کیا ہی چنانچہ روایت کے ضبط
اور اختلاف کے وقت ان کی روایتون کو سند پکڑتے ہین اور دنیا دارون کے عرف مین بھی جو پیغام بادشاہی امیر
یا دربار کے واسطے سے پہنچتا ہی وہ زیادہ تر معتبر ہوتا ہی اس سے جو کسی خواص یا دربان یا چوبدار کے واسطے سے پہنچے
اور انھین مین سے ایک یہہ بھی ہی مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ وہ ایلچی سکا مانا ہوا اس عالم مین جو مملکت الٰہی کے دربار
کی کسوٹی ہی اور امانتدار بوجھا گیا ہی اس دربار کے ارکانون مین ایسا کہ بے پوچھے اور دریافت کئے فقط اسکے
کہنے پر عمل کرتے ہین اور رسالت اسکی اسقدر ذہنون مین اس دربار والون کے اور اس سرکار کے متوسلون کے جم گئی ہی
کہ اسکے حکم کو بے پوچھے اور تحقیق کئے حکم الٰہی جان کر فرمانبرداری مین دوڑتے ہین چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج
کی رات اپنے ساتھ لیکر گئے تو آسمانون کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کے خازنون نے ان کے حکم سے بلاتکلّف
دروازے کھول دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم جہان چاہتے تھے سیر کرتے تھے کوئی متعرض نہوتا تھا چنانچہ معراج
کی حدیثون مین اسکا مفصّل بیان ہی اور بہت احکام الٰہی ساتون آسمان والون کو پہنچانا انھین کا کام ہی گویا کہ حضرت جبرئیل
علیہ السلام تمام فرشتون سے اس صفت مین یعنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے مین ممتاز اور مشہور ہین اور تمام فرشتون مین
ان کا آنا علامت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے کی پھر جب راوی اس درجے کو ثقہ ہوا کہ تمام ثقات
اسکے پیغام کو قبول کرتے ہین اور اس سے سند نہین مانگتے پھر احتمال کذب اور افترا کا اس کی خبر مین
کرنا سوائے مالیخولیا کے کچھ اور نہین ہی اور دوسرا واسطہ جو تمھارے پیغمبر ہین وے بھی ایسے شخص
ہین کہ چالیس برس سے زیادہ تمھارے ہم صحبت ہین اور کبھی دروغ اور کذب پر ان کے خلوت مین
یا جلوت مین غرض یا بیغرض مطلع نہین ہوئے ہو پھر ایسے شخص کی خبر اور روایت کو معتبر نجاننا
خلاف عقل کے ہی ہان اگر کوئی سودائی ہو جس کے حواس درونی فاسد ہوگئے ہون اس سبب سے مومنین

بجیب

عجیب ہے اصل اسکے خیال مین گذرتی ہون اور آوازین عجب اور غریب سنتا ہو اور جو اسکے خیال مین آتا ہو اسکو ہونیوالا
سمجھتا ہو ایسے شخص کی خبر کو نہ ماننا ہو سکتا ہے ولیکن وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ اور نہین ہے یہہ ہمنشین تمہارا سودائی اور
خیالی کہ اس احتمال کو اس کی خبر مین روا رکھو اس واسطے کہ اسی مدت دراز مین ان کی عقل اور دانائی کا بارہا تجربہ
کرچکے ہو اور ان کے خیال اور مدرکے کی صحت معلوم کرچکے ہو کہ تمام عاقلون سے زائد ہے اور اگر باوجود ان سب
باتون کے تمہارے دل مین شبہ گذرے کہ یہہ پیغمبر ایک صورت کو دیکھتا ہے اور اس صورت کی زبان سے کلام
الہی سنتا ہے مگر ہم کو کیونکر معلوم ہو کہ یہہ صورت حضرت جبرئیلؑ ہی کی ہے شاید کسی جن یا شیطان نے یہہ صورت
بناکر فریب دیا ہو یا آواز کرتا ہو جس کو پیغمبر نے جبرئیل کی آواز سمجھی ہے تو ہم کہتے ہین کہ یے سب شبہے تمہارے اسوقت
پیش جاتے کہ اس پیغمبر نے کبھی حضرت جبرئیلؑ کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکھا ہوتا وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ اور تحقیق
دیکھا ہے اس پیغمبر نے اس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کھلے آسمان کے کنارہ مین یعنے افق شرقی مین اور اس طرف
آفتاب کے ہونے کے سبب سے اصلا احتمال شک اور شبہے کا نہین رہا تھا اور جب کسی چیز کی حقیقت ایکبار دیکھ لی
اور پہچان لی پھر پہچاننا اس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین آسان ہوتا ہے جیسے کوئی لڑکا پانی کو دریا مین
دیکھے پھر اگر اس پانی کو پیالے یا آبخورے مین اسکے سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا کہ یہہ وہی پانی ہے
سو اسیطرح سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا حضرت جبریل علیہ السلام کو صورت اصلیہ پر ہوا تھا جسکی
سبب سے حقیقت جبرئیلیہ آپ پر کھل گئی تھی اسی سبب سے بعد اسکے پھر جس صورت اور جس لباس مین ان کو دیکھتے پہچان
لیتے تھے بموجب اس شعر کے تو خواہی جامہ وخواہی قبا پوش بہر رنگی ترا من می شناسم الا ایک بار کہ اعرابی
کی صورت پر سوال کرنے کو دین کے مسائل کے آئے تھے اور اس بار کے نہ پہچاننے مین یہہ بھید تھا کہ اس مرتبے
وسے اپنی اس حقیقت سے جو اللہ تعالے کی رسالت کو لازم ہے تنزل فرماکے اپنے تئین سائل کی صورت سے
نمودار کیا تھا کچھ مقدمہ وحی اور احکام الہی کا نہ تھا کہ پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہے
کہ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو کبھی ان کی اصلی صورت پر نہین دیکھا مگر دو بار اول بار وحی کے نزول کی ابتدا مین درنگی کے
سبب جوشش شوق سے بیتاب ہوکر چاہا تھا کہ اپنے تئین پہاڑ پر سے گرادیوین اس ارادے سے موضع اجیاد مین
جو ایک مکان ہے مکہ معظمہ مین گذر ہوا اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک سونے کی چمکتی ہوئی کرسی پر زمین و

آسمان کے درمیان مین مشرق کی طرف نیچے ہین اور ان کے جسم نے تمام کنارون کو آسمان کے گھیر لیا ہے اسکے
چھ سو پر تھے سب یاقوت اور موتیون سے بنے ہوئے پس اس بار یہہ عجیب نورانی شکل دیکھنے مین آئی اور دوسری
بار معراج کی رات کو سدرۃ المنتہی کے پاس اسی صورت اوّل سے دیکھا تھا اور قرآن مجید مین سورۂ والنجم کے اوّل مین
ان دونون بار کا مذکور فرمایا مگر وہان ذکر مین پہلی بار کے دیکھنے کو بِالْاُفُقِ الْاَعْلیٰ کہکے مذکور فرمایا ہے اور یہان پر
بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ارشاد ہوا ہے سو اس عبارت کے اسلوب کے تغیر مین نکتہ یہہ ہے کہ اس سورت مین پیغمبر کی خبر کے صدق
کا اور اسکے مضمون کے واضح ہونے کا بیان منظور ہے اسواسطے مبین کا لفظ مناسب ہوا اور اس سورت مین پیغمبر کے
علو مرتبے کا اور آسمانون کے طبقون پر انکے چڑھنے کا بیان منظور ہے تو اعلیٰ کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور اس بات
کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ابتدا انکی استوا کا جو کنایت حقیقت جبرئیلی کی تجلی سے اس صورت مین جو مقتضا اس حقیقت کا ہے
افق اعلیٰ مین تھا اور انتہا اس صورت کی قرب اور نزدیکی کا افق مبین مین ہے اور بعضے ارباب شہود نے کہا ہے کہ عالم
مثال کے دو کنارے ہین ایک افق اعلیٰ سو اسکا اتصال عالم تجرد اور تقدس سے ہے اور دوسرا افق ادنیٰ جو ملا ہوا
عالم شہادت سے ہے پس حقیقت جبرئیلی نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب کمال اس حقیقت کے جلوہ گر کرے تو
پہلے افق اعلیٰ مین اپنے جسم مثالی کو لباس اس شکل کا پہنا کر اور آہستہ آہستہ نزدیک ہونا شروع کیا یہان تک
کہ اتصال تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور مراد افق مبین سے جو ظاہر کرنے والی اس حقیقت اور معنی کی تھی
وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی ہے نہ افق آسمان کا فقط تشبیہہ کے واسطے اسکو افق سے تعبیر فرمایا ہے اسواسطے
کہ غیب کے عالم اکثر نظر مین اہل کشف وشہود کے دایرون کی صورت پر نمودار ہوتے ہین اور نظم قرآنی بھی سورۂ نجم مین دگا
اسی تقریر کی ہے پھر جب تمام وجہین قرآن نازل ہونے کے اشتباہ کی سب صورت سے زایل ہو گئین تو اب اسکے
خبر دینے مین کذب کا احتمال نہ رہا مگر یہہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے اس کلام کو کاہنون کی باتون کے طور پر جانتے تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تھے اور حقیقت کاہن کی یہہ ہے کہ بعضے انسانون کو بعضے شیطانون سے
مناسبت حاصل ہوجاتی ہے پھر وے نفوس شیطانی ملائکہ مجلسون سے وہ تدبیرین جو آیندہ کے کامون کی ان مجلسون مین
مذکور ہوتی ہین چوری سے کچھ اُن مین سے سنکر اس اپنے دوست سے بیان کر دیتے ہین پھر وہ شخص اس بات کو
لوگون مین کہتا ہے پھر وہ بات کبھی برابر بھی پڑ جاتی ہے اور یہہ معاملہ شیطانی انسانون کے ساتھ قبل پیدا ہونے

آنحضرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مروج تھا اور کئی آدمی اس بات مین مشہور گذرتے ہین جیسے شق اور سطیح کہ عجایب
غرایب قصے اُن کے غیب کی خبرون مین مشہور ہین اور دوسری دو آیتون مین بھی اسی شبہے کو دفع فرمایا ہے اور پھر
اس شبہے کے دفع کی یہہ ہے کہ علم کاہن کا گھیرنے والا غیب کے سب اقسامون کو نہین ہوتا یہان تک کہ اگر اس سے نام اور
صفتین اللہ تعالے کی یا احکام شرعیہ جو عالم غیب مین مقرر ہین یا حقیقت اور بطلان اہل مذاہب اور ملتون کا یا احوال بہشت
اور دوزخ کا یا وہ جو ارواح کو بعد موت کے پیش آتا ہے اور مانند ان علمون کے اگر پوچھین تو گونگے اور
لاجواب ہو جاوینگے بلکہ تواریخ بادشاہون اور اگلے لوگون کی بھی نہین جانتے اس واسطے ان کے علم کی اصل
تو ان ملائکہ کی باتون مین سے کچھ چوری سن آنا ہے جو تدبیرین آگے ہونے والے کامون کی کرتے ہین اور بس سو انکا
علم فقط اتنا ہے کہ قریب ہونے والی باتون مین سے جن پر ملائکہ کو اطلاع ہوئی ہے اور اسکی تدبیر اور جاری کرنے
کا حکم ہوا ہے اسمین سے کسی بات کو بیان کر دینا اور جو حاصل کرنا اس علم کا چوری سے ہے اسیواسطے ان کی خبر مین
پورا پورا بیان اس کام کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز اور اشارے ایک دو کلمے جو اس حادثہ کی اصل پر دلالت کرین
اگر بطور اجمال کے اُنکے ہاتھ لگ جاتے ہین سو وے بیان کر دیتے ہین پھر اپنی طرف سے بھی کتنی باتین اسکے
مناسب اپنی عقل کی مشاقی اور قیاس عقلی سے بڑھا دیتے ہین سو کبھی وہ بات خارج مین موافق ان کے قیاس
کے ہو جاتی ہے اور کبھی دوسرے طرح سے ظہور مین آتی ہے بس کاہن کا علم غیب کی باتین رمز و اشارے سے زیادہ
نہین ہوتا سو وہ بھی مخصوص ہے عالم کے جزئی احوال مین جو قریب ہونیوالے ہوتے ہین اور یہہ قرآن گھیر لینے والا ہے
تمام فنون کو علم غیب کے اور بیان بھی ایسا وسیع رکھتا ہے جو ہدایت اور ارشاد مین کافی ہے **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ**
بِضَنِينٍ اور نہین ہے یہہ قرآن علم غیب کے بیان کرنے مین بخیل اور قصور کرنیوالا یعنی جو کچھ آدمی کو معاش اور معاد کے
کے واسطے علم اور عمل سے چاہئیے سو اس مین موجود ہے بس ایسے کلام کے حق مین جو سراسر ارشاد ہے گمان کہان
کا لیجاتا ہے زرباف اور بوریا باف کا قصہ ہے اور یہہ بھی ہے کہ جو کچھ کاہن کی زبان سے نکلتا ہے وہ سخن
شیطان کا ہوتا ہے جو فرشتونکی مجلس سے چرالاتا ہے **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ** اور نہین ہے یہہ قرآن
بات شیطان راندے گئے کی کیونکہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اسکو آدم
علیہ السلام سے کمال عداوت پیدا ہوئی اور جناب الٰہی سے بھی بغض اور دشمنی پیدا کی بس ہر بات مین اسکی آدمیونکا

دشمنی کی پوشیدہ ایک نہ ہوتی ہے اسکو ہدایت اور ارشاد سے اور امر و نہی سے ان کی کیا مناسبت ہے اسکا کام
تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہے اسکو توحید اور ذکر الٰہی سے اور اسما اور صفات حق تعالیٰ کی بیان کرنے سے اور ذکر
بہشت اور دوزخ کے اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی سے بتون اور بت پرستون کی اور
قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غصب کے کامون کی اور خوبی بیان کرنے سے ریاضت اور مشقت کے عملون کی
اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے گمراہون اور بدکارون کی کیا غرض ہے بلکہ یہ کام تو اس ملعون کی
چشم کے خاشاک ہین اور جگر کا کانٹا بلکہ اسکے مکر اور فریب کی بازار کو درہم برہم کرنیوالے ہین خصوصاً ڈرانا شیطان
کے مکر کے فریب کھانے سے اور اسکی دشمنی کا بیان آدم کی اولاد سے اور ہجو اور مذمت اسکے تابعدارون کی اور
برائی ان کامون کی جو اسکو پسند ہین کیا امکان ہے کہ اسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانون مین
انگلیان دیکے بھاگتا ہے چنانچہ کسی شاعر کا مقولہ ہے مصرع دیو بگریزد ازان قوم کہ قرآن خوانند اب ایسے کلام
ہدایت انجام کو شیطان کا کلام سمجھنا کمال حماقت اور بیوقوفی ہے چنانچہ کافرون کو ان کے اس گمان فاسد پر بطور خفگی
اور گھُرکی کے فرمایا ہے فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ پھر کدھر کو جاتے ہو اور کن خیالون مین سرگردان ہوتے ہو امر واقعی
کو چھوڑ کر ایسے احتمالون پر کہ جنکا ہونا ہرگز ممکن نہین ہے بلکہ لڑکے بھی اسپر ہنستے ہین فریب کھاتے ہو گویا کہ گھر کی
راہ بھول کر کھڈے مین گرتے ہو اور یہان پر سمجھ لینا چاہئے کہ اکثر قرا معتبرین وماھو علی الغیب بضنین کو
بدلے ضاد نقطہ دار کے جو ہم شکل صاد کا ہے ظا نقطہ دار سے جو ہم صورت طا کی ہے پڑھا ہے اور معنے ظنین
کے جو ظا کے ساتھ ہے متہم کے ہین اور اس صورت مین ضمیر ہُوَ کی صاحب کی طرف راجع ہوگی جس سے مراد پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے یعنے نہین ہے تمھارا پیغمبر غیب کی بات پر متہم جو بن دیکھے کہدے کہ مین
نے دیکھی ہے کیونکہ چھوٹی اور آسانی باتون مین تو اس کو جھوٹھا نہین جانتے ہو پھر ایسے امر عظیم مین کیسے اسکو
جھوٹھا جانتے ہو اور تہمت لگاتے ہو بس یہ شبہ بھی یعنی شاید یہ پیغمبر جبرئیلؑ کی صورت اصلی دیکھنے کے
دعوے مین دروغ گو ہو زائل ہوا اب جاننا چاہئے کہ فرق مخرج مین ضاد اور ظا کے بہت مشکل ہے اکثر اس
ملک کے پڑھنے والے دونون کو ایکسان نکالتے ہین نہ ضاد کی جگہہ ضاد ہوتا ہے نہ ظا کی جگہہ ظا ان دونون کا
مخرج پہچاننا قرآن پڑھنے والے کو بہت ضرور ہے سو مخرج ضاد کا زبان کے کنارے کی جڑ ہے ڈاڑہ کے

ساتھ جسکو عربی مین ضرس کہتے ہین خواہ اسیدھی طرف سے نکالین خواہ الٹی طرف سے اور نکالنا اس حرف کا
اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہے اسیواسطے اکثر اسیطرف سے نکالتے ہین اور مخرج ظا کا زبان کے
کنارے سے اور اگلے دانتون کی جڑون کے اوپر کی جانب سے ہے جسکو ثنایائے علیا کہتے ہین چنانچہ دال اور تا کا
بھی وہی مخرج ہے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ اکثر مفسرین نے ان قسمون کو اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کے مضمون
پر قرار دیا ہے اور مقسم علیہ اسی مضمون کو ٹھہرایا ہے یعنی ان سب چیزون کی قسم ہے کہ یہہ کلام لایا ہوا رسول بزرگ
کا ہے لیکن تعجب مین ان قسمون کی کہ مدلول حرف فا کی ہین فَلَآ اُقْسِمُ مین ایک پوشیدہ گی ہے اپنے ماسبق
پر اور کہہ سکتے ہین کہ قیامت کے دن جزائے اعمال کا انکشاف جو بارہ اسباب پر معلق رکھا ہے تو ضرور ہوا کہ قبل
وقوع واقعہ کے تدبیر اسکی کیا چاہیے ولیکن اسکی تدبیر بغیر جناب الٰہی کے دوسرے سے ممکن نہین کہ دریافت ہوا ور
دریافت کرنا حق تعالیٰ سے نہین ہے مگر وحی کے وسیلے سے اور قرآن کے اُترنے سے تو قرآن کے مضامین
کی صحت پر قسم کھانا ضرور ہوا تاکہ مکلفین موافق اسکے عمل کرین اور قیامت کے دن ندامت اور حسرت نہ کھینچین
اب آئے ہم اسبات پر کہ ان قسمون کو اس مضمون سے کیا مناسبت ہے اور کونسی لالیف سو اس کا بیان یہہ
ہے کہ رجوع اور استقامت اور اقامت ان پانچون ستارون کی نمونہ ہے وحی کے بار بار آنے کا اگلے
انبیاؤن پر اور باقی رہنا اس وحی کی نشانیون کا ان کی امتون پر مدت دراز تک پھر منقطع ہوجانا ان نشانیون کا
بعد ایک مدت کے اور رجوع ہونا اس علم کا طرف پوشیدگی کے اور رات کا آنا نمونہ ہے اسوقت کا جو قبل
پیدایش خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہان مین تھا کہ کسی شخص کو تمیز حق و باطل کی نہ رہی تھی اور نشانیان
وحی کی بالکل مٹ گئی تھین اور دم بھرنا صبح کا مانند نزول قرآن کے اور پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وسلم کے ہے کہ ہر چیز کو دن کے مانند ایسا روشن کر دیا کہ کسیطرح کا شک و شبہ باقی نہ رہا گویا کہ اگلے
انبیاؤن کا نور ستارون کا سا تھا اور یہہ نور جیسے آفتاب درخشان کو لنعم ما قیل فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ
كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ حَتّٰى اِذَا طَلَعَتْ فِي الْكَوْنِ عَمَّ هُدَاهَا لِلْعَالَمِيْنَ وَاَحْيَتْ
سَائِرَ الْاُمَمِ پس تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب بزرگی کے ہین اور سب انبیا مثل ستارون کے
ظاہر ہوتی ہے روشنی ان کی واسطے لوگون کے تاریکی مین یہان تک کہ جب طلوع ہوا آفتاب جہان مین پھیل

کئی روشنی اسکی واسطے تمام عالم کے اور زندہ کیا تمام امتون کو اور جب اس کلام اعجاز نظام کے صدق کے
بیان سے اور مخالفون کے بہتانون کے ابطال سے فارغ ہوئے تو اب بطور حصر کے تھوڑی سی خوبیان اس
کلام کی بیان ہوتی ہین" تاکہ معلوم ہوجاوے کہ اسکے حق مین اس قسم کے احتمالون کی گنجایش نہین ہے اِنْ
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب شامل ہونے اسما اور صفات الٰہی کے حکم ذکر کا پیدا
کیا ہے یعنے وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہوسکتا ہے لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان کے لوگون کو یہان مراد عالم سے
انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ پیدا اور ذکر کو سوائے ان تینون فرقون کے دوسرا کوئی نہین جانتا سو آدمی
اور جن اس کلام سے نصیحت پکڑتے ہین اور گناہون سے بھی بچتے ہین اور طاعت پر رغبت بھی کرتے ہین اور اسکی
تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے بھی حاصل کرتے ہین اور فرشتے اس کی تلاوت سے انس رکھتے ہین
اور دور دور سے اسکے سننے کو آتے ہین اور اسکے حرفون اور کلمون کی خدمت کرتے ہین اور آسمان پر لیجا کر
مقبولیت کے مقام پر پہنچاتے ہین اور یے سب چیزین عند اللہ ان کی قرب کی زیادتی کا سبب ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا
ان فایدون کا قرآن سے خاص ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس شخص کیواسطے تم مین سے جو چاہتا ہے کہ سیدھا
چلنا اسواسطے کہ الٹی بوجھہ قرآن کے معنون مین زیادہ تر دل کی سختی اور سرکشی کا سبب پڑتی ہے اور باعث
بُعد اور حجاب اور دوری کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہے پس قرآن کی مثال غذائے لطیف کے مانند
ہے کہ بدن صالح مین صلاحیت اور زیادتی قوت اور کمال صحت کا سبب پڑتی ہے اور نقصان والے
بدن مین زیادتی مرض اور ضعف کا سبب ہوتی ہے چنانچہ دوسری جائے پر فرمایا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا اور یہہ بھی فرمایا ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا
اِلٰى رِجْسِهِمْ اسیواسطے محققون نے کہا ہے کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ و نصیحت
علما کی یے سب مانند غذا کے ہین مذاہب حقہ کی محافظت اور اسکی تکمیل کے واسطے اور وہ جو جہل و گمراہی کے مرض
کی دوا کے مانند ہے وہ دوسری چیز ہے ان چیزون کے سوا اور اگر یے چیزین دوا کی مانند ہوتین تو کوئی شخص عالم
مین گمراہی کے مرض مین گرفتار نہ رہتا اور سب صحیح اور اچھے ہو جاتے اب ارشاد ہوتا ہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے
اختیار مین ہے کسی کو اس مین دخل نہین وَمَا تَشَآءُوْنَ اور نہین چاہتے تم سیدھے چلنے کو علم و عمل مین اِلَّآ اَنْ

یشاء اللہ مگر جب اللہ چاہے کیونکہ تم اسکے قبضۂ قدرت مین مجبور ہو اور تمہارا ارادہ اسکے ارادے کے تابع ہے جیسے بازیگر کی پتلیان کہ بازیگر کے ہاتھ مین ہوتی ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالے اپنے ارادے سے تمہارے اندر ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہے اور تم موافق اس ارادے اور اختیار کے نیک یا بد کام کرتے ہو اور مستحق ثواب یا عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے اور اختیار کی پتلیون مین نہین ہے فقط حرکت دے سکتا ہے اسیواسطے پتلیون کے کام بازیگر کی طرف منسوب ہوتے ہین چنانچہ خوبی اور برائی کی نسبت پتلیون کی طرف کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کی طرف نسبت کرتے ہین بخلاف آدمیون کے کہ یے اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہین اسیواسطے اچھائی اور برائی کے سزاوار اور ثواب اور عقاب کے مستحق ہوتے ہین چنانچہ عقلانے کہا ہے کہ متوسطہ ہونا مختار کا درمیان مین فعل اور اسکے سبب کے اس علاقے کو جو اس فعل کو اس سبب کے ساتھ ہے قطع کردیتا ہے اسیواسطے تدبیرات دنیوی مین خطا اور ثواب کو مشورت کرنیوالون کی طرف منسوب نہین کرتے ہین بلکہ اسکے کرنیوالے کی طرف بھلائی اور برائی کی نسبت کرتے ہین اسیطرح سے سب کامون مین یہہ قاعدہ جاری ہے اور باوجود اسبات کے کہ مشیت الٰہی ساتھ ہدایت بعض افراد کے خاص ہے لیکن عام ربوبیت اُس ذات پاک کی سب جہان والون سے بحال اور برقرار ہے کیونکہ وصف اسکا ربّ العالمین ہے یعنے پالنے والا سب عالمون کا بس رضامندی اُس کی اس کی تابعداری مین ہے اور غضب اُس کا اس کی نافرمانی مین تاکہ ربط سب عالم کا آپس مین برہم نہو جاوے اسواسطے کہ اگر گناہ گارونسے عابدون کی طرح راضی ہوتا اور اُن پر غصہ نہ فرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا بیکار رہتا یعنے دوزخ اور اسکے طبقے جو نشانیان اسکے قہر اور سیاست کی ہین بیکار رہجاتین اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نفرماتا اور نعمتین بہشت کی ان کو عنایت نہ کرتا تو عالم اُسکے لطف و قدردانی کا معطل رہتا یعنے بہشت اور اسکے درجات اور حور و غلمان جو آثار اُس عالم کے ہین بیکار و معطل ہوجاتے

سورۃ الانفطار

یہہ سورت مکی ہے اس مین انیس ۱۹ آیتین اور تین سو انتیس ۳۲۹ حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۃ اذا الشمس کورت سے اسقدر ظاہر اور کھلا ہے کہ کچھ بیان کی حاجت نہین ہے بلا تشبیہہ اس سورتکو دوسرا مصرع اس سورت کا کہا چاہیئے اور ایک جان دو قالب بلکہ ان دونون سورتون مین جدائی کی وجہ کا بیان کرنا ضرور ہے کہ باوجود ایک ہونے مضمون ان دونون سورتون کے علحدہ علحدہ کیون نازل ہوین سو اسکی وجہ یہہ ہے کہ ان دونون سورتون مین قیامت کے حادثون کی ابتدا کرنا منظور ہے کہ کس طرح سے یہہ عالم خراب ہوکر دوسرا عالم بنیگا اور اس عالم مین سمجھ بوجھ انسان کی کمال کو پہنچیگی اور قوت عملیہ اسکی قوت خیالیہ کے اور اجتماع اسباب کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کریگی جو ایک آن کن فیکون مین درستی تمام کامون کی کر دیتا ہے اور انسان کی خلافت کے معنے اس دن بالکل کھل جاوینگے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سورت مین یعنی سورۃ التکویر مین اصول عالم کی خرابی کا مجمل بیان فرمایا ہے اور اس سورت مین تفصیل سے خرابی اصول اور فروع اس عالم کی اور بنانا اس عالم کے دونون مکانون کا یعنے بہشت اور دوزخ کا ارشاد فرمایا ہے اور اس سورت مین انسان کے احاطۂ علمی کے بیان پر کفایت کی ہے کہ کیا کیا کام دنیا مین اس سے ہوئے ہین اور کیا کیا کام نہین ہوئے اور اس سورت مین اس چیز کے احاطہ علمی کا بیان منظور ہے جو اس وقت پر کام آوے جیسی وہ زندگانی جو وحدانیہ ملی ہوئی ہے اور کرنا کام کا اور چھوڑنا اسکا جو اسکے تغیر نفس کو لازم ہوگا اور اس سورت مین بھی اس بیان سے مجازات ثابت کرنے کی طرف اور اسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہے اور اس سورت مین اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کے اور اسکے منکرون کے رد کی طرف انتقال فرمایا ہے سو انہین اختلافون کے سبب سے ان دونون سورتون کو جدا جدا نازل فرمایا اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب کرین اور اسکے اسباب سے اسی قسم کا دوسرا عالم بنا دین تو پہلے اس عالم کو جڑ بنیاد سے کھودتے ہین اور اسکے اسباب کی زیادتی کرکے دوسری جگہہ پر لیجاتے ہین اور اسکی شکل اور صورت مین بھی

تصرف کرتے ہین تاکہ وہ اسباب دوسرے اسباب سے مل کر ایک شکل دوسری جو دوسرے عالم کے
مناسب ہو پیدا کرے اور جو کام کہ اس عالم مین کرنا منظور ہین نئی صورت سے سرانجام پاوین جیسے کسی
حویلی کو باغ بنانا یا باغ کو مقبرہ یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کھیتی کیا چاہتے ہین تو اسی قسم کا
معاملہ کرتے ہین اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنے کی جگہہ نہین ہے بلکہ صرف کمال کے
حاصل کرنے کو اس جگہہ مین اس کو لائے ہین تاکہ اپنے تئین کامل کرکے حق تعالی کے خلافت کی لیاقت پیدا
کرے اور دوسرے عالم کو نہایت علم وعمل کی کشادگی سے آباد کرے اور وہان ہمیشہ رہا کرے تو دنیا مین
آدمی کو دو چیزون سے ملا ہوا پیدا کیا ہے ایک تو روح جو آسمانی ہے اور دوسرے جسم جو زمینی ہے
اسیواسطے اسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہنچتی ہے اور اسکے روح کی غذا ہمیشہ آسمان سے
اُترتی ہے اور کاروبار خلافت کے خوگر ہونے کے واسطے دونون آسمان و زمین کی چیزون مین اسکو تصرف
دیا ہے تاکہ جمع اور تالیف کا سلیقہ پیدا کرے اور لایق خلافت کبری کے ہو یہی وجہ ہے کہ آدمی تمام مخلوقات
کو معدنی چیز ہو یا پتھر گھانس کی قسم سے ہو یا درخت چشمہ ہو یا نہر جانور چلنے والا ہو یا اُڑنے والا سب
کو اپنے کام مین لاتا ہے اور ہمیشہ اُن کی جمع اور تالیف مین مشغول رہتا ہے اور عجیب اور غریب صناعتین
اور نئی نئی کاریگریان کھانے اور پوشاک اور سواری اور گھر مین ایجاد کیا کرتا ہے اور بنانے مین صورت
کے مادہ سے اور ایجاد کرنے مین نئی نئی طرح کی چیزون کے جو کئی کئی طرح کے حکم اور خواص رکھتی ہین جناب
احدیت سے جو خالق اصل او رفرع کا ہے مشابہت پیدا کرتا ہے اور اسیطرح آسمانی مخلوقات کو جیسے ستارے
ثوابت ہون یا سیارہ اور فرشتے جو بڑے بڑے مرتبے رکھتے ہین اکثر کو ان مین سے اپنے کام مین لاتا ہے اور
اس عالم آسمانی کی تسخیر کے طریقے کو باوجود اس بلندی اور دوری کے جانتا ہے لیکن بعضے آدمی کو اس کام مین
بڑا نقصان لاحق ہوتا ہے یعنے بسبب اس تصرف بیجا کے خلافت کے مرتبے سے بلکہ بندگی کے رتبے سے بھی گر پڑتا ہے
اور جو کرنا چاہئے نہین کرتا اور جو نچاہئے وہ کرتا ہے اور مستحق سزا اور عذاب کا ہوتا ہے اسیواسطے دارالجزا
آخرت کو مقرر فرمایا ہے تاکہ وہان فرق اور امتیاز دونون فرقون نیک اور بد مین کیا جاوے اور خلافت کبری
کی لیاقت جو نیکون نے حاصل کی ہے کشادگی اور ہمیشگی سے ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات

خاوند حقیقی سے جو بدون کو نصیب ہوئی ہے وے بھی موافق اپنے اپنے عملون کے ہمیشگی کے رنج و عذاب مین
گرفتار ہووین پس اس کلام کے واسطے دار الآخرت مین ضرور ہوا کہ تمام جسمون اور ارواحون کو اس مخلوق کا
یعنے انسان کا خادم اور تابعدار کردین اس واسطے کہ بنیاد اس مخلوق کی نہایت ضعیف ہے طاقت دوام اور ہمیشگی
کی نہین رکھتی اور روح بھی اسکی ضعیف ہے بڑے کام ہمیشگی کے ہونا اس سے ممکن نہین اس واسطے ایسا قرار پایا ہے
کہ آسمانی ارواحین سب اسکی روحون کی مددگاری کرین اور عقلی اور خیالی قوتین اسکی عقلی اور خیالی اس مخلوق کی قوتون
مین در آکے مل جاوین اور تمام اسباب زمین کے اس مخلوق کے جسم مین اور اسکے متعلقات مین جو اس کے صناعت
کے موضوع اور موقوف علیہ ہین جیسے کھانے کی چیزین اور پینے کی اور گھر رہنے کے اور پاکی کی چیزین بلکہ زنجیرین اور
طوق اور سانپ اور بچھو اور آگ اور شعلہ سب کے سب اس مخلوق کی مدد کرین اور اسی کے کام مین مصروف
ہون تاکہ نیکون کے خلافت کے معنے اور بدون کی سرکشی اور بھاگنا اچھی طرح سے ظاہر ہو جاوے پس اس
صورت مین دے چار انقلاب بیان فرماتے ہین جو اس عالم کے اصول سے متعلق ہین چنانچہ اول آسمان کا پھٹنا کہ اس
سبب سے عقلون اور نفسون سماوی کا تعلق ان کے اجرام باطل ہو جائے گا اور ان کا تعلق انسان کے نفوس سے ظاہر ہوگا
اور اہل شرع نے اس مطلب کو اس مضمون سے بیان کیا ہے کہ ساتون آسمان کے فرشتے اسدن اتر ینگے اور آدمیون کے
گرد ہونگے اور آدمیون کی روحون سے نزدیکی پیدا کرینگے اور ان کی نزدیکی کے سبب سے بوجھ اور فکر ہر ایک
آدمی کی زیادہ ہوگی کلیات اور جزئیات اچھائی اور برائی کے جو ان سے دنیا مین ہوئے ہون گے خوب طرح
ان پر کھل جاوینگے دوسرا یہہ کہ سب آسمان کے ستارے بیہوش ہو کر گر پڑینگے اور نورانی روحین جو ان ستارون سے
علاقہ رکھتی تھین انسان کے بدن سے متعلق ہو جائینگی لیکن اس اندازے کی مناسبت سے جو ہر ایک روح انسانی
کو دنیا مین حاصل ہوا تھا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تھا اور اس ارواح کو کیفیت کے ملنے کے سبب سے روحین
انسان کی بڑی قوت پکڑینگے اور اس مطلب کو قرآن مجید مین نزول روح اور قیام روح سے اس عالم مین بیان
فرمایا ہے اور یہے دونون انقلاب آسمانی ہین کہ روح انسانی کو ان کے سبب سے خوشی اور خورمی حاصل ہو گی
تیسرا انقلاب دریائے شور کا ہے کہ معہ کھاڑیون جوش کھا کے دھوان ہو جائیگا پھر اس مین سے کچھ پانی
زمین مین خشک اور جذب ہو جائیگا تاکہ اس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووے اور منقش ہونا صورتون

اور سکلون کا اسیر آسان ہو جاوے اور باقی پانی آگ ہوکے بھڑک اُٹھے گا اور دوزخ کی آگ بھڑکانیگا
سبب پڑیگا اس مطلب کو کبھی تفجیر بحار سے اور کبھی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہے اور حدیث شریف مین بھی
آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے دریائے شور کے حق مین فرمایا ہے کہ اِنَّ تَحْتَهُ نَارًا یعنے
مقرر ہے اسکے آگ ہے اور بعضون نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما جب دریائے
شور کو دیکھتے تو فرماتے يَا بَحْرُ مَتَى تَعُودُ نَارًا یعنے اے دریا کب پھر ہوجا ئیگا تو آگ چوتھا انقلاب
ہلنا زمین کا ہے کہ جا بجا قرآن مجید مین زلزلۃ الساعۃ کرکے اسی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکی نشانیون سے
بہت سی چیزین ارشاد فرمائی ہین انہی مین سے بعثرۃ القبور ہے یعنے جمع ہونا اجزائے بدنیہ کا جیسے گوشت پوست
ہڈیان وغیرہ اور ظاہر ہونا اُن کا یعنے زمین کے نیچے سے اوپر آنا جو اس سورت مین بھی مذکور ہے اور انہی مین
تسییر جبال ہے یعنے پہاڑون کا چلنا اور اپنے اندر کی چھپی چیزون کا نکالنا جیسے مردے اور خزانے اور جواہر
وغیرہ اور زمین کا برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی نہ رہنا اور قوت نامیہ کا زمین سے باطل ہوجانا اور انہی
نشانیون مین سے ہے جو صحیح حدیث مین آیا ہے کہ اسدن زمین سفید مائدہ کی روٹی کے مانند ہوجائیگی جو محشر
والون کی اس میدان مین غذا ہوگی اور دوسری اُن کے سوا بہت سی نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اس
مقام پر بیان کی جاوین تو کلام بہت بڑھ جاوے اور یہہ دونون زمین کے انقلاب ہین کہ جسم انسانی کے
مواد کی وسعت اور کشادگی اسی کے سبب سے حاصل ہوگی تاکہ اس نفس وسیع اور روح کاملہ کی صناعت کا موضوع بننے
ہوسکے اور ان چارون انقلاب کے بعد نئے عالم کی بنیاد رکھی جائیگی جسکا نام آخرت ہے اور اس عالم کی
بنیاد کا اصل الاصول نیک و بد کے عملون کا کھل جانا ہے جو انسان کے نفس پر ظاہر کرینگے اسیواسطے اس
سورت مین ان چارون انقلابون کے ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہے اور انہی چار انقلابون پر کفایت
کرنے کی وجہہ یہہ ہے کہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کے اصول یہی چار چیزین ہین یعنے آسمان اور ستارے
پانی اور زمین اور جتنی چیزین پائی جاتی ہین سب انہی چار چیزون کے اجزا جمع ہونے کے سبب سے پیدا ہوئی
ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑھنے والی اور جاندار اور آسمان اور زمین کے بیچ کی مخلوقات یہ سب چیزین
عاقلون کے نزدیک بیشک انہی چارون چیزون سے پیدا ہوتی ہین لیکن ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانہ عقل

کے ظاہر سبنون نے ارگان مستقلہ گمان کیا ہی مگر تحقیق بات یہہ ہی کہ ہوا ایک جسم ہی کہ پانی کی لطافت سے
یا بعضے ستارون کی تاثیر سے کم اور زیادہ پیدا ہوئی ہی کوئی جگہہ پیدایش کی بالاستقلال اپنے واسطے
نہین رکھتی اور کوئی صورت بھی قبول نہین کرتی اسکا کام صرف سیر کرنا اور پھرنا ہی اور تمام مخلوقات کی کیفیت کو ایک
جگہہ سے دوسری جگہہ پہچادینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور سردی اور گرمی اور خشکی
اور تری کو قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی جلد مین اسیپر دوسری چیزونکو قیاس کر لینا چاہیئے
اور آگ وہی ہوا ہی کہ سخت حرکت کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے سلک کر یہہ
صورت اسکی ہوگئی ہی اسکا کام کچّی چیزون کا پکادینا اور بیکار چیزون کا جلادینا ہی
جیسے کھانیکا مصالحہ کہ آپ اپنی ذات سے کسی کام کا نہین ہوتا بلکہ غذا پائی جای تو پھر بھی کام آوے
اور نہین تو بیکار محض ہی اسیواسطے کوئی جگہہ معین اُس کے واسطے بھی نہین ہی جیسا کہ حکمانے خیال کیا ہی
کہ آگ اور ہوا کے کُرّے پانی اور زمین کے کُرّون کو گھیرے ہوئے ہین سو یہہ اُن کی بات بے دلیل ہے کچھ
عقل نہین جیسا کہ خرق اور التیام آسمان اور ستارون کا اُن کے خیال مین محال ہی سو یہہ بھی اُن کا خیال خام ہی
اور دعویٰ بے دلیل فقط اور اس سورت کا نام اسیواسطے انفطار رکھا ہی کہ اس مین آسمان کے پھٹنے
کا بیان ہی اور یہہ آسمان کا پھٹنا نفوس انسانی کی ترقی کا عمدہ سبب ہی یعنے اسی سبب سے نفوس
اور عقول آسمانی کا تعلق نفوس انسانی سے ہوگا جسکی سبب سے اس کو ایسی ترقی حاصل ہوگی کہ ما قدمت
اور اخرت کو دریافت کرلے گا اور اسی امر کا بیان کرنا منظور ہی

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب آسمان چر جاوے اور آسمان کے چرنیکی کیفیت دوسری جگہہ اس طرح پر
بیان فرمائی ہے کہ ایک چیز بدلی کے مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اسکے صدمے سے تمام آسمان
ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہوگی قہر الٰہی کی جو اس عالم کے خراب کرنے کو اسی
شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن ایک سوال کرتے ہین اس کا جواب دینا ضرور ہے
اور وہ سوال یہہ ہے کہ اس عالم کی پیدایش پہلی زمین سے شروع ہوئی ہے خرابی اسکی آسمان سے کس
واسطے شروع ہوگی اس کا جواب یہہ ہے کہ جب کسی عمارت کا بنانا منظور ہوتا ہے تو پہلے نیچے سے بناتے
ہین اور جب کھودنا اور ڈھانا منظور ہوتا ہے تو اوپر سے شروع کرتے ہین وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ
اور جب تارے جھڑ پڑین چھٹک کر اور آسمانی نفوس کا تعلق جو تارون اور آسمانون سے ہے ان دو انقلابون
کے سبب سے باطل ہوجاوے اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب سے عقلون کا تعلق جو نفوس آسمانی کے
ساتھ ہے وہ بھی بیکار ہوجاوے اور افلاک کی خیالیہ قوتین نفوس کے ساتھ ان کے جرمون سے
جدا ہوجاوین اور وے نفوس وہان سے جدا ہو کے نفوس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرین اور عقول
کے فیضان اور آسمانون کی خیالی کارپردازیان سب نفس انسانی سے متعلق ہوجاوین بس انسان کے نفس کو
ان سبھون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہووے اور ما قدمت واخرت کے معنون پر کلیۃ اور جزئیۃ
جیسا چاہیے قرار واقعی اطلاع حاصل ہووے وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب دریا بہائے جاوین یعنے
ٹھہراؤ اور رکاؤ پانی کا جو اس وقت مین ہے وہ نہ رہے شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے
کہا ہے کہ پہلے سب دریا ایک جگہہ اکٹھے کئے جاوینگے اور اس جمع ہونے کے سبب سے ان مین ایک جوش
پیدا ہوگا اور اس جوش کے سبب سے تمام دریا مین آگ لگ جاوے گی پھر کچھ پانی اس مین سے دھوان
ہوکے قیامت کے میدان کو پر کردے گا اور کچھ پانی دوزخ کی آگ ہوجاویگا سو اس سورت مین پہلے دریا کے
انقلاب کا ذکر ہے کہ اپنے ٹھہراؤ اور رکاؤ سے متغیر ہو کے بہ نکلینگے اور سب کے سب مل کے ایک دریا ہوجاوینگا
اور سورۂ تکویر مین اس انقلاب کے پیچھے جلانا اور دہکانا بیان کیا ہے اور اس سورت مین بعثرۃ القبور
کی مناسبت سے بہانے کو اختیار فرمایا ہے اسواسطے کہ جب مکان کی جڑ مین پانی پہنچتا ہے تو اس کو خراب

کردیتا ہے اور اس سورۃ میں تسعیر جحیم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور دہکانے کو اختیار فرمایا ہی اور عرب کی لغت میں بحر دریائے شور کو کہتے ہیں اور جتنی ندیاں میٹھی ہیں کتنی ہی لمبی چوڑی گہری ہووین ان کو نہر کہتے ہیں بحر نہیں کہتے ہیں اور دریائے شور جسکو سمندر کہتے ہیں وہ ایک ہے لیکن اس کے ٹکڑوں اور کھاریوں کی رعایت سے جمع لائے ہیں جیسا کہ تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ سمندر کے ایک ٹکڑے کا نام بحر چین ہے اور ایک ٹکڑیکا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑے کا نام بحر فارس ہے اور ایک ٹکڑیکا نام بحر قلزم جو درمیان حبش اور عرب کے جاری ہے اور ایک ٹکڑے کا نام بحر روم ہے جس میں فرنگیوں کے جزیرے واقع ہیں اور ایک ٹکڑے کا نام بحر خزر والان ہے اسیطرح اور بھی نام ہیں اور دریاؤن کے بہنے کے سبب سے انسان کے بدنون کے مادے اور عذاب اور عقوبت کے اسباب ان کے بدنون کی زیادتی قبول کرینگے اور سماوی نفسون کا تعلق ان بدنون سے صحیح ہو جائے گا **وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ** اور جب قبرین اٹھائی جاوین یعنے قبر والے اور جو کچھ زمین کی تہ مین ہے سب زمین کے اوپر آجاوے اور بدنون کے اجزا آپس مین مل جاوین اس وقت ایک پانی عرش کے نیچے سے برسیگا اس مین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکھے گا اسکے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکینگے بس انسان کی روحین اپنے بدنون سے مل جاوینگی اور آسمانی روحین ان کی خادم اور مددگار ہووینگی اور حشر قایم ہوگا اسوقت **عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ** جان لیگا ہر جی جو آگے بھیجا ہے حق تعالی طرف نیکی اور بدی سے اور آگے بھیجنے سے مراد اسکا کرنا ہے اسواسطے کہ جو کچھ نیکی اور بدی کی گئی ہے سب نامۂ اعمال مین لکھی ہے اور وہ نامہ لکھنے والون کے ہاتھ سے حق تعالی کے دربار مین پہنچا ہے **وَأَخَّرَتْ** اور جو پیچھے چھوڑا ہے نیکی اور بدی سے اور پیچھے چھوڑنے سے نہ کرنا مراد ہے یعنے اسکام کو نہ کیا اسواسطے کہ جو نہین کیا ہے وہ نامۂ اعمال مین لکھا بھی نہین گیا ہے اور حق تعالی کے دربار مین بھی نہین پہنچا ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال اور اسباب کا مراد ہے اللہ تعالی کی رضامندی مین کہ وہ سب آخرت کا ذخیرہ ہے اور تاخیر سے چھوڑ جانا مال اور اسباب کا مراد ہے وارثون کے واسطے اور بعضون نے کہا ہے کہ ما قدمت سے وہ اولاد مراد ہے جو ماں باپ کے سامنے مر گئی ہے اور ما اخرت سے پیچھے

بیان دریائے شور

چھوڑی ہوئی اولاد مراد ہی اور بعضون نے تقدیم سے اوّل عمر کے کام اچھے ہون یا برے مراد لئے ہین اور
تاخیر سے آخر عمر کے کام اور بعضون نے کہا ہی کہ نیکی اور بدی کا کرنا یا چھوڑنا سب ماقدمت مین داخل ہی
اور رسم نیک ہو یا بد اور مذہب یا طریقہ جو کسی شخص نے نیا نکالا اور اسکے بعد لوگون نے اسکو اختیار
کیا اور اسی راہ پر چلے یہہ سب ما اخرت مین داخل ہی اور حدیث شریف مین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہی کہ مَا قَدَّمَتْ مِنْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ وَمَا اَخَّرَتْ مِنْ سُنَّةٍ حَسَنَةٍ اُسْتُنَّ بِهَا
بَعْدَهٗ فَلَهٗ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ اَوْ سُنَّةٍ سَيِّئَةٍ
عُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ فَعَلَيْهِ وِزْرُهٗ وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ یعنے جو
آگے بھیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے چھوڑا طریقہ نیک سے جسکو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اسکے
بس اسکو اجر ہی اپنے کئے کا اور اجر ہی ان لوگون کا جنھون نے پیروی کی اسکی بغیر اسکے کہ کم ہو انکے اجر سے
کچھ اور جسنے رسم بری ڈالی اور اسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اسکے تو اس شخص پر ہی گناہ اسکے کئے کا اور
گناہ ان لوگون کا جو اس رسم بد پر چلین اسکے بعد بدون اسبات کے کہ کم کیا جاوے گناہ ان لوگون سے کچھ
اور دوسری حدیث مین آیا ہی کہ ایک سائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور سوال کیا
جتنے شخص آپ کی خدمت مین اسوقت حاضر تھے سب چپ رہے ایک شخص حاضران مجلس سے
اٹھا اور اسکو کچھ دیا پھر اورون نے بھی اسکو دیکھ کے اس سایل کو دینا شروع کیا تب آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہی اور آدمی اس رسم پر عمل کرتے ہین تو
اس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہی اور ثواب دوسرے عمل کرنے والون کا بھی بغیر اسکے کہ ان
کے ثواب مین کچھ گھٹتی ہو اور اسیطرح جو شخص بد رسم نکالتا ہی اور لوگ اس پر عمل کرتے ہین تو اس کا وبال
اس رسم کے نکالنے والے پر ہی اور دوسرے لوگون کا وبال بھی اس کی گردن پر ہی جو اس پر عمل کرتے ہین
بغیر اسکے کہ ان کے وبال سے کچھ کمی کی جاوے راوی اس حدیث کا کہتا ہی کہ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد
حضرت حذیفہ بن الیمان نے یہہ آیت پڑھی کہ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ حاصل کلام کا یہہ ہی کہ نفس
انسانی کو اپنی نیکی اور بدی پر آگاہی بخوبی حاصل ہوگی اور جب دیکھیگا کہ مین نے کیا وہ سب برا تھا اور جو

چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہہ ہی اور برائی کی سزا یہہ ہی تب اسکو بڑی
ندامت ہوگی اور اپنی الٹی بوجھ پر شرمندہ ہوگا اسوقت اس کو کہا جائیگا یَآ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ ای
آدمی
آدم تیرا نام تو انس سے نکالا گیا تھا کس واسطے تو نے حق کی یاد سے انست نہ پکڑی اور نیکیان نہ کین اور
حق کے سوائے جتنے تھے سب تیرے حق مین سانپ اور بچھو تھے سو ان کو جواہر اور سونے کے نگینے خیال کرکے
انسے تو مانوس ہوا اور محبت کی مَا غَرَّکَ کس چیز نے فریب دیا تجھکو نفس نے یا شیطان نے خلق نے یا
دنیا نے بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ اپنے پروردگار پر جس نے طرح طرح سے تجھکو تربیت اور پرورش فرمایا اور
تیرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو اس کے کرم کی صفت کا مقتضا تھا پھر تو نے اسکے عوض مین معصیت اور مخالفت کا
داغ اپنے اوپر لگایا اور اپنی فضیلت اور بزرگی جو سب مخلوقات پر تجھکو ملی تھی سب برباد کی کریم کے معنون مین
علما کا اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہی کہ جسکے ہر کام مین انعام اور احسان ہووے اور اسکے ہر حرکت
اور سکون مین چھپی خیرات منظور ہو اور بعضون نے کہا ہی جو احسان اور انعام کرنے مین اپنے نفع یا اپنے نقصان
کا دفع منظور نہ رکھے وہ کریم ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کریم وہ ہی جو دوسرون کا حق اپنے اوپر نہ رکھے
بلکہ جوان کو چاہیئے دے اور جو اس کا حق دوسرون پر ہو اسکو طلب نہ کرے اور بعضون نے کہا ہی کہ
کہ کریم وہ ہی جو دوسرے سے تھوڑی سی چیز قبول کرے اور اس پر عوض بہت دیوے اور یہہ اللہ تعالے
کے کرم کا مقتضا ہی کہ گناہگارون کے گناہون کو بھی بخشتا ہی اور اسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود
اس تمام نافرمانی اور سرکشی کے دمبدم احسان اور تربیت اور پردہ پوشی اپنے بندے گناہگارون پر
کئے جاتا ہی یہان ایک سوال ہی جواب طلب جسکا حاصل یہہ ہی کہ مغرور ہونے پر منکر کے اور سرزنش
کرنے پر اس غرور کے قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا اسواسطے کہ قہار سے مغرور ہونا البتہ انکار اور
توبیخ کی جگہہ ہی بخلاف اسکے کہ کوئی اللہ کے کرم پر مغرور ہووے کہ وہ نفسہ اور انکار کی جگہہ نہین ہی اس
واسطے کہ کریم کا کرم خود غرور کا سبب پڑتا ہی جیسا کہ تاریخ کی کتابون مین مذکور ہی کہ ایک دن نوشیروان
بادشاہ کے سامنے اسکے خدمتگار اور خواص آپسمین ہنس پڑے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تھا عرض
کیا کہ ان خدمتگارون کو آپ کا کچھ خوف اور رعب نہین ہی کہ آپ کے سامنے ایسی حرکتین کرتے ہین

کریم کے معنون کا بیان

ایشو واہ ۱۶

نوشیروان نے کہا کہ ہم کو چاہیئے کہ دشمنون کو خوف دلاوین نہ اپنے خدمتگارون کو اور حضرت امیر المومنین
علی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی گئی ہی کہ ایک دن آپ نے اپنے غلام کو کسی کام کے واسطے دو تین بار
پکارا اسنے باوجود سننے کے جواب نہ دیا آپ باہر تشریف لائے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکھا تو
غلام حجرے کے دروازے پر کھڑا ہی آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا تھا کہ تونے مجھکو جواب ندیا غلام نے
عرض کی کہ آپ کے کرم کے اعتماد پر علاوہ اسکے یہہ بھی میری خاطر جمع ہی کہ آپ مجھکو مارینگے نہین حضرت
علی نے اسکے جواب کو پسند کیا اور اسکو اسیوقت آزاد کردیا تو معلوم ہوا کہ اس چیز کا ذکر جو آپ ہی
غرور کا سبب ہو وے سے غرور کے انکار کی جگہہ پر مناسب نہین ہی جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ کرم کی صفت
کا ذکر اس جگہہ پر غرور کی وجہہ کے بیان کرنے کے واسطے ہی یعنے اسکے کریم ہونے کے سبب سے تو مغرور ہوگیا
جیسا کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہی کہ فرماتے تھے اِلٰهِي غَرَّنِي حِلْمُكَ لَوْ اَخَذْتَنِي
بِالْاُوْلٰى مَا اَجْرَأْتُ عَلَى الثَّانِيَةِ یعنے ای اللہ مغرور کیا مجھکو تیرے حلم نے اگر پہلے گناہ پر تو مجھکو پکڑتا
تو دوسرے گناہ پر جرات نہ کرتا مین اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ان سے
پوچھا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالی قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھے کہ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ
الْكَرِيْمِ تو کیا جواب دوگے انھون نے کہا کہ مین کہونگا غَرَّتْنِي سُتُوْرُكَ الْمُرْخَاةُ فریب دیا مجھکو تیرے
چھوٹے ہوئے پردون نے یعنے کتنا ہی مین نے گناہ کیا مگر تونے مجھکو فضیحت اور رسوا نہ کیا تو جان لیا مین نے
کہ کبھی تو فضیحت نہ کریگا اور اسی قسم کا کلام حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی منقول ہی کہ كَمْ مِنْ مَغْرُوْرٍ
بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ وَكَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ یعنے بہت سے مغرور ہو بیٹھے ہین بسبب تیری
پردہ پوشی کے انپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے احسان کے اور جب استفہام انکاری
مجموع کلام پر وارد ہوا تو موافق قاعدے عربی کے اس کلام کے معنے توبیخ اور سرزنش کے ہوئے
اس غرور پر جو کریم کے کرم کے لاحظہ سے پیدا ہوتا ہی اور جب کرم پر غرور کرنیکا انکار ہوا اور یہی غرور کے
بڑے عمدہ اسباب سے تھا تو یہہ انکار غرور کی نفی مین بہت مفید پڑا اسواسطے کہ جب کرم پر غرور کرنا نچاہیے
تو قہر پر غرور کرنا کس طرح چاہیئے اور اللہ تعالی کی صفت جس طرح کرم ہی اسیطرح قہر بھی ہی اور وہ کریم

بھی ہے اور قہار بھی ہے اور منتقم بھی ہے اور باوجود ان سب صفتون کے حکیم بھی ہے پھر جب اسکی حکمت
قہر اور انتقام کی خواہش کرنے والی ہوئی تو اب کرم کے آثار ظاہر نہین ہوسکتے اسواسطے کہ احسان اور
کرم بدکارون کے حق مین خلاف قاعدے حکمت کے ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت
کو تلاوت کرنے کے وقت فرمایا کہ غَرَّہٗ بِاللّٰہِ جَہْلُہٗ یعنے آدمی کو مغرور کیا ہے اسکی نادانی نے اسواسطے
کہ وہ ایک صفت پر اپنے پروردگار کے تکیہ کرکے بیٹھا ہے اور دوسری صفتین اسکی جیسے حکمت اور عدالت
مین بھول گیا اور دوسرا جواب بھی ہے کہ توبیخ کسی کام پر اس جگہہ کرتے ہین کہ اس کام کے ہونیکا گمان ہووے
اور کریم کے کرم پر غرور کا مظنہ ہوسکتا ہے اسواسطے کہ یہہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے کرم پر کوئی مغرور ہووے
لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہوسکتا اسپر انکار اور توبیخ کیا نسبت رکھتی ہے مثلا عرف مین
کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کر اسواسطے کہ محل اعتماد کا حلم ہوسکتا ہے اور یہہ ہرگز نہین کہتے ہین
کہ فلانے کے غصے پر مغرور مت ہو اور اعتماد مت کر اسواسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین
ہوتا بلکہ پرہیز اور بچنے کا محل ہے اور بعضے بزرگون نے کہا ہے کہ اس صفت کا لانا جواب کی تلقین کے واسطے ہے
تاکہ بندہ خود کہے غَرَّنِیْ کَرَمُکَ لیکن یہہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اس کا کرم بھی حکمت سے خالی نہین
ہے اور اسکی حکمت ہرگز اسبات کو نہین چاہتی کہ اپنے بندون کو بے جزا اور سزا مہمل چھوڑ دے اور بد
ظالم سے مظلوم کا بدلا نہ لے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے اور نیک کو بد سے اور پرہیزگار کو بدکار
سے جدا نہ کرے تو معلوم ہوا کہ اس جواب مین فی الفور الزام کھاتا ہے کہ کرم کے ثابت کرنے مین میری
حکمت کا انکار کیون کیا تو نے اور یہہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کا کرم آدمی کی خواہش سے پہلے ہی بے عوض اور بے
بے غرض کے اسکو پہلے پیدا کیا اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا اسو پہلا
کرم پچھلے کرم کا سبب نہین ہوسکتا کہ اسکے گناہونکو بالکل چھوڑ دے اور اسکی بدیون پر اسکو تنبیہ نہ کرے
بلکہ اللہ تعالی کا پہلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہے اسواسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت
کرے جسکا حق اور احسان کچھہ اسپر نہو تو ہوسکتا ہے اور کچھہ تعجب کی جگہہ نہین ہے لیکن اپنے محسن اور منعم کی
مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران ہے اور بڑے خوف کی جگہہ ہے اس کا پہلا کرم اسبات کو

نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر کرے بلکہ عرف مین ایسی جگہہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت
کہتے ہین علی الخصوص اس وقت مین کہ خود اپنے ولی نعمت کو نمانے اور اسکی نعمتین دی ہوئین دوسرون کی
طرف نسبت کرے یا اس کی غیر مرضی مین خرچ کرے آعاذنا اللہ من ذلک اب جاننا چاہئے کہ اسجگہہ
پر تین چیزین ہین غرور اور تمنی اور رجا سو جابجا قرآن شریف مین غرور اور تمنی کو برا فرمایا ہے جیسا کہ
ان آیتون مین ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ۔ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ
سوائے اسکے اور بھی آیتین ہین اور رجا جو امید کے معنون مین ہے سو وہ قرآن اور حدیث دونوںمین
پسند ہے اور جابجا مومنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہے جیسے یرجون رحمۃ اللہ اور سوائے اسکے بھی
ہے تو ان تینون چیزون مین تفرقہ اور جدائی کھلی کھلی بیان کرنا چاہئے تاکہ کام ممدوح اور مذموم کے آپس
مین ملتبس ہووین اور مل نہ جاوین سو جاننا چاہئے کہ امید کی حقیقت یہہ ہے کہ کسی چیز کی انتظار مین آدمی کا
دل خوش رہے اور ہر مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک سبب درکار ہے والا انتظار ثابت نہووے
پھر اگر کسی چیز کے اسباب بہت سے جمع ہوئے ہون اور اس کا انتظار کھینچے اور اس انتظار مین خوش رہے
تو اسکو رجا اور امید کہتے ہین اور یہی ممدوح ہے جیسا کہ ایک کسان نے اچھا بیج اچھی زمین مین بویا
اور پانی بھی وقت پر دیا اور غلے کا منتظر ہے اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب جاتے رہین اور اس کی
انتظار کھینچے تو وہ غرور اور حماقت مین گرفتار ہے اور یہی مذموم ہے جیسا کہ ایک کسان نے بنجر مین
بیج بویا اور وقت پر سینچا بھی نہین پھر اس سے غلے کی انتظاری کرے تو اسکو غرور اور حماقت
کہتے ہین اور اگر کسی چیز کے اسباب حاصل ہونے مین شک واقع ہو پھر اس چیز کا انتظار کرے تو
اسکو تمنا اور آرزو کہتے ہین جیسا کہ ایک کسان نے اچھی زمین مین بیج بویا لیکن سینچا نہین یا بنجر
مین بیج بویا اور اس کو سینچا پھر اس سے غلے کا منتظر ہے یہہ بھی مذموم مین داخل ہے پھر جب یہ
مثالین خوب سمجھہ مین آگئین تو ایمان دار کو چاہئے کہ اپنی نجات اور فلاح کی حتی المقدور فکر کرے
اور اسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیسا کہ فرمانبرداری امر کی اور احتراز نہی سے پھر رحمت الٰہی کا
امیدوار رہے اور اس انتظاری مین خوشی اور خورمی سے گذران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات

اور فلاح کے اسباب کو کھو دیا اور اپنی عمر کو نامرضیات الٰہی مین صرف کیا پھر منتظر نجات اور
فلاح کا ہی وہ احمق ہی اور غرور مین گرفتار رہا اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن
اسکی شرطون کو خوب بجا نہ لایا تو وہ آرزومند ہی یعنے شاید اسکو نجات ہو لیکن یے دونون صورتین
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری اور نامعقول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک حج کے واسطے ملک
شام سے آیا مدینہ منورہ مین حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اُن سے پوچھا کہ قیامت
کے دن بندون کی ملاقات پروردگار سے کسطرح پر ہوگی ابو حازم نے کہا کہ اگر بندہ نیک ہی یعنے دنیا مین
نیکی کرکے گیا ہی اسکی ملاقات اس طرح پر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص بہت دنون کے بعد سفر سے پھر کر اپنے
گھر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کے اپنے ساتھ لاوے اس وقت خیال کیا چاہئے کہ اسکے
گھر والے اس سے کسطرح سے خوش ہونگے اور اس کی کس کسطرح سے خاطرداری کرینگے اور اگر بندہ بدکار
ہی کہ دنیا مین بہت برائیان کرکے گیا ہی اس کا سامنا ویسا ہوگا جیسا کہ کسی کا غلام چوری کرکے
بھاگا ہو اور اسکے خاوند نے اسکے پیچھے پیادے پکڑنے کو دوڑائے اور وے پیادے اسکو
پکڑکے ہاتھون مین ہتھکڑیان اور پیرون مین بیڑیان اور گلے مین طوق ڈالکے اس کے خاوند کے
حضور مین لائے اس وقت کی حالت کو خیال کیا چاہئے کہ کیسا اپنے دل مین شرمندہ ہوگا اور اپنے
خاوند کے نزدیک کیسا لعنت اور نفرین کے لایق ہوگا سلیمان کو اس بات کے سننے سے رقت
غالب ہوئی بہت رویا اور کہا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجھکو ان دونون صورتون
مین سے کون سی طرح پر اس مالک مطلق کے سامنے لیجائینگے ابو حازم نے کہا کہ اس بات کا
معلوم کرنا بہت آسان ہی اور قرآن شریف مین خوب کھولکے بیان فرمایا ہی سلیمان نے پوچھا کس
آیت مین ابو حازم نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ اب
اپنے عملون کا جایزہ دیکھو کہ ابرار مین ہو یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عملون پر انجام کام
کا ٹھہرا تو رحمت الٰہی کہان ہی ابو حازم نے کہا کہ اس کا بھی پتا قرآن مجید مین بتا دیا ہی سلیمان نے
کہا کہ کس آیت مین ابو حازم نے کہا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ مین سلیمان کو اسبات کے

سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روتے روتے حالت متغیر ہوگئی ان کے پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم
کی تمہاری باتین سننے کی مجھکو طاقت نہین ہے کہ میرا پتا پھٹا جاتا ہے اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ
اور سرزنش متوجہ فرمائی اسپر کہ نرہے اللہ تعالیٰ کے کرم پر مغرور نہوا چاہیئے تو اب کئی نعمتین جو اسپر
انعام کی ہین اور وسے غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین انمین سے ایک یہہ ہے اَلَّذِیْ
خَلَقَکَ وہ کریم کہ اپنے محض کرم سے تجھکو پیدا کیا اور ہرگز خواہش اور سوال اور دعا اسکی ہستی کی
حالت مین تجھسے متصور نتھی اور کسی منفعت کی تجھسے توقع نہ تھی فَسَوّٰکَ پھر تیرے بدن کو ٹھیک بنایا
اور سب جوڑ بند برابر پیدا کئے اندازے سے ہاتھہ برابر ہاتھہ کے اور پانون برابر پانون کے اور کان برابر
کان کے اور برابر آنکھہ کے کسی کو ان مین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے اگر ایک پانون چھوٹا ہوتا اور دوسرا
بڑا تو چلنے مین بھی رنج ہوتا اور دیکھنے مین بھی عیب دار اور ناقص ہوتا یہہ اسی کا کرم ہے کہ ایک
ایک قطرۂ ناپاک سے تجھکو ایسا خوب صورت اور سڈول پیدا کیا فَعَدَلَکَ پھر معتدل مزاج
بنایا تجھکو اور تیرے بدن کے مزاج کے خلط کی رکنون کو یعنے گرمی اور سردی اور تری اور خشکی
طبیعت مین ایکسان اور برابر کیا تاکہ جو احوال کہ اعتدال سے خارج ہین ان کو پہچانے کو اور پوچھے
کہ طبیعی اعتدال سے خارج ہونا کس قدر رنج اور الم دیتا ہے پھر معنوی اعتدال سے خارج
ہونیکو اسی پر قیاس کیا چاہیئے فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت مین چاہا تیرے پروردگار
نے تجھکو بنایا اور اسوقت مین تو حاضر نتھا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچھی ہے اور فلانی بری مجھکو اچھی صورت چاہیے
بری نچاہیئے یہہ اسیکا کرم ہے کہ احسن اور اچھی صورت پر تجھکو بنایا ہاتھہ دئیے تکبیر مین اٹھانے کو مصحف
کے پکڑنے کو اور ہتھیار کے اٹھانے کو جہاد مین اور سوائے اسکے بہت چیزین بندگی کی ہین کہ ہاتھہ سے تعلق
رکھتی ہین اور زبان دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنے کو اور اچھی بات کے حکم
کرنے کو اور بری باتسے منع کرنیکو اور ذات اور صفات الٰہی کی حقیقتین بیان کرنے کو اور پانون دئیے
نماز مین کھڑے ہونیکو جہاد مین دوڑنے کو بیت اللہ کے طواف کرنے کو مریضون کی عیادت کو اولیاء اللہ
کی زیارت کو اور سوائے اسکے جو اچھی چیزین اس سے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک عضو کو طاعت اور بندگی

کے واسطے پیدا کر دیا اور تونے ان نعمتون کو اس کے عکس مین خرچ کیا اور گناہ کا واسطہ بنایا سو جسنے
ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز صفت کریمی کے سزاوار نہین ہوتا اور ایسے شخص کو
فریب کھانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پر زیب نہین دیتا ہے اور اس مقام پر کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتون کا
بیان اور شمار کرنا منظور ہے خاص پیدایش کی نعمت کو بیان کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ اس نعمت مین
کسیطرح کی خواہش اور سوال بندے کی طرف سے پایا نہین گیا تھا اور اس کی پیدایش مین اللہ تعالیٰ
کو بھی کسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہین تھا بخلاف دوسری نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونے
کے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوئی ہین اور وے نعمتین چندان کرم پر دلالت نہین کرتی ہین
اور یہہ بھی ہے کہ انسان کی پیدایش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول طبیعت کے اعتدال اور اعضا
کے تناسب کے ساتھ صریح دلیل ہے اسبات کی کہ ایسے مخلوق کو مہمل اور بے فائدہ نہین پیدا کیا
ہے بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدھی راہ پہچاننے کو اور برے اعتقاد اور عمل سے احتراز کرنے کو پیدا کیا ہے
اسواسطے کہ غیر معتدل کو سوائے معتدل کے کوئی پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین قاعدہ
ٹھہرا ہوا ہے کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال سے خارج ہے چندان تاثیر قبول نہین کرتا ہے
اسواسطے کہ وہ کیفیت ہم جنس اس غیر معتدل کے نہین ہے بخلاف اپنے ہم جنس کے کہ اس
سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہے اور تھوڑے کو بہت جانتا ہے پس انسان نے جو اس کام مین قصور کیا
اور اپنے مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لایق غصے اور غضب کے ہوا پھر اسکو پہلے کرم پر فریفتہ
اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہے اور اس مقام پر ایک سوال ہے جواب طلب انکا حاصل یہہ ہے
کہ ان نعمتون کے بیان کرنے مین حرف عطف کا کہ ف ہے ہر جگہہ پر مذکور فرمایا ہے مگر فی ای صورۃ
ما شآء رکبک مین حرف عطف کو نہین لائے ہین اس کی وجہ کیا ہے اس کا جواب یہہ ہے کہ پیدایش
اور اعضا کا برابر ہونا اور کیفیت کا معتدل ہونا یہہ تینون فعل ترتیب سے بیان ہوئے ہین
ان کے درمیان مین مدلول ف کلمہ کا کہ تعقیب ہے گنجایش رکھتا ہے اور بعد ان تینون فعل کے صورت
کی ترکیب لازم ہے اسواسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے فراغت پائی تو تصویر حاصل ہوئی بلکہ وہی

تصویر

تسویہ اور تعدیل عین تصویر ہی ہے بس گنجایش حرف عطف کی نرہی اور جب یہہ نعمت یعنے پیدایش کی تسویہ
اور تعدیل دونون سے مل کر پیدا ہوئی تو اسواسطے اسکو بطور ان دونون نعمتون کے بیان کے بے حرف
عطف کے بیان فرمایا اور مفسرون کی ایک جماعت نے فی ای صورۃ ما شاء رکبک کی تفسیر مین کہا
ہی کہ یہان مراد یہہ ہی کہ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہی اور کبھی ما کے اور کبھی چچا کے اور کبھی ماموں کے
اور کبھی ان مین سے کسی کے مشابہ نہین ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے منقول ہی کہ
ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ ما وُلِدَ لَکَ یعنے کیا ہی اولاد تیری اسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ وَمَا
عَسٰی اَنْ یُوْلَدَ لِیْ غُلَامٌ وَجَارِیَۃٌ یعنے ابھی تک تو کچھ بھی نہین ہی مگر قریب ہی کہ پیدا ہوگا لڑکا یا
لڑکی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ مِمَّنْ تُشْبِہُ یعنے کس کے مشابہ ہوتا ہی اسنے عرض کیا کہ تُشْبِہُ
اُمَّہٗ اَوْ اَبَاہُ یعنے مشابہ ہوگا ما کے یا باپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقُلْ ھٰکَذَا اِنَّ النُّطْفَۃَ
اِذَا اسْتَقَرَّتْ فِی الرَّحِمِ اَحْضَرَ اللہُ کُلَّ نَسَبٍ بَیْنَہَا وَبَیْنَ اٰدَمَ اَمَا قَرَأْتَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ
مَا شَآءَ رَکَّبَکَ یعنے ایسا مت کہہ مقرر نطفہ جب ٹھہرتا ہی رحم مین حاضر کرتا ہی اللہ تعالی سب نسب کو جو اسکے اور آدم کے درمیان مین ہین کیا نہین پڑھی
تونے یہہ آیت فی ای صورۃ ما شاء رکبک اور بعضون نے کہا ہی اس سے خوبصورتی اور بدصورتی مراد ہے یعنے ہر ایک انسان اچھی صورت ہو نہین متفاوت ہی
اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد انسان کی صورتون کی زیادتی ہی یعنے اللہ تعالے کی قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہہ ہی
اور حقیقت مین بھی یہی ہی کہ اس قدر لاکھون کڑوڑون　　آدمیون کے چہرے حضرت آدم علیہ السلام سے
اسوقت تک باوجود یکسان ہونے صورت اور شکل اور بدن کے جوڑ بند مین جیسے آنکھ ناک کان منہہ چہرہ
پھر ہر شخص کی صورت اور شباہت دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہی اس جگہہ سے حق تعالی کے خزانون کی
وسعت اور کثرت دریافت کیا چاہیئے کہ کس قدر نقشے بے انتہا اسکے خزانےمین موجود ہین اور بعضون نے
کہا ہی کہ مخالف ہونا صورت نر اور مادہ کا مراد ہی اور اس صورت مین اس آیت کا ربط پہلی آیتون سے
اس طرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نر کی مخالف مادہ کی تسویہ اور تعدیل کے ہی لیکن یہہ مخالفت
صنفی ہی یعنے نر کی قسم اور ہی اور مادہ کی قسم اور ہی اسیواسطے مادہ کے مزاج کو طب والے ارطب
جانتے ہین یعنے بہت تر اور نر کے مزاجکو ایبس یعنے بہت خشک بوجھتے ہین اور نر کے بدن کی صحت کو مادہ کے

بدن کی صحت سے جدا جانتے لیکن تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہے دونو قسم آپس مین شریک
ہین اور بعضون نے اس آیت کو انسان کے رنگون کے مختلف ہونے پر حمل کیا ہے جیسے کہ پہلی اور دوسری
اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین اسواسطے کہ ہمیشہ آفتاب ان کے سر کے مقابل مین رہتا ہے یا مقابل
سے کچھ ہٹا ہوا اور آفتاب کی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی رنگ کو سیاہ کرتی ہے جیسا کہ دھوبیون مین
اور ان گوارون مین جو ہمیشہ ننگے بدن دھوپ مین کام کیا کرتے ہین یہہ بات ظاہر ہے اور سب دیکھتے
ہین اور تیسری اقلیم کے رہنے والے اکثر گندم گون ہوتے ہین اور چوتھی اقلیم کے رہنے والے گورے ہوتے
ہین مگر سرخی کے ساتھ اور پانچوین اقلیم کے رہنے والے سرخ رنگ ہوتے ہین اور چھٹی اور ساتوین
اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ ہوتے ہین کچھے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بعضون
کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اپنی بندگی کے واسطے چن لیا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
حق مین ارشاد فرمایا ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي یعنے چن لیا مین نے تجھ کو اپنے واسطے اور دوسری
جگہہ ان کے اور دوسرے انبیاؤن کے حق مین فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بے شک تھا وہ چنا ہوا
وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اور بیشک تھا وہ ہمارے چنے ہوئے بندون مین اور یہہ گروہ بادشاہی خاص بندون کے مانند ہے کہ حضور کی خاص خدمتون
کے واسطے معتمد رہتے ہین اور بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اسکے غیر کی طرف مشغول ہین جیسا کہ
بعضے مالکی تجارت مین اور بعضے کھیتی مین اور بعضی کسی اور کسب اور پیشہ مین مشغول ہین کہ دنیا کا کام چلے
اور جس کلام مین گمان اس بات کا تھا کہ کرم کی صفت سننے سے جو اس توبیخ اور سوال مین مذکور ہے
بہت بد کار فخر کہنے لگین کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اسکے کرم پر تھا اسواسطے کہ دوسری تنبیہ اور
توبیخ پہلے سے بھی زیادہ سخت ارشاد ہوئی كَلَّا یعنے یہہ بات نہین ہے کہ اسکے کرم پر اعتماد
کر کے تم یہہ گناہ کرتے ہو بلکہ یہہ تمہاری شرارت اور سرکشی ہے اسواسطے کہ یہہ اعتماد آخرت کی جزا کے
اقرار کرنے پر اور اسکے اعتقاد دلانے پر موقوف ہے اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہین کرتے ہو بَلْ
تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم انکار کرتے ہو جزا کا اور حال یہہ ہے کہ جزا کا وعدہ بھی اسیکے کرم کا مقتضا
ہے تاکہ اچھی جزا کی امید پر طاعت اور بندگی کرو اور دین دنیا کے تمہارے کام اچھے بن جاوین اور عذاب

کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ کام دونون جہان کے تمھارے بگڑ نجاوین اور جزا کا انکار تمسے کسطرح بن پڑیگا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ اور حال یہہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تم پر لَحٰفِظِيْنَ چوکیدار مقرر ہین تاکہ نیک اور بد کامون پر تمھارے خبردار رہین کوئی اچھا کام تمھارا ضایع نجاوے اور کوئی برا کام بھی ایکا نہووے كِرَامًا یعنے وے چوکیدار بھی حق تعالیٰ کی صفت کے موافق تمسے کرم کا معاملہ کرتے ہین سو اُن کے کرمون سے جو تم سے کرتے ہین ایک یہہ ہی کہ تم سے چھپے رہتے ہین اور اپنے تئین تم پر ظاہر نہین کرتے تاکہ کہین تم شرمندہ ہو کے عورتون کی صحبت اور جاضرور پیشاب اور اپنی مزیداریان اور لذتین چھوڑ ندواور انھی کے کرمون سے ایک یہہ ہی کہ باوجود تمھارے سب کام جاننے کے تم کو فضیحت اور رسوا نہین کرتے ہین اور کسی کے بھید کو دوسرے کے سامنے نہین کھولتے اور اُن کے کرمون سے ایک یہہ ہی کہ جب کوئی نیکی تمسے ہوتی ہی اسکو دس گنی کرکے لکھتے ہین جیسا کہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ مین تمنے دیا ہو اسکو دس روپئے لکھتے ہین اسی پر اور چیز کو قیاس بھی کرلو اور اگر کسی نیکی کا تم نے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تمسے ہونے نہ پائی تو تمھارے اس نیک ارادے کو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی اسکے عوض مین لکھ لیتے ہین اور اگر کسی گناہ کا تمنے ارادہ کیا اور پھر اسکو چھوڑ دیا یعنے نہ کیا تو اس چھوڑ دینے کو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی لکھ لیتے ہین اور اگر کوئی گناہ تمسے ہوتا ہی تو چھ ساعت تک تم کو مہلت دیتے ہین اور اتنی دیر تک اس گناہ کو نہین لکھتے کہ شاید اس عرصے مین تم توبہ یا استغفار کرو یا اس اپنے کرنے پر شرمندہ ہو یا اسکے بعد اتنے عرصے مین کوئی ایسی نیکی تم سے ہو کہ اسکے سبب سے برائی تمھاری معاف ہو جاوے اور اگر اتنی دیر مین ان باتون مین سے تم سے کچھ نہ ہوا تو ایک گناہ لکھتے ہین اور پھر جب توبہ اور استغفار تم کرتے ہو یا کوئی اور نیکی تو اس لکھے ہوئے کو مٹا ڈالتے ہین اور وے چوکیدار تمھارے کامونکے یاد رکھنے مین بہت احتیاط کرتے ہین اور باوجود فرشتے ہونے کے کہ ان مین نسیان اور فراموشی ہرگز نہین ہوتی اپنی یاد پر اعتماد نہین کرتے بلکہ كَاتِبِيْنَ یعنے لکھ رکھتے ہین اور اس کام کے واسطے دفتر تیار کر رکھتے ہین اور صحیح روایتون کے موافق ہر آدمی کے واسطے یہہ لکھنے والے چار نفر ہین دو دن کو آتے ہین اور دو رات کو اور ہر دن اور رات کے دونون دفتر علحدہ علحدہ رکھ چھوڑتے ہین اور بعضی روایتون مین

وارد ہی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہہ آدمی کے دونون کندھے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر آدمی کے اوپر
کے دونون بڑے دانت ان کے بیٹھنے کی جگہہ ہی اور اسکی زبان ان کا قلم ہی اور اس کا تھوک
ان کی سیاہی ہی اور جب یے دفترات اوردن کا حق تعالی کی حضوری مین لیجاتے ہین باوجود اسبات
کے کہ حق تعالی اپنے بندون سے جان کی رگ سے بھی زیادہ تر نزدیک ہی لیکن احتیاط کے واسطے
حکم ہوتا ہی کہ اس دفتر لکھے ہوئے کو لوح محفوظ سے مقابلہ کرو اسواسطے کہ اس مین جو کچھہ بندہ کریگا بے کمی
اور بیشی کے لکھا ہی بعد مقابلے کے حکم ہوتا ہی کہ بندگی اور گناہ کے سوائے جو کچھہ ہی اسکو مٹاڈالو اور
صرف بندگی اور گناہ رہنے دو کہ اسپر ثواب یا عذاب ہوگا اور ان چوکیدارون کو کسی طرح پر تمہارے
احوال سے پردہ اور پوشیدگی نہین ہی اور یہہ بھی گمان مت کرنا کہ جسطرح دنیا کے اخبار نویسون اور
خفیہ نویسون سے کسی حیلہ اور مکر سے اپنے کام چھپا رکھتے ہو ان سے بھی چھپا رکھوگے اسواسطے کہ وے
چوکیدار يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ جانتے ہین جو کچھہ تم کرتے ہو اگرچہ ہزار پردے مین کرو اب یہان
پر جاننا چاہیئے کہ لکھنے والے فرشتون کا آدمی کے سب کامون پر خبردار ہونا اس آیت سے ثابت
ہوتا ہی اور اسکی سب باتون پر خبردار ہونا دوسری آیت سے جو سورۂ قاف مین ہی بوجھا
جاتا ہی یعنے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر اسکے
پاس ایک راہ دیکھنا تیار ہی یعنے لکھنے کو اور کسیکام کے چھوڑ دینے پر خبردار ہونا جیسے روزہ یا اعتکاف
یا جو احرام کے اندر منع ہین انسے بچنا اور جو اسکے مانند ہین یے سب دلیل عقلی سے معلوم ہوجاتے ہین اس
واسطے کہ جب کسی شخص نے ایک کام کی حاجت کے وقت بدون کسی عذر اور مانع کے اس کام کو نہ کیا صریح معلوم
ہوا کہ اس کام کو اسنے چھوڑا لیکن آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اسکے دل کی چھپی بات
پر خبردار ہونا اس مین علما کا اختلاف ہی اکثر عالمون نے اس کا انکار کیا ہی یعنے دل کی بات کی انکو
خبر نہین ہوتی اور صحیح حدیث مین وارد ہی کہ یے لکھنے والے نیکی کے ارادے کو نیکی لکھتے ہین اور
اس بدی کے ارادے کو جسکو چھوڑ دیا ہی اسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان فرشتون کو
دل کے احوال پر بھی خبر ہوتی ہی لیکن وے علما جو اس امر کا انکار کرتے ہین وے کہتے ہین کہ یہہ خبر انکو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اس وقت فلانی نیکی کا ارادہ
کیا ہے یا فلانی بدی کا ارادہ کرکے پھر اُسے چھوڑ دیا ہے وھوالاظہر یعنے یہی ظاہر مین بھی معلوم ہوتا
ہے اور جب کلام جزا کے ثابت کرنے تک پہنچا تو اب تھوڑی نیکون کی جزا اور بدون کی سزا کی تفصیل
اس مقام پر بیان کرنا ضرور ہوا اسواسطے ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ مقرر نیک لوگ بڑی
نعمت مین ہونگے وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ اور مقرر بُرے لوگ دوزخ مین ہونگے یَّصۡلَوۡنَهَا یَوۡمَ
الدِّیۡنِ پیٹھینگے اسکی دوزخ مین انصاف کے دن یعنے قیامت کو وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِیۡنَ
اور نہ ہونگے وے سب اس دوزخ سے غائب ہونے والے حاصل اس کا یہہ ہے کہ جس طرح دنیا کی آفت
اور مصیبت سے بھاگ کر یا چھپکر بچ جا سکتے ہین اس دن یہ حیلے اور مکر ان کے پیش نجاوینگے
اور اس بلا سے کسیطرح انکو خلاصی نہوگی اسواسطے کہ اس آگ کی لپک بدکارون کو دور
دور سے اپنے اندر کھینچ لاوے گی اور وے فرشتے جو دوزخ کے دروازون پر مقرر ہین زنجیرون
اور طوقون مین انکو باندہ کے دوزخ مین ڈالینگے نہ وہان بھاگنے کی جگہہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلہ کی اور
بعضے مفسرون نے غائب ہونے کو دوزخ سے نکلنے پر حمل کیا ہے تو اس صورت مین تخصیص کفار کی
فجار سے ضرور ہوئی اسواسطے کہ فاسق ایماندار دوزخ سے ضرور نکلین گے اور بہشت مین داخل
ہونگے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہے کہ اس کلام مین کئی صنعتین ہین ایک جمع اور تقسیم کی
صنعت ہے یعنے پہلے اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ فرمایا اس مین سب آدمیون کو نیک ہون
یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہے پھر بعد اسکے جزا اور سزا کے بیان کرنے مین دونون کو جُدا جُدا بیان
فرمایا ہے یعنے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ۙ وَّاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ اور اس کلام مین ترصیع کی بھی
صنعت ہے اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہہ صنعت پائی جاتی اس کلام کو مرصع کہتے
ہین اس واسطے کہ اس مین دونون فقرون کی لفظین سجع مین یعنے آخر کے حرف مین اور وزن مین برابر
ہوتی ہین جیسا کہ اس کلام مین ہے یعنے ابرار فجّار سے اور نعیم جحیم سے وزن اور سجع مین برابر ہے
اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہے شعر ای منوّر بتو نجوم جلال وی مقرر بتو رسوم کمال

اسمین بھی منوّر منفر رسے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور تضاد
کی صنعت بھی اسمین پائی جاتی ہے اور اس کو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت کا
یہہ ہے کہ کئی چیزین جو آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین ان کو جمع کردیتے ہین جسطرح اس
مصرع مین ہے مصرع ہشیار درون رفت برون آمد مست سو اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد
ہے اور ابرار فجّار کی اور بدکارون کی جزا کے درمیان مین دین کے روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور
اس دن سختیان اور مصیبتین خاطر خواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سننے والون کو خبردار کردینے
کے واسطے تھوڑی سی بھی سختیان اس دن کی استفہام تہویلی کے طور پر مجمل بیان فرماتے ہین کہ
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہے دن انصاف کا حاصل اس کلام کا یہہ
ہے کہ اپنی عقل سے سختیان اور مصیبتین آدمی اس دن کی دریافت نہین کرسکتا ہے اسواسطے
کہ جو جو دُکھ درد کی سختیان اور آفتین مصیبت کے دنون مین اسپر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے
سنی ہین وے سب اسدن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے کچھ حقیقت نہین رکھتی ہین تاکہ ان کو ان
پر قیاس کرے اور عقل کا کام تو یہی ہے کہ بن دیکھی چیز کو دیکھی چیز پر قیاس کرلینا اور بن سنی کو سنی
پر ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ پھر بعد مہلت کے ہم کہتے ہین کہ تو نے کیا جانا کہ کیا ہے انصاف کا
دن اس مقام پر ثم کے لفظ کا حاصل یہہ ہے کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ ان کو سنتے ہی آدمی دریافت
نہین کرسکتا ہے اور اسکی فکر مین نہین آتی ہین لیکن بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنے کے اسکی حقیقت
معلوم ہوتی ہے لیکن جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی اسمین گنجایش نہو ایسی چیز مین مدتون تک
فکر اور تامل کرنا اور سنتے ہی اسکے دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اسی سبب سے
فرمایا ہے کہ بعد مہلت اور فرصت دراز کے بھی اسکے حقیقت حال کو دریافت نہ کرسکوگے مگر تھوڑی
سی شدت اور سختی اس دن کی ہم تجھسے بیان کرتے ہین کہ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا جس
دن نہ مالک ہوسکے گا کوئی جان کسی جان کے واسطے کسی چیز کا اب اس مقام سے شدت اس
دن کی بوجھا چاہیے اسواسطے کہ دنیا مین اگر کوئی شخص کسی بلا مین گرفتار ہوتا ہے تو پہلے عوام الناس سے

اس بلا کی دفع کرنے کی تدبیر پوچھتا ہے اور اپنی خلاصی ڈھونڈھتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ عوام
الناس سے کچھ کاربرآری نہین ہوسکتی تب خواص کی طرف جو اس بلا کے دفع کرنے کی تدبیر جانتے
ہین التجا لیجاتا ہے جیسے طبیب حاذق کی طرف بیاریون کے دفع کرنے کے واسطے اور جابکدست
جراحون کی طرف پھوڑے اور ورمون مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکھون کی مصیبتون مین اور
عادل حاکمون کی طرف ظلم اور زبردستی کے مقدمے مین اور ہر کام کے تجربہ کارون کی طرف دوسرے
کامون مین پھر جب دیکھتا ہے کہ ان آدمیون سے کوئی میرے حال پر متوجہ نہین ہوتا ہے تب لاچار ہوکے
ان کے یار دوستون سے سفارش کرواتا ہے اور ان سے مدد چاہتا ہے اور اپنی کاربرآری
کرتا ہے لیکن اس دن جتنے ناتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب نیست اور نابود ہوجاوینگے
سوائے نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت اور مہربانی نہ ہوگی یہان تک کہ ما
باپ کو اپنی اولاد پر رحم نہ ہوگا اور نہ اولاد کو ما باپ کا کچھ غم ہوگا سب اپنے اپنے حال مین مبتلا
ہونگے وہان کے مقدمات مین کسی کو ادنی ہو یا اعلی کچھہ دخل نہ ہوگا خاص بندے عوام کی طرح
حیران اور پریشان ہونگے اور بڑے بڑے سردار رعایا کے مانند سرگشتہ اور حیران ہونگے اس دن
بدون حکم اس مالک الملک کے کوئی کسی کی سفارش نہ کرسکے گا عاجزی اور چاپلوسی صبر اور استقلال
دونون بیفائدہ اور بیکار ہونگے اس دن وہی ارحم الرٰحمین جسپر رحم کریگا اس کی نجات اور رہائی
ہے اور جسپر قہر اور غضب کرے اسکی خرابی اور رسوائی ہے اس آیت مین تین عموم واقع ہوئے
ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین دوسرا مملوک کی ذات مین تیسرا چیز مملوک مین سو ان تینون
عموم سے پرلے درجے مایوسی اور ناامیدی حاصل ہوتی ہے اپنی مصیبت کے دفع کرنے مین
کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اس دن کے معاملے مین چنانچہ یہہ بات ظاہر ہے وَالْاَمْرُ
یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اس دن خاص اللہ ہی کے واسطے ہے یعنے دنیا مین جسطرح بادشاہ کا حکم
رعیت پر اور ما باپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم جورو پر اور میان کا
حکم لونڈی اور غلام پر جاری ہوتا ہے اس دن یے سب حکم منقطع ہوجاوینگے سوائے اس مالک

علی الاطلاق کے حکم کے کسی کو قدرت دم مارنے کی نہوگی پھر جسکو اس مالک نے سب طرح سے پسند
کیا اسکی نجات اور فلاح ہی اور جسکو سب طرح سے ناپسند کیا اسکی ہلاکت اور خرابی ہی
اور جسکو بعضے وجہ سے پسند کیا اور بعضے وجہ سے ناپسند کیا ان کے واسطے پیغمبرون یا اولیاون
یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتون کو حکم ہوگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمہارا
بھی عزت اور مرتبہ بڑہے اور اس طرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہو اسمین کسی کو
دخل نہین ہوتا اور اعتماد کرنا بھی نچاہیئے اسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین
شفاعت کی نفی نہین ہی جو معتزلہ سمجھے ہین بلکہ شفاعت کا ہونا حاکم کے حکم پر موقوف
رکھا ہی اور یہی ہی اہل سنت اور جماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اس سورت مین اختلاف ہی کہ مکی ہی یا مدنی ہی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور
ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مدینے مین تشریف لے گئے
اور اس وقت مین وہان کے لوگ ماپ اور تول مین دغا بازی بہت کرتے تھے تو یہہ
سورت نازل ہوئی اور اول سورت جو مدینے مین نازل ہوئی سو یہی سورت ہی لیس آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے لوگون کو یہہ سورت تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت
سے قرآن اور رسول کی سنور گئے اور وہ دغا بازی چھوڑ دی چنانچہ اس روز سے آج
تک تمام دنیا مین کوئی پورا ماپنے تولنے والا مدینہ منورہ کے لوگون کے برابر نہین ہی اور جو لوگ
کہ اس سورت کو مکی کہتے ہین سو ان کا قول یہہ ہی کہ یہہ سورت مکہ معظمہ مین نازل ہوئی تھی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو تشریف فرما ہوئے اور وہان کے لوگون کو اس بلا مین مبتلا دیکھا تب یہہ سورت انکے سامنے پڑھی اس سبب سے لوگون نے یہہ جانا کہ یہہ سورت اسیوقت نازل ہوئی ہی اور عطائے مکی نے کہا ہی کہ نزول اس سورت کا مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہوا ہی ہجرت کے سفر مین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ انفطار سے یہہ ہی کہ اس سورتمین نیکوکارون اور بدکارون کے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہی کہ دنیا مین لکھے جاتے ہین اور اس سورت مین ان اعمالون کے درمیان کا بیان ہی کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد ان دونون دفترون مین سے سجین اور علیین ہین ایک دفتر کے متصدیون کے حوالے کئے جاتے ہین چنانچہ سورۂ انشقت مین ان نامون کی انتہا کا بیان ہی کہ حشر کے روز ہر شخص کے ہاتھ مین دیے جاوینگے اور اس سورتکا نام سورہ مطففین اسواسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین بدنامی مطففین کی مذکور ہی اور وہ دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ جو شخص تھوڑا حق بھی مخلوق کا تلف کرے گا اس کا یہہ برا حال ہوگا پھر جو شخص بڑے بڑے حق اپنے پروردگار کے جیسے ایمان لانا اس کی آیتون اور اسکے رسولون پر تلف کرے گا تو انجام اس کا کیا کچھہ ہونے والا ہی اور مناسبتان دونون سورتون مین کلام کے نظم اور نسق کے اعتبار سے بھی ظاہر ہی کہ اس سورتمین كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِينَ مذکور ہی اور اس سورتمین وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ اور اس سورتمین اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ اور اس سورتمین نعیم ہی مذکور ہی اور اس سورت مین اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ آیا ہی اور اس سورتمین ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ہی اور اس سورتکا ختم اس کلمے پر ہی کہ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور اوایل مین اس سورت کے يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مذکور ہی ٭٭٭

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ خرابی ہے گھٹانیوالون کی جو لوگون کے حق ماپنے تولنے مین گھٹاتے ہین ہر چند کہ تطفیف
کا لفظ عرب کی لغت مین ماپ اور تول کے خیانت کرنیکے معنون مین آتا ہے لیکن شیخ ابو القاسم قشیری قدس سرہ
العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہے کہ ظاہر کرنا لوگون کے عیب کو اور وہی عیب اپنے اندر ہو اسکو چھپانا اور
لوگون سے انصاف چاہنا اور خود انصاف نہ کرنا اور دوسرون کے عیبون کو دیکھنا اور لوگون سے اپنی تعظیم
چاہنا اور آپ واجب التعظیمون کی تعظیم نہ کرنا اور جو اپنے واسطے چاہنا دیکھنا اور اپنے عیبون کو اور نوکرون مزدورون سے کام
پورا لینا اور ان کی مزدوری اور ماہوار دینے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الٰہی سے پورا چاہنا
اور آپ اسکی طاعتون مین نقصان کرنا یہ سب بھی تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اَلصَّلٰوۃُ مِکْیَالٌ فَمَنْ وَفّٰی وُفِّیَ لَہٗ وَمَنْ طَفَّفَ فَقَدْ عَلِمْتُمْ فِیْہِ مَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یعنے نماز پیمانہ ہے پھر جسنے
پورا بھر دیا اسکو پورا بھر دیا جائیگا اسکو اور جس شخص نے گھٹایا سو تحقیق تمجان چکے ہو جو کچھ اسمین فرمایا ہے
اللہ تعالیٰ نے اور یہہ بھی حدیث قدسی مین آیا ہے کہ اَوْفِ یَا ابْنَ اٰدَمَ کَمَا تُحِبُّ اَنْ یُّوْفٰی لَکَ وَاعْدِلْ کَمَا
تُحِبُّ اَنْ یُّعْدَلَ لَکَ یعنے پورا کر اے اولاد آدم کی جسطرح تو چاہتا ہے کہ پورا دیا جائے تجھکو اور انصاف
کر جیسا کہ چاہتا ہے تو کہ انصاف کیا جاوے تجھسے اور دوسری حدیث مین واقع ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسوقت تشریف لانے کے
بعد مدینے کے لوگون سے ارشاد فرمایا ❁ کہ خَمْسٌ بِخَمْسٍ یعنے پانچ چیزین بدلہین پانچ چیزونکے ہوتی ہین جو قوم
سب ملکر عہد شکنی کرتے ہین تو دشمن انکے ان پر مسلط کئے جاتے ہین اور جو فرقہ خلاف شریعت کے حکم کرتا ہے اور
رشوتین کھاکر حکم شریعت کا تبدیل کرتا ہے تو فقر و افلاس ان مین سرایت کرتا ہے اور جس فرقے مین زنا
اور لواطت رائج ہوتی ہے تو موت ان پر مسلط ہوتی ہے اور جو فرقہ ماپ اور تول مین نقصان کرتا ہے
تو زراعت ان کی برباد ہو جاتی ہے اور قحط مین مبتلا ہوتے ہین اور جو فرقہ زکوٰۃ دینے مین کوتاہی کرتا ہے تو بارش
اُنپر بند کی جاتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مقدمہ ماپ اور تول کا نہایت عمدہ چیز ہے کہ حضرت شعیبؑ کی قوم پر جو عذاب نازل
ہوا تھا سو اسی گناہ کی شامت سے تھا اور علما کو اسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ بعضون نے از راہ مبالغہ
کے کہا ہے کہ قصد بس فعل شنیع کا بھی گناہ کبیرہ ہے اور بعضون نے فرق کیا ہے قلیل اور
کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ماپ اور تول کا چوری کے نصاب کی حد کو پہنچے یعنے اس ملک کے

تین روپئے رائج ہوتے ہین تو کبیرہ ہوتا ہے اور اگر اس سے کم ہے تو صغیرہ ہے اور اکثر ظاہر
ہین اس مقام پر گھبرا کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکھنا کسیکا اس قدر وبال نہین رکھتا اور بالاجماع صغیرہ ہے
پھر تطفیف کو کیون کبیرہ مین شمار کیا ہے اور اسپر سخت وعید فرمائی جواب اس کا یہہ ہے کہ غضب ایک گناہ
ہے شریعت کی ٹھہرائی ہوئی صورت کا بدلنے والا نہین ہے اور یہہ تطفیف ایک ظلم ہے عدل کی صورت
مین تفصیل اسکی یہہ ہے کہ تول اور ماپ کی چیزون کو اللہ تعالےٰ نے انصاف اور عدل کے قایم کرنے کے واسطے
مقرر فرمایا ہے اور مخلوق کے معاملات کا مدار انہین دونون چیزون پر رکھا ہے بس ان دونون کو وسیلہ
ظلم کا قرار دینا ایسا ہے جیسے عبادت کو وسیلہ گناہ کا ٹھہرانا اور یہہ بھی ہے کہ تطفیف مین ایسی خیانت
اور دغا اور مکر ہے جو نفس کی خیانت پر دلالت کرتی ہے برخلاف غضب کے وہ کہ اسے اس مین نہایت
خست اور اچھا پن ہے کہ ایک پیمانہ پیامبر دانون کے واسطے اپنے ایمان کو بیچتا ہے اور اللہ تعالےٰ
کے عدل کو ظلم کی صورت مین نمودار کرتا ہے بس اس قسم کی باتون سے اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا
کی ہے کہ دوسرے صغیرہ گناہون مین نہین پائی جاتی ہرچند کہ بعضے بزرگون سے منقول ہے کہ اپنے
زمانے کے پادشاہون سے وعظ و نصیحت کے وقت فرمایا ہے کہ تم کو کچھ معلوم ہے کہ مطفف کے
حق مین کیسا وعید وارد ہوا ہے پھر تم جو لوگون کا مال بے تول کھاتے ہو تمھارا کیا حال ہونے والا ہے لیکن مراد
ان بزرگون کی یہہ ہے کہ بادشاہ کا یہہ ظلم بھی تطفیف کے مانند شریعت کے قاعدے کے خلاف ہے اسواسطے
کہ قدرت سلطنت کی اسکو اسواسطے دی ہے کہ عدل کو قایم کرے اور ظلم کو دفع کرے پھر جو اس قدرت کو
عدل کے مٹنے مین اور ظلم کے قایم کرنے مین خرچ کرے تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود کا لازم آتا ہے
غرض کہ بہرصورت اس قسم کے گناہون مین سوائے خلق اللہ کی حق تلفی کے تلبیس اور مکر اور حکمت الٰہی
مین رخنہ کرنا ہے اور ظلم کو عدل کی صورت مین نمودار کرنا ایسا ہے جیسے قرآن درمیان مین دیکر دغا
کرے سو یہہ گناہ ایسی خباثتین جمع ہونے کے سبب سے کبیرہ ہوا ہے جس طرح مسجد کو نجاست گاہ بنانا
حرام ہے نہ غیر مسجد کو اور اسیطرح دین کے کام دنیا کی غرض کے واسطے کرنا نہایت بد ہے نہ کسب
جایز دنیاوی سے دنیا کو طلب کرنا اسیطرح صالح نیک بختون کی شکل بناکے پھر شیطنت کے کام کرنا بہت برا ہے

کھلے فسق و فجور کرنے سے اور تطفیف یعنے گھٹانا ماپ اور تول مین کبھی بے پروائی کی راہ سے بھی ہوتا ہی جیسے بعضے شخص اپنے مزاج کی بے پروائی کے سبب سے لین دین مین چندان احتیاط نہین کرتے سو ایسی تطفیف اپنا حق لینے مین مضایقہ نہین رکھتی لیکن دوسرے کے حق دینے مین کرنا حرام اور ممنوع ہی مگر اس قدر تشدد اور عذاب اسکے واسطے نہین ہی کہ اسکے کرنے والے پر ویل کا لفظ کہا جاوے سو اس قسم کی تطفیف سے احتراز کے واسطے ان مطففون کو جن کا ذکر یہان منظور ہی ایک دوسری علامت اور صفت سے موصوف فرمایا ہی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کم کرنا ان کا ماپ اور تول مین مزاج کی بے پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہی بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سے جان بوجھکر یہہ کام کرتے مین اور کمال حرص رکھتے ہین کیونکہ ان کی صفت یہہ ہی کہ اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ وہ گھٹانے والے ماپ اور تول سے جب ماپ کر لیتے ہین لوگون سے اپنا حق جو ان کے ذمے پر رکھتے ہین یَسْتَوْفُوْنَ تو پورا بھر لیتے ہین یعنے چاہتے ہین کہ ہمارے حق مین سے ایک دانہ کم نہو بلکہ پورا کرنے کے بہانے سے تھوڑا اپنے حق سے زیادہ بھی لیلیتے ہین اور تقریر کرتے ہین کہ ہم کو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہوتا جب تک کہ تھوڑا زیادہ نہ لین پھر جب کہ ماپ مین یہہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین بطریق اولی پورا کرنے کے بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ماپ مین مسامحہ اور مساہلہ رائج ہی اور تول مین کھینچ اور تنگی ہی اور بھید اس مین یہہ ہی کہ ماپ چیزون کی طول اور عرض سے علاقہ رکھتی ہی اور تول چیزون کی ثقل اور اعتماد سے سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق ان کے ساتھ لباس اور سکونت کے سبب سے ہی جیسے کپڑا اور زمین تو ان مین پیمایش اور ماپ رائج ہی اور جو چیزین کہ آدمی کی باطنیہ قوتون سے علاقہ رکھتی ہین جیسے غذا یا دوا یا مالیت سے علاقہ رکھتی ہین جیسے وے سات چیزین کہ بغیر ان کے دنیا کا کام نہین چلتا جنکو سبعہ منطرقہ کہتے ہین جیسے سونا چاندی تانبا لوہا پیتل جست پارہ کہ بھاری پن کے سبب سے ٹھوس ہوتی ہین اور ٹھوس ہونے کے سبب سے پایدار ہوتی ہین اور پایداری کے سبب سے ان کی مالیت زیادہ ہوتی ہی یعنے ہر شخص ان کا خواہان ہوتا ہی اس سبب سے ان چیزون مین وزن رائج ہوا یہی سبب ہی کہ جو چیزین ناپی جاتی ہین اکثر خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہی وے اکثر نفیس ہوتی ہین اَلَا یَظُنُّ

یعنے کبھی بعضی چیزون مین اس قاعدیکا عکس بھی ہوتا ہے یعنی جنس مین تول اور نفیس مین ماپ جاری ہوتی ہے جیسے شلغم اور گاجر مین تول جاری ہے اور کمخواب اور کناری مین ماپ حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اس جگہہ پر فقط ماپ کے گز پر اکتفا کرنا اور وزن کا ذکر نہ کرنا اسی نکتہ کے واسطے ہے اور بعضے اذکیا نے کہا ہے کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزون کی قسم سے ترازو نیچے والے کے ہاتھ مین ہوتی ہے تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیونکہ ترازو کا پلہ اگر دو دانے زیادہ پڑین تو جھک جاوے اور زیادتی ظاہر ہوجاوے اور ماپ کے لینے مین خریدار کو بھی البتہ کچھ تھوڑا سا دخل ہوتا ہے کہ پیمانے کو ذرا ہلا وے کہ چار دانے زیادہ سما جاوین یا کپڑے کو ذرا جھول دیدے کہ کچھ زیادہ آجاوے تو ہوسکتا ہے برخلاف اپنا حق دینے کے وقت کہ ترازو اور ماپ دونون اسی کے ہاتھ مین ہین اسی واسطے اس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہے چنانچہ آگے آجاویگا انشاءاللہ تعالی اور لفظ علی کا اس مقام پر اس واسطے لائے ہین کہ ماپ کرینا ان کا لوگون سے ان کے ضرر پہنچانے کے ارادے سے ہے نہ فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے نہین تو اصل لغت مین اکتیال متعدی من کے ساتھ آتا ہے چنانچہ بولتے ہین اِکْتَلْتُ مِنْکَ یعنے ماپ کر لیا ہین نے تجھسے وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ اور جب ماپ کردیتے ہین لوگون کو ان کا حق یا تول کر لفظ کیل اور وزن کا عرب کی لغت ہین جیسے کہ ماپ اور تول کے معنون مین آیا ہے اسیطرح سے ماپ دینے اور تول دینے کے معنون مین بھی آیا ہے پس حاجت اضمار لام کی انہم مین نہ رہی جیسا کہ اکثر مفسرون نے کہا ہے کہ اصل کالوا لہم اوزنوا لہم ہے کیونکہ ماپنے اور تولنے سے لوگون کا مال مراد ہے نہ ان کی ذات لیکن لام کو لفظ مین سے حذف کردیا ہے اسواسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہے اور اس مقام پر توہم نفع کا موجب منافی کے توہم کا کلام مین ہوا جاتا ہے کیونکہ منظور یہہ بات ہے کہ وے لوگ دینے کے وقت بھی ارادہ مخلوق کے ضرر کا کرتے ہین اور دونون کامون مین یعنے ماپ ہو یا تول یُخْسِرُوْنَ گھٹاتے ہین لوگون کا حق اور ان کو نقصان پہنچاتے ہین تھوڑا تھوڑا نکالکے یہان پر سمجھہ لینا چاہیئے کہ دین لین کے معاملہ مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اوّل تو یہہ کہ دونون صورتون مین پورا کیا کرے دوسرے یہہ

کہ دونون صورتون مین گھٹا دے تیسرے یہہ کہ دینے مین گھٹاوے اور لینے مین پورا بھر لے اور یہی صورت
اس آیہ مین مذکور ہے چوتھے یہہ کہ دے پورا اور لے کم سو یہہ مرتبہ بہت اعلی ہے اور بڑے حوصلے
والون کا کام ہے اور ان پہلی دونو صورتون کو اسی سبب سے یہان مذکور نہین فرمایا کہ ان دونو
صورتون مین اگرچہ قبح اور حرمت موجود ہے لیکن ایسی پہلے درجے کی برائی نہین ہے کہ انکے
حال پر وائے کہا جاوے اس واسطے کہ ناقص دینا ناقص لینے کا بدلا ہو جاتا ہے اسیطرح زیادہ
لینا زیادہ دینے کا عوض ہے بس ایک صورت سے نیکی ہے اور ایک صورت سے بدی
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ لوگ قرض کے معاملہ مین چار قسم کے ہین ایک وہ شخص کہ اپنا
قرض بھی لوگون سے سہولت سے وصول کرتا ہے اور جو لوگون کا قرض اسکے ذمے پر ہے اسکو بھی
بخوبی ادا کرتا ہے سو یہہ شخص سب سے بہتر ہے دوسرا وہ شخص ہے کہ لوگون کا قرض بھی بکمال
شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض بھی لوگون سے بکمال شدت اور بیمروتی
سے وصول کرتا ہے یہہ سب سے بدتر ہے تیسرا وہ شخص کہ لوگون کا قرض بخوبی ادا کرتا ہے
اور اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہے چوتھا وہ کہ لوگون کا قرض خرابی سے ادا کرتا ہے
اور اپنا قرض وصول کرنے مین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہے بس یہ دونون قسمین میانہ
ہین کہ ایک طرف کی خوبی رکھتی ہین اور دوسری طرف کی بدی تو صرف بدی سے بہتر ہوین اور اسی
طرح سے غصے کے مقدمے مین بھی لوگون کو چار قسم کا فرمایا ہے اول قسم وہ ہے کہ جلدی غصے
مین آجاوے اور جلد راضی ہو جاوے دوسری قسم وہ ہے کہ دیر مین غصے ہو اور دیر مین راضی ہو سو یہ دونون قسمین میانہ
ہین تیسری قسم وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور دیر مین راضی ہو یہہ قسم سب سے بدتر ہے چوتھی قسم وہ ہے
کہ دیر مین غصے ہو اور جلد راضی ہو جاوے یہہ قسم سب سے بہتر ہے اور جو مطففین کو ان کے حال پر ڈرا کر
ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس کام کے اختیار کرنے سے گویا قیامت کے منکر
ہین اس واسطے کہ جو شخص اعتقاد اس روز کا رکھتا ہے وہ اس قدر خلق اللہ کی حق تلفی مین بے
باک نہین ہوتا اور ٹھگی اور مکر اور حیلے مین اسقدر جرأت نہین کرتا اسیواسطے استفہام

انکار کے طور سے فرمایا ہے کہ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ کیا گمان نہین کرتے ہین یہہ لوگ کہ عقل و شعور سے دور ہین اور
ظن کی لفظ مین جو گمان کے معنون مین ہے خبردار کرنا اسبات کی طرف ہے کہ ہر عاقل اس عقیدہ کو یقین صادق
سے جانتا ہے بلکہ ہر گھڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکھتا ہے اور یہہ لوگ گمان بھی اس کا نہین کرتے ہین پھر
اعتقاد تو کہان ہے دوسرے اشارہ اسطرف کو بھی ہے کہ اگر کسی کو اعتقاد کامل اسدن کا نہ ہو
تو فقط گمان بھی اس قسم کی برائیون سے بچنے کو کفایت کرتا ہے جیسے کہ مسافر راہ کے خطرے کے
گمان پر بلکہ محض وہم پر پانی ساتھ توشہ لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے ہین اور یہہ احمق اس مضمون کا گمان
بھی نہین رکھتے ہین کہ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ معتبر روسے زندہ کئے جاوینگے ایک بڑے
دن مین اور بزرگی اسدن کی اس سبب سے ہے کہ عدل قایم ہونے کا دن ہے اور اللہ جل شانہ کے حق
اور بندون کے حق اس روز مخلوق سے طلب کئے جاوینگے اور کمال سختی حق ڈبونے والون پر کی
جاوے گی اور اس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہہ ہے کہ وہ دن رسوائی کا ہے کیونکہ صفت
اسکی یہہ ہے یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جسدن کھڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے حضور مین حضرت رب
العالمین کے لفظ رب العالمین کا یہان پر اسم ذات کے مقام پر لائے ہین تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف
کہ عموم ربوبیت اس ذات پاک کی چاہتی ہے کہ اپنے بندون کا حق پورا پہنچاوے پس لوگون کے حق برباد کرنیوالون
کا کھڑا ہونا اسکے حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہے اور اس کھڑے ہونے کو بعضے مفسرون مردون
کے زندہ ہونے پر قیاس کیا ہے جیسے کہتے ہین کہ فلانا سوتے سے اٹھا یعنے بیدار ہوا اور اصح یہہ ہے
کہ حقیقی کھڑا ہونا مراد ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ لوگ قیامت کے دن دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق حشر کے میدان مین کھڑے
رہینگے اور انکے واسطے کوئی حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہہ اتنی بڑی مدت مسلمان کو ایسی تھوڑی معلوم ہوگی گویا
نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہے مقداد ابن الاسود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تفسیر مین اس آیت کی وارد ہے کہ یَقُوْمُ النَّاسُ فِیْ رَشْحِھِمْ اِلٰی اَنْصَافِ اٰذَانِھِمْ یعنے لوگ پسینے مین
کھڑے ہونگے اور ان کا پسینا ان کے کانون کی لو تک پہنچے گا اور یہہ بھی صحیح مسلم اور دوسری

صحاحون مین مروی ہی کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے ایک کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوگا
تو اسکے گرمی سے لوگون کے بدن پگل کے پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے گناہون کے موافق سو
بعضون کا پسینا گردن تک پہنچے گا اور بعضون کا کان کی لو تک پہنچکے لگام کے مانند منہہ مین رہے گا
اور کسیکو گردن تک اور کسیکو سینے تک کسیکو کمر تک کسیکو زانو تک کسیکو ٹخنون تک اور علی ہذا القیاس
منقول ہی کہ ایکدن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سورت کو نماز مین شروع کیا جب اس آیت
پر پہنچے تو کمال خوف سے رونے لگے یہان تک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا
نکر سکے كَلَّآ یعنے ماپ اور تول کے کم کرنے والون کو چاہیئے کہ یہہ کام نکرین اور قیامت کے دن
سے اور حضور مین کھڑے ہونے سے عادل زور آور کے بیخبر اور غافل نہ رہین کیونکہ ہر نیک و بد عمل انکا انکے
اعمال نامون مین لکھا ہوا اسکے دفتر کے متصدیون کے سپرد ہی پھر جو کچھ کہ مخلوق کے حق تلف کیئے ہین جب
اسی دفتر کے اس روز ان سے باز پرس ہوگی اور اگر وے پوچھین کہ اعمال نامے ہمارے موت کے
کس علامت سے معلوم ہونگے اور کہان محفوظ رہین گے تو ان کو جواب دیا چاہیئے کہ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ
مقرر اعمال نامے بدکارونکے اور ان کی اسم نویسی سجین کے دفتر مین ہی اور سجین مبالغہ کا صیغہ ہی سجن سے
جو زندان کے معنون مین ہی اور وہ مقام کہ اس دفتر کی اسم نویسی والے وہان رہتے ہین وہ ایک مکان ہی نہایت
تنگ اور تاریک اور دوزخیون کی ارواح کا قید خانہ اسیواسطے اس دفتر کو اس نام سے مسمّیٰ
کیا چنانچہ بیان اس کا فرماتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی سجین كِتٰبٌ
مَّرْقُوْمٌ ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور نشان کیا ہوا حاصل اس کا یہہ ہی کہ وہ ایک دفتر ہی اسمین نام ہر ایک
دوزخی کا لکھا ہی یعنے عمل کے لکھنے والے بعد ان بدکارون کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے ہر ہر شخص
کے عمل علحدہ علحدہ فردون مین لکھکر اس دفتر خانہ مین جس کا نام سجین ہی داخل کرتے ہین اور اس دفتر
پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا دیتے ہین کہ اسکے دیکھتے ہی معلوم ہو جاوے
کہ یہہ شخص دوزخی ہی اور اصل لغت مین رقم کے علامت کے معنون مین ہی جسطرح سوداگر لوگ تھانون
پر قیمت دریافت کرنیکے واسطے لکھ دیتے ہین جسکو ہندی لغت مین آنک کہتے ہین اور بعضا سجین کا اتحاد

فعیل سے

ضعیفہ مین کعب الاحبار کی روایت سے یون آیا ہے کہ وہ دفتر ساتون زمینون کے تلے ہے اور وہان ایک سیاہ پتھر پڑا ہے کہ اس سے بدبو اور دھوان نکلتا ہے اور جب ابلیس اور دوسرے شیطان اذکار اور انوار سے بھاگتے ہین تو وہان جا کر ٹھہرتے ہین بدکارون کی روح کو بعد قبض کرنے کے اول آسمان تک لیجاتے ہین لیکن آسمان کے دربان اسکے واسطے دروازہ نہین کھولتے اور آنے نہین دیتے پھر زمین پر لاتے ہین لیکن کوئی مکان اسکو قبول نہین کرتا کہ اس روح کو وہان رکھین آخر اسکو ساتون زمینون کے تلے اس پتھر کے نیچے رکھتے ہین اور جو فرشتے کہ اس دفتر کے متصدی ہین اس کا نام دفتر مین لکھ لیتے ہین کہ فلانا فلانے کا بیٹا اس تاریخ مین دنیا سے برزخ مین پہنچا اور یہہ عمل لایا اور فردین اسکے اعمال کے روزنامچیکی کراماً کاتبین کے ہاتھ سے لیکر اس دفتر مین داخل کرتے ہین تاکہ قیامت کے دن وہ سب اسکے آگے ہاتھ مین دین اور بدکارون کی ارواحین بھی اسی مکان مین رہتی ہین اور طرح طرح سے عذاب کی جاتی ہین یہان پر علم معانی کے قاعدے کے موافق دو سوال وارد ہوتے ہین ایسے کہ جواب طلب ہین اول یہہ کہ ذکر فجار کے دفتر کا خبر ابتدائی ہے کہ سننے والے سجین سے اس خبر کے ناواقف تھے اور ہرگز سنا نہ تھا اور علم معانی کا قاعدہ یہہ ہے کہ کلام ابتدائی مین کہ سننے والا اُس سے بیخبر ہو تاکید نہین لاتے پھر اس کلام مین دو تاکیدین کسواسطے لائے ہین ایک تو ان دوسرا لام جواب اسکا یہہ ہے کہ اگرچہ سننے والے فجار کے اعمالنامیکا دفتر سجین مین ہونے سے بیخبر تھے لیکن ثابت کرنے سے اس اثبات کے دفتر اعمال کی اصل لازم آتی ہے اور کافر مجازات اور قیامت کے منکر ہین اس دفتر سے کمال انکار رکھتے ہین سو ان کے انکار کے لحاظ سے تاکید قوی لائے ہین چنانچہ کسی شخص کے گھر سے جو بالکل زید کے وجود سے منکر ہو کہین کہ اِنَّ زَیْدًا لَفِیْ دَارِ فُلَانٍ اگرچہ سننے والا اس فلانیکا گھر نہ جانتا ہو اور اس کا نام نہ سنا ہو دوسرے یہہ کہ جو ذکر سجین کا اول گذر چکا تو مقام عہد کا ہوا پھر یون کہنا چاہئے تھا کہ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا السِّجِّیْنُ چنانچہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ مین کہا ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ جو سننے والے معنون سے سجین کے غافل تھے تو ذکر اس کا ایسا ہے جیسے کہ ذکر نہوا بس مقام پر اعادے کے تنکیر بھی مناسب معلوم ہوئی کوکہ

یون فرمایا کہ کیا ہے وہ سجین مجہول کہ اب تک اسکے معنے دریافت نہین کئے ہین برخلاف سول کی لفظ
کے کہ اسکے معنے سننے کے ساتھ ہی عربی زبان کے واقف کارون پر ظاہر ہوجاتے ہین اسیواسطے
اعادے کے مقام پر تعریف اسکی مناسب ہوئی اور اہل نظم بھی اس مقام پر شبہہ کرتے ہین کہ ہر مقام پر نیکون
ذکر بدون کے ذکر پر مقدم ہے اور نیکون کی شرافت اور بزرگی کے مناسب بھی یہی بات ہے کہ نیکون
کا ذکر اول بیان کیا جاوے پھر یہان پر کس واسطے بدون کے دفتر کا ذکر مقدم فرمایا ہے جواب اسکا یہہ ہے
کہ طرز کلام کا اس سورت کی ابتدا سے مطففین کے واسطے ہے جو ایک قسم ہے بدکارون کی بس یہی مناسب
ہے کہ انکے ڈرانے کے واسطے بدکارون کے دفتر کا ذکر اول کیا جاوے نہین تو یہہ مدعا بخوبی
حاصل نہ ہوتا اور فصل ساتھ اجنبی کے اس مقام پر لازم آتی اور رعایت مقام کی کرنا شرافت کی رعایت
سے ضرورتر اور زیادہ چسپان ہے اور جو اس آیت مین حال بدمآل بدکارون کا مطلق مذکور ہوا
اور پہلے گذر چکا ہے کہ کم کرنے والے مخلوق کے حق کے قیامت کے دن کا گمان نہین رکھتے
اب بطور ترقی کے مذکور ہوتا ہے کہ یہی لوگ آخرت کے اعتقاد مین قصور کرتے ہین بلکہ اس سے انکار
مطلق رکھتے ہین تاکہ اس مطففین کی گروہ کو بالخصوص سرزنش حاصل ہو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ خرابی ہے
اس روز کہ اس دفتر کو کھول کر ہر ایک کو اسکے برے اعمالون پر مطلع کرینگے لِّلْمُكَذِّبِينَ
منکرون کے حال پر جو ہرگز اعتقاد اس روز کا نہین رکھتے اور گمان کرتے ہین کہ لوگونکے حق ان سے
لئے نہ جاوینگے کیونکہ ان کی صفت یہہ ہے الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ وے منکر وے لوگ ہین
جو انکار کرتے ہین جزا کے دن کا حاصل اس کا یہہ ہے کہ انکار انکا فقط مخلوق کا حق پھیر دینے کے واسطے
نہین ہے بلکہ جزا کے تمام کارخانون کے منکر ہین اور جزا کے دن کا انکار کرنا علامت بڑی قباحت
کی ہے کیونکہ اعتقاد جزا کے دن کا ایمان کے تمام کامون مین دخل رکھتا ہے عبادت ہون خواہ معاملات
وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ اور انکار نہین کرتا اس روز کا إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ مگر جو حد سے بڑھ جاتا ہے کفر
اور فسق مین کفر مین حد سے بڑھنا یہہ کہ جو شخص اس روز کا منکر ہے تو گویا ربوبیت الٰہی
کی ہمیشگی کا اور اسکی قدرت کا منکر ہے اپنی ذات پر اور یہہ جانتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی مین

اسکی بندگی سے نکل جاؤنگا اور وہ میری مالکی سے معزول ہو جاویگا جیسے دنیا کے مالک اور اسکے
دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا بھی منکر ہی اور اسکے عدل کا بھی منکر ہی کیونکہ دنیا مین حق مظلوم کا
ظالم سے نہین لیتا۔ اگر اسدن بھی نہ لے تو گویا راضی ظلم پر ہوا پس ان عقیدون کے سبب سے کفر کے مرتبے
تہ بتہ ہو کر صرف کفر کی حد سے زیادہ ہو جاتے ہین اور فسق مین تجاوز اس جہت سے ہی کہ جب خوف اسکا
اٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہہ سمجھ لیا کہ نقد مزیدار یون کو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑ دینا کمال نادانی اور
بے وقوفی ہی پس نفس امارہ کی خواہش کے موافق فسق و فجور مین پھنس جاتا ہی چنانچہ اثیم کا لفظ جو مبالغہ ہی
آثم کا اسی بات پر دلالت کرتا ہی اور اکثر مفسرون نے معتدی کو ظالم اور غاصب اور خلق اللہ کے حق تلف
کرنیوالے پر حمل کیا ہی اور اثیم کو اس فاسق اور گناہ گار کے واسطے مقرر کیا ہی جسکے گناہ حق تعالی سے تعلق
رکھتے ہین جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا اسواسطے کہ پہلا شر متعدی ہی
اور دوسرا گناہ محض اسی کی جان پر اسکا وبال ہی غرضکہ خلاصہ یہہ ہی کہ تکذیب اور
انکار جزا کا اس شخص کا کام ہی جو کسی مذہب اور مشرب پر مقید نہ ہو اور کسی طرح سے کسی ملت اور دین کی
کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو اور عقلی دلیلون کو جو اس مقصد پر قایم ہین بسبب دھنس جانے کے گناہون مین اور دوست
رکھنے بیقیدی اور الحاد کے عبرت کی آنکھ سے نہ دیکھے بلکہ قرآن کی آیتین اور انبیاؤن کی خبرین جو بلاشک
معجزون سے ثابت ہوئی ہین اسکے ذہن مین تنبیہ اور عبرت پیدا نہین کرتین بلکہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا جب
پڑھی جاتی ہین اسپر آیتین ہماری جو جزا کے دن ہونے پر اور خلق اللہ کے حق کی بازپرس ہونے پر
دلالت کرتی ہین تو از راہ عناد کے قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہتا ہی کہ یہہ کہانیان ہین اگلون کی جو لوگون
کے خوف دلانے کو اور برے کامون سے ڈرانے کو بنائی گئی ہین تاکہ ظلم اور غضب سے ملک خراب نہو جاوے
اور فتنہ اور فساد ظہور نہ کرے ان کی کچھ اصل نہین ہی جس پر یقین کیا چاہیے كَلَّا یون نہ سمجھا چاہیے
اور یون نہ کہا چاہیے کیونکہ واقع ہونا جزا کا اور پھیر دینا پرائے حق کا عقلی دلیلون سے اور انبیاؤن کی
متواتر خبرون سے جن مین کسیطرح کا شک اور شبہ نہین ہی ثابت ہی پھر اگر ایسے شاہدون سے
منکرون کی خاطر تشفی نہ ہووے اور ان کا شبہ نہ جاوے تو ان شاہدون اور دلیلون کا

قصور نہین بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چھا گیا ہے ان کے دلون پر یہان تک کہ دل کا فہم سب
سیاہ ہوگیا ہے مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ جو کسب کیا تھا دنیا مین یعنے اسکے سبب سے یہہ حال ہوا اور کیفیت
اس زنگ کے پیدا ہونے کی دلون پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن مسعود اور دوسرے
صحابہ رضنے یون روایت کی ہے کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اس کے دل پر پیدا
ہوتا ہے اگر اسنے توبہ کی تو آئینہ اس کے دل کا صاف اور روشن ہو جاتا ہے والّا وہ خال سیاہ اسمین
رہ جاتا ہے پھر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسیطرح ہر گناہ سے نئی سیاہی پیدا ہوتی
جاتی ہے یہان تک کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اندھیری چھا جاتی ہے اور دل کا حال مانند آئینے
کے ہے جتنا صاف ہوگا اتنی اسمین صورت صاف نمود پکڑیگی اور جب زنگ آلودہ ہوگیا تو کوئی صورت
اسمین نقش پذیر نہین ہوتی بس پیدا ہونا رین کا دل پر سچ بات سمجھنے کی استعداد کو باطل کر دیتا ہے
یعنے نہ دلیل سے بوجھ سکے نہ کشف سے کھل سکے اور دلیلون کی نصیحت او پیغمبرون کی صحبت کا نور اسمین تاثیر
نہین کرتا اور حق کو باطل اور باطل کو حق سے جدا نہین کر سکتا بلکہ برے کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھتا ہے اور
خال سیاہ پیدا ہونے کے معنے جو حدیث شریف مین آئے ہین سو یہ ہین کہ ہر فعل بد ایک ہیئت ظلمانی
لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہے نہ یہہ کہ اس گوشت کے لوتھڑے پر جو کلی کی صورت ہے زنگ آ جاتا ہے
کیونکہ یہہ گوشت کا لوتھڑا قلب حقیقی نہین ہے کہ نیک اور بد کامون کی اسمین تاثیر ہو بلکہ قلب
حقیقی عبارت اس لطیفے سے ہے جو جسم لحمی سے تعلق رکھتا ہے جیسے دیکھنا اور سننا کہ آنکھ اور کان سے
تعلق رکھتے ہین اور یہان پر جاننا چاہیئے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام پر بلکہ سکتہ کرتے ہین
اور لام کو رے کے حرف مین موافق قاعدے پرلون کے صاف ادغام نہین کرتے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ یہہ طریقہ ادا کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور مروی ہوگا اور نزول وحی کا اسکے موافق ہوا
ہوگا بس یہہ امر ایک نکتہ کو چاہتا ہے اور وہ نکتہ نہایت باریک ہے بغیر تمہید ایک مقدمے کے ذہن مین
جمتا نہین سو اول سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر لغت کے ماہرون کا قاعدہ ہے کہ بعد لفظ بل یا بلکہ یا دوسرے کلمات
اضراب کے اپنی اپنی لغتون کے موافق اگر ایسی چیز ذکر کرتے ہین جسکا ذکر کرنا منظور ہے تو وقفہ اور سکتہ نہین

ابن عبدالله

کرتے بلکہ بل کے لفظ کو اسکے مابعد کے ساتھ متصل لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی اور مصلحت
کے واسطے مذکور نہین کرتے بلکہ ایک دوسری چیز جو اس سے کمتر ہو لیکن آگاہ کرنے پر مطلب کے کافی
کے کافی ہو اس کے عوض مذکور کرتے ہین تو وقفہ قلیل جسکو سکتہ کہتے ہین درمیان مین بل اور اسکے مابعد کے
لازم سمجھتے ہین اور رعایت اس وقفہ کی نہایت بلاغت ہے چنانچہ ہر شخص کو اہل بلاغت سے اپنی لغت مین
بعد تجربہ اور قیاس کے یہ معنے ظاہر ہوتے ہین اور جو یہہ مقدمہ بیان ہو چکا تو اب سمجھ لیا چاہئے کہ جو بل کے
کے کلمے پر وقف بسیری یعنے سکتہ یہان پر فرمایا تو اشارہ ہوا اس بات کی طرف کہ ان کافرون
کی حالت جو آیات الہی کو اگلے لوگون کی کہانیون کا طومار کرتے ہین بہت خراب ہے کہ ذکر اس حالت کا
جیسا کہ چاہئے فہم مین اُن بندون کی جو اپنے دلون کی بھی خبر نہین رکھتے تو دوسرون کے دلون
کے احوال کو کیا پہنچیگے آنے کا نہین لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونے کا جو نظر صحیح اور کشف صریح
کو مانع ہے اس مقام پر کافی ہے اور سننے والون کے فہم سے بھی نزدیک ہے کیونکہ پیدا ہونا
زنگ کا ظاہری آئینون مین دیکھتے ہین اور اس زنگ کے سبب سے صورت کا نظر نہ آنا اس
آئینے مین خوب بوجھتے ہین الغرض اس آیت مین نہایت ڈرانا منظور ہے اس شخصکو جو گناہ پر گناہ کئے
جاتا ہے اور اس کا علاج جلدی توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اس کی مثال ایسی ہے
جیسے کہ ایک مریض تھوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کھانے پینے مین بے اعتدالی
کئے جاتا ہے اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہان تک کہ جب فساد مزاج کا مستحکم ہو جاتا ہے تو قابل
علاج کے نہین رہتا اور یہہ مرض بھی باطنی ہے کہ سوائے اطبائے روحانی کے دوسرا اسکا علاج کر نہین سکتا
اور وے انبیا اور اولیا ہین اور بڑی قباحت یہہ ہے کہ یہہ مرض جیسا کہ روح کے مزاج کو فاسد
کرتا ہے اور نظر اور کشف کا مانع ہوتا ہے اسی طرح سے انبیا اور اولیا سے دور کرتا ہے اور
اطبائے روحانی کی دریافت کرنے مین ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے پھر جب طبیب کو نہ پہچانا اور
دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہو گیا اور نوبت یاس اور حرمان کی پہنچی اللہ تعالی اپنی پناہ
مین رکھے اسی وجہ سے اور اگر زنگ آلودہ دلون والے کہین کہ ہم کو کثرت ذکر اور گناہون کے ترک سے

تصفیہ اور تطہیر کرنا دل کا اسکو چاہئے قیامت کے دن تجلی الٰہی کی چمک سے خود بخود یہہ زنگ دور ہو جاوے
گا اور صفائی کامل حاصل ہوگی جیسا کہ اس زمانہ کے معتقدون کا گمان ہے تو ان کے جواب مین کہنا چاہئے
کَلَّآ یون گمان کرنا نہ چاہئے کہ ان کے دلون کے زنگ نے فقط دنیا مین تاثیر کرکے اُن کو حق بات
بوجھنے سے اور آیات الٰہی کی معرفت سے اور جزا کے دن کے اعتقاد سے روک رکھا ہے بلکہ تاثیر اُس
زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑے گی کیونکہ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ
بے شک وے اُس دن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے اور تجلی سے اُس نور کی فائدہ مند نہ ہونگے
اور اسکے دیدار سے محروم رہینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہے کہ نور کو بغیر نور کے دیکھائی نہین دیتا سو جس طرح
ان کی آنکھ دنیا مین نہایت زنگ آلودگی سے دیکھنے اور تلاوت آیات الٰہی سے اندھی تھی اسیطرح
بینائی اُن کی آخرت مین تاریکی ذاتی اور عرضی کے سبب سے دیدار الٰہی سے محروم رہیگی اور باوجود ظاہر ہونے
اُس ذات پاک کی تجلیون کے مشاہدہ سے بے نصیب ہوگی شعر ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرتِ دوست
غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار　اور جو محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزا کے دن کافرون
اور منکرون کی بدحالی کے مقام پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اس بات پر کہ مسلمان اُس روز
دیدار سے اپنے پروردگار کے محجوب نہونگے اور اُس لذت و بہجت سے خوشوقت و شادمان ہونگے
اسواسطے کہ اگر مسلمانون کو بھی یہہ دولت نصیب نہ ہو تو کافرون مین اور ان مین اس بات مین کچھ فرق نہ رہے
اور ذکر کرنا اس صفت کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب اور آئین بلاغت کے خلاف ہو معاذ اللہ
کلام الٰہی کو کوئی اس نوع کا سمجھے اور حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے جو سوال رویت کا کیا تھا اور اُسکے
جواب مین لن ترانی ارشاد ہوا تھا تو منظور یہہ تھا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت ان آلات
جسمیہ سے جو فنا پذیر ہین ممکن نہین نہ یہہ کہ آخرت مین بھی نہ دیکھینگے کیونکہ کلام آئندہ یعنے
اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رویت کو استقرار پر موقوف
رکھا ہے اور سورۂ فرقان مین بہشت کے حق مین وارد ہے کہ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا یعنے کیا اچھی جگہہ ہے ٹھہراؤ
اور مقام کی وَعِنْدَ حُصُولِ الشَّرْطِ يَجِبُ حُصُولُ الْمَشْرُوطِ یعنے جب شرط پائی گئی تو مشروط پایا جاویگا یعنے آخرت مین

اچھا استقرار پایا جائیگا تو رویت بھی باریتعالی کی ضرور ہوگی اور متواتر المعنی حدیثون سے ثابت ہے کہ
تمام مومنین کو یہہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے اپنے اعمالون کے اس نعمت مین بھی متفاوت ہونگے
چنانچہ عام مومنین جمعہ کے دن کہ اس کا نام آخرت مین یوم المزید ہوگا اس دولت سے سرفرازی پاوینگے
اور خاص لوگون کو ہر روز دو بار صبح اور عصر کو اور اخص الخواص کو جو جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب
اس ذات پاک کا اور انکشاف تجلیات کا حاصل ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ مَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ
اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ یعنے نہوگا درمیان قوم کے اور درمیان
دیکھنے انکے پروردگار اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اسکے منہہ پر جنت عدن مین اور وہ جو بزرگون سے
منقول ہے کہ دیدار اللہ تعالی کا بے کیف اور بلا مقابلہ اور مواجہہ کے ہوگا مخالف اُن احادیث صحیحہ کے نہین
ہے جن مین دیکھنا صورتون کا فرمایا ہے کیونکہ حشر کے میدان مین ساتھ صورت کے ہوگا اور بہشت مین
داخل ہونے کے بعد بصورت کے یا یہہ کہ بعضے اوقات مین کیفیت اور مقابلہ کے ساتھ ہوگا اور بعضے وقت
بلا کیفیت اور بلا مقابلے کے اور تحقیق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کے دیدار کے وقت ماسوی اللہ نظر سے محو ہوجایا
کرینگے بخلاف دنیا کے کہ اس مین جو کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اسکے ساتھ دوسری چیزون کو بھی دیکھتے ہین اس سبب
سے مقابلہ اور جہت اور دوسری خصوصیات کا لحاظ رہتا ہے اور جو اس ذات پاک کے ساتھ کوئی دوسری
چیز نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلہ اور دوسری خصوصیات کا نظر عقل سے ساقط ہوجاویگا
بلکہ دنیا مین دیکھنے کی چیزون کو جو دیکھتے ہین تو اسباب جو بینائی کے ہین سو دیکھنے کے کام مین مصروف
ہوتے ہین اور دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور عقل
اپنے کام مین اس واسطے تشخیص صورت اور تشکل اور مناسبت اعضا کی طول اور قصر مین پا اور خصوصیات
مین ہوسکتی ہے اور وہان جو تمام جوارح اور اعضا رویت مین مصروف ہوجاوینگے اور استغراق
کلی حاصل ہوگا تو اس وقت تشخیص ان چیزون کی ہرگز ممکن نہین چنانچہ دنیا مین کبھی بعضی محبوب چیزون کے
دیکھنے مین تھوڑی سی شرکت حواس وغیرہ کی جو حاصل ہوتی ہے تو گویا نمونہ اس حالت کا نمودار ہوتا ہے
حالانکہ اس استغراق اور اس استغراق مین زمین و آسمان کا فرق ہے اور جو بیان فرمایا کہ قیاس کے دن

دلکے زنگ کے سبب دیدار کی دولت سے محروم رہینگے جو سب لذتون سے بہت عمدہ لذت ہے تو گمان
اسبات کا ہوا کہ زنگ آلودہ دلون والے جو مشغول لذات جسمانی اور گرفتار حرص و ہوائے نفسانی کے ہین اس
محرومی دیدار کو خیال مین نہ لاوینگے اور اس طرح کے عذاب کو آسان جانینگے تو اس واسطے بیان فرماتے ہین
کہ ان مردودون کے حق مین فقط اسی قدر حرمان و ہجران پر اکتفا نہ ہوگی بلکہ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ
پھر بعد اسبات کے تحقیق یہہ لوگ پیٹھینگے دھکتی آگ مین اور جلنا انکا اس آگ مین بسبب محروم ہونیکے دیدار
کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی لذت پاتے تو دوزخ کی تکلیفون کو وہ لذت آڑے
آتی اور وے تکلیفین آسان معلوم ہوتین سو ان پر زیادتی عذاب کی منظور ہے اسیواسطے فقط اس داخل ہونے پر
دوزخ کے بھی انکے حق مین اکتفا نہ کی جاویگی بلکہ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ پھر کہا جاویگا یہہ وہی
دن ہے جسکا تم انکار کرتے تھے اور جھوٹھہ جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی اور حسی دونون جمع ہوجاوین اور جس
طرح سے انکا بدن دوزخ کی آگ مین جلتا ہے ان کی جان بھی اس جھڑکی اور خجالت سے کباب ہوجاوے
اور جب فجار کی بدمآلی کے بیان سے فارغ ہووے تو گمان اسبات کا تھا کہ شاید اسدن کی جزا اور مکافات کے وقوع
کے ثبوت کیواسطے یہی ایک دفتر بدکارون کا کفایت کریگا اور امتیاز بدکارون اور نیکوکارون مین اسیقدر
ہوجاویگی کہ اعمال بدکارون کے اسدن ان کو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے ان سے پھروا دینگے اور کچھہ بات
چیت درمیان مین نہ آوے گی اور وہ جو انھون نے حقوق خلق اور خالق کے ادا کئے تھے اسکی عوض مین کچھہ انعام
نہ پاوینگے کیونکہ حقدار کا حق پہنچا دینے مین کچھہ احسان نہین ہے تاکہ اسکے بدلے مین متوقع جزا کے ہون
اسکی جزا ابھی بس ہے کہ سرزنش اور عتاب اور رنج و عقاب سے سلامت رہے سو اس گمان فاسد کو
بطور جواب و سوال مقدر کے دفع کرتے ہین اور حقیقت حال کی ارشاد فرماتے ہین کہ كَلَّا یون نہ سمجھا
چاہیئے کہ مجازات اور مکافات ہی پر بدکارون کے اس روز قناعت کی جاوے گی اور ان کے مخالفون کو انکے
جلانے کے واسطے طرح طرح کی نعمتین اور سرخروئیان عنایت نفرماوینگے بلکہ ان کے مخالفون کو ان کے سامنے
قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور ان بدکارون کو ان کے سامنے ایک ٹھٹھا بنا دینگے تاکہ بدلا
ان کی ہنسی اور مسخری کا جو نیکون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ

لَفِی عِلِّیِّیْنَ تحقیق نیکون کے اعمال نامے اوران کی اسم نویسی البتہ علیین کے دفتر مین ہے اور علیین
جمع علی کی ہے فعیل کے وزن پر جو علو سے مشتق ہے اور ہم وزن سجین کے ہے اور اس جمع کو نیکون
کی ارواح کے مقام کا نام کیا ہے تاکہ دلالت کرے وسعت اورکشادگی پر اس مقام کی لیکن اعراب
اس کا جمع کے اعراب کے مانند ہے کیونکہ جمع کی صورت پر ہے اگرچہ معنے اسکے مفرد ہین اور نکتہ مفرد ہونے
مین سجین کے اور جمع ہونے مین علیین کے یہہ ہے کہ جو معنے مین سجین کے ضیق اور تنگی اور اثر دائم واقع
ہے تو اس کے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سے مخلوق جمع ہونے کی حالت مین
تنگ اور تاریک ہوجاتا ہے اور معنے مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہے تو لفظ مین بھی اسکے
جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان ہرایک کی روح کا ایک مکان ہے بلند اور فراخ اور
سمجھ لیا چاہیئے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مد نظر لازم ہے تو مقابلہ علیین کا سجین کے
ساتھ باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کے درمیان مین مقابلہ بالعرض متحقق ہوا اور
مقام علیین کا ساتون آسمانون کے اوپر ہے نیچے کا سر اس کا سدرۃ المنتہی کے پاس ہے اور اوپر کا
سرا اسکا عرش مجید کے سیدھے پائے کے متصل ہے اور نیکون کی ارواح قبض ہونے کے بعد
وہان پہنچتی ہین اور مقرب ہین یعنے انبیا علیہم السلام اور اولیا اللہ وہین رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم
نویسی کے اور اعمال نامون کے پہنچنے کے موافق مرتبے کے کسیکو آسمان دنیا مین اور کسی کو زمین و آسمان کے
درمیان مین اور کسی کو چاہ زمزم مین رکھتے ہین اور ان ارواحون کو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہے
اسی سبب سے زیارت کرنیوالون اور اقربا اور دوستون کے احوال سے مطلع ہوتے ہین کیونکہ روح کو قرب
اور بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا مثال اس کی انسان کے وجود مین روح بصری ہے کہ
ساتون آسمان کے ستارون کو گوشے کے اندر سے دیکھ سکتی ہے اور جو مقام عقل مین بشر کے
آ نہین سکتا جب تک کہ جناب الٰہی سے آگاہی نہ ہو تو اسیواسطے تفسیر مین علیین کی بطور سوال وجواب
کے ارشاد کرتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہے علیین كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ایک دفتر
ہے لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا جو شخص اس کو دیکھے تو جان لے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دفتر ایک زمرد سبز کی تختی پر لکھا ہے اور وہ تختی
سپید سطے پائے سے عرش معلی کے لٹکتی ہے اور پائین اس کا سدرۃ المنتہی تک پہنچا ہے اور وہ دفتر
اللہ تعالی کے خاص بندون کے حوالے ہے چنانچہ فرماتے ہین یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر رہتے ہین اور
گواہ ہوتے ہین اس دفتر پر مقرب فرشتے جو حاملان عرش اور خازنان کرسی ہین اور یہہ بھی ہوسکتا ہے
کہ مراد یہہ ہو کہ حاضر ہوتی ہین اس مقام عالیشان مین ارواح مقربون کی جو اہل کمال سے ہین جیسے انبیا علیہم
السلام اور اولیا کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس ہے کہ انکے نام اس مقام مین لکھے جاتے ہین
اور اعمال حسنہ ان کے اس دفتر والون کے مقبول اور پسندیدہ ہوتے ہین اور یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ قرآن
مین اہل نجات اور فلاح کو کئی سورتون مین دو قسم سے یاد فرمایا ہے کبھی ابرار اور مقربین نام رکھا ہے اور کبھی اصحاب
الیمین اور سابقین فرمایا ہے اور اہل تحقیق ان دونون قسمون کی تحقیق مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین
کہ سابقین اور مقربین صاحب محبت ذاتیہ کے ہین جنکی محبت اللہ تعالی سے محض اسکی ذات کیواسطے
تھی اور ابرار اور اصحاب الیمین وے لوگ ہین کہ اللہ تعالے سے محبت انعام کے توقع پر رکھتے تھے اور اسی
قول کے قریب ہے وہ جو کہا ہے کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ والے ہین اور ابرار اور
اصحاب الیمین وے لوگ ہین کہ انوار اور طاعات اور اذکار سے منور ہوکے انشراح صدر پیدا کیا ہے
لیکن مرتبہ بقا اور ریفیت کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے دو حدین مقرر ہین
ایک سفلانی یعنے تلے کی اور فوقانی یعنے اوپر کی سو جس شخص نے ایک کام نیک نہایت صدق
اور خلوص نیت سے کیا اسکی سب شرطون اور سنتون اور آدابون کی رعایت سے اور اس عمل کے
ثمرات کو یعنے ثواب کو بطلان اور حبط سے اور نقصان اجر سے محفوظ رکھا بلکہ ان سب باتون کی رعایت
پرلے درجے کی یہان تک کہ حد فوقانی کو پہنچا یا تو وہ شخص مقربین مین سے ہے اور جو اس سے کمتر ہے
اور ان کی باتون کی رعایت مین ورلے درجے مین ہے پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرارون مین ہے اور
اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین باعتبار بعض اعمالون کے سوائے بعض کے ہوسکتا ہے
لیکن ابرار اور مقربین اور اصحاب الیمین اور سابقین کے لفظ سے جو بوجھا جاتا ہے بلکہ کلام الہی مین جا بجا ویسا

ان لوگون کے بیان کئے گئے ہین اسکے طرز اور انداز سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ ابرار اور اصحاب الیمین
وے لوگ ہین جو ادا کرنے مین حقوق خلق اور خالق کے اور احسان کرنے مین لوگون سے اور اعمال نیک اور پسندیدہ
مین کوشش کر کے اپنی قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر غالب کیا ہے اور مقربین اور سابقین وے لوگ
ہین جنکے بطور جذب الٰہی کے ان صفتون اور اعمالون کے سبب سے پردے باطنی اٹھ گئے ہین اور شہود اتم
یعنے حضوری پوری نصیب ہوئی ہے اور سلوک انکا ساتھ جذب کے منتہی ہوا ہے اور قرب حقیقی اپنے
محبوب سے پیدا کیا ہے واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین اور علیین کے مقام کی جس طور سے بعضے عارفون نے
فرمائی ہے وہ یہہ ہے کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف اور تحصیل
انوار ملکیہ اور تکدر لطائف اور لحوق ظلمات بہیمیہ اور سبعیہ کے عرض عریض رکھتا ہے کہ کسی دوسری نوع
مین اس قدر عرض عریض ممکن نہین ہے اسیواسطے کسی شاعر نے کہا ہے وَلَمْ اَرَ اَمْثَالَ الرِّجَالِ تَفَاوَتُوا
لِدٰی الْفَخْرِ حَتّٰی عُدَّ اَلْفٌ بِوَاحِدٍ پس کمال انسانی کی شکل گویا دائرہ وسیع کے مانند خیال کیا چاہئے کہ
مرکز اس کا ادنی مرتبہ انسانیہ کا ہے اور اعلی اس کا عرش محیط کے برابر وسعت رکھتا ہے اور جو عالم غیب
مین یہہ شکل متخیل مثالی متحقق پیدا کی تو اس دایرے کے محیط کا نام علیین ہوا اور اسکے مرکز کا نام سجین اور
یہہ قاعدہ بندھا ہوا ہے کہ جو دایرے مرکز کے قریب ہوتے ہین وے نہایت تنگ اور چھوٹے ہوتے ہین
ان دایرون سے جو محیط کے قریب ہین پس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجے بدرجے مرکز کے نزدیک ہین
اور ضیق اور تنگی مین مترقی اور ابرار کی انسانیت کے مرتبے درجے بدرجے محیط کے قریب ہین اور وسعت اور
فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہان تک کہ نوبت اعلی علیین کو پہنچے جو مقام مقربین اور سابقین کا ہے
اور ابرار کو بھی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اس مقام پر حاصل ہوتا ہے لیکن رہنے کی جگہہ ان کی وہ مقام
نہین ہے یہہ عبور روحانی بعد جدا ہونے روح کے جسم سے ایک تاثیر کریگا کہ روح کو انکی اس مقام پر لیجاوینگے
اور اس مقام کے رہنے والون کے پیرو ونمین لکھدینگے اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح کے کہ بعد
قبض ہونے روح کے کیا معاملہ انسے گذریگا فارغ ہوئے تو اب انکے انجام کا حال کہ قیامت کے دن کیا ہوگا
بیان فرماتے ہین اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ تحقیق نیکوکار نعمتون مین ہونگے اور نعیم کا لفظ بہشت کی تمام موعود

چیزون کو جیسے حورا اور قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری اور خادم خوب صورت
اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو جو نعمتین کہ وہان تیار ہین سب کو شامل ہے اور علاوہ ان سب نعمتون
سے ایک یہہ ہی کہ ان کو وہان پر سونے کے جڑاؤ تختون پر بٹھاوینگے اور ان تختون پر موتیون کے قُبّے
کھڑے کئے جاوینگے تاکہ اسکے اندر بیٹھکے سب کچھ دیکھین اور ان کو کوئی نہ دیکھے چنانچہ فرماتے ہین عَلَی
الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مومن کو بہشت
مین سب نعمتون سے وہان کی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کے کہ حق تعالی یہان پر بعضے نعمتین بعضے لوگون
کو دیتا ہی مگر لطف ان نعمتون کا ان کو نصیب نہین ہوتا جیسے بادشاہ مریض یا ضعیف الباہ کہ ہرگز نفیس کھانون
سے اور ستھری پاکیزہ باکرہ عورتون کی صحبت سے کچھ کیفیت نہین اٹھا سکتا اور یہہ بھی حدیث صحیح مین
وارد ہے کہ ادنی اور کم سے کم درجے کا وہ بہشتی ہوگا جس کو دنیا کی برابر جگہہ نعمتون سے بھری ہوئی
ملے گی اور مفعول کو ینظرون کی تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہے تاکہ اپنی نعمتون کے دیکھنے کو بھی شامل ہو جیسے
حورا اور قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیونکی نعمتون کے دیکھنے کو بھی بلکہ عذاب اور شدت دوزخیون کی
دیکھنے کو بھی شامل ہوا اور وے تخت سایہ دار اُن کو سیر سے تمام بہشت اور دوزخ کی حاجب اور مانع
نہ ہونگے برخلاف دنیا کے تختون کے کہ وے بیٹھنے والے کو سیر اور تماشے سے مانع ہوتے ہین اور
اریکہ لغت مین اس تخت کو کہتے ہین کہ اس پر قبّے کے مانند سائبان تنا ہوا اور منقش پردون اور مرصع
جھالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چھپرکھٹ کہتے ہین اور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے
ارائک جو نیکون کو نصیب ہونگے اور جا بجا قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتھ انکا ذکر آیا ہی سو وہ نیکون کے
مقامات کی طرف اشارہ ہی جو ان کو اسمار الٰہیہ کی تاثیر سے دنیا مین حاصل تھا لیکن دنیا مین ان کا ہونا ان مقامون مین
آنکھہ اور عقل سے خلق کی پوشیدہ تھا اور وے اس مقام پر ٹھہر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تھے تعرف
فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ معلوم کریگا تو ای دیکھنے والے چہرون مین ان کے تازگی نعمتون کی حاصل یہہ کہ دوزخیونکا
حال دیکھنے سے کچھہ ان کو ملال اور غبار خاطر اور تغیر چہرےکا ظاہر نہ ہوگا کیونکہ اپنی دشمنون کا اپنی آنکھون کے
سامنے ذلیل ہونا فرحت اور خوشی کی بات ہے اسیواسطے نشانیان سرور اور بہجت کی چہرون مین

دنیا

انکے ہمیشہ نظر آوینگی یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ پلائے جاوینگے خالص شراب جو محبت الٰہی کا نمونہ ہے اور دنیا مین اسکو
اپنے دل مین جگہہ دی تھی اور شراب کے مانند قویٰ اور ارواحون مین ان کے سرایت کی تھی اور وہ خالص
محبت تھی کہ اس کے ساتھ ہوائے نفسانی اور معاصی کی آمیزش نہ تھی اور شراب بہشت کی اکثر نہرون اور چشمون
مین جاری ہوگی جیسا کہ دوسری سورتون مین مذکور ہے تو اس تصرفی شراب سے احتراز کے واسطے جن مین ہر خاص و عام
بہشتی کا ہاتھ پڑتا ہے ایک دوسری قید کو بڑھاتے ہین مَّخْتُوْمٍ یعنے وہ شراب خالص مہر کی گئی ہے اور جام شرابون سے ممتاز اور جدی ہے اور مختوم ہونے مین شراب
خالص کے جو نمونہ محبت الٰہی کا ہے نکتہ یہہ ہے کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کے جو عشق کے مرتبے سے کوسون
بڑھ گئی تھی تو بھی شرع کی مہر سے مختوم تھی اور احکام الٰہی کی مہر کے نیچے محفوظ تھی ہرگز محبتین بہیمیہ محرمہ اور شہوات
نفسانیہ منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اس محبت سے کچھ آمیزش نہین رکھتی تھین اور عجائبات سے اس شراب مختوم کے
ایک یہہ بات ہے کہ دنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جنکی احتیاط منظور ہوتی ہے تو مہر کر دیتے ہین لیکن جس
چیز سے مہر کرتے ہین وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ ہوتی ہے اور نیکونکی مختوم شراب کا وصف یہہ ہے کہ *
خِتٰمُهٗ مِسْكٌ یعنے جس چیز کی اسپر مہر کی ہے وہ مشک ہے تاکہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی دماغ
مین بس جاوے اور دماغ کو خوش کر دے اور جس مشک کی اسپر مہر کی جاوے گی وہ حکم شرع کا نمونہ ہے
ان مباح چیزون کے واسطے جو نیکون کے دلون کی قوت دینے والین اور ان کے خاطر کو خوش کرنے والین
اور ان کے ذوق و شوق کی بڑھانیوالین دنیا مین تھین وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور اس قسم کی
شراب مین جو نمونہ ہے اس قسم کی نفیس مشک کا چاہیئے کہ رغبت کرنے والے نہ ایک مٹھی جو یا گیہون مین جو لوگون
کا حق ماپ اور تول مین گھٹا کر لیتے ہین اور وبال آخرت مین گرفتار ہوتے ہین اور بعضے مفسرون نے
ختام کو ختم اور انتہا کے معنے مین ٹھہرایا ہے اور اسکے موافق حدیث شریف مین جو ابو الدرداء سے مرفوعًا
ثابت ہوئی ہے وارد ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پچھلی شراب بہشتیون کی مشک ہے
اور مشک ایک شراب کا نام ہے جو سفید ہے چاندی کے پتر سے اگر کوئی دنیا کا شخص اسمین ہاتھ ڈبو کر
پھر نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اسکی خوشبو سے مست ہو جاوین ظاہر یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ خالص
شراب جو پچھلا پیالہ بہشتیون کا ہوگا اس کا نام مشک اسواسطے رکھا ہے کہ مشک جاری ہے اور ما ضمیکا ۴

مددگار غذا کے ہضم کرنے مین اور منہہ مین خوشبو اور جلدی کی اشتہا پیدا کرنے مین بڑی تاثیر رکھتا ہی
اور وہ شراب جس پر بہشتیون کی شراب کی مجلس کا ختم ہوگا وہ بھی یہی کام کریگی اور جو بعضے اوقات
شراب مین کچھ ملانا بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہی تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو جب انہین کسی
اور چیز سے ملا کر پئین تو بھی ہو سکیگا وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ اور ملونی اسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین
اس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر خوشبو یا ذائقے کے واسطے جیسے گلاب یا بید مشک یا کیوڑا اور اسکے مانند ملاوین
اور یہہ ماخوذ ہی سنام سے جو اونٹ کے کوہان کے معنون مین ہی کیونکہ ایسی چیزون کے ڈالنے سے شراب
کے برتن مین بلبلے اٹھتے ہین جو اونٹ کے کوہان کے مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اسجگہہ پر ایک
چشمہ ہی بہشت مین جو سب قسمون کی شراب سے بہتر اور لذیذ ہی مقربین اور سابقین کو اسی چشمے سے
خالص پلاوینگے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب اور بید مشک کے ملا کر دینگے اور بعضے روایات مین
مروی ہی کہ تسنیم ہوا مین جاری ہوگا نہ بہشت کی زمین پر دوسرے چشمون کے مانند اور بھید اسکا یہہ ہی کہ وہ
چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ہی جسنے بے تعین محل اور صورت کے بلکہ بے تشخص حال اور صفت کے مقربین
کی ارواح کو فریفتہ کر دیا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے ابلتا ہی اور مقربین کے مکانون کے صحنون
مین بہتا ہی چنانچہ اسکے حال مین ارشاد فرماتے ہین عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ یعنے مراد ہماری تسنیم سے
وہ چشمہ ہی کہ پیتے ہین اس سے مقرب لوگ حاصل کلام کا یہہ ہی کہ مقرب لوگ اس چشمے کی شراب کو خالص پیتے
ہین اور ابرار کو اس شراب سے بطور گلاب کے ملا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ مقرب ماسوی اللہ کیطرف مشغول
نہین ہوئے تھے اور حق کی محبت کو غیر کی محبت مین ملایا نہین تھا برخلاف ابرار کے کہ انکی محبت فعلون اور صفتون کے
سبب سے تھی اور جو ابرار کے تنعم کے مذکور مین ان کی شراب نوشی کا بھی ذکر فرمایا تو اسکے نکتے کو بھی ارشاد فرماتے
ہین تفصیل اس نکتے کی یہہ ہی کہ حق تعالی کو اس روز بدلا لینا کفار سے ہنسی ٹھٹھول کا بھی جو اسکے
بندون سے دنیا مین کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص بندے خدا کے بسبب کمال تمکین اور وقار کے اس
بات کا بدلا لینے مین توقف کرینگے ناچار ان کو ایسی شراب کے جام پلا کر سرشار کر دینگے تا کہ اسکی فرحت
سے البتہ اس تمکین اور وقار مین کچھ فرق ہوجاوے گا اور انتقام اپنی ہنسی اور مسخری کا ان سے لینگے چنانچہ فرماتے ہین

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا مقرر جو لوگ گناہ کرتے تھے دنیا مین جیسے انکار آیات الٰہی کا اور خلق کے حقوق کم
کرنا ناپ اور تول مین كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ہنسی ٹھٹھول کرتے تھے ان لوگون سے جو
ایمان لائے تھے اور کہتے تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد دامن گیر ہوا ہے کہ آنکھون دیکھی لذتون
کو خیالی لذتون کی توقع پر چھوڑتے ہین اور فقط اتنی ہی ہنسی پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ وَاِذَا مَرُّوْا
بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ اور جب گذرتے تھے ان مسلمانون پر تو آپس مین چشمکین مارتے تھے کہ یہ
وہ ہے بے عقل و احمق لوگ ہین کہ اپنے تئین نقد لذتون سے محروم رکھا ہے خیال پر بہشت کے جو موہوم ہے
وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہ کافر اپنے گھروالون مین اور وہان پر مجمع طرح
طرح کی دنیاوی لذتون کا دیکھتے تھے جیسے عورتین خوبصورت اور لڑکے مرغوب اور لڑکیان محبوب اور
فرش نفیس اور برتن مکلف اور کھانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار تو جانتے تھے کہ یہ چیزین ہم کو اسی
عقیدے سے حاصل ہوئی ہین کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد نہین رکھتے اور کچھ خوف اور ڈر اس روز کا
ہمارے دل مین نہین ہے اور مسلمان نیکوکار ان لذتون سے اسی سبب سے محروم ہین کہ بہشت کی موہوم
نعمتون کے توقع پر اور دوزخ کے خیالی عذابون کے خوف سے ان نقد لذتون سے دست بردار ہین تو مثال
ان کی ایسی ہے جیسے مجنون کہ اپنے خیال فاسد کے سبب سے غذاؤن لطیف فائدہ مند سے ڈرتا اور پرہیز کرتا
ہے فَانْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ پھرتے تھے باتین بناتے اور خوش طبعی کرتے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جب دیکھتے
تھے مسلمانون کو کہ اپنی جان کو مشقت مین طاعت اور عبادت کی گلاتے ہین اور اچھی پوشاک نہین پہنتے ہین
اور کھانا خشک بے مزہ کھاتے ہین اور گرمی کے دنون مین روزہ رکھتے ہین قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
لَضَآلُّوْنَ کہتے تھے کہ تحقیق یہ لوگ البتہ راہ بھولے ہوئے ہین کہ موہوم لذتون کو موجود لذتون پر ترجیح
دیتے ہین اور یہ بے حاصل مشقتون کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ اور نہین
بھیجے گئے ہین وے کافر مسلمانون پر نگہبان کہ ان کو نیک راہ سے پھرنے نہ دین اور ہر مجلس اور مجمع مین
ان کا پیچھا کرین اور طعن و تشنیع کرتے رہین اور یہ کافر اس درجے کو اس کام مین تعدی کرتے ہین
کہ اول تو ہنستے ہین بعد اسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اسکے غائبانہ انکے اوپر پھبتیان بولتے ہین

اسکے بعد منھہ بمنھہ گمراہ کہتے ہین اور وجہ ان چارون حالون کی اس ترتیب کے ساتھہ یہہ ہے کہ جب کسی شخص کو
کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہے تو اوّل حقارت کی راہ سے اسپر ہنستا ہے اور جب اس سے زیادہ نفرت
ہوتی ہے تو اپنے ہم مشربون کو بھی چشم و ابرو سے بتاتا ہے تاکہ اہانت اور حقارت کرنے مین اسکے شریک
ہون اور جب تنفر نہایت کو پہنچتا ہے تو غائبانہ بھی اس حرکت والے پر لطیفے اور پھبتیان کہتا ہے اور
خوش طبعیان کرتا ہے تاکہ تحقیر اور اہانت کا حق قرار واقعی ادا کرے اور جب بات تنفر سے بھی گذر جاتی ہے تو منھہ
بمنھہ حماقت اور جہالت اور گمراہی کی نسبت کرتا ہے اسیواسطے اس ترتیب کی ان آیتون مین رعایت رکھی
ہے اور کافرونکے اس ظلم کے بیان کرنے کے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہہ ظلم بھی انکا رایگان نجاویگا
بلکہ جزا کے روز اس قسم کے ظلم کا بھی انتقام لینگے فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا سو آج کے دن کہ جزا کا روز ہے جو لوگ
کہ ایمان لائے تھے اور کمالات حقیقی کو قوت ایمانی کے سبب سے لذات نفسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا
مِنَ الْكُفَّارِ کافرون سے جو کمالات کے منکر تھے اور کمال کے حاصل کرنے کو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر
جانتے تھے يَضْحَكُونَ ہنستے ہین کہ یہہ لوگ کیا کوتہ اندیش اور احمق تھے کہ کسی فانی خسیس چیز کو کس نفیس
باقی پر ترجیح دی تھی اب دوزخ مین کس طرح کے عذاب مین گرفتار ہوئے ہین اور طوق و زنجیرون مین
جکڑے گئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ کافرون کو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کی طرف سے
کھول دینگے اور دوزخ کے دربان کہین گے کہ ہان جلد آؤ بہشت مین وسے گرتے پڑتے طوق و زنجیرون مین جکڑے
ہوئے اس دروازے کی طرف جاوین گے جب قریب پہنچینگے تو اس دروازے کو بند کردین گے اور
دوسری طرف کا دروازہ کھول دینگے اور کہین گے اس دروازے سے جاؤ تو اس دروازے کی
طرف جانے کا ارادہ کرین گے اور آگ کے پہاڑون پہ گرتے پڑتے گذر کے جب نزدیک پہنچینگے تو اسکو
بھی بند کردین گے علی ہذا القیاس ان کو دوزخ مین ان حیلون سے سرگردان اور پریشان کرین گے اور
مسلمان جب بہشت سے ان کی یہہ حالت دیکھینگے تو ہنسینگے لیکن باوجود ایسے برے حال دیکھنے کے جو
ہنسی کے سبب ہین ان کو تمکین اور وقار مانع ہوگا چنانچہ ہنسی اور مسکرانے کی حد سے تجاوز نکرینگے
اور کافرون کی طرح سے جو دنیا مین چشم و ابرو سے غمازی کرتے تھے اور غائبانہ پھبتیان کہتے تھے اور

منہہ بہ منہہ گمراہ بولتے تھے یہہ بات اُن سے ہرگز ظہور مین نہ آوے گی بلکہ باوجود ایسا حال دیکھنے کے جو موجب کمال ہنس پڑنے اور لوٹ جانیکا ہی چنانچہ اکثر لوگ اس قسم کے تماشون کیواسطے دوڑتے ہین اور دور دور جاتے ہین وے لوگ اپنے مکانون سے جنبش نکرین گے بلکہ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور آپس مین کمال تمکین اور وقار سے پوچھتے ہین هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیا سزا پائی ان کافرون نے اپنے کامون کی پوری جو دنیا مین کرتے تھے یعنے غمزے اور ٹھٹھے اور لطیفہ گوئی اور گمراہ نام رکھنے کی

سُورَةُ الانشقاق

سورہ انشقت مکی ہی اسمین پچیس ۲۵ آیتین اور ایک سو نو ۱۰۹ کلمے اور چار سو تیس ۴۳۰ حروف ہین اور ربط اس سورت کا سورہ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہی کہ دونون سورتون کے مضمون اور معنے قریب ہین چنانچہ اس سورۃ مین وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ وَوَيْلٌ لِّلْمُكَذِّبِينَ واقع ہی اور اس سورت مین يَدْعُوا ثُبُورًا ہی اور اس سورتمین ہی أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ اور اس سورتمین ہی إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ اور اس سورتمین يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ اور اس سورت مین ہی فَمُلَاقِيهِ اور اس سورت مین مذکور ہی کہ اعمالنامے نیکون اور بدون کے بعد ان کے مرنے کے دفتر مین علیین اور سجین کے داخل ہونگے اور اس سورتمین ان ہی نیکون اور بدون کے اعمالنامون کا مذکور ہی کہ بعد حشر کے سیدھے یا الٹے ہاتھون مین دئے جاوینگے اور اس سورت مین تکذیب قرآن کی جو کافر کرتے تھے اس عبارت سے مذکور ہی وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اور اس سورت مین اس عبارت سے مذکور ہی وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ اور اس سورت مین إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ واقع ہی اور اس سورت مین ہی يَصْلَىٰ سَعِيرًا اور اس سورت مین اہل نجات کے حق مین ہی تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ اور فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ واقع ہی اور اس سورت مین ہی وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا اور اس سورتمین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہی کہ كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا انقَلَبُوا

إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ اور اس سورت مین ہے إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا اور علی ہذا القیاس مناسبت
کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہے اور اس سورت کا نام سورۂ انشقت اور انشقاق اس جہت سے رکھا ہے
کہ اول مین اسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہے اور یہہ واقعہ ایک بڑی حجت ہے
آدمی پر کیونکہ جب آسمان باوجود اس بڑے پن اور بلندی کے اس امر شاق کو بمجرد حکم اپنے
پروردگار کے بغیر توقع ثواب اور خوف عذاب کے بجالایا پھر آدمی جو نہایت پست اور ذلیل بنا ہے آسان کام کو اللہ تعالےٰ
کے جو اتنا سخت اور بھاری نہین ہے باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نکرے اور بجا لاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ جس وقت کہ آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے
کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کے مقام سے ہوگا اور وجہ اسکے پھٹنے کی اس روز یہہ
ہے کہ وے فرشتے جو دروازون پر آسمان کے روزی رزق اُتارنیکو بندون کی اور اوپر لیجانیکو انکے اعمالونکے
مقرر ہین اپنے کام سے فراغت کرکے اُتر آوینگے اور دوسرے فرشتے جو رہنے والے آسمانون کے ہین صفین
باندھکر گرداگرد محشر کے کھڑے ہوجاوینگے اور تجلی قہر الٰہی کی اس روز عرش معلیٰ پر غلبہ کرکے
اسکو نیچیکی جانب کو حرکت دیگی تو اس تجلی کے صدمے سے اور عرش معلیٰ کے بوجھ سے آسمان کے
اجزا پاش پاش ہوجاوینگے اور یہہ بھی ہے کہ اس وقت خراب کرنا اس عالم کا اور تعمیر کرنا دوسرے عالم کا
منظور ہوگا اور نئے مکان کی تعمیر بغیر پرانے مکان کے توڑنے پھوڑنے کے ہو نہین سکتی اور یہان سمجھ لیا
چاہیے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے یعنے روح اور جسم سے منشا اسکی روحانیت کا آسمان ہے کیونکہ نفس
ناطقہ اس کا نفوس سماوی سے ماخوذ ہے اور مشابہت کلی انسے رکھتا ہے اور روح ہوائی جو نفس کے
ساتھ مرکب ہے اور لطیف جو بدن مین دائر اور سایر ہے سو اسکا جوہر بھی آسمان کے جوہر سے مشابہت
کلی رکھتا ہے کہ پھٹنے چرنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہے چنانچہ سخت سخت مرض اور بڑے بڑے صدمے
اُٹھاتی ہے لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اسکی فنا کا یہہ ہے کہ بدن سے جدا ہوجاتی ہے پھر بھی ارواح
موکلون کے پاس محفوظ اور مامون رہتی ہے اور روح کی سعادت اور شقاوت کا سبب جسکو عرف مین

بخت کہتے ہیں اور طالع کے ساتھ ہی منسوب کرتے ہیں سو یہہ بھی اوضاع حرکات آسمانی اور اسکے ستارون
سے ماخوذ ہے اور روح کی غذا اور اسکے مرضون کی دوا یعنے شریعت اور طریقت وہ بھی آسمان سے
نازل ہوئی ہے پس انشقاق آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہے اسبات پر کہ آدمی کی روحانیت
کو اطاعت اور امر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہین ہے اس واسطے کہ معدن اور کان اسکا جو آسمان
ہے باوجود اس عظمت اور بلندی کے اللہ تعالی کی فرمان برداری سے نکل نہین سکتا اور پھٹنا آسمان کا
اس روز بسبب ضعیف ہونے اسکی بنیاد کے نہ ہوگا جیسا کہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتون کا اور اس
جہان کی بنی ہوئی چیزون کا ہوتا ہے بلکہ اسکو کمال قوت اور متانت اور عظمت کی حالت مین
حکم اللہ تعالی کا اسکے پھٹ جانے کے واسطے پہنچا وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور کان رکھے اس آسمان نے اور
فرمان بردار ہوگیا حکم ماننے کو اپنے پروردگار کا اور قبول کرنا اس حکم کا اگرچہ نہایت شاق تھا لیکن پھر نہ پھیرا اور
یہہ فرمان برداری جو اس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہین ہے کہ اسکی عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ یہی
تذلیل اسکی عظمت کے لایق اور سزاوار تھی وَحُقَّتْ اور وہ آسمان لایق اسی تابعداری اور فرمان
برداری کے تھا وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جسوقت کہ زمین کھینچی جاوے یعنے لنبی اور چوڑی ہو جاوے
ایسی کہ اس مجمع عظیم کے واسطے گنجایش کرے جہان ساتون آسمانون کے فرشتے اور حاملان عرش اور
طرح طرح کی مخلوقات جن اور انس اور جانور ابتدا سے انتہا تک سب اسوقت جمع ہونگے اور اسی زمین پر
کھڑے ہونگے اور کھینچنا زمین کا اس سبب سے بھی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور عمارتین اور پہاڑ سب برابر ہو جاوین
تاکہ کھڑے ہونیوالون کے واسطے وہان اونچا نیچا نہ ہو اور کوئی چیز آپس مین ایک دوسرے کی آڑ یا اوٹ نہو اور
تاکہ ایک کا حال دوسرے پر ظاہر رہے جیسے کہ فرش اور بچھونون مین نظر آتا ہے چنانچہ کھینچے تاننے کے سبب سے
دو فایدے معا حاصل ہوتے ہین ایک تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری اور جو زمین منشا انسان کے جسم کا ہے اور
اسکا جز غالب علاوہ اسکے غذا اور منفعتین دوسرے طرح کی بھی اسکو زمین سے پہنچتے ہین پس فرمانبرداری اسکی خداتعالے
کے حکم کو دلیل قوی ہے اسبات پر کہ آدمی اپنے تمام اعضا اور رگ و ریشہ سے مطیع اور فرمان بردار حکم الہی کا ہو ٭
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا اور ڈال دے زمین کھینچنے کے سبب سے جو اسمین ہے مردونکے اجزا اور خزانے اور دفینے

اور کانین تا حشر آدمیون کا انکے تمام اجزا سے حاصل ہوا اور وے منافع زمین کے جسپر جنگ و جدال اور ضرب
و قتال کرتے تھے اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرتا تھا کمال ذلیل و بے قدر ان کی نظرون مین ظاہر ہون وَتَخَلَّتْ
اور خالی ہو جاوے زمین اُن چیزون سے جو اسسے متعلق ہین جیسے اعمال آدمیون کے تاکہ جزا موافق اسکے ٹھہر جاوے
اور زمین کو اس اگل دینے اور خالی ہو جانیمین کچھ عوض یا ضرر یا نفع دینا کسی کو منظور نہین بلکہ فرمان الٰہی اسکو
اسی کام کرنے کو پہنچا وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور کان رکھے زمین نے اپنے پروردگار کے حکم پر
اور فرمان بردار ہوئی اور لایق بھی اسی فرمان برداری کے تھی یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ اکثر عوام گمان
کرتے ہین کہ یہہ آیت مکرر ہے اور حال یہہ ہے کہ یہہ بات یون نہین ہے بلکہ اوّل آسمان کے واسطے ہے اور
دوسری زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہ ہوئی اور جزا شرط کی محذوف ہے یعنے جب آسمان ایسا فرمان بردار
ہو گیا اور زمین ایسی تابعدار ہوئی ای آدمی تجھپر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قایم ہو جاوے گی کہ تو نے
کسواسطے حکم اپنے پروردگار کا روح اور جسم سے قبول نکیا اور اسکی مخالفت مین عمر گذاری چنانچہ الزام حجت کے
بیان کرنے کے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہین يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ ای آدمی تو کچھ آسمان سے بڑا
اور اونچا نہین ہے اور نہ زمین سے زیادہ سخت کہ اپنے پروردگار کے حکم کو قبول نہ کرے اور اسکے حکم کی اطاعت
بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالےٰ کا تیرے حق مین بہت آسان ہے اور ان دونون کے حق مین شاق
اور گران لیکن ان دونون نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمان برداری کی اور سر نہ پھیرا اور
علاوہ اسکے یہہ بھی ہے کہ جو حکم کہ آسمان و زمین پر ہوگا سو اسمین کچھ عذاب و ثواب نہین اور جو حکم
کہ تیرے حق مین آیا ہے اسکے ساتھ ثواب اور عذاب کی بھی توقع ہے جسکی آسمان و زمین کو ہرگز امید
نہین کیونکہ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ بیشک تو کوشش کرنیوالا ہے تاکہ قرب حاصل کرے اپنے پروردگار
کا كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجھکو استعداد وصول کی دی ہے اور اسکی دھن تیرے دماغ مین رکھی ہے
برخلاف آسمان و زمین کے کہ نہ انہین استعداد وصول کی ہے اور نہ ان کو اسکے حاصل کرنے کا خیال ہے اور یہہ
وصول موعود اور دیدار بے پردہ جسکی فکر حصول مین تو لگا ہے محض خیالی نہین ہے کہ فقط دنیا مین تو
خوش تھا بلکہ لا کلام ہونیوالا ہے چنانچہ فرماتے ہین فَمُلٰقِيْهِ پھر ملاقات کرنیوالا ہے تو اپنے پروردگار

سے بے پردہ خیال اور ادراک کے اور بغیر حجاب نمونہ اور مثال کے بس تجھکو تابعداری اللہ تعالیٰ کے امر کی اس قدر
درکار ہے کہ کسی مخلوق کو اس قدر درکار نہین تاکہ اس روز تو ملاقات اور حضوری کے وقت شرمندگی نہ اٹھاوے
اور ندامت نہ کھینچے اسواسطے کہ اس روز قوت اور ضعف تیرا قرب کے مرتبے حاصل کرنے کی سعی مین ظاہر ہوجاویگا
اسطور سے کہ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ پھر جس شخص کو دیا جاویگا نامہ اعمال اس کا اپنے پروردگار کی
ملاقات کے وقت جس نامے مین سعی جمیل اسکی اور طاعت اور فرمان برداری اسکے حکمون کی لکھی ہے
تاکہ جو کام اور جو چیز اسکے شوق مین بجالایا تھا اس کا دیکھنا اسکے سرور اور لذت کا سبب ہو اور جانے کہ
سعی میری ٹھکانے لگی بِیَمِیْنِهٖ سیدھے ہاتھ مین اس کے کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہے کیونکہ
سیدھا ہاتھ اکثر الٹے ہاتھ سے غالب ہوتا ہے اور جس شخص نے اطاعت اللہ تعالیٰ کے فرمان کی کی تو اپنے
نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی اور نیکیون نے اس کی بدیون پر غلبہ کیا فَسَوْفَ
یُحَاسَبُ پھر بعد دینے اعمال نامے کے سیدھے ہاتھ مین حساب کیا جائے گا اسکے برے کامون کا جو تھوڑے
سے رہ گئے تھے حِسَابًا یَّسِیْرًا آسان حساب حدیث شریف مین آیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حساب یسیر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہے
کہ بندے کے نامہ اعمال اسکو دکھلا دین گے اور آواز آوے گی کہ اے میرے بندے مسلمان جو تونے بندگی کی
سو مین نے قبول کی اور جو تونے خطا کی سو مین نے بخش دی پھر اس سے سوال نہوگا کہ جو باتین کرنے کی
تھین سو تونے کیون نہ کین اور جو نہ کرنے کی تھی سو کیون کین فَاَمَّا مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ عُذِّبَ یعنے پھر
جس شخص سے تکرار ہوئی اور پوچھ پاچھ تو وہ شخص آفت مین پڑا اسواسطے کہ اسوقت کوئی عذر گناہ کا پیش نجاویگا
اور گناہ سے کوئی خالی نہین ہے اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک
روز فرماتے تھے کہ جس شخص سے حساب لیا جاوے گا اسکو عذاب بھی ہوگا حضرت ام المومنین نے
عرض کیا کہ حق تعالیٰ تو فرماتا ہے فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا یعنے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
بعضے آدمی حساب کے بعد نجات پاوینگے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ حساب نہین ہے
شخص عملون کا دکھانا ہے کہ تونے یہہ کچھ کیا اور ہم نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور فلانے فلانے کام نہین کئے

اور ہم نے انسے درگذر کی لیکن مراد اس کلام سے یہہ ہے کہ جس شخص کے واسطے پوری پوری پوچھہ ہوگی تو وہ ہلاک
ہوگا وَّيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا اور پھریگا اپنے اہل کی طرف خوش ہوکر نہ اسکو خوف عذاب کا رہیگا اور نہ
خجالت جھڑکی اور غصے کی لاحق ہوگی بلکہ نجات کی خوشی اہل وعیال کے ملنے کی خوشی کے ساتھہ ملکر ایک عجیب
راحت اسکو نصیب ہوگی کہ کوئی کیفیت برابری اسکی کر نہین سکتی اور مراد اہل خانہ سے حورین اور دنیا کی عورتین
ہین جو اسکے نکاح مین تھین اور بہشت مین ملینگی اور دوسرے ناتے رشتے والے جو حشر مین اسکے حساب کتاب
کی اطلاع کے واسطے منتظر کھڑے ہونگے یہان سے معلوم ہوا کہ حق تعالی بندے مین دو غم جمع نہین کرتا یعنے
جو کوئی دنیا مین دین کا غم کریگا تو اسروز خوش ہوگا اور لفظ سوف کا جو تراخی اور تاخیر پر دلالت کرتا ہے
اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ اوّل اعمال نامے نیکی کے اسکو دکھا کر خوشوقت کرینگے اور بہت سی مہلت
کے بعد اس کو بدیون پر اطلاع دینگے تاکہ اوّل ہی بار بدیون پر مطلع ہونے سے شرمندہ نہو اور پشیمانی
نہ اٹھاوے وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وہ جو شخص کہ دیا جاویگا اسکا اعمالنامہ اسکے الٹے ہاتھہ مین تو یہہ
علامت ہلاکت اور عذاب کی ہے کیونکہ الٹا ہاتھہ بہت ضعیف ہے سیدھے ہاتھہ سے اور اس شخص نے اپنی
ضعیف جانب کو جو خواہش نفس کی تھی اپنی قوی جانب پر جو فرمانبرداری اللہ تعالی کی تھی مقدم
رکھا تھا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کیا تھا اور معاملے کی صورت کو الٹا کر دیا تھا اسی واسطے
اعمالنامے کو اسکے الٹے ہاتھہ مین دینگے لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ الٹے ہاتھہ کو اسکے پیچھے باندہ دینگے
اور اعمالنامے کو اسکے اس ہاتھہ مین دینگے کہ وَرَاءَ ظَهْرِهِ پیچھے سے اسکی پیٹھہ کے فَسَوْفَ يَدْعُو
ثُبُورًا پھر آگے پکاریگا موت کو یعنے آرزو کریگا کہ کسیطرح موت آجاوے اور مجھہ کو ہلاک کر ڈالے
تاکہ اپنے برے کاموں کی جزا سے خلاصی پاؤن اور لفظ سوف کا کہ جو تاخیر پر دلالت کرتا ہے اسیواسطے
اس جگہہ پر لائے ہین کہ اس دفتر کے تمام دیکھنے سے جسمین تمام اسکی عمر کا جمع خرچ موجود ہے اپنی ہلاکت
اسپر ظاہر ہوجاوے گی لیکن اوّل بار اپنے نیک و بد اعمال کو دیکھہ کے خیال کریگا کہ شاید میری نیکیاں
میری برائیون پر غالب آوین اور مین نجات پاؤن اور یہہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت
چاہتا ہے اور وہ جو سورہ حاقہ اور دوسری سورتون مین مذکور ہے کہ بعضون کو اعمالنامے سیدھے

ہاتھ مین اور بعضون کو اُلٹے ہاتھ مین دینگے سو پیٹھ کے پیچھے سے دینگے مخالف نہین ہے جیسا کہ یہان مذکور ہے کیونکہ اعمال نامے کا دینا اُلٹے ہاتھ مین اسی طور سے ہوگا کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور جو بعضے علما نے تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ آدمی اس روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے ان کو اعمال نامے انکے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور دوسرے ہلاک ابدی والے ان کو اُلٹے ہاتھ مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو بعد عذاب کے نجات ہوگی ان کو سیدھے ہاتھ مین پیٹھ کی طرف سے دینگے یا ہلاک ابدی والونکو اُلٹے ہاتھ مین پیٹھ کی پیچھے سے دینگے اور اہل نجات کو باٗین ہاتھ مین سامنے سے سو یہہ قول مطابق قرآن اور حدیث کے نہین ہے محض احتمال ہے کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہر دونونکے حق مین جو وعیدین آئی ہین ایک دوسرے کے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین کرتین علاوہ اسکے بعضے حدیثون مین اعمال نامے کے دینے کی اسیطور سے تصریح آئی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا واللہ اعلم اور جو اس شخص کا حال کہ اپنے دوزخی ہونے کی علامت اپنے اعمال نامے سے جو اسکی پیٹھ کی طرف سے دیا جائیگا دریافت کریگا اور واویلا مچا دیگا اور دعا موت اور ہلاکت کی مانگنا شروع کریگا بیان فرمایا اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس قدر جزع اور فزع اور اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اسکی اکتفا نہ کی جائے گی بلکہ وہ چیز جس سے وہ ڈرتا ہے واقع ہوگی وَيَصْلٰى سَعِيْرًا اور پیٹھیگا دھکتی آگ مین کیونکہ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا تحقیق وہ تھا دنیا مین اپنے گھر والون مین خوش اور بیغم یعنے نہ دنیا کا غم رکھتا تھا نہ آخرت کا بلکہ کفر اور گناہ سے بھی نہ ڈرتا تھا اور اللہ تعالی کی رضامندی کا خیال بھی نہ رکھتا تھا یہان سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشی کے پیچھے آخرت کا غم لگا ہوا ہے چنانچہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور جس شخص کو اس دنیا مین دُکھ اور غم آخرت کا ہوگا تو اسکو آخرت کی خوشی ضرور حاصل ہوگی اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ خوشی دنیا کی وہی بُری ہے جو غفلت اور آسودگی سے پیدا ہوا اور جو خوشی کہ بسبب راضی ہونے کے حکم الٰہی پر ہو یا واسطے حاصل ہونے مراتب عالیہ دینیہ کے ہو تو نہایت محمود اور سراسر نافع ہے چنانچہ سورۂ یونس مین فرمایا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اور یہان مذکور اسی خوشی اور نعمتون کا ہے جو نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تھی چنانچہ صاف فرماتے ہین کہ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ یعنے یہہ تمام خوشی اس کافر کو اس واسطے تھی کہ وہ گمان کرتا تھا کہ ہرگز پھیرا نہ

جاوے گا عالم ارواح کی طرف اور اپنے اعمالون کا حساب نہ دیکھیگا اسواسطے کہ اگر دنیا کی خوشی کے ساتھ
آخرت کا غم یاد آتا یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملون کا بدلا پانا قیامت مین مقرر جانتا
اور اسپر یقین ہوتا تو وہ خوشی بالکل نیست و نابود ہو جاتی اسیواسطے کہا گیا ہی ۵ مراد در منزل جانان چہ امن و عیش
چون ہر دم جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا اور اس شعر کا بھی یہی مطلب ہی ۵ عشرتِ امروز بے اندیشۂ
فردا خوش است فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را اب حشر اور نشر اور جزا اور حساب کے ثابت کرنے کو
اور اسکے گمان کے رد کرنے کے واسطے فرماتے ہین بَلٰی یون نہین ہی جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہی بلکہ پھر
جانا اسکا عالم ارواح کی طرف پھر وہان سے حشر و نشر کے عالم مین پھر حساب کے میدان مین پھر وزن اعمال کے مقام
پر پھر مجازات کے محل مین یعنی بہشت یا دوزخ مین ضروری ہی اور دلیل اسکی یہہ ہی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ
بَصِيْرًا تحقیق پروردگار اس کا اسکو دیکھتا تھا ابتدا پیدایش سے انتہا موت تک یعنے روح اسکی کہان سے
آئی ہی اور بدن اس کا کس کس چیز سے بنا ہی پھر کیا اعتقاد رکھتا ہی اور کیا عمل کیا ہی اور دل مین کونسی
چیز قایم ہی اور زبان سے اسکے کیا نکلا اور ہاتھ سے اُسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اسکی کہان گئی اور بدن
اسکا کس کس مکانون مین منتشر اور بکھرا ہی پھر جو آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو تو البتہ اس کو
مہمل نہین چھوڑیگا اور اسکے کئے کا بدلا پورا دیگا اور روح کو اسکی بدن کی اجزا سے جمع کریگا باوجود ان باتون
کے کہ یہہ گمان اسکا محض بیجا ہی اور اس امر بیجا کا بطلان ثابت کرنے کے واسطے کچھ حاجت قسم کی نہین اور اگر کسی
کو اس عجیب حالت کے سُننے سے جو بعد موت کے نمود ہوگی کچھ تردد ہوا اور ان حادثون کے وقوع مین
جو بعد جدا ہونے روح کے بدن سے ظہور پاوینگے کچھ شک ہو تو فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پھر سوگند کھاتا ہون مین
شفق کی اور شفق نام ہی اس سرخی کا جو آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کیطرف آسمان کے کنارون پر نظر
آتی ہی اور اُسکے رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہی چنانچہ امام شافعی اور صاحبین کا مذہب یہی ہی
اور اسی پر فتویٰ ہی اور بعضے روایتون مین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ شفق نام ہی اس سفیدی کا
جو سرخی جانے کے بعد پیدا ہوتی ہی اور دیر تک رہتی ہی لیکن صحیح یہہ ہی کہ حضرت امام اعظم نے اس مذہب
سے رجوع کی ہی اور عرب کے لوگ شفق کو اپنے اشعارون مین اور محاورون مین تشبیہ سرخی ہی کے ساتھ دیتے ہین

تو یہہ دلیل صریح ہی اسبات پر کہ مراد شفق سے سرخی ہی نہ سفیدی اور وہ جو بعضے علما نے کہا ہی کہ اول دن
کی سرخی جو کنارے مشرق کے ہوتی ہی کسی مقدمے مین روزہ ہو یا نماز معتبر نہین ہی بلکہ معتبر وہ سفیدی ہے
جسکو صبح صادق کہتے ہین تو چاہیے کہ مغرب کی نماز کا وقت صبح کی نماز کے وقت کے برعکس ہو یعنی کہ ابتدا اسکی آفتاب کے غروب سے ہو اور انتہا
اسکی مغرب کی سفیدی جانے تک جسطرح نماز فجر کے وقت کی ابتدا سفیدی ظاہر ہونے سے ہی اور انتہا اسکی طلوع
آفتاب تک سو جواب اسکا یہہ ہی کہ فجر کا وقت نور کے ظاہر ہونیکا وقت ہی اندھیرے مٹنے کا نہین ہے اور ابتدا اس نور کے
ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے ہی جسکی سفیدی عام و خاص کو نظر آتی ہی جو اول سے رات کے اندھیرے مین چھپی تھی
اور یہہ وقت یعنے مغرب کا اندھیرے کے چھا جانے کا وقت ہی اس نور پر جو پہلے سے پھیلا تھا اور بعد جانے شفق کی سرخی
کے کچھ امتیاز اندھیرے مین خاص و عام کی نظرون مین نہین رہتا اور آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہی تو اسوقت
کی انتہا سرخی کے جانے تک ٹھہرانا نہایت مناسب ہے اور اسوقت کی یعنی صبح کی وقت کی ابتدا سفیدی کے آنے سے ٹھہرانا
مناسب ہی اور فرق دونون وقتون کے درمیان نہین بہ سبب مقدم ہونے اندھیرے کے ہی نور پر اور بالعکس اسواسطے
کہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ قبول کرنا حواس کا ایک چیز کو موجب سرعت اور قوت احساس کا ہوتا ہی اسکی
دوسری ضد سے اور اسپر پہلی ضد کی ضعف کے آثار محسوس ہونے لگتے ہین جسطرح تاریکی کو دیکھنا بعد روشنی
کے اور روشنی کو دیکھنا بعد تاریکی کے واللہ اعلم وَالَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ اور قسم ہی رات کی اور اس چیز کی جسکو جمع
کرتی ہی وہ رات آدمیون سے ہون یا جانورون سے کیونکہ جانداروں کی ہمیشہ یہہ عادت ہی کہ دن کو تلاش معاش کے
واسطے اپنے مکانون سے نکلتے ہین اور ہر متنفس ایک طرف کو جاتا ہی اسیطرح سب منتشر ہو جاتے
ہین اور جب رات ہوتی ہی تو سارے اقربا اور متعلق اسکے ایک گھر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر رات
گذارتے ہین پس گویا رات جامع المتفرقین ہی اسیواسطے نیک ہو یا بد جو جو کام اخفا اور پوشیدگی سے تعلق رکھتے ہین جیسے
ذکر الٰہی کے حلقے اور تراویح کی جماعتین اور رقص اور شراب کی مجلسین یے سب چیزین رات ہی کو ہوتی ہین اور انکا اجتماع
اسیوقت لطف دیتا ہی اور متحقق ہوتا ہی وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور قسم کھاتا ہون مین چاند کی جب نور اس کا پورا ہوتا ہی اور شام سے
صبح تک رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہی اور تاریکی کے حجاب کو اٹھا دیتا ہی اور یے تینون چیزین یعنے شفق اور اندھیری رات
اور روشن چاند نمونہ ہی تین حالتون کا جو آدمی پر بعد موت کے ظاہر ہونگی اور موت بھی گویا نمونہ ہی زندگی کے آفتاب کے غروب کا

اول وہ حالت جو بمجرد جدا ہونے روح کے بدن سے ظاہر ہوگی لیکن اسمین کچھ اثر پہلی زندگانی کا رہتا ہی جیسے بدن کے تعلق کی محبت اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا و دستون کی الفت باقی رہیگی سو وہ وقت گویا برزخ ہی دنیا کی زندگانی مین اور قبر کے استغراق مین یعنے کچھہ اسطرف سے اور کچھہ اسطرف علاقہ رکھتا ہی سو وہ وقت بعینہٖ شفق کے مانند ہی اسواسطے کہ ہنوز مخلوقات کے تصرفات اور آمد وشد ان کی بالکل منقطع نہین ہوئی ہی اور جاندار سب بیدار اور دیکھتے بھالتے چلتے پھرتے ہوتے ہین اور دن کے باقی رہے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور یہہ وہ حالت ہی جسمین اپنے اعمالون کی جزا نمونہ کے طور پر معلوم ہوگی جو نیکیون سے اور بدیون کیا تھا اور مدد زندون کی مردون کو اس حالتمین جلد پہنچتی ہی اور مردے اسیوقتمین اس طرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یون گمان کرتے ہین کہ گویا ابھی ہم جیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف مین قبر کے احوال مین وارد ہی کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہی کہ دَعُوْنِىْ اُصَلِّىْ چھوڑ و مجھکو کہ مین نماز پڑھون اور یہہ بھی وارد ہی کہ مردہ اس حالتمین غریق کے مانند ہی کہ انتظار فریاد پہنچنے والے کا رکھتا ہی اور صدقے اور دعائین اور فاتحہ اسوقت اسکے بہت کام آتے ہین اسیواسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص ایک چلّے تک موت کے بعد اس قسم کے کامون مین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مردیکی روح بھی موت کے قریب دنون مین خواب مین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہی اور اپنا احوال بیان کرتی ہی دوسری وہ حالت ہی جو دنیا کی زندگانی کے علاقون کے بالکلیہ قطع ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہی اور دیکھنے سے اُن کیفیتون کے جو دنیا مین نیکی اور بدی سے کمایا تھا استغراق عظیم اسکو حاصل ہوتا ہی اور جتنی اسکی قوتین دریافت اور تصرف کی ہین اس عالم سے ایکبارگی ٹوٹ کر اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتی ہین اور حس و حرکت معنوی اسکا اس جہان سے مطلقاً بیکار ہو جاتا ہی اور یہہ حالت رات کی اس اندھیرے کے مانند ہی جو بعد زائل ہو جانے شفق کے چھا جاتا ہی اور خواب کا غلبہ ہوتا ہی اور معطل ہو جانا حواس اور حرکتون کا لاحق ہو جاتا ہی اور مالوفات اور مکسوبات سے ذہن کے مطلقاً غافل ہو جاتا ہی لیکن وے مالوفات اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کرکے باطن بدن مین جمع ہوتے ہین اور روح انکو رنگا رنگ صورتون مین مطالعہ کرتی ہی اور متلذذ اور متالم ہوتی ہی یعنے خوش ہوتی ہی اچھائی کو دیکھکر اور رنجیدہ ہوتی ہی برائی کو دیکھکر اور یہہ حالت عام مردون کی ہی اور بعضے خاص اولیاء اللہ جنکو اللہ تعالی نے محض اپنے

بند ونکی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالتین بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے اُن کے استغراق مین خلل واقع نہین ہوتا اور انکے کمال وسعت مدارک کے سبب سے وہ استغراق اس طرف کے متوجہ ہونے کو بھی منع نہین کرتا اور ویسی لوگ باطنی کمالونکو انھی سے حاصل کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کامون کی کشادگی کا سبب اُنسے پوچھتے ہین اور انکے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہین اور ان کا حال اس وقتین اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے ؎ من آیم بجان گر تو آئی بتن　تیسری ایک اور حالت ہے جو بعد حشر اور نشر کے ظاہر ہوئی اور وہ حالت چودھوین رات کے چاند کے مانند ہے جو پردے کو اندھیرے دور کرکے نیک و بد کو انکے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کرے گی اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیز مین اور دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کر لیگا اور یہی حالت ہے اعمالنامون کی دینے کی اور نیک و بد عملون کے ظہور کی رنگارنگ صورتون سے اور اعمالونکے تولنے کی اور نیکی اور بدی کے حساب کی اور دوسرے بہت سے کامون کی اور اس حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہے جو اس جہان کی زندگانی سے اتم اور اکمل ہے لیکن جو وہ زندگانی تغیر اور تبدل نہین رکھتی بلکہ ایکسان ہمیشہ قائم اور برقرار ہے اس سبب سے اسکے واسطے کوئی مثال نہین ہے جو قسم کے مقام پر لائی جاوے بلکہ وہ زندگانی اس قسم سے بھی نہین ہے جسکے احوال اور صفات متغیر ہین یعنے کبھی کچھ اور کبھی کچھ تا کہ بیان کے مقام پر وے حالتین بیان کی جاوین اسیواسطے انھی تین قسم پر اکتفا کیکے جس مضمون کا اثبات منظور ہے وہ ارشاد فرماتے ہین +

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم سب کو چڑھنا ہے ایک حال چھوڑکے دوسرے حال پر یعنے بعد جانے کے اس دنیا سے ایک حال مین ہوگی جسکو رجوع الی اللہ سمجھوگے بعد اس کے اس حالت سے گذر کر ایک دوسری حالت کو پہنچوگے تو جانوگے کہ حالت رجوع کی بھی ہے اور اگلی حالت اس حالت کی تمہید تھی اور علی ہذا القیاس یہانتک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا ٹھہروگے اور سفر تمھارا تمام ہو جاوے گا بعد اسکے سدا رہا کروگے اور جو گذرنا ان حالتون سے قطع منازل اور طے مراحل کے مشابہ تھا اس واسطے رکوب کا لفظ جو معنے مین سوار ہونے کے ہے اس مقام پر استعمال فرمایا اور جو یہہ حرکت یعنے دنیا سے آخرت کو جانا حرکت صعودی ہے یعنے اس خاکدان پست سے عالم بالا کی رفعت گاہ کو جاتے ہین اُس کی حالتون اور منزلون

کو طبقا عن ارشاد فرمایا ہے کیونکہ طبقا عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتے ہین چنانچہ سات طبق آسمان مشہور ہین اور عمارت
کے طبقے بھی عرف مین بولنا رایج ہے اور جوان انتقالون کی دلیلین ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے
اور برس مین آنکھو نہین ہر خاص اور عام کے جلوہ گر ہین سوا یمان نہ لانے سے کافرون کے اور اُن کے
یقین نکرنے سے ان حالتون کے بعد موت کے تعجب فرما کر ارشاد کرتے ہین فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
بس کیا ہو گیا ہے ان کافرون کو کہ باوجود اس بیان واضح اور روشن مثالون کے ایمان نہین لاتے ہین اور
یقین نہین کرتے کہ ہم کو بعد موت کے بھی کسیطرف رجوع ہوتا ہے اور سفر در پیش ہے اور اس سفر کا غم نہین
کھاتے اور توشہ اسکے واسطے نہین اُٹھاتے اور نقصان اور نفع سے اس عالم کے جو منتہا اس سفر کا ہے
کچھ خبر نہین رکھتے اور بعضے مفسرون نے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کو دوسرے مضمون پر احتمال کیا ہے جو اس
مقام کے ساتھ چندان مناسبت نہین رکھتے اگرچہ امر واقعی ہے اور وہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت کو خطاب ہے اور مراد توبیخ اور تشنیع ہے یعنے تم بھی اختیار کروگے ایک طبقے کو گناہون سے بعد
ایک طبقے کے یعنے اگلی امتون کی طرح سے مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین جو
اگلون نے کی تھین تم بھی کروگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے
حق مین فرمایا ہے کہ تم بھی اپنے اگلون کی پیروی کروگے بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنے اگلے لوگ ایک
گز راہ حق سے دور رہے تھے تم مین سے بھی بعضے لوگ اسیقدر حق راہ سے دور رہین گے اور اگر اگلے لوگ
ایک بالشت دور رہے ہونگے تو تم مین سے بھی ایک گروہ اسیقدر دور رہین گے یہان تک کہ اگر اگلی امتون
مین کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اسنے اپنی ما سے زنا کھلے بندون کیا ہوگا تو تم مین سے بھی بعضے ایسے ہونگے اور اگر
کوئی اگلون مین سے گوہ کے سوراخ مین گھسا ہوگا تو تم مین سے بھی کوئی اس سوراخ مین گھسیگا اور یہہ بھی حدیث
صحیح مین آیا ہے کہ تمھارا حال بھی ادا نکرنے مین حق اللہ اور حق خلق اللہ کے اور جھٹلانے مین پیغمبرون کے اور کتاب
اور قیامت کے اور دوسرے گناہون کے کرنے مین بعینہ اگلی امتون کے مطابق اور موافق ہے جیسے
کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے کہ جو بھر کا بھی دونون مین تفاوت نہین ہوتا بلکہ تم کتنی چیزین
زیادہ کروگے جو اگلی امتون مین نہ تھین جیسے ہیجا حر کا * یعنے ایسے شخص کا کہ وہ کسیکا غلام لونڈی نہ ہوا

فریب و مکر سے بیچنا اور اسکی قیمت کھانا اور انھین مین سے ہے سفر بازی یعنے چٹھی لڑنا اور انھین مین سے
ہے قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد کو جس پر ایمان لائے باوجود ایمان داری کے دعوے کے چنانچہ ایسی بات
کسی امت مین نہین ہوئی کافرون نے کہ ہرچند کہ اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ہے اور ایذا دی ہے لیکن
کفر کی حالت مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعوی ایمان کا بھی کرین اور یہہ کام بھی کرین اور بعضے قاریون نے
لترکبن کے بے کو زیر سے پڑھا ہے اور اس قرأت مین مفسرون نے معنے اُسکے اسطور سے کہے ہین کہ خطاب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور مراد معراج کا وعدہ ہے کہ البتہ براق پہ سوار ہو کر سات طبق
آسمانون پر ایک کے بعد ایک پہ گذرے گا لیکن یے معنے سباق اور سیاق آیتون سے
ہرگز مناسبت نہین رکھتے بلکہ بے کے زبر کی حالت مین بھی خطاب ہر نبی کو عام ہے جیسے پیش کی
حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تھا غرض کہ ظاہر معنی وہی ہین جو اول بیان کئے گئے اور مدعا کافرون
کا ڈانٹنا ہے کہ آخرت کے سفر کی نشانیون کو جان بوجھ کے پھر بھی اس سفر کا انکار کرتے ہین اور جو جو معاملے
کہ وہان ہونے والے ہین ان پر ایمان نہین لاتے اور اگر ان کی عقل خود بخود ان حالتون کو دریافت نہین کر سکتی
تو اُن کو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فایدہ اُٹھاتے یعنے قرآن سنکر اس پر عمل کرتے اور اسکو سچ
جانتے لیکن ان کو اس قدر ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہے کہ قرآن مین بھی اُن
مضمونون کو سنکر فرمان برداری نہین کرتے بلکہ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ اور جب پڑھا جاتا ہے
اُنپر قرآن تو اس کی عبارت کو سنکر جو سراسر اعجاز ہے متحیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین
کرتے اور جسوقت کہ مسلمان اپنا عجز ظاہر کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہہ لوگ لَا يَسْجُدُوْنَ سجدہ نہین کرتے
حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالی کو کسی آئین اور کسی مذہب مین منع نہین ہے ایسا اللہ کہ جسنے اسطرح کا قرآن
فصیح اور بلیغ اُتارا کہ کوئی ایک سورت بھی اسکے برابر بنا نہین سکتا اور فقط نافرمانی اور سجدہ نکرنے پر اکتفا
نہین کرتے ہین بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ بلکہ جو لوگ کافر ہین جھٹلاتے ہین قرآن کو ہرچند کہ زبان
سے نہین کہتے لیکن حق تعالی اُن کے اس انکار کو جو دل مین رکھتے ہین جانتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ
اور اللہ خوب جانتا ہے جو دبتجین کرتے ہین یعنے جو کچھ کہ باطن مین انکے سوائے تکذیب اور انکار کے ہے جیسے

مخالفت اللہ کے امرون کی اور نا فرمانبرداری اسکے حکمون کی اور خوشی اور شادمانی دنیا کی زندگانی کی اِس
گمان پر کہ آخرت کا سفر ہمکو درپیش نہین ہے اور محبت گناہون اور شہوتون کی اور مکر و حیلے کرنے پیغمبرون
سے ایسی چیزون سے دل انکے لبالب اور مالامال ہین سو یہ چیزین اللہ تعالی سے پوشیدہ نہین ہین
اور یوعون کی لفظ مین اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ وے نادان کوتہ اندیش ایسی قبیح چیزون کو
کمال احتیاط سے اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکھتے ہین لیکن احتیاج کے وقت جب اس باسن سے
سے موذیات نکلین گے تب سے جانینگے کہ ہم کیا چوکے گویا اندھیری رات مین کالے ناگ کو پھولون کا
گجرا سمجھ کر گلے مین پہن لیا چنانچہ کسی نے کہا ہی شعر بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختہٖ
عشق در شب دیجور سے یہہ صبح ہو ویگا معلوم روشنی مین تمھین اندھیری رات مین کسکو پسند تم نے کیا
لیکن جیسے جاہل ان برائیون کو نیکی جانتے ہین چنانچہ آیندہ کے نفع کے واسطے انکو زر و جواہر کے مانند کمال احتیاط
سے جان کے برتن مین رکھتے ہین نہ ظرف مٹی تانبے کے برتن مین پس تجھکو بھی چاہیئے کہ اُن کے باطل اعتقاد کے
موافق ہنسی ٹھٹھے کی بات چیت کر فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ پس خوش خبری دے انکو دکھ کے مار کی دنیا
کی فرحت اور شادمانی پر اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ ٹھٹھول کا ہے واسطے ڈرانے اور خوف دلانے
کے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنے ان سب لوگون کو عذاب الیم کا وعدہ دے مگر ان لوگون
کو جو ایمان لاوین اور اچھے کام کرین اور کفر اور گناہون کو اپنے اس عمل نیک کے سبب سے محو کرین پھر جو
ایسا کرین انپر ہرگز عذاب نہین ہے نہ الیم اور نہ غیر الیم بلکہ لَهُمْ أَجْرٌ اُن کے واسطے خوشخبری کی ہے انعام کی
اُن کے ایمان اور نیک عمل پر اور کفر اور گناہ سے باز رہنے پر اور وہ مزد غَيْرُ مَمْنُونٍ بے انتہا ہے جو ہرگز تمام
ہونیوالا نہین ہر چند کہ انکا ایمان خواب اور غفلت کے وقت منقطع ہوجاتا تھا اور نیک عمل انکا مرض کے سبب
سے اور شغل اور سفر اور موت سے بھی موقوف ہوجاتا تھا لیکن رحمت آلہی نے اس غیر دائمی ایمان کو حکم دائمی
ایمان کا دیا اور اس منقطع عمل کو استمراری قرار دیا چنانچہ سدا رہنے والی نعمت اسکے عوض مین عنایت
فرمائی اور یہہ سورت سجدہ کی سورتون سے ہے اور بعد لا یسجدون کی آیت کے سجدہ ہے اور حضرت امام اعظم
نے ترک کرنے پر سجدے کے مذمت اور عتاب جو اس جلے پر وارد ہے اسی سے یہہ استدلال کیا ہے کہ سجدۂ تلاوت کا

تلاوت کا سجدہ واجب ہونیکی دلیل

واجب ہی اسواسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت کا سنت ہی اور ان کی دلیل یہہ ہی کہ مراد سجدے سے اسجگہہ پر خضوع اور انقیاد ہی اور فرض نماز کا سجدہ مراد ہی کہ اسکے ادا کرنے کا قصد نہین کرتے سجدہ تلاوت کا مراد نہین ہی لیکن اسمین خدشہ ہی کیونکہ اگر یہی مراد ہوتی تو سجدہ تلاوت اسجگہہ پر مسنون کس واسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ اس سورت کو عشا کی نماز مین آپ نے پڑھا ہی اور اس مقام پر سجدہ کیا ہی اور مقتدیون نے اور سننے والون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا ہی چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اس جماعت مین داخل تھے اور ظاہر یہہ ہی کہ جب ان کافرون کی جو سجدہ نہین کرتے ہین اس آیت مین مذمت فرمائی تو البتہ مسلمانون کو لازم ہی کہ کافرون کی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرین اور جتنی سجدے کی آیتین قرآن مین ہین ان آیتون مین یا برائی کافرون کی بیان ہی بہ سبب سجدہ نہ کرنے کے یا مدح مسلمانون کی اور فرشتون کی ہی بسبب سجدہ کرنیکے لیکن ملازمت ایک جانب سے ہی یعنے جو سجدہ کہ قرآن مین ہی اسی قسم کی آیتون مین ہی نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی جگہہ پر اس قسم کی آیتین آئی ہین اور ان مین سجدہ نہین ہی اسیواسطے کہا ہی کہ آیتین سجدیکی توقیفی ہین یعنے شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پائے وہان سجدہ کیجئے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

سورۃ البروج

یہہ سورت مکی ہی اسمین بائیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو پچاس حرف ہین اور ربط اس سورت کا سورہ انشقاق سے یہہ ہی کہ ابتدا مین اسکے ذکر آسمان کے پھٹنے کا ہی قیامت کے دن اور اس سورت مین آسمان کے حصے کرنے کا ذکر ہی دنیا مین بارہ جگہہ برابر جو ہر ایک جدا جدا حکم رکھتا ہی اور اخیر مین اس سورت کے بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ واقع ہی اور انتہا مین اس سورت کے بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ اور یہہ دونون مضمون آپس مین ظاہر اتحاد رکھتے ہین اور اس سورت کے درمیان مین حال بہشتیون اور دوزخیون کا مذکور ہی جیسے درمیان مین اس سورت کے مذکور ہی بس دونون سورتونکو آپسمین کمال مناسبت حاصل ہوئی اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ مکے کے کافر مسلمانون کو اسلام لانیکے سبب

طرح طرح کی ایذائین اور رنج پہنچاتے تھے اور مسلمان یہہ ماجرا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے جناب رسالت مآب ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تمکو حق تعالی ان لوگون سے بدلا لینے کی طاقت بخشیگا اور جو کچھ کہ یے تمھارے ساتھ کرتے ہین ایسا ہی تم انکے ساتھ کروگے کافرون نے جو یہہ ماجرا سنا تو طعن اور تشنیع شروع کی کہ یے ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہین کہ ہم سے بدلا لے سکین گے اگر ہماری عزت اور ان کی ذلت حق تعالی کے نزدیک ثابت نہوتی تو ہم کو کیون اُن پر غالب کرتا اِس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام آلہی ہمارے ہی نصیب ہے اور ذلت اور خواری انکے نصیب ہے سو حق تعالی نے کافرون کے اِسبات کے جواب مین یہہ سورت نازل فرمائی اور ابتدا مین اِس سورت کے آسمان کی قسم کھائی ہے جو بارہ بُرج رکھتا ہے اور ہر برج سبب ہے عالم اور اہل عالم کے انقلاب کا چنانچہ بہت سی چیزین ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سببسے عزیز ہوتی ہین اور وہی چیز دوسرے برج کی تاثیر کے سبب سے ذلیل اور بیقدر ہوجاتی ہین چنانچہ شال اور پوستین وغیرہ سردی کے ایام مین عزیز ہوتی ہے اور گرمی کے دنون مین ذلیل اور ٹھنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف گرمی مین عزیز اور جاڑونمین ذلیل ہوتا ہے اب کافرونکو چاہیے کہ اِس انقلاب کو اپنے دل مین خوب سمجھین اور بوجھین اور اپنی عزت پر مغرور نہون اور مسلمانون کو افلاس اور احتیاج مین مبتلا دیکھکر ذلیل نہ سمجھین اور ہنسی اور مسخری سے طعن ان پر نہ کرین اِس واسطے کہ ہر سال اختلاف موسم کے وقت مین اِس انقلاب کو دیکھتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا کہ اِس سورت کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کیواسطے رکھا ہے کہ اِس سورتمین نیکی اور بدی کے لپ درپے آنیکا بیان منظور ہے اور اسیطرح سعادت اور نحوست کے بدلنے کا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ جو شخص مسلمان کو ایذا اور رنج پہنچاتا ہے اور نہایت قوت اور غلبہ دیکھاتا ہے ہوسکتا ہے کہ انتقام مین گرفتار ہوکر خراب ہوا اور نیک بختی اور بدبختی کی لیاقت کے مشہور تر اسباب نزدیک عوام کے جن کو ہر سال دیکھتے ہین اور جانتے ہین سو آسمان کے بارہ بُرج ہین اسی واسطے قمری مہینے کو اِس مقدمہ مین اعتبار نہین فرمایا اس واسطے کہ انکے اختلاف سے عالم مین انقلاب نظر نہین آتا یہی سبب ہے کہ قمری مہینے ہر موسم مین آتے جاتے ہین اور حکم اِس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بھی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم کھاتا ہون مین آسمان برجون والے کی جس کا ہر برج نیکی اور بدی اور سعادت
اور نحوست مین جُدا حکم رکھتا ہے اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران کرتا ہے اور چند روز
حکم اسکا عالم مین جاری ہوتا ہے پھر زایل ہو جاتا ہے اور وہی حکم پھر آتا ہے سو کسی شخص کے واسطے
یون اعتماد کرنا نچاہیے کہ یہہ حالت خاص فلانا کسی کیواسطے ہے دوسرے کو زنہار نصیب ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے
کہ یہہ حالت موجودہ معدوم ہوجاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجون کی یہہ ہے
کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دایرہ پیدا ہوتا ہے جسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب
اسکو ایک سال کی مدت مین تمام طی کرتا ہے اور جب اس دایرہ کو بارہ حصّون پر برابر تقسیم کرینگے تو بارہ
حصّے ہونگے انہی حصّون کو برج کہتے ہین اور سب مل کے بارہ برج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اس دایرے کے تقسیم ہونیکی
بارہ حصّے پر اُسمے کم نہ زیادہ جو جناب الٰہی نے دلون مین تمام نبی آدم کے ڈالا ہے چنانچہ تمام طایفے ہنود اور
فارسیون اور یونانیون اور عربیون اور فرنگیون اور دوسری قومون کے اسی بات پر متفق ہین سو یہہ ہے کہ آفتاب
کے ہونے کی ہر ربع مین ارباع فلک سے جو مدت ہے اسکا فصل نام رکھا ہے اسواسطے کہ ہوا اور خاصیت اُن
فصلون کی مخالف ایک دوسرے کے ہے جیسے ربیع اور خریف گرمی اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا اور بیچ اور
انتہا ہے چنانچہ حکم اس فصل کا ان حالتون مین قوت اور ضعف کے ساتھ بدلتا ہے اسیواسطے آسمان بارہ
قسمون پر تقسیم کیا گیا اور ہر قسم کا نام برج رکھا گیا اور آفتاب کو ایک دورے کامل کی مدت مین یعنے ایکسال مین بارہ
مرتبے چاند سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے چنانچہ یے دونون آسمان مین ایک مکان پر اکٹھے ہوتے ہین اور ہر بار کے
جمع ہونا چاند کا آخر تک ہی قمری مہینا ہے اسیواسطے آسمان کو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصّے مقرر کیا ہے اور
ہر قسم کو برج مقرر کیا ہے اور ہر برج کا نام موافق اس صورت کے جو جمع ہونیسے تارون کے ان برج مین پیدا ہوتی ہے
رکھا ہے جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور
جدی اور دلو اور حوت اور ہر برج کو آفتاب کی حرکت کے دنون کے مانند تیس حصون پر تقسیم کیا ہے اور ہر حصّہ کا

درجہ نام رکھا ہی اور ہر درجے کو ساٹھ جگہہ باٹنا ہی اور ان حصّون کا نام دقیقہ رکھا ہی جسکو ہندی لغت
مین گھڑی کہتے ہین یعنے اتنی دیر کو اور ہر دقیقے کو پھر ساٹھ قسم پر تقسیم کیا ہی اور اسکا ثانیہ نام
رکھا ہی جسکو ہندی لغت مین پل کہتے ہین اور ہر ثانیہ کو ہر ساٹھ حصے کیا ہی اور اسکا نام ثالثہ
رکھا ہی جسکو ہندی مین چھن کہتے ہین اور علی ہذا القیاس اور یہہ بارہ بُرج آپس مین صورت اور احکام مین
نہایت اختلاف رکھتے ہین چنانچہ حمل بکری کے بچے کی صورت ہی سر مغرب کی طرف اور دُم مشرق کیطرف
رکھتا ہی اور مُنھہ پیچھے پھرے ہوئے جیسے کسی کو دیکھہ رہا ہی اور وے ستارے جو اسکی صورت مین واقع
ہین تینتیس ستارے ہین اور پانچ تارے دوسرے بھی اسی سے تعلق رکھتے ہین گو کہ صورت سے خارج واقع
ہوئے ہین اور ثور بیل کی صورت ہی سر اس کا مشرق کی طرف ہی اور دم اُسکی مغرب کی طرف اور اُسکی
صورت تیتیس تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی جیسے عین الثور اور ثریا جو انگور کے خوشے کے
مانند ہی وغیرہ اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا دو آدمیون کی
صورت پر ہی ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سر انکے شمال اور مشرق کی طرف ہین اور پانون اُن کے
جنوب اور مغرب کی طرف اور اٹھارہ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور سات تارے دوسرے
خارج ہین انہی مین سے ذراع اور تبیعہ بھی ہین اور سرطان ایک جانور کی صورت پر ہے جو معروف اور مشہور ہے جسکو فارسی مین خرچنگ
کہتے ہین اور ہندی مین کیکڑا اور نو ستارون سے اُسکی صورت مرکب ہی اور اسد شیر کی صورت پر ہے جو ستائیس تارون سے
مرکب ہی اور دوسرے تارے جیسے قلب الاسد اور زہرہ بھی اُسے تعلق رکھتے ہین اور سنبلہ ایک عورت کی صورت
پر ہی اسکے ہاتھہ مین ایک خوشہ ہی سر اس کا اسد کے پیچھے ہی اور پانون اسکے میزان کی طرف ہین
اور یہہ چھبیس تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی اُسے تعلق رکھتے ہین اور اُسکے ہاتھہ کے پاس
جس ہاتھہ مین خوشہ ہی ایک تارہ ہی جس کا نام سماک اعزل ہی اور میزان ترازو کی صورت ہی
آٹھہ تارون سے مرکب ہی اور عقرب بچھو کی صورت ہی اکیس تارون سے مرکب ہی اور قلب
العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بھی اس سے تعلق رکھتے ہین اور قوس ایک مرد کی صورت ہی
تیر کمان ہاتھہ مین اکیس تارون سے مرکب ہی اور جدی کی صورت بھیڑ کے بچہ کی ہی مرکب ہی اٹھائیس تارون سے

اور سعد ذابح بھی اسی سے تعلق رکھتا ہی اور دلو بھی ایک مرد کی صورت ہی جیسے ڈول کو زمین سے نکال کے
ہاتھ مین پکڑکے اسکو اوندھلے کئے ہوئے پانی اسکا زمین پر گراتا ہی اور صورت اسکی بیالیس تارون سے
مرکب ہی اور حوت کی شکل دو مچھلیون کی سی ہی کہ آپس مین دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے ہوئے پڑی ہین
ایک کو ان مین سے سمک مقدم کہتے ہین جو جنوب کی طرف ہی اور صورت ان دونون مچھلیون کی چونتیس تارون
سے مرکب ہی یہہ بیان ہی برجون کی صورتون کے اختلاف کا اور ان برجون کے احکام کے اختلاف کا بیان یہ
ہی کہ حمل مریخ کا گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور شرف آفتاب کا انیسون درجے مین اور ہبوط زحل کا
اور حمل کا برج مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی اور برج منقلب اور ربیعی اور شمالی کہتے ہین
اور ثور زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اس کے تیسرے درجے مین ہی اور اسکو
مونث اور لیلی اور سرد خشک [illegible] سوداوی اور ثابت گنتے ہین اور جوزا عطارد کا گھر ہی اور وبال
مشتری کا اور شرف راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اسکو مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی اور ذو
جسدین گنتے ہین اور سرطان قمر کا گھر ہی اور وبال زحل کا [illegible] اور شرف مشتری کا اور ہبوط
مریخ کا اور مونث اور لیلی اور برج منقلب ہی اور اسد سورج کا گھر ہی اور وبال زحل کا اور اسمین
شرف اور ہبوط نہین ہی اور ثابت ہی اور مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی ہی اور سنبلہ
عطارد کا گھر ہی اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذوجسدین کا اور
مونث اور لیلی اور سرد خشک سوداوی ہی اور میزان زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا
اور ہبوط آفتاب کا اور برج منقلب ہی اور مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی ہی اور عقرب مریخ
کا گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مونث اور سرد تر اور بلغمی ہی اور قوس مشتری کا
گھر ہی اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذوجسدین کا اور مذکر اور نہاری اور
گرم اور خشک اور صفراوی ہی اور جدی زحل کا گھر ہی اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا اور ہبوط
مشتری کا اور برج منقلب اور مونث ہی اور دلو زحل کا گھر ہی اور وبال آفتاب کا اور کسی ستارے
کو اسمین شرف اور ہبوط نہین ہی اور برج ثابت ہی اور ہوائی اور گرم اور تر اور مذکر اور نہاری

ہے اور حوت مشتری کا گھر ہے اور وبال عطارد کا اور ہبوط بھی اسی کا ہے اور شرف زہرہ کا اور مونث
اور لیلی اور یبس اور سرد اور تر اور بلغمی اور دو جسدین ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ خواص اور احکام ان برجونکے
جو عوام کے ذہنون مین ظاہر اور روشن ہین سو اختلاف فصلون کا ہے جسکے ضمن مین عزت اور ذلت تمام
عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہے اور ہر سال یہہ انقلاب ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے برس اسیطور سے عزت
مفقود اور ذلت معدوم پھر عود کرتی ہے تو یہہ دلیل صریح ہے حالات کی تبدیل پر اور انقلاب عزت
کا ذلت سے اور ذلت کا عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو جو ہمیشہ نظرون مین عام و خاص
کی مشہور اور محسوس ہے ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک بڑے انقلاب کے
جو واقع ہونے والا ہے اور عام اور خاص کی نظر سے پوشیدہ اور مخفی ہے چنانچہ عقل کسی عاقل کی خود بخود
بغیر نور نبوت کی مدد کے اسکو معلوم نہین کر سکتی یاد فرماتے ہین وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ اور قسم کھاتا ہون مین
اس دن کی جسکا وعدہ کیا گیا ہے جزا دینے کے واسطے اور اسمین بڑا تغیر اور تبدل ظاہر ہوگا چنانچہ آسمان
اور اسکے برج اور زمین سب اس روز الٹ پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اس روز پیدا ہوگا اور
اس عالم کے عزت دارون کو اس روز کمال ذلت ہوگی اور ذلیلون کو اس عالم کے اس عالم مین کمال عزت
حاصل ہوگی اور جو وہ روز جزا کے واسطے مقرر ہے تو پہنچانے مین جزا کے تین چیزین ضرور ہین اول مستحق
جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا جو ہر شخص کو اسکے موافق بدلا دیوے تیسرے اس کام کا ہونا نیکی
اور بدی سے جسکے موافق جزا دی جاوے اسواسطے بیان کرنے کو ان تینون چیزون کے جو اس روز جمع
ہونگی دو قسمین اور یاد فرمائین وَشَاهِدٍ اور قسم کھاتا ہون مین ہر حاضر ہونے والے کی آدمیون
اور جنون اور فرشتون سے کہ یہہ سب اس روز ایک جگہہ پر حاضر ہونگے اور ایک مجمع عظیم جو ہرگز خیال
مین نہین سماتا ترتیب پاویگا اور اس اجتماع کے سبب سے مقدمہ جزا کا درست ہوگا یعنے مدعی اور مد
عی علیہ اور گواہ سب اس محکمے مین موجود ہونگے وَمَشْهُودٍ اور قسم کھاتا ہون مین اس چیز کی
جسکے پاس حاضر ہونگے اور وہ چیز بھی کئی صورتین رکھتی ہین اول عمل نیک اور بد جو مجرد اٹھنے کے گور سے یعنے
زندہ ہوتے ہی نمودار ہو کر ہر شخص کے ہمراہ ہونگے دوسرے فرشتے جو آدمی کی تنعیم اور تعذیب کیواسطے رنگارنگ

صور تون سے ظاہر ہونگے بلکہ جتنے فرشتے ساتون آسمان کے ہین اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے
سب بلے حجاب آدمی کو نظر آوین گے تیسرے نامے اعمال کے ہر شخص کو دیئے تاکہ مطالعہ کرے چوتھا اعمالون کا وزن
جو وقت حاضر ہونے میزان کے کھل جاوے گا پانچوین تجلی الٰہی جو عالم اس روز کا ہے بے پردہ نمایان ہوگی
چھٹی بہشت اور دوزخ دونون جو اس جہان مین پوشیدہ اور مخفی ہین سو وہان آرایش اور ہول کے ساتھ
جلوہ گر ہونگی اور بسبب ظاہر ہونے ان چھ چیزون کے ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور بدن مین بلکہ تمام عالم
مین نمودار ہوگا ہر چند کہ شاہد اور مشہود کی تفسیر مین بہت اختلاف ہے لیکن جو اس جگہہ پر مذکور ہوا ہے وہ
صحابۂ کرام کے معتبرون سے منقول ہے جیسے عبد اللہ ابن عباس اور حضرت امام حسن اور ضحاک اور مجاہد اور
ابن المسیب رضی اللہ تعالے عنہم سے لیکن معالم التنزیل مین اور دوسری حدیث کی معتبر کتابون مین ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالے عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مراد شاہد سے جمعہ کا دن
ہے چنانچہ ہر شہر اور ہر مسجد مین جس مین جمعہ پڑھا جاتا ہے برکتین اس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود
سے عرفے کا دن ہے چنانچہ حاجی دور دور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنے کو اس روز ایک خاص
مکان مین جمع ہوتے ہین بس گویا وہ دن اس مکان مین جمع ہوتے ہین بس گویا وہ دن اس مکان مین سکونت
رکھتا ہے چنانچہ لوگ اسکے مشتاق ہوکر اسکے پاس آتے ہین اور وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کی برخلاف
ان کی قسمون کے کہ وے معرف ساتھ لام کے ہین یہی ہین کہ جمعہ اور عرفے کا دن ایک فرد مین منحصر نہین مکرر
وارد ہوتے ہین برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوئے ہین اور حدیث
شریف مین وارد ہے کہ خَیرُ یَومٍ طَلَعَتْ فِیہِ الشَّمسُ یَومُ الجُمُعَۃِ فِیہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیہِ اُدخِلَ
الجَنَّۃَ وَفِیہِ اُھبِطَ مِنھَا وَفِیہِ تَقُومُ السَّاعَۃُ وَفِیہِ تَابَ اللّٰہُ عَلٰی اٰدَمَ یعنے بہتر دن جس مین سورج
نکلا جمعہ کا دن ہے اسیدن پیدا کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام اور اسیدن داخل کیے گئے جنت مین اور
اسی دن نکالے گئے تھے اور اسیدن قیامت قایم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالیٰ نے آدم
علیہ السلام کی اور یہہ بھی وارد ہے کہ جمعہ کے دن مین ایک ساعت ہے کہ اگر کوئی بندہ مسلمان اس
ساعت مین یہہ دعا اور التجا جناب الٰہی مین اپنا مطلب حاصل ہونے کے واسطے اچھی طرح سے کرے

تو مطلب اس کا حاصل ہوجاوے اور یہہ بھی وارد ہے کہ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ یعنے بہت
بہیجو مجہپر درود جمعہ کے دن اسواسطے کہ وہ دن متبرک ہے اور یہہ بھی حدیث شریف مین ہے کہ حق تعالے
عرفے کے روز فرشتون کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندون کو کہ کیسے گرد غبار مین آلودہ بال بکھرے ہوئے
کہان کہان سے میرے گھر کا حج کرنے کو آئے ہین سو گواہ رہو کہ مین نے ان کو بخشدیا اور اس روز عام مغفرت
الٰہی کو دیکھکر شیطان واویلا مچاتا ہے اور خاک سر پر اڑاتا ہے اور اس دن کا روزہ دو سال
اگلے اور دو سال پچھلے گناہون کی کفارت ہے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہفتے کے دنون مین
بہتر دن جمعہ کا ہے اور سال کے دنون مین بہتر دن عرفہ کا یعنے نوین ذی حجہ کی اور اگر دونون جمع ہون تو نورٌ
علیٰ نور ہوجاوے اور ان دونون دنون مین بھی ایک طرح کا انقلاب ہے کیونکہ جمعہ کا دن ہماری
شریعت مین ہفتے کی ابتدا ہے اور عرفہ کا دن سال کی عبادتون کا انتہا ہے بسبب اداکرنے عبادت کبریٰ کے
یعنے حج خانہ کعبہ کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ جو دن کہ اسمین اجتماع عظیم واقع ہو اور بہت سے لوگ حاصل
کرنے کو برکت کے یا سرانجام پہنچانے کو کسی مہم کے حاضر ہون تو وہ دن مشہود ہے اور حاضر ہونیوالے
اس روز کے شاہد ہین اور بموجب اس تفسیر کے مشہود جمعہ کا دن ہے اور عرفہ اور عیدین کا اور ترویہ
کا دن یعنی آٹھوین ذی حجہ کی اور جو دوسرے دن ایسے اجتماعون کے ہین اور بعضے مفسرون نے شاہد
اور مشہود کو شہادت سے جو گواہی کے معنون مین ہے کہا ہے اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی
چیزین ہین اوّل تو ذات حضرت حق کی جیسے سالم بن عبداللہ نے کہا ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود
خلق وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور سعید ابن جبیر نے کہا ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود بہ توحید
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ دوسرے یہہ کہ شاہد پیغمبر ہین اور مشہود علیہ قول اللہ تعالے کا
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ تیسرے یہہ کہ شاہد عملون کے لکھنے والے ہین اور مشہود
مکلفین چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ چوتھے یہہ کہ شاہد
آدمی کے اعضا ہین اور مشہود علیہ آدمی خود بموجب قول اللہ تعالی کے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ
وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ پانچوین یہہ کہ شاہد رات اور دن ہین اور مشہود بہ بنی آدم کے اعمال ۔

چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُنَادِیْ اَنِّیْ یَوْمٌ جَدِیْدٌ وَاَنِّیْ عَلٰی
مَا یُعْمَلُ فِیَّ شَہِیْدٌ چھٹے یہہ کہ شاہد آسمان و زمین ہین یعنی ہر قطعہ آسمان کا جو چیز کہ اسکے نیچے واقع ہوئی ہے
نیکی اور بدی سے بیان کرے گا اور اسیطرح ہر ٹکڑا زمین کا جو کچھ اسپر واقع ہوا ہے نیکی سے یا بدی سے قیامت
کے دن گواہی دیگا اور مشہود بہ وے نیک اور بد کام ہین جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر واقع ہوتے ہین ۔
ساتوین یہہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور مشہود علیہ دوسری امتین چنانچہ حق تعالیٰ
فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
شَهِيْدًا آٹھوین یہہ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شاہد تمام ممکنات ہین اور مشہود ذات پاک
واجب الوجود کی چنانچہ ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود پر ذات اور صفات حق تعالیٰ کی گواہی دیتا ہے اور
موافق اسی تفسیر کے اصطلاح اہل کلام کی ہے جو قیاس غایب کا شاہد پر درست نہین جانتے اور دلیل پکڑنا
ساتھ شاہد کے اوپر غایب کے ہو سکتا ہے نوین یہہ کہ شاہد حجر اسود ہے اور مشہود لہ حجاج کیونکہ
حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا
وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَا اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ اور حضرات صوفیہ نے بھی فرمایا ہے کہ مقام مین جلا کے
شاہد حق ہے اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد خلق ہے اور مشہود حق بہرتقدیر یہ
چیزین جو مذکور ہوئی ہین اپنی شرافت اور عظمت کے سبب سے قابل قسم کھانے کے ہین اور فی الجملہ
انقلاب پر احوال کے بھی دلالت کرتی ہین اور موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام بھی مناسب ان کے ہے
اور ان قسمون کے جواب کے معین کرنے مین مفسرون کو بڑا اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ جواب ان قسمون
کا قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ہے مقدر مانتے ہیں لام اور قد کے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہہ کلام
تقدیم اور تاخیر پر بنایا گیا ہے یعنے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور ابن مسعود
اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جواب ان قسمون کا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ اور درمیان مین
ان کے جو مذکور ہے وہ حکم جملہ معترضہ کا رکھتا ہے اور کشاف والے اور بعضے مفسرین متقدمین نے یون
اختیار کیا ہے کہ جواب قسم کا محذوف ہے یعنے لَيُعَذِّبَنَّ مَنْ يُؤْذِي الْمُؤْمِنِيْنَ لِاِيْمَانِهِمْ كَمَا لُعِنَ

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ اور اصح یہہ ہے کہ جواب قسم کا اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ ہے اور قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ
بطور گواہی کے اس مضمون پر بعد ان چارون قسمون کے درمیان مین لائے ہین تا کہ دلایل عقلیہ ساتھ
دلایل نقلیہ کے مل کر بکمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین اور یہہ بھی ہے کہ ان قسمون سے عالم کا انقلاب
اور مظلوم کا ظالم سے بدلا لینا دنیا مین مطلقاً ثابت ہوتا ہے بعد قایم ہونے شاہدون کے اور
اظہار مشہود یہ کے منحوس دایرہ آنے کے وقت دن موعود مین اور اس قصے سے خصوصاً ان مضمون
سے امداد الٰہی مومنین کے حق مین اللہ تعالیٰ کیطرف سے معلوم ہوتی ہے پس لانا اس قصے کا واسطے
کرنے تقریب سخن کے ہے اور تنزیل عام کی اوپر خاص کے اسواسطے کہ مطالب کی تقدیر مین اس مضمون کا لانا ضروری
ہے یعنی متعدد ماننے مین مطلب کے یہہ ضرور ہے گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمان کا ظالمون سے کیا
دنیا مین اور کیا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت ہونے حق کے ضرور ہونے والا ہے جیسے قبل
اسکے واقع ہو چکا ہے کہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ قتل عام کئے گئے خندقون والے جو طول مین چالیس
چالیس گز اور عرض مین بارہ بارہ گز کھودی تھین تا کہ مسلمانون کو ان خندقون مین ڈالین اور عذاب کرین اور وے
خندقین ایسی گرم اور تپتی تھین کہ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ تمام وے خندقین ایک آگ تھی شعلہ والی
یا بہت سی لکڑیون والی جنکو اُس مین جلا جلا کر نہایت گرم کیا تھا حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اس سورت کو پڑھتے اور اس آیت تک پہنچتے تو فرماتے تھے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ اور یہہ قتل عام جو خندق والون پر واقع ہوا سو بدلا تھا جلد اور شتابی یعنے مسلمانون کو
آگ مین ڈالنے کے بعد وہ آگ ایسی بھڑک اُٹھی کہ فی الفور اس مین ہلاک ہوئے چنانچہ فرصت گھر جانے
کی بھی نہ پائی اسواسطے کہ یہہ انتقام اسوقت واقع ہوا کہ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جس وقت کہ وے خندق
والے اس آگ پر بیٹھے تھے سو قبل اسکے کہ کرسیون سے اٹھین اور گھر کو جاوین جل گئے تھوڑی سی بھی
فرصت نہ پائی اور اس قسم کا بدلا جلد اور سریع لینا بیشتر عوام کی نظرون مین موجب عبرت کا ہوتا ہے
اور فی الواقع اس جماعت نے ظلم کی بہت زیادتی کی تھی اسواسطے ایسی جلد سزا کو پہنچے کیونکہ دوسرے
ظالم جو کسی پر ظلم کرتے ہین تو اپنے بزور مار دھاڑ نہین کرتے بلکہ پیادون کو یا قیدخانے والون کو حکم

کردیتے ہین کہ گناہ گارون کو سزا پہنچاوین تاکہ خلاف مروت کے اور خلاف رقت جنیت کے واقع ہو
وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ اور یے ظالم یعنے خندقون والے جو کچھ کہ ایمان والون سے کرتے تھے سو خود
اپنے سامنے کرتے تھے اور یہان پر سمجھ لینا چاہیئے کہ خندق والون کے قصے جو دین دارونسے انکے ایمان
لانیکے سبب سے واقع ہوئے ہین اور اُن لوگون کو آگ بھری خندق مین ڈالا ہے اور خود بھی جلد بوقت انتقام
الٰہی مین گرفتار ہو کر کندۂ دوزخ ہوئے ہین سو چار جگہہ پر حجاز کے ملک کے قریب واقع ہوئے ہین ہوسکتا
ہے کہ اس آیت سے وے چارون قصے مراد ہون اور اہل مکہ کو ڈرانا منظور ہو تاکہ ان قصون سے جو ان پر بھی ظاہر
ہین عبرت پکڑین اور مسلمانون کی ایذا رسانی چھوڑین اور اُن پر زیادتی نہ کرین سو پہلا قصہ جو شام کے ملک مین
واقع ہوا ہے اور اسکی کیفیت حدیث صحیح مین جو مسلم اور دوسری صحاح مین صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت
سے وارد ہے سو یہہ ہے کہ ملک شام مین ایک پادشاہ تھا بڑا جلیل القدر اور اسکے یہان ایک جادوگر تھا کہ جادو کے
فن مین کمال مہارت رکھتا تھا اور اس بادشاہ کی سلطنت گویا اسی کے سبب سے قایم تھی جو دشمن کہ ارادہ اسکے ملک
کا کرتا وہ جادوگر اسکو جادو سے ہلاک کردیتا تھا کچھ لڑنے بھڑنے کی حاجت نہوتی تھی اور جب کبھی ارکان اور
امرا اس مملکت کے پادشاہ سے اسکی نالایق حرکتون کے سبب سے بددل اور رنجیدہ ہوتے تو یہہ جادوگر جادو
کے زور سے ان کو رجوع کردیتا تھا اسیطرح سے ہر امر مین سحر اسکا کام کرتا تھا یہان تک کہ وہ جادوگر بوڑھا
ہوا اور اپنی زندگی سے ناامید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑھا ہوگیا ہون اس جہان فانی سے
رخصت ہوا چاہتا ہون اگر کوئی لڑکا خوب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامون مین سے میرے سپرد کرو تو اُسکو
سحر کا علم تعلیم کرون تاکہ بعد میرے کاروبار تمھاری مملکت کا وہ لڑکا درست کرتا رہے بادشاہ نے ایک
غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کرکے اسکو حکم کیا کہ صبح سے شام تک ساحر کے پاس حاضر رہا کر
اور جادو کا فن سیکھ اس لڑکے نے روز آنا جانا جادوگر کے گھر شروع کیا اور جادو سیکھنے لگا
اتفاقاً ایک روز راستے مین بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلتے دیکھے پوچھا کہ اس گھر مین کون ہے
جسکے پاس لوگ جاتے آتے ہین کسی نے کہا کہ یہان ایک راہب یعنے عابد ہے جو دنیا کو ترک کرکے خدا
کی طرف مشغول ہو رہا ہے یہہ سنکر وہ لڑکا اس راہب کے مکان مین آیا اور اسکی باتین سنین سنتے ہی راہب کے کلام سے

دلمین اثر کیا وہ کلام اسکو اچھا معلوم ہوا اسکے پاس آنا جانا شروع کیا آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ جب بادشاہ
کے مکان سے ساحر کے گھر کو جاتا تو راستے مین راہب کے پاس ضرور ہولیتا اور کبھی راہب کے پاس زیادہ بیٹھ جاتا
تو جادوگر اسپر نہایت غصہ مین آتا اور تنبیہ کرتا کہ دیر کیون کی وہ لڑکا بہانہ کردیتا کہ مجھکو گھر مین دیر لگی آخر ساحر نے یہہ ماجرا بادشاہ
سے عرض کیا بادشاہ نے نہایت تقید فرمایا کہ یہہ لڑکا بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگون نے عرض کی کہ یہہ لڑکا یہان سے
صبح کو سویرے جاتا ہی شاید راہ مین دیر کرتا ہی بس بادشاہ نے یہہ حال سنکر لڑکے کو دھمکایا کہ خبردار
پھر ایسی حرکت نکرنا اور یہہ خیال کیا کہ شاید راستے مین لڑکون کے ساتھ کھیل کود مین لگ جاتا ہوگا اس
واسطے دیر ہوجاتی ہوگی یہانتک کہ ایک روز وہ لڑکا راہب کے گھر سے بادشاہ کے مکان کو آتا تھا راستے
مین دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا پڑا ہوا ہی اور راستہ بند ہی ادھر کے لوگ ادھر اٹک رہے ہین اور ادھر کے
لوگ ادھر ٹھٹک رہے ہین لڑکے نے اپنے دل مین کہا کہ آج امتحان کرتا ہون کہ ساحر کی صحبت بہتر
ہی یا راہب کی بس اس نیت سے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے بار خدایا اگر دین اور مذہب گوشہ
نشین کا بہتر ہی سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو مار ڈال تاکہ خلاصی پاوین یہہ کہکر اس پتھر کو
اژدہے کی طرف پھینکا اس پتھر کے پہنچتے ہی وہ اژدہا ہلاک ہوگیا لوگ اس معاملے کو دیکھ کر پکار اٹھے
کہ یہہ لڑکا جادوگری کے کمال کو پہنچا رفتہ رفتہ یہہ خبر گوشہ نشین کو پہنچی تو اسنے خلوت مین بلاکر لڑکے کو
کہا کہ تجھکو خدا تعالی نے بزرگ کیا اور تیرا رتبہ بلند کیا مجھکو خوب معلوم ہوا لیکن تو ایک بلا مین مبتلا
ہوگا خبردار اسوقت مجھکو نہ بتانا لڑکے نے گوشہ نشین سے عہد و پیمان کیا کہ مین ہرگز تمھارا نام
نہ لون گا اور تم کو نہ بتاؤنگا تم خاطر جمع رکھو پھر لڑکے کو حق تعالی نے اس راہب کی صحبت کی برکت
اور انجیل مقدس کی تلاوت سے جو راہب سے سیکھی تھی اور دین عیسوی کی اتباع کی برکت سے جو اس زمانے
مین سچا دین تھا اور حقیقت اسی مین منحصر تھی ولایت کے مرتبے کو پہنچایا یہانتک کہ کور یعنی اندہے
مادرزاد اندھے اسکے ہاتھ سے اچھے ہوگئے اور بہت سے مریض جنکے معالجے سے طبیب عاجز ہوگئے
تھے اس لڑکے کی دعا سے اللہ تعالی نے تندرست کردیا اتفاقاً بادشاہ کا ایک مصاحب
جسکی آنکھین جاتی رہی تھین اور اندھے پنے کے سبب سے بادشاہ کی حضوری مین حاضر نہ ہوسکتا تھا جب اس لڑکے کی

شہرت اسکے کان مین پہنچی تو اسکے پاس آیا اور کچھہ ہدیہ اور تحفہ اسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجھپر بھی توجہ فرما
اور شفا بخش اس لڑکے نے کہا کہ مین کیا چیز ہون کہ شفا دون شفا اللہ تعالی کے ہاتھہ مین ہی اگر تو اللہ تعالی پر
ایمان لاوے اور بت پرستی کو چھوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار نہ سمجھے تو مین جناب الٰہی مین تیرے واسطے دعا
کرون یقین ہی کہ اللہ تعالے تجھکو شفا دیوے وہ اندھا اسی مجلس مین ایمان سے مشرف ہوا اور اس لڑکے کی دعا سے
اللہ تعالی نے اسیوقت اسکو بینائی بخشی چنانچہ موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس مین حاضر ہوا بادشاہ اسکو دیکھکر نہایت متعجب ہوا اور کہنے
لگا کہ اطبا اور کحال ہماری سرکار کے تیری آنکھونکے معالجے سے عاجز ہوگئے تھے پھر کہہ تو کسطور سے اچھا ہوا اسنے کہا
کہ میرے پروردگار نے اپنے کرم اور فضل سے بدون وساطت غیر کے مجھکو بینائی عطا کی بادشاہ نے کہا کہ میرے سوائے تیرا پروردگار کون
ہی اسنے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا اللہ تعالی کی ذات پاک ہی جسنے مجھکو اور تجھکو اور سب خلق کو پیدا کیا ہی*
بادشاہ غصے مین آیا اور کہنے لگا کہ سچ بتا یہہ عقیدہ تونے کس سے سیکھا آخر مار کوٹ کی نوبت پہنچی تب گھبرا کر اس
لڑکے کا نام بتا دیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور مین بلایا اور کہنے لگا کہ تجھہ کو میری پرورش سے اور میرے ساحر
کی برکت سے یہہ فیض حاصل ہوا کہ اندھون کو آنکھہ دینے لگا اور مریضون کو شفا پھر یہہ کیسی ناشکری ہی کہ میری پرورش
کو تونے کنارے کر دیا اور پروردگار اپنا دوسرا ٹھہرالیا لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے ہاتھہ مین ہی نہ آپ کے
ساحر کے شفا محض اللہ تعالے کی قدرت پر موقوف ہی بادشاہ نے کہا کہ یہہ لڑکا جو ساحر سے غایب رہتا تھا
معلوم ہوا کہ دوسری جگہہ جاتا تھا اور وہان سے اس عقیدیکو سیکھا ہی ساحر بھی اس بات کے سننے سے گرتا پڑتا
بادشاہ کے حضور مین پہنچا اور عرض کی کہ یہہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہین آتا تھا معلوم نہین کہ کہان
جاتا تھا اور سرکاری لوگون نے بھی عرض کی کہ یہہ لڑکا یہان سے تو صبح کو جاتا ہی پھر معلوم نہین کہ کہان رہتا ہی
بادشاہ نے کہا کہ اسکو خوب طرح سے تنبیہ کرو اور پوچھو کہ یہہ عقیدہ کہان سے سیکھا ہی آخر کو وہ لڑکا نہایت
عذاب سے بیقرار ہوکر نام اس گوشہ نشین کا بتلا دیا بادشاہ نے اس گوشہ نشین کو بلا کر آرا اسکے روبرو
رکھا اور کہا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پھرے گا تو یہہ آرہ تیرے اوپر پھریگا راہب نے کہا کہ مین ہرگز اس
دین حق سے پھرنے والا نہین آگے جو تیری مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اگر یہہ راہب اپنے دین سے
نہ پھریگا تو اسکو آرے سے چیر ڈالو آنحاصل وہ راہب اپنے دین مستقیم سے نہ پھرا اور اس ظالم نے اسکو آرے سے چیر ڈالا

پھر اس مصاحب کو سمجھایا کہ اس راہب کے دین سے پھر جا اور توبہ کر اسنے بھی اس دین سے پھرنا قبول نہ کیا آخر کو اسکو
بھی اسیطرح ہلاک کیا پھر اس لڑکے سے بادشاہ نے کہا کہ ان دونون کی سزا تو نے دیکھی اگر تجھ کو
اپنی زندگی منظور ہے تو اس دین سے تبرہ کر لڑکے نے کہا کہ مین ہرگز نہ پھرونگا بادشاہ نے اپنے کئی
مصاحبون کو حکم کیا کہ اسکو فلانے پہاڑ پر لیجا کر اسکی چوٹی پر کھڑا کرو اور اسکو خوب سمجھاؤ اگر یہہ سمجھ گیا تو اسکو
بڑا امیر کرونگا اور اپنا مصاحب بناونگا اور اگر باز نہ آوے تو اسکو وہان سے دھکیل دینا کہ نیچے گرکر اسکا پاش پاش
ہوجاوے لڑکے کو جب اس پہاڑ کی چوٹی پہ لیگئے تو لڑکے نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ یارب تو کسیطرح مجھکو ان کے شر سے
بچا اسیوقت پہاڑ مین ایک ایسا زلزلہ پیدا ہوا کہ سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ کے تلے گر پڑے اور پاش
پاش ہوگئے اور وہ لڑکا صحیح و سلامت گھر کو آیا بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے رفیق کیا ہوئے اسنے عرض کی
کہ اسی خدا نے جسکا دین مین نے قبول کیا ہے اُن کی آفت سے مجھ کو بچالیا بادشاہ اور زیادہ غصہ مین آیا
اور دوسرے مصاحبون کو حکم کیا کہ اس لڑکیکو ایک کشتی مین سوار کرکے دریا کے اندر لیجاؤ اگر اس دین اپنے سے توبہ کرے
تو بہتر ورنہ اسکو دریا مین پھینک دینا جب اس لڑکے کو لیکر دریا کے بیچ مین پہنچے اور اس کو مرتد ہونے کی
ترغیب دینے لگے تو اس نے پھر جناب الٰہی مین عرض کی کہ بار خدایا مجھکو شر سے اس گروہ کے بچالے فی الفور کشتی
الٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب غرق ہوگئے اور غلام صحیح و سلامت نکل کے بادشاہ کے حضور مین
گیا بادشاہ نے پوچھا کہ اب کیا کر آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا بادشاہ وہ ماجرا سنکر متعجب ہوا غلام نے
عرض کی کہ اگر بادشاہ کو میرا قتل ہی منظور ہے تو بغیر ایک حیلے کے نہوسکیگا بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا ہے
غلام نے عرض کی کہ وہ حیلہ یہہ ہے کہ اس شہر کے سب لوگون کو شہر کے باہر ایک میدان مین جمع کرو اور مجھکو
سولی پر چڑھا کر ایک تیر اپنی ترکش سے نکالو اور اسکی سوفار کو کمان کی زہ پر رکھکے یہہ افسون پڑھو کہ بسم اللہ
ربّ الغلام یعنے نام سے اللہ کے جو رب ہے غلام کا پھر اس تیر سے مجھ کو مارو تو البتہ مین مرجاؤنگا بادشاہ
نے ویسا ہی کیا اور وہ تیر غلام کو مارا اتفاقاً وہ تیر غلام کی کنپٹی مین لگا غلام نے اپنا ہاتھ اسپر رکھا اور کہا کہ
مین نے اپنا مطلب پایا یعنے اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا یہہ کلمہ سنتے ہی ایک شور مخلوق سے اٹھا اور
سب کے منہہ سے نکلا کہ امنّا برب الغلام امنا بربّ الغلام یعنے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام

کے یہہ بات سنکر مصاحبون نے بادشاہ سے عرض کی کہ اس بات مین بڑی خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے
تھے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والون نے خوب سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار نہایت زبردست اور قدرت
والا ہے اور تم اس سے ضعیف اور زیر دست ہو اسواسطے کہ جب تک کہ اس غلام کے پروردگار کا نام نہ لیا تب تک
اس غلام کے مارنے پر قادر نہوے بادشاہ بھی یہہ بات سنکر کمال غصے مین آیا اور شرمندگی سے جھنجلا کر کہنے
لگا کہ شہر کے کوچون کے کنارے پر خندقین کھودواؤ اور ان کو آگ سے بھروا ور ان سب کو انمین ڈالو غرض کہ
وے خندقین تیار ہوئین اور بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندقون پر حاضر ہوئے اور کرسیان بچھائے
ہوئے اس عذاب کا تماشا کرتے تھے اور لوگ ان مین پڑتے تھے اتفاقاً ایک عورت کو پکڑ کر لائے اسکے بغل
مین ایک دودھ پیتا بچہ تھا چاہا کہ اس عورت کو بھی آگ مین ڈالین وہ عورت آگ مین گرنے سے ڈری اور جھجک
کے پیچھے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اس عورت کو مہلت دو شاید کہ اپنے دین سے پھر جاوے وہ دودھ پیتا لڑکا جو اسکی
گود مین تھا آواز بلند سے بول اٹھا جسکو ہر خاص و عام نے سنا کہ ای مانا دان یہہ کیا کرتی ہی صبر کر کہ تو سچے دین پر ہی
بسم اللہ کر کے اس مین بیٹھ جا کہ یہہ آگ تجھپر گلزار ہوجاوے گی وہ عورت یہہ بات سنتے ہی بے دھڑک بچے سمیت
آگ مین کود پڑی اور وہ آگ ایکبارگی ایسی بھڑکی کہ بادشاہ اور اسکے مصاحبون کو جو کرسیون پر بیٹھے تماشا
دیکھتے تھے اتنی فرصت ندی کہ بھاگ جاوین سبکو وہین جلا کر خاک کر دیا اور ہر خندق پر اسی قسم سے آگ بھڑکی
اور اکثر لوگون کو جو بادشاہ کے پیرو تھے اور مسلمانون کی ایذا اور جلانے مین مشغول تھے سب کو جلا کر فنا کر دیا
ربیع ابن انس نے کہا ہی کہ حق تعالی ان مسلمانون کی جان کو جو اس آگ مین ڈالے جاتے تھے قبل اسکے کہ آگ کی گرمی
ان کے بدن تک پہنچے ان کی جان قبض کر لیتا تھا اور بہشت مین داخل کرتا تھا اور اس قصہ مین ایک باریک نکتہ
ہی کہ حضرت شیخ اکبر اور ان کے پیرو اسبات کی طرف گئے ہین وہ یہہ ہی کہ قتل غلام کا بادشاہ کے ہاتھ سے
مکافات دنیوی کے واسطے تھا کہ راہب سے قول و قرار کر کے آپ سے پھر گیا تھا ورنہ بادشاہ اس غلام پر دستیاب
نہوتا اور مکافات دنیوی کا ایک کارخانہ ہی سوائے مجازات اخروی کے کارخانے کے کیونکہ مکافات دنیوی
اس قسم کی صورت مین موجب عتاب اور نارضامندی حضور خداوندی سے نہین ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہوجاتی
ہی بخلاف مجازات اخروی کے چنانچہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ کی

اون مومنون کے مارنے اور انکا پیٹ چاک کرکے ان کے کلیجے نکالکر کباب بنانے کے سبب سے کیا کچھ واقع ہوا کہ خود بھی شہید ہوئے اور کافرون نے انکے سینے کو چاک کرکے جگر کو نکال کے چاب کے ڈالدیا چنانچہ تفصیل اس مقام کے اسرار کی فتوحات مین موجود ہے دوسرا قصہ وہ ہے جو نجران کی سرزمین مین ہوا اور وہ شہر یمن کے ملک مین ہے اسکی کیفیت یہہ ہے کہ ایک شخص اسوقت کے مسلمانون مین سے کہ اسوقت مین مسلمانی انجیل ہی کی تابعداری تھی ایک شخص کے مکان پر نوکر ہوا رات دن اسکے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا جس کام کا حکم ہوتا بجالاتا تھا اور اس مسلمان نوکر کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اسکو پڑھا کرتا تھا اس شخص کی بیٹی کو جس شخص کا یہہ نوکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھنے کیوقت ایک نور عظیم اسکے سینے سے نکلتا ہے اور عالم مین پھیل جاتا ہے لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اس عجائبات کا مذکور کیا اسکے باپ نے بھی اسکے انجیل پڑھنے کے وقت سوراخ سے دیکھا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہے آخر اس نوکر سے پوچھا کہ یہہ کیا کلام ہے اور کیا اسکی تاثیر ہے کہ ہم سنتے ہین اور دیکھتے ہین اس مسلمان نے وہان کے بادشاہ کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے اس بھید کو چھپایا لیکن اس گھروالے نے اسکا پیچھا نچھوڑا اور تنگ کیا یہان تک کہ لاچار ہوکر اس نوکر نے احوال دین اسلام کا اور انجیل مقدس کا اسسے بیان کیا بس وہ شخص اور اسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہوگئے اور انجیل کو پڑھکر اسکی تلاوت مین مشغول ہوئے رفتہ رفتہ یہہ بات اس شہر مین مشہور ہوئی تو اسی آدمی دوسرے مرد اور عورتون سے اسلام سے مشرف ہوئے یہان تک کہ یوسف ذی نواس حمیری کا بیٹا جو بادشاہ اس شہر کا تھا اور بُت پرستی مین مستغرق تھا یہہ بات سنکر اسنے سب مسلمانون کو جو نوے آدمی تھے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق کھودوائی اور خوب آگ بھر کر دھکائی اور حکم کیا کہ تم لوگ اگر عیسے علیہ السلام کے دین سے نہ پھروگے تو تم کو آگ مین پھونک دونگا اس جماعت مین بھی ایک عورت تھی نیچے والی کہ دودھ پیتا بچہ اسکی گود مین تھا اس دودھ کے بچے نے آواز بلند سے کہا کہ ہان بسم اللہ اس آگ مین کود پڑ کہ بدلا اس آگ کا بہشت ہے سدا رہنے کو اور بادشاہ اور اسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹھے تماشا دیکھتے تھے کہ یکایک اس آگ کے شعلے ایسے بھڑکے کہ ان سب کو جلاکر خاک کردیا اور یہہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانیکے بعد واقع ہوا تھا اس روز سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جان کر قبول کیا چنانچہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اسی دین پر تھے اور سرداران کے کہ سید اور عاقب وغیرہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ مین آکر حضرت عیسے علیہ السلام کے حال مین بحث اور تکرار کی تھی اور آیت مباہلے کی انہی کے جواب مین نازل ہوئی تھی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تھا اسکی کیفیت حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے جو منقول ہے سو یہہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجوسی بھی اصل مین کتاب آسمانی رکھتے تھے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تھے اور شراب اُن کے دین مین اس قدر کہ بیہوش نکرے بدن کے نفع کے واسطے حلال تھی ایک روز مجوسیون کے بادشاہ نے شراب بہت پی اور استی کی حالت مین اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر اس عار کی جو اسکو لگ گئی پوچھی اسنے کہا کہ تدبیر اسکی یہہ ہے کہ تو دعوی بہن کے حلال ہونیکا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین بہن بھائی کا نکاح ہوتا تھا مین بھی اسی وضع پر قایم ہون بادشاہ نے لوگون کو جمع کر کے اس مذہب اور اس مسئلہ کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نہ کیا پھر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ اُن کو کوڑون سے مارو اسنے اسیطور سے کیا لیکن لوگون نے قبول نہ کیا پھر اسکی بہن نے کہا کہ ان کی گردنین مارو اسنے ویسا ہی کیا لیکن لوگون نے اسپر بھی قبول نہ کیا پھر اسنے کہا کہ خندقین کھدواؤ اور اُن مین ایندھن بھروا کے آگ لگوا دو جب آگ خوب دہک جاوے تو حکم کرو کہ جو کوئی اس مسئلے سے انکار کریگا تو اسکو آگ مین پھینک دونگا تسپر بھی لوگون نے نمانا آخر اسمین ڈالنا شروع کیا قدرت الٰہی سے عین لوگون کے جلانیکی حالت مین آگ کے جوش سے خود بھی جل گیا اس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی اور بہن کا حلال جاننا رائج ہوا چوتھا قصہ تفسیر زاہدی مین منقول ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانون کا تھا اس مین قحط پڑا مسلمان اس شہر کے حبش کیطرف بھاگ کر گئے حبش کے لوگ کافر تھے اپنے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہ مسلمان قحط کے مارے ہوئے اس شہر مین آوینگے تو غلے کی ہم پر تنگی ہو جاویگی بلکہ یہان بھی قحط پڑ جاویگا اسکی تدبیر کرنا ضرور ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے پر ایک خندق کھودی جاوے اور اسکو آگ سے بھرو اور بادشاہ اپنا تخت بچھا کر وہان بیٹھا اور ایک بڑا بت ہاتھی کے برابر وہان کھڑا کیا اور شہر مین منادی پھروادی کہ غریب الوطنون اور باہر کے آئے ہوؤن سے جو کوئی اس بت کو سجدہ نکرے اسکو اس آگ مین جھونک دو مسلمانون نے اس انکار کی اس حکم بجت لئے اُن کو آگ مین ڈالنا شروع کیا اتفاقاً ایک مسکین

عورت کو جسکے گود مین بچہ تھا پکڑ لائے اور اس سے کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر اسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہوکر
کہا کہ اسکے بچے کو اُس سے چھین کے آگ مین ڈالدو جب بچکو اُس سے چھین کے آگ مین ڈالدیا تب اسکی ما نہایت
بیقرار ہوئی اس بچے نے آگ کے اندر سے آواز دی کہ ای ما کچھ خوف نکر بیدھڑک چلی آ کہ یہہ آگ نہین ہی بلکہ
باغ ہی اس عورت نے ہاتھ اٹھا کر جناب باریمین دعا کی کہ یارب تو دیکھتا ہی اور جانتا ہی تیرے روبرو حاجت بیان
کرنے کی نہین فی الفور اس آگ سے ایک شعلہ چالیس گز کا اونچا اٹھا اور ان سب کافرونکے آس پاس قنات کے مانند ہوکر
سب کو گھیر لیا اور جلا دیا پھر جب اشارہ اجمالی سے فراغت پائی جو ان چارون قصون کے ضمن مین بوجھا گیا
اور مجمل بیان کر چکے کہ ایسے ظالمون سے دنیا مین بدلا بلا مہلت بہی واقع ہوا ہی اور انکا کام الٹا ہوگیا ہی یعنے
جو آگ کہ مسلمانون کے جلانیکے واسطے تیار کی تھی اس مین آپ ہی جل گئے ہین اب وجہ ایسے ہاتھون ہاتھ
بدلا لینے کی جو خلاف عادت الٰہی ہی بیان فرماتے ہین وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اور بدلا نہ لیتے تھے یہہ کافر ظالم
مسلمانون سے إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ مگر اس بات پر کہ وے ایمان لائے تھے اللہ پر اور یہان صیغہ مستقبل
کا اس واسطے لائے ہین کہ مطلب کافرونکا مسلمانون سے ایمان چھڑانا مستقبل کے زمانہ مین تھا اسواسطے
انکے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر ان کو عذاب کرتے تھے نہ ایمان ماضی کے ترک کیواسطے اور اس عبارت سے
یہہ بھی معلوم ہوا کہ کافرون کو مسلمانون سے عداوت نہ تھی مگر ایمان کی جہت سے بس اس جہت سے عداوت
مسلمانون کی عداوت ایمان کی ہوئی برخلاف دوسرے کافرونکے کہ باوجود مسلمانون کو ایذا دینے کے سالہا سال کی
مہلت پائی اور پاتے ہین سو اسکی وجہ یہہ ہی کہ ان کی عداوت فقط ایمان کی جہت سے نہین ہوتی بلکہ طمع ریاست
کی اور امید مال و جاہ کی بھی اس مین ملی ہوتی ہی اور ان لوگونکو عداوت خالص ایمان کیواسطے تھی اور جس ایمان سے دشمنی
رکھتے تھے وہی ایمان صحیح تھا کیونکہ متعلق اس ذات پاک کے ساتھ تھا جو ان صفتون کے ساتھ موصوف ہی الْعَزِيزِ
الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وہ اللہ کہ غالب ہی سب خوبیون سراہا گیا اور وہ ذات ہی کہ
اسی کے واسطے ہی بادشاہت آسمانون اور زمین کی اور ہر صفت ان تینون صفتون مین سے اسی بات کو چاہتی
ہی کہ ایمان اسی پر لانا چاہیئے اسواسطے کہ وہ اپنے سب ماسوا پر غالب ہی اور کسی کی عزت اسکی عزت کو نہین
پہنچتی تو اسپر ایمان لانا بھی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہی تو شکر اسکا دل اور زبان اور اعضا سے

واجب ہوا اور اظہار ایمان کا فرض و لازم ہوا اور جو اسیکے واسطے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی ہوئی تو اسکے مخالفونسے ڈرنا جایز نہ ہوا اور تینوں صفتیں جسطرح اظہار کرنے ایمان کی موجب ہین اسی طرح سے باعث ہین جلد بدلا لینے کی کیونکہ بدلا لینا دشمنونسے موجب عزت کا ہے نہین تو ذلت پہنچتی ہے اور مقتضائے محمودیت کا بھی انتقام لینا دشمنونسے ہے کیونکہ مخالفون سے بدلا نہ لینے والے کو بھی تعریف نہین کرتے ہین مگر عفو کی صورتین سو عفو کفار پر جایز نہین اور بادشاہت بھی موجب انتقام کی ہے دشمنون سے والا دشمن دلیر ہو جاوین اور بادشاہت کے کارخانے مین خلل واقع ہو جاوے اور اگر باوجود ان صفتونکے کوئی انتقام لینا چھوڑ دے تو ضرور رعایا کے حال سے بیخبر ہے کہ دشمنون کی دشمنی کو اور دوستون کی دوستی کو نہین جانتا یا دشمنون کی ایذارسانی سے جو اسکی دوستی کے سبب سے اسکے دوستون کو پہنچاتے ہین بیخبر ہے یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہے سو حق تعالی ایسی بیخبری سے پاک ہے کیونکہ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہے اور جب کافر ایمان دارون سے ایمان کی جہت سے عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالے کے غافل ہوئے تو گویا اسکی عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت کی انکار کی سوان باعثون کے جمع ہونے کے سبب سے اللہ تعالی کی حکمتین تعجیل انتقام کو تقاضا فرماتی ہین چنانچہ خندق والون پر ہوا اور جب دلیل ایک فرد خاص مین صحیح ہوئی تو قیاس کلی اسپر درست ہوا چنانچہ فرماتے ہین اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تھے ایماندار لوگونکو انکی عداوت کے سبب وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایماندار عورتونکو اگرچہ ان کا ایمان بسبب نقصان عقل کے اور ہوا اور ہوس کے غلبہ کے سبب سے ضعیف اور ناقص ہے لیکن وہ ضعف ان کی عجز اور بیکسی سے جو ان مین پائی جاتی ہے بدلا ہو جاتا ہے ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا پھر باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نہ کی اور اسی شغل مین مر گئے اگر توبہ کر لیتے تو اگرچہ حق العباد کی جہت سے انسے پرسش ہوتی اور معذب ہوتے لیکن یہہ شدت انپر نہوتی کیونکہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کے تلف کرنیکے الزام چھوٹ جاتے اسی آیت سے علمانے دلیل پکڑی ہے کہ جو کوئی کہ مسلمان کو عمدًا مارے اور پھر توبہ کرے تو توبہ اسکی مقبول ہے لیکن اس استدلال مین بحث ہے کیونکہ مسلمان کا قتل عمدًا اگر کفر کی حالت مین ہو گیا ہے تو بالاجماع توبہ اسکی مقبول ہے کسیکا اختلاف اس مین نہین ہے اور اس آیت مین مراد کافر ہین جو ایمان کے واسطے مسلمانون کو مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پھر انکے واسطے عذاب ہے دوزخکا اور انہین

طرح طرح کی ایذائین ہین سو وہ سارے دکھہ اور ایذا مین انھین کے کام مین مصروف ہونگی وَلَهُمْ اور انکے
واسطے ہی دوسرے ظالمون سے علاوہ عَذَابُ الْحَرِيقِ عذاب جلن کا کہ تن انکا اُس مین گرفتار ہوگا جیسے ایمان
والون کے دلون کو جور وجفا سے جلایا تھا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ عذاب جلن کا قبر مین ہوگا دوزخ کے
عذاب سے پہلے اور بعضون نے چلنے پر خندق والون کے جو بھڑک سے شعلون کی جلے ہین حمل کیا ہی اور جو ظالمونکا
حال سننے سے جو ایماندارون کو ایمان کی جہت سے ایذا دیتے تھے سننے والے کو ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والے جو ظالمونکی
بلا مین گرفتار تھے اور جانین ان کی ایمان کے سبب سے برباد ہوئین تھین معلوم نہین کہ بدلا اسکا قیامت کے دن کیا پاونگے
تو اس انتظار کے دفع کیواسطے نئے سر سے ایمان والون کا حال بیان کرنا ضرور پڑا اور جو یہہ بیان ایک نئی
بات ہی سامع کے انتظار کی تسکین کیواسطے کچھہ مقصود اصلی اسجگہہ پر نہ تھا تو اسیواسطے حرف عطف کا
ترک فرماکے ارشاد کرتے ہین إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہے اور
باوجود ظالمون کی ایذا اور تکلیف کے صبر کیا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کام کئے اچھے کہ پہلے کام ایسی حالتمین
بڑی پونجی ہی جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالے کیطرف کو اختیار کرنا ماسوا پر لَهُمْ
جَنَّاتٌ ان کے واسطے باغ تیار ہین جو دنیا کی بلاؤنکے بدلیہین ملینگے بس دنیا کا عذاب انکے حق مین ایسا
ہی جسطرح کسیکو اسکے محبوب کے روبرو اسکی محبت کیواسطے ایذا دین کہ وہ ایذا اسکو عین راحت ہوتی
ہی تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ بہتی ہین اسکے درختون کے تلے نہرین طرح طرح کی یعنے شہد اور دودھ
اور پانی اور شراب کی بدلے مین اُس لوہو اور پسینے کے جو کافرون کے ظلم کے سبب سے بہا تھا ذَٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِيرُ یہی ہی بڑی مراد ملنی کیونکہ دنیا کی مرادین ملنا فانی ہین اور یہہ مرادین باقی ہین کہ ہرگز فنا
ہونیوالی نہین ہین اور یہہ بھی ہی کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے مین رضامندی محبوب حقیقی کی مشکوک
اور نامعلوم ہی اور آخرت کی لذتون مین یقینی اور قطعی ہی اب یہان ایک سوال باقی رہا جو جواب طلب ہی
اور وہ یہہ ہی کہ کافرون کی جزا کے بیان مین حرف فا جزائیہ کا لائے ہین اور فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ارشاد
فرمایا ہی اور مسلمانون کی جزا کے بیان مین اس حرف کو ترک کردیا اور لَهُمْ جَنَّاتٌ ارشاد کیا اسمین کیا نکتہ ہی
جواب اسکا یہہ ہی کہ ثواب آخرت کا محض اللہ تعالی کا فضل ہی عمل پر موقوف نہین جیسے نابالغ لڑکا

یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے مجنون ہو گیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقہ اسلام سے واقف نہوا
اور توفیق عبادت اور طاعت کی بھی نہ پائی سب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کے ثواب پاوینگے بہ خلاف
دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق یا کفر کے نہ ہوگا کیونکہ عذاب عدل کو چاہتا ہے اور عدل بغیر سبب کے ہو
نہین سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کیواسطے کہ فضل اور عدل ہے اس جائے پر سبب اور تعقیب کی تصریح
کیواسطے ف کا حرف لائے ہین اور یہان حذف کیا ہے اور جو معاملہ حقتعالی کا ان ظالمون سے جو بسبب ایمان کے
مسلمانون کی ایذا کے درپے ہوتے ہین اور ان مظلومون سے جو ایمان کے واسطے انکا ظلم سہتے ہین دنیا اور آخرت مین
بیان فرمایا تو یہہ مطلب ثابت ہوا کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ تحقیق پکڑ تیرے رب کی بہت سخت ہے کیونکہ اورونکی
پکڑ سے زور سے یا زاری سے یا صبر یا شفاعت سے خلاصی ممکن ہے لیکن اللہ تعالی کے عذاب سے خلاصی
کسیطور سے ممکن نہین اور یہہ بھی ہے کہ دوسرون کی پکڑ کی نہایت یہہ ہے کہ ہلاک کر دینا پھر بعد موت اور ہلاکت
کے مقدور نہین رکھتے کہ ایذا دے سکین کیونکہ ان کی طاقت نہین کہ مردیکو جلاوین بخلاف اللہ تعالی کے کہ مرنے
اور خاک ہونیکے بعد بھی اسکے دست قدرت سے خلاصی ممکن نہین ہے وہ قادر ہے کہ جلانے کے بعد پھر زندہ
کرے پھر جلاوے اسیطرح ابد الآباد تک عذاب مین گرفتار رکھے اسواسطے کہ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ
تحقیق وہی ایسا ہے کہ اول بھی پیدا کرتا ہے اور بعد فنا کے بھی پھر پیدا کریگا وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور وہ اللہ
تعالی باوجود اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے اپنے مسلمان بندون پر بخشش کرنیوالا ہے اور دوست
رکھنے والا کہ دوستی کے شدت کے سبب سے گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہے اور عیبون کو انکے چھپاتا ہے اور
دوستون اور دشمنون سے اسکا معاملہ ایسا کیون نہو کہ وہ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ صاحب ہے جہان کی سلطنت کے
تخت کا اور بزرگی اسکی قدیم ہے اور مجد عرب کی لغت مین خاندانی اور موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدم اور دوام
موروثی بزرگی کو لازم ہے تو یہان بھی مراد قدیم بزرگی ہے اور قدیم السلطنت بادشاہون کی عادت ہے کہ اپنے
دوستون اور دشمنون سے اسیطرح معاملہ خوشی اور ناخوشی کا فرماتے ہین نہین تو ان کی سلطنت کے قدم مین
خلل واقع ہو جاوے اور باوجود اسباب کے اور بادشاہون سے ایک چیز مین ممتاز ہے کہ کسی بادشاہ
کو متصور نہین اور وہ چیز یہہ ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کر ڈالتا ہے جو چاہتا ہے جب ارادہ اس کا کسی چیز کے

ساتھ متعلق ہوتا ہے پھر اسمین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور پادشاہون کے کہ بہت سی چیزین چاہتے ہین اور میسر نہین ہوتین ایسے شاہنشاہ سے ہر وقت اور ہر آن ڈرنا چاہیئے اور اسکی رحمت کے امیدوار رہنا باقی رہا یہان پر ایک سوال جواب طلب وہ یہہ ہے کہ پہلی صفتون مین جیسے الغفور اور الودود اور ذوالعرش اور المجید مین لام تعریف کا یا اضافت معرف باللام کی طرف واقع ہے اور اس صفت مین یعنے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ مین تنکیر کو اختیار کیا ہے اس مین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ فعال لما یرید مشابہ مضاف کے ہے یعنے یا طالعا جبلا کے قبیل سے ہے اور مشابہ مضاف کا حکم مضاف کا رکھتا ہے اسکو حاجت تعریف کی نہین ہے اور فاعل کے مبالغہ کے صیغے کو اسواسطے اختیار کیا ہے کہ اشارہ ہو کثرت پر مرادون کی اور کثرت پر حق تعالی کے مفعولون کی چنانچہ یہہ بات ظاہر ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ان صفات متضادہ متخالفۃ الآثار سے منظور یہہ بات ہے کہ اس مالک الملک سے بعید نہین کہ کبھی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندون سے کرے اور کبھی سخت پکڑ مین پکڑے بلکہ اس ذات پاک سے ہو سکتا ہے کہ انعام اور انتقام کو ایک فرقے کے اور ایک آدمی کے حق مین اوقات مختلفہ مین جمع کرے سو انعام پر حق تعالی کے جو ایک وقت مین اپنے حال پر مصروف ہو مغرور ہونا نچاہیئے اور انتقام سے اس منتقم عادل کے بے خوف اور بیدھڑک نہ رہیئے چنانچہ فرماتے ہین هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ کیا پہنچی ہے تجھکو بات ان لشکرون کی جن پر ایک مدت تک دروازہ انعام کا کھلا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتین انکو پہنچتی تھین پھر کیا انتقام اُن سے لیا کہ ایک بھی نہ بچا اور سبب اُن کی خرابی کے اور موجب انتقام کے ایسے ہی ذلیل اور قلیل لوگ تھے کہ انعام آلہی کے زور سے ان لوگونکو کمال ذلت اور خواری سے رکھتے تھے اور وہ لشکر فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ فرعون والے اور ثمود کی قوم تھے چنانچہ فرعونیون کو ایک مدت تک حکومت اور نعمت دیکے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تھا چنانچہ جتنے ذلیل اور پوچ کام تھے بیگار پکڑکے انسے کرواتے تھے پھر تمام مال اور ملک ان کا چند روز کے عرصے مین انہین بنی اسرائیل کو دلوادیا اور ان فرعونیونکو اُن کے آنکھونکے دیکھتے دریائے قلزم مین غرق کردیا اور ثمود کی قوم کو اوّل نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائی تھین یہانتک کہ ایکہزار سات سو بستیان تمام سنگین عمارات کی آباد کی تھین اور حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السّلام کی اور ضعیف مسلمانون کی اونٹنی کی بابت کیا کیا تذلیل اور ہتک کرتے تھے پھر وسب ایک ہی آکڑک مین

ہلاک ہوگئے اور وہ ان کے بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بددعا سے اندھا کر دیا بس یہ قصے عاقلون کی عبرت کیواسطے کفایت کرتے ہین تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعام پر مغرور نہو جاوین بلکہ انتقام سے اسکے ڈرتے رہین لیکن کافران قصون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور بیخوفی کو نہین چھوڑتے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ بلکہ جو لوگ کافر ہین سو ان قصون کی انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصے تاریخ والون نے اپنی طرف سے تعجب کرنیکو بنائے ہین اور کتابون مین لکھ رکھے ہین یہہ نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہے اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکھین کہ آدمی کا دم لینے سانس لینا جس سے زندگانی انسان کی تعلق رکھتی ہے وہ بھی اسی کے ہاتھ مین ہے وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ آگے پیچھے سے ان کے گھیرے ہوئے ہے یعنے ان کے زمانے سے پہلے بھی بہت سے سرکشون کو ہلاک کرچکا ہے اور انکے زمانے کے بعد بھی بہتون کو ہلاک کریگا سو انکار ایسے قصون کا جنکی مثالین ہر وقت مین نمودار ہین بیجا ہے اور لفظ وراء کا اصل لغت مین اس جگہہ پر بولتے ہین کہ کوئی شخص کسی چیز کو چھپا دیوے یا وہ چیز کسی شخص کو چھپا دیوے اسیواسطے اس لفظ کو آگے اور پیچھے دونون معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیۃ مین بطور اشتراک معنوی کے یا عموم مجاز کے دونون معنون کو شامل ہے باوجود اس بات کے کہ یہ قصے اس قسم سے بھی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے ان کو ذکر کیا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہہ قصہ قرآن قدیم ہے یعنے اس قصے کے ہونے سے پہلے لکھا گیا تھا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ایک تختے مین جو شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر اور محفوظ ہے یعنے اسمین کوئی تصرف نہین کر سکتا کہ زیادہ یا کم یا تحریف یا الحاق کر دے پھر اسطرح کی محفوظ چیز مین چیز مین احتمال جھوٹھ اور ملاوٹ کا کرنا عقل کے خلاف ہے اور بغوی نے معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے طول اس کا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اسکا جیسے مشرق سے مغرب کنارے پر اسکے یاقوت جڑے ہین دونون دفتیان اسکی یاقوت سرخ کی ہین نور کے قلم سے کلام قدیم اس مین لکھا ہے سر اس تختی کا عرش سے معلق ہے اور نیچے کیطرف اس کی ایک معزز فرشتے کی گود مین رکھی ہے اور وہ عرش عظیم کی سیدھی طرف کھڑا ہے اور سرے پر لوح کے

لوح محفوظ کا بیان

یہہ عبارت واقع ہی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ دینہ الاسلام ومحمد عبدہٗ ورسولہ فمن
آمن باللہ عز وجل صدق بوعدہ واتبع رسولہ ادخلہ الجنۃ اللّٰہم اجعلنا منہم

سورۃ الطارق

سورۂ طارق مکی ہی اسمین انیس آیتین اور ایک سٹھ کلمے اور دو سو انتالیس حرف ہین اور ربط اس سورتکا
سورۂ بروج سے مناسبت اور روش کلام کے سبب سے ایسا ظاہر اور کھلا ہی کہ کچھ حاجت بیان کرنیکی نہین ہی
چنانچہ ابتدا مین دونون صورتون کے آسمان اور برجون اور ستارون کی قسم واقع ہی اور انتہا مین بھی دونو
سورتون کے محافظت الٰہی کا بیان ہی غیب کی چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آدمی کی جان اور اس سورتکا نام
سورۂ طارق اسواسطے رکھا ہی کہ طارق عرب کی لغت مین اس مہمان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے
اور جو حادثہ کہ رات کو نمود ہو اسکو بھی طارق کہتے ہین اسیواسطے حدیث مین وارد ہی کہ نعوذ باللہ
من طوارق اللیل پناہ لیتا ہون مین اللہ کی اس شر سے جو رات کو اچانک آپڑے کیونکہ دفع کرنا ایسی
آفت کا مشکل پڑتا ہی اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بھی طارق کہا ہی اسواسطے کہ بار بار عاشق کے
دل پر گذرتا ہی خصوصا رات کو اسواسطے کہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کیوقتین ہوتا ہی اور بڑی
فراغت کا وقت رات ہی اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہی کہ طروق کرے یعنے یکایک رات کے وقت
گھر مین نہ چلا آوے جبتک اسکے گھر والون کو خبر نہووے اور بن سنور کے درست نہولین اسواسطے کہ ان کو بگڑے
حالمین دیکھکے کہین نفرت نہو جاوے جو باعث تفرق کا ہوجاوے اور اس سورتمین مراد طارق سے آسمانکے تارے ہین
اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین اسواسطے کہ راتکو نظر آتے ہین اور دن کو غایب ہوجاتے ہین اور بعضے علما کے نزدیک
یہان زحل مراد ہی اسواسطے کہ وہ سب تارون سے اونچا ہی اور اسکی شعاع ساتون آسمان کی موٹائی کو سوراخ کرکے
زمین پر پڑتی ہی پس کمال ظہور ثاقبیت کا اسمین پایا جاتا ہی اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہی اسواسطے
کہ اسمین بہت تارونکی روشنی جمع ہونے کے سبب سے چمک زیادہ پائی جاتی ہی اور اکثر علما اسبات پر ہین کہ جنس
تارون کی مراد ہی اور ہر ستارہ اسمین داخل ہی کیونکہ ہر ستارہ تین صفتین رکھتا ہی اول یہہ کہ ہر ایک اپنی شعاع سے

تاریکی کو دفع کر دیتا ہے دوسرے یہہ کہ راہ کا بتانا اور تعین طرف کا یعنے مشرق اور مغرب کا معلوم ہو جانا تمام مسافرون
کو خشکی اور تری مین اُنہی تارون سے معلوم ہوتا ہے تیسرے یہہ کہ آسمان کی محافظت کا سبب ہین [illegible] دو
سبب سے اوّل تو یہہ کہ شیاطین دخانی مادے سے پیدا ہوئے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست رکھتے ہین
اور روشنی سے بھاگتے ہین چنانچہ یہہ تجربہ کیا ہوا ہے کہ غلبہ ان کا اکثر اندھیرے مین اور اندھیرے مکان مین ہوتا ہے
اور جس مکان مین چراغ اور شمع ہوتی ہے وہان انکا دخل کم ہوتا ہے سو آسمان کو ان نورانی قندیلون سے
روشن کیا تا کہ اس روشنی کے سبب سے شیطانون کی آنکھین تاریک ہو جاوین اور چندھلا کر بھاگ جاوین
دوسرے یہہ کہ ستارون کی شعاع سے فرشتے گنبد بنا کر شیطانون کو مارتے ہین جیسے توپ کے گولے سے دشمنو کو
مارتے ہین اور محافظت آسمان کی تارون سے ایسی ہے جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہے توپون سے کہ برجون اور
فصیلون پر چڑھی ہوتی ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ تارون کو اور ان گولون کو جو فرشتے ان تارون کی شعاع سے
تیار کر کے شیطانون کو مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب بولتے ہین جسکو ہندی مین تارا کہتے
ہین اور توپ کے گولے کو توپ نہین کہتے اور قرآن مجید مین ستارون کے ان فائدون کو جابجا مذکور فرمایا ہے
اور یے تینون وصف جو ہر ستارہ مین موجود ہین اس قسم مین بھی منظور ہین کیونکہ جس مضمون پر اس قسم کی تاکید
فرمائی ہے وہ یہہ ہے کہ آدمی کی جان کتنی ہی تکلیف اور محنتون مین گرفتار رہوے لیکن اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کے
سبب سے ٹوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہے اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنے
جان آدمی کی کہ حقیقت مین آدمی عبارت اسی سے ہے ابدی ہے ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور وہ جو عرف مین مشہور ہے کہ موت جانکو
ہلاک کرتی ہے سو مجازاً بولتے ہین موت کا نہایت کام یہہ ہے کہ جان کو بدن سے جدا کر دیتی ہے اور بدن بسبب نہ ہونے مربی اور
نگہبان کے بیکس ہو کر سڑ گل کر بکھر جاتا ہے والّا جان کو ہرگز فنا نہین ہے چنانچہ عالم برزخ کا ثبوت اور حشر اور نشر کا وقوع
اسی مسئلے پر موقوف ہے اور اس سورت مین معاد کو اسی طریقے سے ثابت کیا ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی
یہہ ہے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے یعنے جان اور بدن سے اور جزو اعظم اسکا جان ہے اسواسطے کہ تبدّل اور تغیر کو اسمین
دخل نہین ہے اور بدن مانند لباس کے ہے چنانچہ لڑکا ماکے پیٹ مین جبتک ہوتا ہے اور رنگ رکھتا ہے پھر جب باہر
نکلا تو آخر لڑکپن تک کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے اسیطرح جوانی مین کچھ اور ہی رنگ ہوتا ہے اور بڑھاپے مین کچھ اور لیکن جزو اعظم اسکا جسکو جان کہتے

ہین سو شعور اور ادراک کو اسی سے علاقہ ہی اور لذت اور دکھہ کو دریافت کرنا اسی خاصہ ہی چنانچہ وہ
فنا کو قبول نہین کرتی اور ہاتھون مین نگہبانون کے جو حقتعالی کیطرف سے اسپر مقرر ہین مقید رہتی ہی پھر اب جمع
ہونے مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین اسیصورت اور شکل پر کونسا تعجب باقی رہا اسواسطے کہ اسطرحکا معاملہ
شروع پیدایش سے آخر عمر تک ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو جان کے محافظت کی دلیل ساتھہ معین ہونے آسمان کے نگہبانون کے
تھی جو طفیل سے ستارونکی نگہبانی کرتے ہین تو پہلے اس مطلب کے قسم آسمان کی اور ستارون کی یاد فرمائی اور اس سورت
کا نام ستارےکے نام پر رکھا اسواسطے کہ ثابت ہونا مطلب کا اسی کے محافظت کے ملاحظے سے ہی اب یہان پر سمجھ لیا
چاہیے کہ سبب نزول اس سورتکا دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ مراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے
ہین اور حقیقت مین شیطان کو آسمان کے جانبسے روکنے والا وہی ہی جو شیطان کے راہ کو بند کرتا ہی اور اسکو جلا دیتا
ہی اگرچہ چڑھے ہوئے ستارون کی شعاع سے توپ کے گولے کے مانند پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہہ ہی کہ طارق
شہاب پر حمل کیا جاوے اور اس سورتکے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ ابو طالب حضرتؐ کے چچا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کو آپ کے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا انکے روبرو
رکھا دودھہ اور روٹی تھی پھر دونون کھانے لگے اسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اسقدر زمین سے نزدیک ہوا
کہ تمام گھر اسکی روشنی سے بھر گیا ابو طالب کی آنکھین چندھیا گئین اور گھبرا کر ہاتھہ کھانیسے کھینچ لیا اور اٹھہ کھڑا ہوا
اور پوچھنے لگا کہ یہہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ وہ تارہ ہی جسکو فرشتے آسمان کی محافظت
کے لئے شیطانون پر پھینکتے ہین اور یہہ ایک نشانی ہی اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیونسے ابو طالب متعجب
ہوکر خاموش بیٹھہ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورتکو لائے اور اس سورت مین اشارہ
اسبات کی طرف ہوا کہ ان چیزون کے دیکھنے سے دین اسلام کے عقائد حقہ پر مضبوط ہونا چاہیے اور اسکو بیفائدہ
چھوڑ دینا نچاہیے کیونکہ یہہ معاملہ بڑی دلیل ہی آدمی کے حشر اور نشر اور معاد پر اسواسطے کہ آسمان باوجود
اتنی عظمت اور بلندی کے کہ ہاتھہ کسیکا اس تک پہنچ نہین سکتا لیکن محافظت الہی کا محتاج ہی اور
اسکی محافظت کا طور یہہ ہی کہ ٹوٹے ہوئے تارونسے آسمان کے ایک ستارہ دوڑنے والا پیدا
ہوتا ہی جو شیطانون کو سد راہ ہوتا ہی اور بھگاتا ہی سو آدمی کی جان جو نہایت ضعیف اور

نا توان ہے بغیر اللہ کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین کس طرح باقی اور سلامت
رہ سکے گی پھر جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالی کے قبضہ اور تصرف مین ہے زندگی مین
ہو خواہ بعد موت کے تو یہین سے سمجھ لیا چاہیے کہ بعد موت کے بھی نعمتین اور تکلیفین وہان کی اللہ تعالے
کے دست قدرت مین ہین باقی رہا حال بدن کا سو اسکو بھی بعد تامل اور فکر کے قابل پھر پیدا ہونیکے سمجھا چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س

ع

والسماء والطارق قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اس تاریکی جو رات کے وقت نمودار ہوتا ہے
اور وہ ستارہ جو رات کیوقت دوڑتا نظر آتا ہے لوگون کو اس مین بڑا تردد ہے بعضے کہتے ہین کہ دھوان
زمین سے اٹھکر آسمان کیطرف جاتا ہے جب کرۂ نار کے متصل پہنچتا ہے تو بسبب دہنیت کے جو اس مین
باقی ہے جل اٹھتا ہے پھر اگر لطیف ہے تو جلد محو ہو جاتا ہے اور اگر غلیظ ہے تو کئی روز تک بطور نیزے کے
یا دُم دار ستارے کے یا کسی اور صورت سے رہتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قمر کے آسمان کے نیچے آگ کا کرہ
ہے سو اس کرہ سے کبھی حرکت کی زیادتی کے سبب سے ایک شعلہ حاصل ہوتا ہے یعنے بسبب جمع ہونے شعاع
ستارون گرم مزاج کے کسی برجمین درجون آسمان سے شعلہ سا بھڑک اٹھتا ہے اور اس شعلہ سے کوئی چیز مثل
چنگاری کے جدا ہوکے نیچے آتی ہے اور دخانی طبقے مین جو درمیان مین کرۂ آگ اور ہوا صرف کے ہے وہ چیز
نمود ہوتی ہے تو دوڑتے ستارے کی طرح نظر آتی ہے اور جب طبقۂ زمہریر کو پہنچتی ہے تو جم جاتی ہے اور
نظر سے غایب ہو جاتی ہے لیکن ان دونون باتون مین بہت سی بحثین ہین کیونکہ جو نور کہ ان دوڑتے تارون
مین نظر آتا ہے اسکو ہرگز آگ کے شعلے سے جو دھوین کے ساتھ روشن ہوتا ہے مشابہت معلوم نہین ہوتی
بلکہ نور اس تاریکا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکھتا ہے چنانچہ ظاہر مین نظر آتا ہے اور دوسرے یہہ بھی ہے کہ حرکت کی
جہت ان ستارون کی موقوف تحت اور فوق پر نہین ہے تاکہ دھوئین چڑھنے والے پر جو شعلہ ہو جاتا ہے یا انگارہ گرنیوالے پر حمل
کیا جاوے بلکہ اکثر دہنے سے بائین طرف اور بائین سے دہنے طرف دوڑتا ہے اس صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت ان کی طبعی نہین ہے بلکہ
کوئی زبردست ارادہ اور اختیار والا انکو دوڑاتا ہے سو دفع کرنیکو ان تردّدون کے بطور سوال وجواب

کے ارشاد ہوتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا ہے وہ ستارہ رات کا آنیوالا اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ایک تارہ ہے جو شیطانون کی آنکھونمین چلک چوندکر دیتا ہے اور کبھی اُس شعلے سے جو اُسمین سے پیدا ہوتا ہے ان کو جلا بھی دیتا ہے اور شیطانون کو اُسکے شعاع کے زور سے ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے چمگادر کی سورج کی چمک سے اور جب طارق کی حقیقت بیان کرنیسے فارغ ہوئے تو اب مضمون کو جس پر قسم کھائی ہے یاد فرماتے ہین اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کا کوئی جان نہین چھوٹی ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر اُسپر ایک نگہبان ہے اللہ تعالی کیطرف سے جو اُسکو حادثون کی سختی اور صدمون سے فنا ہونے نہین دیتا یہان پر سمجھا چاہئے کہ آدمی کی جان کی محافظت کیواسطے تاکہ فنا نہو جاوے ایک فرشتہ مقرر ہے حضرت اسرافیل کے لشکر کا آخر کام اُسکا یہہ ہے کہ جانکو درمیان دو نفخون کے صور مین داخل کر دیگا اور آدمی کے دوسرے کامون کیواسطے نگہبان بہت ہین جو نوبت بنوبت رات دن چوکی پہرہ کرتے ہین جبتک کہ تقدیر الٰہی اُسکی تکلیف کیواسطے متوجہ نہین ہوتی پھر جب تکلیف کا وقت مقدر آجاتا ہے تو وے لوگ دست بردار ہو جاتے ہین اور تقدیر الٰہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے وُكِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَةٌ وَّسِتُّوْنَ مَلَكًا يَذُبُّوْنَ عَنْهُ كَمَا يُذَبُّ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ الذُّبَابُ وَلَوْ وُكِّلَ الْعَبْدُ اِلٰى نَفْسِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ لَاخْتَطَفَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ عُضْوًا عُضْوًا یعنے مقرر کئے گئے ہین ہر مسلمان پر ایک سو ساٹھ فرشتے جو ہانکتے ہین اُس سے شیطانون کو جیسے شہد کے پیالے سے مکھیونکو ہانکتے ہین اور اگر بندیکو بندیکے حال پر ایک پلک مارتے برابر چھوڑ دین تو شیطان اُسکی بوٹی بوٹی نوچ لیجا وین اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر دوسرے آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے انکے دشمن بہت ہین اتنے دشمن کافرون کے نہین ہین اور وے نگہبان جو مومن اور کافرون کو آفتون سے نگاہ رکھتے ہین ان کا ذکر سورۂ رعد مین ہے کہ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہے کہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ اور فرشتے جو آدمیون کے بداعمال لکھنے کے واسطے مقرر ہین ان کا مذکور سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ مین

ہے یعنے اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ اور جو فرشتہ کہ حرف اور لفظ پر آدمی کے مقرر ہے
اور ان کو گنتا اور لکھتا ہے اسکا ذکر سورہ قاف مین ہے یعنے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ
غرض کہ یہان بیان جان کی محافظت کرنیکا ہے کہ یہہ امر سب کے واسطے ہے اور کبھی اس محافظت مین قصور نہین
ہوتا اور جب آدمی کو انجام کا حال اور باقی اور محفوظ رہنا اپنے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم
ہوچکا اور سمجھ چکا کہ میری جان کہ حقیقت مین ذات میری وہی ہے اور بدن اسکے لباس کے مانند ہے سو مالک
حقیقی کے قبضہ تصرف مین ہے تو اب اسکو اعتقاد کرنے مین معاد کے وقوع کے اور صحیح جاننے مین حشر
اور نشر کے کچھ تردد نہ رہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادہ مین کہ اجزا اسکے بعد موت کے نہایت متفرق
اور پراگندہ ہو جاتے ہین کچھ زمین کی خاک مین مل کر نیست و نابود ہو جاتے ہین اور کچھ حیوانات کا طعمہ ہو جاتے
ہین پھر وہ حیوانات ملکون مین جاکر مرتے ہین اور خاک مین رل مل جاتے ہین اور بعضے ایک ملک سے دوسرے
ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اُڑ جاتے ہین پھر ان سب منتشر اجزاؤن کو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہہ جزو
فلانے کے بدن کا ہے اور یہہ جزو فلانیکے بدن کا یہہ ایک ایسا کام ہے کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے
چنانچہ کسی کہنے والے نے کہا ہے ع پات جھڑتے یون کہین سن رے بنکے رائے اب کے بچھڑے نا ملین دور پڑینگے جائے
سو اس تعجب کے دفع ہونیکے واسطے ایک راہ اسکو اور بتاتے ہین کہ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس دیکھے آدمی کہ
کس چیز سے بنایا گیا ہے اور مادہ اسکی خلقت کا کہان کہان سے جمع کر کے لائے ہین تفصیل اسکی یہہ ہے کہ آدمی کا
نطفہ خلاصہ ہے لہو کا جو غذا سے حاصل ہوتا ہے اور غذا یا اُگنے والی چیزون مین سے ہے یا جاندار چیز سے سو اگر اُگنے والی
چیز سے ہے تو اسکی بہت قسمین ہین جیسے اناج اور ساگ اور ترکاری اور میوے اور مصالح گرم اور سرد اور
سوائے اسکے بہت سی چیزین ہین اور اگر حیوانی ہے تو اسکی بھی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور دہی اور دودھ
اور گھی اور چربی اور بیضہ اور سوائے اسکے اور طب کے علم مین مقرر ہے کے غذائے صالح کے کھانے کے
بعد جب بہتر ساعتین گذرتی ہین تو منی پیدا ہوتی ہے پس آدمی کو اپنی ہر روز کی غذا مین فکر کرنا چاہیے
مثلاً چانول کہ کہان سے آئے ہین یعنے کس قطعہ زمین مین پیدا ہوئے ہین کس کھیت مین کس گانون مین پھر وہ
گانون کس پرگنے مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبہ مین اور وہ صوبہ کون سی مملکت مین

متعلق ہے جہان ان چانولون کو بویا تھا اور بنجارون کو کس ارادے پر اسباب کا مستعد کیا کہ اس ملک سے
اونٹون یا بیلون پر لاد کر اس بازار مین لائے اور مجھ پہچار سے کے ہاتھ بیچے اور مجھ کو انہین سے کھانا نصیب ہوا
اسی قیاس پر حال تمام ضروریات کا غذا اور دوا سے خیال کرے اور بوجھے کہ میرے ماباپ کو بھی اسیطرح
غذائین طرح طرح کی دور دور کے ملکون سے جمع کر کے کھلائین تھین تو نطفہ میرا ان کے بدن مین پیدا ہوا تھا اور
مجھکو اسی نطفے سے بنایا پھر جو شخص کہ ہر روز کی غذا مین اس قدر اجزائے متفرقہ کو جمع کرتا ہے کہ اگر ان سب اجزا کو
ایک جگہہ پر جمع کرین تو آدمی کے بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہوجاوے پھر اُسے کیا بعید ہے کہ چالیس
برس کے عرصے مین جو دونون نفخون کے درمیان مین ہوگا تمام اجزا کو بدن کے جو بلاشبہ اس مقدار سے کمتر ہین
متفرق مکانونسے اور دور دور کے ملکون سے جمع کر کے صورت گوشت اور پوست کی پہنادے پھر دیکھے کہ بعد اُسکے
غذا کو نطفہ کر کے کہانسے کہان کو پہنچاتے ہین اور راہ مین اس نطفے کی کیسی کیسی ہڈیان نرمی اور سخت جو آدمی کے بدن مین
پہاڑون کے مانند حایل ہین پھر باوجود اسبابا اُس نطفیکو کس تدبیر دماغ سے کھینچکے احلیل کو یعنے پیشاب کے مقام کو پہنچاتے ہین پھر اُس
راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پہنچاتا ہے چنانچہ فرماتے ہین خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہے آدمی
اچھلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہے کہ رحم مین خلط ہوکر یکسان ہوجاتا ہے ہر چند کہ
دفق یعنے اچھلنا مرد کی منی کا خاصہ ہے لیکن جو مل جانیکے بعد دونون ایک ہوجاتی ہین تو مرد کی منی کی صفت کو بہ
سبب غالب ہونے کے ان دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب اسبات کے قائل ہین کہ عورت کی منی بھی رحم مین
اچھلتی ہے لیکن رحم کے گہرے پن کے سبب سے معلوم نہین ہوتی چنانچہ تھرتھرانا عورت کا انزال کے وقت اسبات
پر گواہ ہے بس اس غذا کو بطی ہوجانے ہضمیت کے درجون کے صورت پانیکی بخشنا دلیل صریح ہے کہ بدلنا صورتون
کا یعنے ایک صورتکو دوسری صورت پر کردینا قدرت الٰہی کے روبرو بہت آسان کام ہے یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ
وَالتَّرَآئِبِ نکلتا ہے وہ اچھلتا پانی درمیان سے پیٹھ کے اور سینے کی ہڈیون کے اسواسطے کہ مادہ منی کا اول دماغ
سے نزول کرتا ہے اور ان رگون مین جو دونون کانون کے پیچھے ہین وہانسے گذر کر نخاع مین آتا ہے اور نخاع درمیان
مین پیٹھ اور سینے کے ہے پھر مرد کی پیٹھ کے منکونکی راہ سے گذر کر گردون مین آتا ہے وہان سے خصیون مین وہان
سے ذکر کے نیچے کی رگ مین ہوکر رحم مین گرتا ہے اور عورت کے سینے کی طرف سے اسیطور سے

خصیون مین جو رحم کے عمق مین ہین آگر جماع کی حرکت کے سبب سے رحم مین گرتا ہی پھر رحم کے اندر دونون ملجاتے
ہین اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے پانی کے گذارنے کا بیان منظور ہی یعنی کس کس طور سے کیسی سخت راہ
سے کہ دونون طرف کیسی بڑی بڑی ہڈیان اسکو روانہ کرتے ہین اور اسکے سفر کے انتہا کو پہنچا دیتے ہین یہہ
مطلب نہین ہی کہ مادہ منی کا پیٹھہ مین یا سینے کی ہڈیون مین پیدا ہوتا ہی والا طب کے قاعدے کے مخالف ہو
کیونکہ ان کے نزدیک منی تمام اعضا سے لی جاتی ہی اسیواسطے اولاد مین مشابہت ماں باپ کی ہر عضو مین پائی
جاتی ہی اور وہ مادہ دماغ مین جمع ہوتا ہی اور وہانسے رگون کے راستے سے جو کانون کے پیچھے ہین نیچے
اُترتا ہی اور جب آدمی کو معلوم ہو چکا کہ اسکی جان حقتعالی کے قبضۂ اختیار مین ہی اور اپنی غذا کی کیفیت اور
اپنی پیدایش کا حال کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانا اور ایک شکل سے دوسری
شکل بدلنا خوب ظاہر ہو چکا پھر اپنی معاش کی پیدایش کو بھی خوب معلوم کر لیا تو اب آخر تک بھی انہی دونون حالتون پر
قیاس کرے تو اسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاوے کہ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ بیشک وہ خالق جسنے آدمی
کو اسطور سے بنایا ہی البتہ وہ پھیر لانے پر اسکے قادر اور توانا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب
اللہ تعالی لوگون کے زندہ کرنے کا ارادہ کریگا تو ایک پانی عرش عظیم سے نازل کرے گا جو خاصیت مرد کی منی کی
رکھتا ہوگا اور قوت جماؤ کی اسکے اندر سپرد کی جاوے گی تاکہ مردے کے بدن کے اجزا کو زندگی کے قبول کرنیکا
مستعد کرے اور تعلق ارواح کا اُن کے ساتھ صحیح ہو جاوے لیکن وہ پھیر لانا موقوف ہی ایک وقت
پر جسکا بیان اس آیت مین ہی یعنی یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ جس دن ظاہر کئے جاوینگے بھید اور تحقیق اس مقام
کی یہہ ہے کہ دنیا مین کہ آدمی پر احکام بدن کے غالب ہین اور احکام روح کے مغلوب اسیواسطے اپنی روح کے اوصاف
کو کسی صنعت اور تکلف سے چھپا سکتا ہی یہانتک کہ اثر اسکا بدن پر ہرگز ظاہر ہونے نہین دیتا جیسا کہ
نامردی اور بخل اور دوسری بری خصلتون کو اکثر لوگ اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکھتے ہین اور
اثر اضطراب اور گھبراہٹ کا چہرے پر ظاہر نہین ہونے دیتے لیکن قیامت کے دن حکم روح کا غالب ہوگا
چنانچہ جو سیاہی کہ روح کے جوہر مین مخفی تھی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جوارح کہ اعضا مین منتشر
ہین سو ان اعضا کے کامون پر گواہی دینگے اور تمام اوصاف باطن کے ظاہر ہو جاوینگے اور جو پھیر لانا آدمی کا جزا دینے

کیواسطے ہے تو اسوقت پر موقوف ہونا ضرور ہوا پہلے اس سے پھیر لانا حکمت کے خلاف ہے اور سرائر لغت مین
چھپی چیزون کو کہتے ہین اور یہان پر سرایر کے لفظ عقاید باطلہ اور نیتون فاسدہ کو بلکہ نیک اور بد عملون کے
آثار کو بھی شامل ہے جو آدمی کی روح مین سما جاتے ہین اور مانند اچھے برے رنگ کے روح کے چہرے پر نمودار
ہوتے ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ سرایر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے مراد ہین جنکے چھپانیکے واسطے دنیا مین
کوشش کرتے تھے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے وے فرایض مراد ہین جنکا ادا کرنا اور نکرنا محض آدمی کے
ظاہر کرنے پر موقوف ہے اور دوسرے کو اسپر اطلاع ممکن نہین جیسے نماز اور روزہ اور وضو اور غسل جنابت اور ادا کرنا زکوۃ
کا اور بعد دوسرے واجبات جو اللہ تعالی کے اور بندے کے درمیان مین واقع ہین دوسرے آدمیونکو مطالبہ کا نہین
پہنچتا اور ادا کرنا اسکا دوسرون سے تعلق نہین رکھتا مثلا اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ مین روزہ
دار ہون یا جنب ظاہر کرے کہ مین نے غسل کیا یا کوئی بیوضو کہے کہ مجھکو وضو ہے یا جو شخص کہ زکوۃ نہین دیتا اور کہتا ہے
کہ مین زکوۃ دیتا ہون تو فقط اسکے اس کہنے پر چھوڑ دینا چاہئیے اور اس سے تعرض نہ کیا چاہئیے اور تحقیق یہہ بات ہے
کہ لفظ سرائر کا عام ہے ان سب چیزون کو شامل ہے فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ پھر نہوگی آدمیکو اس روز کچھ قوت تاکہ اپنے
کامونکو ظاہر نہ کرے اور بھیدونکو چھپا رکھے جسطرح دنیا مین قوت روکنے چھپانے کی رکھتا تھا اور خوف اور ڈر
کے وقت اپنے کو تھامتا تھا اور باوجود مار دھاڑ کے اپنی چوری بدکاری کا اقرار نکرتا تھا وَلَا نَاصِرٍ اور نہوگا
کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے قصور کے اسکی سزا موقوف کروا دے جیسے دنیا مین یار دوست باوجود
ثابت ہونے تقصیرون کے آڑے آجاتے تھے اور سزا دینے نہ دیتے تھے اور جو دنیا مین گناہون اور تقصیرون کے
ثابت ہونیکے بعد پھر سزا سے چھوٹ جانا اور بچنا انہی دو طریقون مین منحصر ہے یعنے یا کمال قوت سے اسکو چھپا
اور پوشیدہ رکھے اور کسیطرح ثابت نہونے دے یا باوجود ظاہر ہو جانے تقصیر کے رفیقون اور مددگارونکی
مدد سے اسکی بدی سے محفوظ رہے سو ان دونون طریقون کو اسدن مطلق نیست و نابود کردینگے
تاکہ سزا دینے مین جو قابل سزا کے ہے قصور واقع نہو نہین تو وہ دن بھی دنیا کے دنون کی طرح سے درہم برہم ہو جاوے اور
رحم و فضل نہ رہے اور جب ان آیتون مین دو مضمون مذکور ہوئے اول یہہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمی کا روح اور
جسد کے ساتھ مقدور اللہ تعالے کا ہے دوسرے یہہ کہ قیامت سرائر اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہے یعنے چھپے بھید نفس کے

اس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے چھپانا انکا ممکن نہوگا اب ثابت کرنیکو ان دونون مضمونون کی دو دلیلین دوسری بطور قسم کے ذکر کی جاتی ہین وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ اور قسم کھاتا ہون مین آسمان چکر مارنیوالیکی جو ہمیشہ حرکت دوریہ مین ہمیشہ اپنی وضع متروک کو پھر عود کرتا ہے اور ہر دورے مین رات و دن کے ہر جزو اسکا اپنی وضع متروک کی طرف پھر رجوع کرتا ہے یعنے بعضے ستارے سال مین بعضے مہینے مین بعضے اس سے زیادہ اپنی وضع متروک کیطرف رجوع کرتے ہین پھر رجوع ہونا انسان کی روحکا اپنی حیات متروک کیطرف اپنے بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے کیا بعید ہے اسواسطے کہ ہر دن اور ہر رات کو آسمان کی گردش مین نمونہ اسکا نظر آتا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اور قسم ہے زمین دراز کہانیوالی کی جسکے پھٹنے سے طرح طرح کی نباتات اسکے اندر سے ظہور کرتی ہین اور چشمے جاری ہوتے ہین اور نور و جواہر معدنون سے نکلتے ہین پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا یعنے امانت کا جو نفس انسانی مین ہے کچھ بعید نرہا اسواسطے کہ زمین کو جو خزان کے دنون مین دیکھے ہو تو سارے نباتات اسمین پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہین پھر جب موسم بہار کا پہنچتا ہے اور مینہہ کا پانی اس زمین کے اجزا مین ملتا ہے اور اسکو نرم کردیتا ہے پھر تمام چھپی چیزین اسکی ظاہر اور نمودار ہوتی ہین سو یہی حالت نفس کی ہوگی جب روح کا فیضان عالم آخرت مین اسپر ہوگا اور بعضے مفسرون نے رجع کو مینہہ پر قیاس کیا ہے اور کہا ہے کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑھتے ہین سو جب طبقہ زمہریر کے متصل پہنچتے ہین تو پانی ہوکر برستے ہین پس اس تفسیر سے بھی بخارات کے مادیکا اپنے مکان اصلی کے طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہہ دلیل انسان کے رجوع ہونے کی ہے عالم روحانی کیطرف جو ٹھکانا اصلی اسکا ہے اور اسی سے پہلا مضمون بھی ثابت ہوتا ہے اِنَّهٗ تحقیق یہہ بات کہ حقتعالی پھیر لانے پر انسان کے قادر ہے اور پھیر لانا اسکا موقوف ہے اسرار ظاہر ہونے کے وقت پر اور وہ قیامت کا دن ہے لَقَوْلٌ فَصْلٌ البتہ یہہ بات کھلی دو ٹوک ہے کچھ شبہ اس مین نہین وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اور نہین ہے یہہ بات ٹھٹھیکی یعنی ایسی نہین ہے کہ دلیل قوی نرکھتی ہو اور بطور خیال کے دلمین گذری ہو یا شاعرون کے مبالغے کی طرح کچھ اصل نرکھتی ہو جیسا کہ کفار کہتے ہین کہ پیغمبرون کے وعدہ وعید جزا کے دن کے ایسے ہین جیسے لڑکون کو فرضی ناموں سے ڈراتے ہین تاکہ شوخی نکرین اسیطرح پیغمبر بھی اس دن سے ڈراتے ہین تاکہ دستور عالم کا فاسد نہوجاوے اور اسمین بد اور اعمال قبیح رایج نہوجاوین

اس لحاظ سے وعدہ اور وعید اور ترغیب اور ترہیب کرتے ہین اور حقیقت مین یہہ چیزین کچھہ بھی نہین ہین اور انکا محال ہونا
ثابت کرنیکو کافر حجتین اور شبہے بیان کرتے ہین چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے اِنَّهُمْ تحقیق یے کافر جو قرآن کو
کلام فصل نہین جانتے بلکہ ہزل سمجھتے ہین يَكِيدُونَ كَيْدًا کرتے ہین ایک داؤ یعنے قرآن کے
مضمون کے دفع کرنیکو شبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یے باتین عقل کے خلاف ہین تاکہ عام لوگون کے
نزدیک ہزل ہونا اسکا ثابت ہوجاوے وَأَكِيدُ كَيْدًا اور مین بھی انکے مقابلے مین داؤ کرتا ہون بطور مکر کے
تاکہ کلام فصل ہونا اسکا مدلل ہوجاوے اور عام و خاص کے نزدیک توضیح اسکی کمل جاوے اور کافرونکے کید کی
سبب سے اس مطلب کی زیادہ توضیح ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ کافر جزا اور حشر اور نشر کے وقوع مین شک و شبہے
لاتے تھے تو جواب اسکا صاف صاف نہایت توضیح سے نازل ہوتا تھا دلیلون اور تمثیلون کے ساتھہ یہانتک
کہ مجمل باتین مفصل ہوگئین اور کسیطرح کا شک و شبہ باقی نرہا تو شبہے انکے خود ثبوت مطلب اور وضوح مقصد کے
سبب ہوئے اور وے اسبات سے بیخبر اور غافل رہے یہی حقیقت ہے کید کی کہ بیخبر حریف کو ملزم کردے اور اسکے
مطلب کی نقیض ثابت ہوجاوے ہر چند کہ حق تعالی قادر ہے اسبات پر کہ اثبات مطلب کا عین ہوشیاری اور
خبرداری کی حالت مین کردے لیکن بیخبری کی حالت کے الزام دینے مین کمال خجالت اور ذلّت ہوتی ہے
سو یہی انکے ساتھہ منظور ہے کیونکہ وے لوگ بھی اسکے رسولون کی ذلّت اور خجالت ارادہ کرتے تھے اور
جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرون کا اسوقتمین جو نزول وحی کا اور اوایل اسلام کا وقت تھا اور شبہے لانا انکا
اسلام کے عقیدونمین گویا دلایل اسلام کی ترقی کا موجب تھا اور جبتک کہ وے زندہ ہین اور شبہے لاتے
ہین تو گویا اسلام کی دلیلون کی ترقی مین کوشش کرتے ہین اور حقیقت کار سے بیخبر ہین تو کافرونکا ہونا اسوقت
مین عین حکمت اور سراسر منفعت ہے پھر اسیوقت مین ان کی ہلاکت اور نیستی کی دعا مانگنا مناسب
نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنگدلی کے سبب سے چاہتے تھے کہ جلد وے ہلاک ہون سو اسواسطے
ارشاد ہوا کہ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ سو مہلت دے کافرونکو اور اُن کی بددعا مین جلدی نکر اسواسطے کہ انکے
شبہے کرنیکے سبب سے نزول وحی کا جلدی ہوتا ہے اور جواب شبہونکا پے درپے پہنچتا ہے اور شریعت اور دین
کی حقیقتین اور حشر اور نشر کے احوال کماحقہ تحقیق اور واضح ہوتے جاتے ہین پھر بعد اسکے جب ظہور دین کا خوب متحقق ہوجاوے

اورادم

اور الزام حجت اور شبہہ کا دفع اپنی نہایت کو پہنچیگا تب اسوقت تمکو جہاد اور قتال پر مامور کرینگے اور تمھارے ہاتھوں سے انکو ہلاک کرینگے اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا فرصت دے انکو تھوڑے دنون اور وے دن ابتدا بعثت سے قریب چودہ برس کے تھی سو اس عرصے مین جو جو شبہے ان کی خاطر مین گذرتے تھے سو کرتے تھے اور جواب اس کا بخوبی پاتے تھے بعد اسکے جب کوئی شبہ انکے دلمین نرہا تو عناد اور شرارت ان کی ظاہر ہوگی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہوئے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہہ ہے کہ یہی آدمی کے سن بلوغ کا مقدار ہے جب اس عمر کو پہنچتا ہے تو عقل اور بدن اس کا کامل ہوجاتا ہے اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہے بس ابتدائے بعثت مین لوگ اور عرب کے کافر گویا حکم لڑکیکا رکھتے تھے اسواسطے کہ شریعت کے حکمون کی تعلیم آہستہ آہستہ منظور تھی تاکہ دین کے قاعدونکو سمجھین اور ان کی بھلائی برائی دریافت کرین اور ان کی دلیلون مین غور اور تامل کرین سو اسبات کے واسطے معجزونکا دکھانا اور آیات بنیات کا ظاہر کرنا کفایت کرتا تھا جب اس مدت تک بھی بعضے انمین صلاح پذیر نہوئے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب اور تعذیب کے ہوئے اسواسطے جہاد اور قتال کا حکم نازل ہوا

سورۃ الاعلیٰ

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور اس مین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور دو سو اکہتر حرف ہین اور وجہ اسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہہ ہے کہ اس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ نفس انسانی کیواسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سورت مین یہہ مذکور ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و نگہبان ہے اسبات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اس سورت مین انسان کی کیفیت کا بیان ہے کہ نطفہ اسکا کہان سے آتا ہے اور کہان کو جاتا ہے اور اس سورت مین اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہے کہ بعد کمال تربیت کے کیا صورت پکڑتی ہے اور اس سورت مین قرآن مجید کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچھ مرتبہ رکھتا ہے اور اس سورت مین بھی اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیون کے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہے اور منہہ پھرانا اس سے ہلاکت کا سبب ہے اور ان مضمونون کو جو کچھ کہ آپس مین ربط ہے سو پوشیدہ نہین ہے اور اس سورت کا نام سورۂ اعلیٰ اسواسطے رکھا ہے کہ اول مین اسکے اسماء الٰہی سے یہی نام مذکور ہے اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہے اسبات پر اللہ تعالیٰ مرجع ہے ہر

ہر کمال کا ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اسواسطے کہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہے دو قسم مین ایک قسم علو بدایت کا ہے یعنے کمال وہان سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا قسم علو نہایت کا یعنے کمال وہان انتہا کو پہنچتا ہے اور جو دونو قسمون کو جامع ہے وہ اعلیٰ ہے اور جو حق تعالے نے اپنے تئین اس نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اسکے بخشے ہوئے کمالات کو ہرگز نقصان نہین آتا ہے والا علو مرتبے مین اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بمجرد ذکر اس نام کے تسلی خاطر کی حاصل ہو اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا ہے وہ بالکل زایل ہو جاوے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب اس طور سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئین اور واسطے سے جبرئیل علیہ السلام کے بے حساب علوم نازل ہونا شروع ہوئے تو خاطر مبارک مین آپکے یہہ دغدغہ خلجان کرتا تھا کہ مین تو آدمی محض ہون یاد رکھنا ان الفاظون اور ان معنون کا بغیر لکھنے اور کتابت کرنے کے مجھسے کیسا ہو سکیگا مبادا بعضے چیزین اس مین سے بھول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہو جاوے پس حق تعالی نے آپکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت مین یہہ خوشخبری سنادی کہ حق تعالی خود تیری استادی فرماوے گا تجھکو سبق بھولنے کا خطرہ ہرگز نچاہیے کرنا اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو بہت دوست رکھتے تھے اور وترکی پہلی رکعت مین اور جمعہ کی پہلی رکعت مین اس سورت کو اکثر پڑھا کرتے تھے اور سلف کے لوگ بھی اگلے تہجد کی نماز مین اس سورت کو پڑھتے تھے اور اسکی برکت کے امیدوار رہتے تھے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت فسبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنے رکوع مین سبحان ربی العظیم کہو اور جب آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپنے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجا لاؤ یعنے سجدے مین سبحان ربی الاعلی کہا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ جو شخص سبح اسم ربک الاعلی پڑھے تو چاہیے کہ اسکے ساتھ ہی سبحان ربی الاعلی کہے تا کہ فرمانبرداری امر الہی کی ادا ہو جاوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے جو سب اونچون سے اونچا ہے اس جگہہ پر سمجھ لیا چاہیے
کہ پاک جاننا نام کا اکثر مفسرون کے نزدیک کنایہ ہے پاک جاننے سے ذات کے اس واسطے کہ عرب کا قاعدہ
ہی کہ تعظیم اور ادب کے مقام پر ذات کو نام سے تعبیر کرتے ہین چنانچہ عرف مین مشہور ہے کہ پادشاہون
امیرونسے یون کہتے ہین کہ حضور کے نام سے یہہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سبح ربک فرماتے
تو یہہ رعایت تعظیم اور ادب کی حاصل نہوتی دوسرے یہہ کہ حق تعالیٰ کی ذات: سواے حق تعالیٰ کے
کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا اس کی ذات کا یہی ہے کہ ناقص اور بے ادبی کے نامون کو اسکی
ذات پاک کی طرف نسبت نکرے اور حق تعالیٰ کی ذات کو پاک جاننے کے معنے جو شریعت مین
وارد ہین سو اجمال کیطور سے یون سمجھ لینا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے
برتر ہے کوئی نالایق صفت یا نقصان یا عیب اسکے جاہ و جلال کے سراپردونکے گرد نہین پھٹکتے اور تفصیل
سے یون سمجھ لیا چاہیئے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض اسیطرح کُل اور بعض کو اسمین گنجایش نہین
علیٰ ہذا القیاس صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور مجلس کی قیدین ہرگز اسکو لاحق نہین
ہو سکتین بلکہ کوئی چیز اس سے مشابہت نہین رکھتی نہ وہ کسی چیز سے مشابہت رکھتا ہے چنانچہ مثل اور شریک سے
جورو اور بچونسے کھانے اور پینے سے اور جن چیزون کو حدوث لازم ہے یا موجب زوال اور فنا کی ہین سو
وہ ذات پاک ان سب چیزون سے پاک اور مبرا ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی
ذات کو پاک جاننا فرض ہے اسیطرح اسکے پاک نامون کی بھی تعظیم اور عزت واجب ہے پس اس آیۃ مین اسکے
نامون کا پاک رکھنا کیون نمراد ہو یعنے یہی مراد ہو تو بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نامون کو پاک رکھنے کے معنے
یہ ہین کہ اسکے نام کو ایسی چیز سے جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین یعنی جیسا دنی یا یونہ نہ کہین
اور اسکے غیر پر جاری نہ کرین اور ذکر اس جناب پاک کے نامون کا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور کمال توجہ
سے بجا لاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور اچھا پھل ملے اور ظاہر یہہ بات ہی کہ اعلیٰ رب کی صفت ہے

کیونکہ آگے کی صفتین یعنی اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی اور سوائے اسکے سب رب کی صفتین ہین نہ اسم کی اور بعضے
صوفیہ نے فرمایا ہی کہ اعلی صفت اسم کی ہی اور یہہ اشارہ ہی ایک مسئلے کی طرف تصوف کے مسئلون مین
سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الہی سے ہر مخلوق کا ایک رب یعنی مربی ہی اسماء الہیہ سے جو اس
مخلوق کی تعین کا مبدا اور اسکی کمال کی نہایت کا مرجع اور اسکے سفر کا منتہا ہی اور روح محمدی علی صاحبہا
الصلوۃ والسلام جو سب مخلوقات سے اکمل ہی سو رب اسکا اسم اعلی ہی اور یہہ عبارت ہی اس ذات سے
جو جامع ہی سب کمال کی صفتونکو اور اس اسم کی تسبیح کے یہ معنے ہین کہ اپنے تئین سوائے حق سے تجرد کرا اور غیر کیطرف
نظر کرنے سے اپنے بچاؤ تا کہ تیری ذات پر سب کمالات حقانیہ کو روشن کرین اس واسطے کہ استعداد
تام کمالات الہی کے قبول کرنے کے سوائے ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہین ہی اور ہر چیز کی ایک تسبیح خاص
ہی یعنے اسماء الہیہ سے ایک اسم کو جو اسکا مربی اور اسکے کمال کا مرجع ہی ہر چیز جپا کرتی ہی حاصل کلام کا یہہ
کہ لانا اس اسم کا اس مقام پر اسی فایدے کے واسطے ہی کہ جو کمال تم مین ظاہر ہوا ہی اس مین کبھی نقصان
کا خوف مت کرو اس واسطے کہ تمہارا پروردگار اعلی ہی جو مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہی اور ہر چیز کو
اس کی لیاقت کے موافق کمال کے درجے کو پہنچا دیتا ہی ہرگز اسکے کام تکمیل اور تربیت مین ناتمام
نہین رہتے چنانچہ اس مطلب پر بطور گواہی کے اور ثابت کرنے کو اسبات کے کہ اللہ تعالی مبدا اور
مرجع ہر کمال کا ہی تین صفتین دوسری یاد فرمائی ہین کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی یعنے پروردگار تیرا وہ ذات
پاک ہی جسنے پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا اور معتدل بنایا حاصل یہہ ہی کہ ہر چیز کو باعتبار خواص اور منفعتون اور ان فائدون
کے جو اس چیز سے منظور ہین کمال کے درجے کو پہنچایا ہی اور ایک مزاج خاص اس کو بخشا ہی جو ان کمالونکو
قبول کرے اور وے مخصوص منفعتین اور فائدے اس سے ظاہر ہون چنانچہ حیوانات کی قسمون کو جیسے انسان
اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور پسو تک اگر کوئی خوب غور کرے اور اسیطرح سے نباتات اور معادن کو دھیان کرے
تو یقینی جان لے کہ ہر چیز کو اسکے فائدے اور منفعتین حاصل ہونیکا اسباب کماحقہ عنایت فرمایا ہی وَالَّذِیْ
قَدَّرَ فَهَدٰی اور تیرا پروردگار وہ ذات پاک ہی جسنے اندازہ فرمایا ہی ہر شخص کے واسطے
ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہی اسکو اپنے کمالات کے حاصل کرنے کی یہان تک کہ ہر بچے کو ماں کے پیٹ مین

باہر نکلنے کی راہ الہام فرماتا ہے اور پیٹ کے نکلنے کے ساتھ ہی دودھ پینا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام کرتا ہے اور ہر نر کو مادہ پر جست کرنا اور حیوان کو پانی مین تیرنا اور کیسے بادلی کا پہچاننا اور دوسرے معاش کی کامون کی مصلحتین غیب سے تلقین ہوتی ہین اور شہد کی مکھی کو ہندسی کے فن مین ایسا کمال عطا کیا ہے کہ عجائب غرایب طرح کے گھر بناتی ہے پھر اسمین سے شہد نکالتی ہے اور کہتے ہین کہ سانپ جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندھا ہو جاتا ہے پھر جب بہار کے دن آتے ہین تو سونف کے درخت کی طرف جاتا ہے اور اپنی آنکھون کو اسکے پتون پر ملتا ہے پھر اسکی آنکھین روشن ہو جاتی ہین اسیطرح جو امورات جانورون اور حشرات کو معاش کے اسباب حاصل کرنے مین اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے ہین سو وے سب کتاب عجائب المخلوقات مین خوب تفصیل سے لکھے ہین اور حکمانے کہا ہے کہ ہر مزاج ایک قوت خاص کا مستعد ہے اور ہر قوت ایک کام معین کے قابل ہے اور تقدیر اسی سے عبارت ہے کہ اجزا کو ہر جسم کے اسطور سے بناوے کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہوئے اور ہدایت عبارت ہے اس قوت کے فیض کے دینے سے تاکہ مصدر اس معین کام کا ہو جاوے اور ان دونون تصرفون سے صلاحیت عالم کی منتظم کی ہے وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی اور پروردگار تیرا وہ ذات ہے جسنے اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہے جسکو جانور چرتے ہین جیسے گھاس کہ حیوانات اسکو کھاتے ہین اور طرح طرح کے پھول اور ریحان کہ شہد کی مکھی اور شکرخورہ اور دوسرے پرندے اسکو غذا کرتے ہین اور طرح طرح کی کھیتیان اور میوے اور پھل کہ آدمی اور بعضے جانور اس کے کھانے سے فائدہ مند ہوتے ہین فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی پھر کر ڈالا اس کھیتی کو خشک سیاہ چنانچہ جاڑے کی خشکی اور سردی کے سبب سے رطوبت اور طراوت اسکی جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہو کر ذخیرہ کرنے کے قابل ہوتی ہے تاکہ نایابی کے وقت مین کام آوے اب سمجھ لیا چاہئے کہ پروردگار عالم کا سب انچون سے اونچا ہے اور مرجع ہے ہر کمال کی ابتدا اور انتہا کا اور اس مضمون کے ثابت کرنیکے واسطے ان تینون صفتون کو اختیار فرمایا ہے اور نکتہ اسکا یہہ ہے کہ تمام عالم مین کمال تین قسم سے باہر نہین ہین اسواسطے کہ ہر شی کا کمال یا اپنی ذات مین ہے یا غیر کے نفع کے واسطے اور کمال ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے

ہی یا باعتبار روح اور باطن کے سو کمال ذاتی جو جسم اور ظاہر سے تعلق رکھتا ہی اسکے ثابت کرنے کیواسطے
اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی فرمایا اسواسطے کہ پیدا کرنے مین جسم ہر چیز کے رعایت اعتدال کی اور مناسبت
اعضا کی اور برابر کرنا ہاتھہ کا ہاتھہ سے اور کان کا کان سے اور آنکھہ کا آنکھہ سے اور پانون کا پانون سے چاہئے
سو کمال زیب و زینت کے ساتھہ ظاہر اور موجود ہی اور ثابت کرنے کو اس کمال ذاتی کے جو روح سے تعلق رکھتا ہی
وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی فرمایا کیونکہ ارواحون کے استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پھر ہر ایک کو موافق
استعداد کے راہ دکھانا تاکہ اس کمال کو جو اسکی استعداد کے لایق ہی حاصل کرے اور یہہ بھی آنکھونکے روبرو نظر
آتا ہی اور ثابت کرنے کو اس کمال کے جو غیر کے نفع سے تعلق رکھتا ہی وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهٗ غُثَآءً
اَحْوٰی فرمایا کیونکہ پیدا کرنا جانورون کی گھاس کا اور آدمیون کی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبویون اور
لباسون اور دواؤن اور زہرون کا پھر ایک وقت معین تک انکو رطوبتون اور طراوتون سے بڑھانا اور بعد
اسکے خشکی اور سردی مسلّط کرکے زیادتی رطوبتون کو انسے دور کر ڈالنا تاکہ مدتون تک رہنے سے سڑنے
نہ پاوین اور ذخیرہ ہو سکین ایک دلیل قوی ہی ابتدا اور انتہا پر اس کمال کے اور جب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ
رب اعلیٰ ہی جو ہر کمال کا مرجع ہی ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اور تجھکو اس کی نام کی تسبیح سے بڑی
مناسبت اس جناب سے حاصل ہوئی ہی اب اپنے کمال کے نقصان سے اندیشہ نہ کر کیونکہ سَنُقْرِئُكَ
اب ہم تجھکو پڑھاوینگے قرآن اور بے انتہا علم تجھکو تعلیم کرینگے جو اسی قرآن سے نکلتے ہین اور تصفیہ اپنے قلب
کا اس تسبیح سے کرتا رہ تاکہ زنگ آلودہ نہو جاوے فَلَا تَنْسٰٓی پھر ہرگز نہ بھولیگا تو اسواسطے
کہ تیری استعداد تصفیہ قلب کے سبب سے کمال کو پہنچیگی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو حجاب نہو سکیگا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ
یعنے کسی چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لایق ہی اور میثاق کے دن جو استعدادونکی تقسیم کا وقت تھا
تیرے حصے مین پہنچی ہی ہرگز نہ بھولیگا مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہی اور حکمت اس کی نے تقاضا فرمایا ہی
کہ تیرے دل سے اس جہان مین بھول جاوے اور قیامت کے دن مقام محمود کے حاصل ہونے کے واسطے
ذخیرہ ہووے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آپنے فرمایا ہی کہ مقام محمود مین مجھکو اسطرح کی حمد و ثنا
اللہ تعالیٰ تعلیم فرماویگا جو اسوقت مجھکو یاد نہین ہی اور بے شبہہ و مجاہدہ استعداد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

داخل تھے اور یہ عالم روحانی مین التفات اجمالی ان حمدون پر رکھتے تھے گویا کہ اس دنیا مین ایک حکمت کیواسطے انکو
بھلا دیا تھا اور یہ بعضے قرآن کی آیتین جو سینۂ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محو ہوگئین تھین اور بھول
گئی تھین وے بھی ماشاء اللہ مین داخل ہین کیونکہ بھلانا بھی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہی چنانچہ سورۂ بقر مین
فرمایا ہی کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا لیکن اتنا سمجھ لیا چاہیئے کہ بھلا دینا
اسوقت علامت منسوخ ہونے کی ہوتی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے سینۂ مبارک سے
اور ساری امت کے قاریون کے دلسے محو ہوجاوے والا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار نماز کی
قرأت مین ایک آیت چھوڑ گئے پھر بعد نماز کے اُبیّ ابن کعب سے پوچھا کہ مین اس سورتمین کونسی آیۃ چھوڑ گیا اُبیّ رضی اللہ
عنہ نے عرض کی کہ ہان فلانی آیت رہگئی فرمایا کہ مجھکو بتائی کیون نہین اُبیّ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مین سمجھا یہہ آیتہ
منسوخ ہوگئی فرمایا کہ نہین مین بھول گیا تھا اگر منسوخ ہوتی تو تم کو خبر کر دیتا اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى
تحقیق وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی ان کمالون کو جو تجھہ مین ظاہر اور جلوہ گر ہین اور ہر ادنیٰ اعلیٰ اسکو دیکھتا ہی
اور جانتا ہی انکو جو کہ ہنوز تیری استعداد کی تہ مین پوشیدہ ہین اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی
سے نکلکر ظہور کا لباس پہنینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے استادی سے تسلی فرمادی
تا کہ حفظ قرآن سے ان کا دل فارغ ہو اور جان لین کہ یہہ پودہ بے شک اور شبہہ پھلنے والا ہی اسطرحکی
یہہ بات نہین ہی کہ جیسے دوسرے انسانون کے استاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص
بعضے عارضون کے سبب سے ناقص رہجاتا ہی تو اب دوسرے علمون کی حفاظت سے بھی آپ کی خاطر جمع فرماتے
ہین وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى اور آسان کر دینگے ہم تجھپر آسانی کی راہ چلنا جو اللہ کی طرف سے راستون مین سے
بہت نزدیک کا راستا ہی معرفت مین اور عبادت مین اور ملک اور ملت کی سیاست مین بھی پس جو جو علم کہ ان
تینون چیزونسے متعلق ہین فوارے مانند تیرے دلسے جوش مارینگے اور ان علمون کے حاصل کرنے مین
کچھ محنت اور مشقت نہ کھینچیگا اور کسی کتاب اور دستور العمل اور مرشد اور استاد کا بھی محتاج نہ ہوگا پھر
جب حقیقت مین بات یون ٹھہری تو تجھکو یاد کرنی قرآن اور دوسرے علمون کے مبالغہ اور کوشش
ضرور نہین ہی بلکہ تجھکو چاہیئے کہ دوسرون کو انکے بھولے ہوئے علم یاد دلاوے اور کامل ہونیسے کامل کرنیکی طرف

رجوع کرے کہ ہمنے تجھکو محض امت کی تکمیل کی محنت اور رنج کیواسطے بھیجا ہے اور تمہاری تکمیل ہمارے ذمہ پر
ہے چنانچہ فرماتے ہیں فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ پھر یاد دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا تاکہ
تیرا کمال متعدی ہو جاوے اور ہزارون آدمی تیرے رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہے
جواب طلب کہ اکثر مفسر اس سے رنج ذاب مین ہین وہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تذکیر اور
وعظ و پند دینا تھا کوئی قبول کرے یا نہ کرے پھر اس شرط کو کس واسطے بڑھایا ہے یہان تک کہ بعضے
مفسرون نے کہا ہے کہ مراد الٰہی یہہ ہے کہ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ وَإِنْ لَمْ تَنْفَعْ بس ایک قرینے کو محذوف
رکھا ہے چنانچہ رَبُّ الْمَشَارِقِ اور سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ مین بیان کیا ہے اور دوسرے جواب بھی اسی قیاس سے
ذکر کئے ہین اور تحقیق مقام کی یہہ ہے کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہ سب شروط ہین قبولیت کے ظن کے
ساتھ اور منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کا نہین ہے ان حکم الٰہی کا پہنچانا اور
ڈرانا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تاکہ الزام حجت کا ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا بہ نسبت ہر شخص کے
ضرور ہے لیکن اسکو تذکیر اور موعظ نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول صریح یہی ہے کہ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ
وَكَفَرَ استثنا ہے فَذَكِّرْ سے تو اس سے صراحۃً یہی شرط بوجھی جاتی ہے اور یہہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ یہہ شرط
تذکیر کیواسطے امر کی تاکید کے لئے ہو یعنے اگر کسیکو تذکیر نفع کرے تو تجھکو تذکیر کرنا چاہئے اور یقین ہے کہ تذکیر
البتہ عالم مین کسکو نفع کریگی گو ہر کسیکو نفع نکرے بس گویا متعلق ہونا ایک شی کا ایسی چیز پر ہو احسن کا
واقع ہونا ضروری ہے کہ امر موجب تاکید کا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ
مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ اور یہان پر دو سوال دوسرے بھی تفسیر والے
بیان کرتے ہین اول تو یہہ کہ معلق کرنا کسی شرط پر اس شخص کے واسطے جائز ہے جسکو کام کے
انجام کی خبر نہو اور اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اس کے کلام مین تعلیق کے کیا
معنے ہونگے اس کا جواب یہہ ہے کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہر کی چیزون
کے واسطے ہے پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہے اسیواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت
خضر علیہ السلام پر ان کی حرکتون مین جو ظاہر مین بری تھین اور باطن مین اچھی گرفت فرمائی اور حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہمکلام ہونےمین ارشاد ہوا کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى
یعنے فرعون سے کلام نرم کرو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم آلہی مین مقرر تھا کہ وہ
نصیحت قبول نکریگا اور حق تعالیٰ سے نہ ڈریگا دوسرا یہہ کہ وعظ کا نام تذکیر کسواسطے رکھا ہے حالانکہ
عرب کی لغت مین تذکیر کے معنے یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا اس چیز مین ہوتا ہے جو اوّل سے معلوم ہو لیکن پیچھے
الحال بھول گئی ہو جواب اسکا یہہ ہے کہ دین کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اس ذات پاک کی عقلو نمین بنی آدم کے
موافق اصل جبلت کے گڑی ہوئی ہے چنانچہ فرمایا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا پس گویا ہر شخص کی ذات
مین دین کے کامونپر علم حاصل ہے لیکن بسبب پیدا ہونے موانع کے بھول گیا ہے اب وعظ اور نصیحت پیغمبرونکی اُس
بھولے ہوئے علم کو یاد دلانے کے واسطے ہے اسیواسطے بعضے عقلا نے کہا ہے کہ ارواح بنی آدم کی ان چیزونکو
جنکا جاننا ضرور ہے بدن کے تعلق سے پہلے جانتے ہین لیکن جب اس دنیا مین آئین اور بدن کی تدبیر مین مشغول
ہو گئین تو وے سب بھول گئین جیسے کمال بڑھاپے کی حالت مین تدبیر بدن کی مشکل پڑجاتی ہے تو پچھلی یاد باتین
بھول جاتی ہین پس انکو یہی معلوم باتین جو بھول گئے ہین انبیا اور واعظ یاد دلاتے ہین چنانچہ اس حدیث سے بھی ایسی باتکی
بو آتی ہے اور وہ حدیث یہہ ہے اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ مَّا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ سب روحین
مثل لشکر کے اکٹھا کی گئین ہین جسسے پہچان وہان کی ہے اُسسے دنیا مین آپس مین محبت ہوتی ہے اور جسسے پہچان نہین
ان مین محبت نہین ہوتی اور افلاطون حکیم سے بھی یہی منقول ہے کہ اپنے شاگردون سے
کہتا تھا اِنِّیْ لَسْتُ اُعَلِّمُكُمْ مَا كُنْتُمْ تَجْهَلُوْنَ وَلٰكِنِّیْ اُذَكِّرُكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ بیشک مین تمکو نہین سکھلاتا جو تم کو
نہین معلوم ہے ولیکن یاد دلاتا ہون مین تمکو جو تم جانتے تھے اور جو بیان فرمایا کہ تجھکو خلق اللہ کے نفع کیواسطے تذکیر کرنا
چاہئے اب اس شخص کا حال جسکو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا بیان فرماتے ہین سَیَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى اب سمجھ جاویگا جسکو اللہ
کا ڈر ہے ہرچند تجھکو علی العموم نصیحت کرنا فرض ہے لیکن ہر شخصکو اس سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ نفع اسکا استعداد کی شرط کے
ساتھ مشروط ہے اسیواسطے کہا گیا ہے بیت اصل استعداد شرط صحبت است مرد چون کور ست عینک لعبت است
اور خدا کے خوف کی علامت دل کا نرم ہونا ہے اور سلامت رکھنا جانکا ہم صحبتون کی بیہودہ اور پوچ باتون سے
تاکہ نورانیت اور صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل نجاوے اور نبوت کی شعاع سے روشنی قبول کرتی رہے

اور بعضے مفسرون نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین کہ بار بار نصیحت کر اگر ایکبار کی بھی نصیحت نے نفع کیا ہو اسواسطے کہ جلد نصیحت وہی قبول کریگا جو ایک ہی بار نصیحت کرنیمین خدا سے ڈرا اب اس صورت مین اشکال بھی بالکل جاتا رہا اور اس شخص کی علامت بھی جسکو نصیحت نفع کرے بیان ہوگئی اور تفصیل کا باب جو تکرار کے مضمون پر دلالت کرتا ہے سو ان مضمون کے سبب سے نہایت مناسبت اس سے پائی گئی اور جب فایدہ لینے والون کی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب فائدہ نہ لینے والون کا بیان فرماتے ہین وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى اور کنارہ پکڑیگا اس نصیحت سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہے اور حقیقت مین یہہ شخص وہ ہے جو کچھ بھی خدا کا خوف نہین رکھتا ہے اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہے بس حقیقت کلام کی اس طرح سے تھی کہ وَيَتَجَنَّبُهَا مَنْ لَا يَخْشَى لیکن اسبات کی آگاہی کیواسطے کہ جو شخص کہ خدا کا خوف نہین رکھتا ہے نہایت بدبخت ہے اسواسطے اشقی کو من لا یخشی کی جاے پر لائے ہین آپ یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ آدمی کی شقاوت یہہ ہے کہ عمل اوراعتقاد اس کا درست نہو اگرچہ جس کا عمل نادرست ہے اور اعتقاد درست ہے وہ بھی شقی ہے لیکن جو شخص کہ اعتقاد بھی فاسد رکھتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بدبخت ہے پھر اگر کوئی قصور اسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے ہے یا مالوف ہونے اور تقلید کرنیسے کسی مذہب کی مذاہب باطلہ سے تو اسکو ممکن ہے کہ نیک نصیحت سے اور مرشد کے سمجھانیسے راہ پر آجاوے اور جسکا اعتقاد بہ سبب عناد کے نادرست ہے یعنے دیدہ و دانستہ انکار حق کے کئے جاتا ہے اور ایک بڑا حجاب کثیف اسکے استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہے جو ہرگز تعلیم سے معلم کی اور ارشاد سے مرشد کی اصلاح اسکی ممکن نہین رہی ہے یعنے بدبختی کی نہایت کو پہنچا ہے لَا يَنْفَعُ الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ جسکی شان مین واقع ہے چنانچہ اس آیۃ مین شقی سے وہی مراد ہے سو انجام اسکے کام کا یہہ ہے کہ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى یعنے یہہ شخص وہ ہے جو داخل ہوگا بڑی آگ مین جسکا وصف سورۂ واللیل مین ہے یعنے فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى اور وہ ایک آگ ہے نیچے کے طبقے مین دوزخ کے جو ساتوان درجہ ہے اور فرعون والے اور اس امت کے منافق اور حضرت عیسی علیہ السلام کے مانندنیکے منکر اسی طبقے مین ہونگے دوسرے طبقون کی آگ سے سو حصہ مین وہ بہت تیز ہے اور ہر چند کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ نَارُكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

کالن ۲۸

کلھن مثل حرھا یعنے یہہ دنیا کی آگ ستروان حصہ ہہ دوزخ کی آگ سے گرمی مین لبس دوزخکی آگ کی
اصل بہ نسبت دنیا کی آگ کے بہت بڑی اور بزرگ ہہ اسیواسطے حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہہ کہ نار
کبریٰ جہنم کی آگ ہہ اور نار صغریٰ دنیا کی آگ ہہ لیکن جو آگ کہ اس درکے مین ہہ بہ نسبت دوسرے درکون کے
جہنم کی آگ کا حکم رکھتی ہہ دنیا کی آگ کی نسبت سے لبس آتش کبریٰ حقیقت مین وہی آگ ہہ اور اُس
آگ کی گرمی کی زیادتی کا سبب بہ نسبت دوسری آگون کے اس مثال سے سمجھ لیا چاہیئے کہ دنیا کی آگ
سرد ملک مین عین سردیکے موسم مین برف پڑنیکی حالت مین سردیکے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے
ملاحی اور سقائی ہہ علی الخصوص بڑھاپے مین خصوصًا جب مزاج بھی سرد ہو یعنے بوڑھے بلغمی مزاج پر کس قدر
سوزش رکھتی ہہ جس کا تحمل بدن پر نہین ہوسکتا پھر وہی آگ گرم ملک مین عین دوپہر کیوقت گرمی کے
موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے باورچی گری اور نان پزی علی الخصوص جوان صفراوی
مزاجکو کہ روزہ دار بھی ہو اور تپ بھی چڑھی ہو توقیاس کر لیا چاہیئے کہ کتنا تفاوت رکھتی ہہ لبس اسی قیاس پر تفاوت
اس آگ کی گرمی کا دوسری آگون کی گرمی سے قیاس کر لیا چاہیئے وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ اَصْنَافِ النَّارِ اور
دنیا مین جو مصیبت آدمی کو پیش آتی ہہ نہایت اسکا یہہ ہہ کہ موت کو پہنچا دیتی ہہ پھر موت موجب
خلاصی اور راحت کا اس مصیبت سے ہو جاتی ہہ لیکن اس بدبخت کو اس راحت سے بھی محروم رکھا ہہ اسواسطے
کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک نہو ویگا چنانچہ فرمایا ہہ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا پھر باوجود اُسعذابکی
شدت کے اور دراز ہونے مدت کے بھی نہ مرے گا تا کہ مرنے کے سبب سے جسم اس کا اس بلا سے خلاصی پاوے
اور روحکو اسکی اس دکھ سے نجات ملے کیونکہ بنیاد اس عالم کے بدنون کی ایسی نہوگی کہ روح اُن سے
جدا ہوسکے اور بھید اُس مین یہہ ہہ کہ احکام روح کے اس عالم مین بدن پر غالب ہونگے اور بدن وہان حکم
روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہہ اسیواسطے دنیا مین ہرچند کہ محنتین سخت اور مصیبتین
بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین ہوتی ہہ بلکہ نہایت بیقراری اور دکھ سے بدن کو چھوڑ کر چلی جاتی
ہہ اور وہان کے بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے اسواسطے بکڑنا ترکیب کا بھی ان سے غیر ممکن ہوگا وَلَا
يَحْيٰى اور نہ جیئے گا اسواسطے کہ اسکی روح ہمیشہ دکھ اور عذاب مین مبتلا رہیگی یہانتک کہ موتکو آرزو کرینگے

اور موت نہ آویگی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین گویا زندگانی نہین ہے سہ عمر چون خوش گذرد زندگیِ خضر
کم ہست ورنہ ناخوش گذرد نیم نفس بسیار ست سو پوست اُن کے بدن کا آگ کی تاثیر سے جل جاویگا پھر رونگٹے
غلبے کے سبب سے آناً فاناً دوسرا نیا چمڑا پیدا ہوگا تاکہ اس مین ایذا اور دکھ زیادہ ہو چنانچہ دنیا مین زخم پرانگور آنیکے
بعد تجربہ مین آچکا ہے اور جو آیۃ سیذکر من یخشیٰ مین اس شخص کا بیان جو تذکیر سے پیغمبرون کی فائدہ مند ہوتا ہی
کیا گیا تو اب فرماتے ہین کہ بزرگون کی پند اور نصیحت سننے سے خوف الٰہی کا پیدا ہونا آدمی کے دلمین ابتدا ہی
کمال کی اور انتہا کمال کی دوسری چیز ہے بس اعتماد کرنا فقط خوف ہونے پر بیجا ہے کیونکہ اگر وہ خوف دل کے خیال
کی مانند آیا اور چلا گیا تو کچھ کام آنیوالا نہین جب تک دلمین جم نجاوے اور ہر ہر عضو کو برے کامون سے باز نرکھے
اور اچھے کامون پر قایم نکرے پھر جب ایسا ہوگیا تو اسوقت قابل اعتبار کے ہوا اور سبب رستگاری کا قَدْ
اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی تحقیق مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اول دلکی پاکی کفر اور شرک سے اور
باطل عقیدون سے اور بری نیتون اور بداخلاق سے جیسے غل یعنے بدباطنی اور حقد یعنے کینہ اور دغابازی اور
حسد اور تکبر اور سوائے اسکے جو اسطرحکی چیزین ہین دوسری بدن کی اور کپڑون کی پاکی نجاستون سے
جیسے پیپ لہو پیشاب پاخانہ منی مذی اور سوائے اسکے تیسری پاکی بدن کی حدث اور جنابت سے وضو اور غسل کے
ساتھ چوتھی پاکی بدن کی پیدا ہونیوالی چیزون سے جیسے ناف کے نیچے کے بال اور بغل کے اور ناخن اور بدن کا
میل اور سوائے اسکے اور اگر کسی کی ڈاڑھی یا سر کے بال لنبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعہ کے دن ان بالونکو دھونا اور
کنگھی کرنا اور عطر ملنا سنت مؤکدہ ہے پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور سود وغیرہ سے
بچانے سے اور دوسرطور کے حرام مالون سے جیسے جوا اور زنا کی اُجرت اور سینگیان لگانے کی اجرت یا جو نجس
چیزون کی تجارت سے حاصل ہون جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اُجرت اور دوسرے کام جنمین نجاست ہاتھ مین پھرنا
پڑے وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ پھر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین
ہے اور قراءت اور تسبیح اور تشہد مین اور حاضر رکھنا دل کا درمیان مین نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا
سوائے نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ہے استعداد کی صفائی اور کمالات کے زیادتی کا اور جس قدر کہ ذکر
مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا ہے اسیقدر معرفت کا درخت بڑھتا ہے فَصَلّٰی پھر نماز پڑھی اور

جس ذکر کو کہ دل اور زبان سے کرتا ہے اسکو جوارح سے یعنے ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت
ظاہر مین بنائی اور دل اور زبان اور جوارح یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت سے منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل
کرے حضرت مولنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت مین اشارہ ہے سلوک کی منزلونکی طرف
کہ اول سالک توبہ کرتا ہے اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہے یعنے پاک اور صاف کرنا نفس کا بری صفتون
سے اور نیک صفتون کو حاصل کرنا بعد اسکے ہمیشگی کرتا ہے ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی پر بعد
اسکے پہنچتا ہے مشاہدات کے مقام کو سو قد افلح من تزکی اشارہ ہے اول مرتبے کی طرف اور وذکر اسم ربہ
اشارہ ہے ذکر قلبی کے ہمیشگی کی طرف اور فصلی اشارہ ہے مشاہدے کا مرتبہ حاصل ہونے کی طرف چنانچہ
اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے یہی معنے ہین اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی صدقہ
فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے راستے مین بھی تکبیرین کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہنچنے کے بعد بھی کہے
اور عید کی نماز پڑھے تو مین امیدوار ہون کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکی کا لفظ اسی تزکیہ
زکوۃ سے ماخوذ ہے اور صدقہ فطر کا واجب ہو یا فرض حکم زکوۃ کا رکھتا ہے پس یہہ لفظ اشارہ ہے صدقہ
فطر کے دینے کے واسطے اور وذکر اسم ربہ اشارہ ہے عید کی تکبیرون کی طرف اور فصلی اشارہ ہے عید کی
نماز کی طرف سو مقصود حضرت امیر المومنین کا اس تفسیر سے یہہ ہے کہ ہر جگہہ پر قرآن مین زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد
آیا ہے اور یہان پر زکوۃ کو جو نماز پر بلکہ ذکر پر بھی مقدم کیا ہے تو ضرور کوئی خاص صدقہ مراد ہے جسمین یہ تینون
کام ترتیب سے واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوائے اس صورت کے نہین ہے اور اکثر فقہا نے ان تینون سے
شرطین اور ارکان نماز کے مراد رکھے ہین اور کہتے ہین کہ تزکی اشارہ ہے طہارت کی طرف وضو ہو یا غسل یا تیمم
اور وذکر اسم ربہ اشارہ ہے تکبیر تحریمہ کی طرف اور فصلی اشارہ ہے نماز ادا کرنے کی طرف اور حضرت امام اعظم
رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہہ کے اس آیت سے نکالے ہین ایک یہہ کہ تحریمہ باندھنے کیوقت
بالخصوص اللہ اکبر کا کہنا لازم نہین ہے جو چیز کہ خدا کا ذکر ہو سکے کفایت کرتی ہے جیسے اَلرَّحْمٰنُ
اَعْظَمُ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا سُبْحَانَ اللّٰهِ مگر جو ذکر کہ ملا ہوا غرض اور حاجت سے ہو تو نماز کا شروع اُسے
جایز نہین جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ کیونکہ ذکر خالص نہین ہے اور دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط

ہے رکن نہین ہے یعنے نماز مین داخل نہین ہے کیونکہ فصلیٰ کو ذکر اسم ربہ کے بعد حرف عطف کے ساتھ لائے ہین جو معطوف اور معطوف علیہ کی مغائرت پر دلالت کرتا ہے اور اسی مذہب سے یہہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر نماز کی شرطین جیسے طہارت اور ستر عورت اور رو بقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کے وقت کسیکو حاصل نہوا اور بلا فصل بعد اُسکے حاصل ہو جاوے تو نماز اس کی درست ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ تکبیر تحریمہ بھی نماز مین داخل ہے اس واسطے کہ تکبیر مذکور قیام کی حالت مین واقع ہوئی ہے اور قیام نماز کا رکن ہے اور جو ارکان کہ بطور فرضیت کے مقرر ہوئے ہین وے بھی نماز کے ارکان ہین پس سب شرطین نماز کی انکے مذہب پر تکبیر تحریمہ کے وقت ضرور چاہیئے اور جو ان آیتون مین فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور نجات سے عذاب کے تطہر اور ذکر اور نماز پر موقوف ہے اسواسطے کہ یہہ خدا انکے خوف کا پھل ہے تو مقام اسبات کا تھا کہ شاید کافر بطریق شبہہ کے ذکر کرین کہ ہمکو باوجود کمال عقل و دانش کے کسواسطے ان اعمالون اور افعالون کی خوبی معلوم ہوتی نہین اور فلاح کی تحصیل ان چیزون پر موقوف ہونا کسواسطے ہماری نظرون سے پوشیدہ اور مخفی رکھا ہے سواسکے جواب مین فرماتے ہین کہ تم سب لوگ بسبب شقاوت ازلی کے ان چیزون کے کمال کو نہین جانتے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ اختیار کرتے ہو تم دنیا کی زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک چراگاہ سبز ہے آخر انجام اسکا سوکھی گھاس کی طرح سیاہ ہو جانا ہے اور تم دنیا کی موجودلذتون کو اور دنیا کی نام آوری اور حکومت کو کمال جانتے ہو بلکہ کمال کو اسین منحصر جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز اس قابل نہین کہ آخرت کی زندگانی پر ترجیح دی جاوے کیونکہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت بالکل نیکی ہے بدی کو اسمین گنجایش نہین بخلاف دنیا کی زندگانی کے کہ کتنا ہی نعمت اور حشمت اور چین سے گذرے لیکن رنج اور فکر اور غم اسکو لازم ہے اور کوئی نعمت دنیا کی ایسی نہین جسکے پیچھے دکھ اور درد ضعف اور کملانا لگا نہو اور اگر بالفرض دنیا نیک ہو یعنی دنیا بخوبی گذری کسیطرحکا رنج اور غم دیکھنے مین نہ آیا اگرچہ یہہ فرض محال ہے پھر دنیا اس قابل نہین ہے کہ آخرت پر ترجیح دیجاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہے اور آخرت باقی چنانچہ فرمایا ہے وَاَبْقٰى اور آخرت بہت باقی ہے دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہرچند کہ دراز و طول ہو لیکن فنا اسکے پیچھے لگی ہے اور آخرت کی بقا کو فنا کا کھٹکا نہین ہے اسیواسطے کہا گیا ہے سے حاصل دنیا زکہن تا بہ نو چون گذرندہ ست نیرزد بجو غرض دنیا سے یہی ہے کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کریے اسواسطے کہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ یعنے دنیا کھیتی

ہے آخرت کی چنانچہ عقلا نے کہا ہے کہ دنیا کو جلتے گھر کی طرح سے سمجھ کر جہان تک ہو سکے اس مین سے باہر نکال سہ
حافظا عمر عزیز ست غنیمت دانش کوئی چیزی کہ توانی بہ براز مید انش نکتہ فہمون نے کہا ہے کہ اس کلام اعجاز
نظام مین با وجود کمال اختصار کے دو دلیلین قوی مذکور ہین اسبات پر کہ دنیا کو ترجیح دینا آخرت پر خلاف عقل و رباطل
ہے اور یے دونون دلیلین یے ہین یعنے ایک تو خیر ہونا اور دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل ہرگز ادنی کو اعلی کے بدلے
مین نہ لیگا اسیطرحسے فانی کو باقی کے بدلے اختیار نہ کریگا بس ترجیح دنیا کی آخرت پر تاجرون کے عقل کے بھی خلاف ہے
جو بادشاہون اور امیرون اور علما اور حکما سے بہت کم عقل رکھتے ہین اور جو یہہ مضمون یعنے ترجیح دنیا کی آخرت پر چاہیے
اور دلکو دنیا سے نہ لگایا چاہیئے بنی آدم کے نفوس کے خلاف دیکھا اسواسطے کہ ان کی جبلت مین محبت دنیا کی اور فہم پھرانا
آخرت سے مودو دیعت ہے چنانچہ آخرت کی ترجیح کو وہم بھی انکا باور نہین کرتا لاچار اس مطلب کے ثابت کرنے کیواسطے اگلی
کتابون کی سند لائے جو عالم کے اکثر فرقون کے نزدیک علی الخصوص عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم الثبوت ہین
اور فرمایا اِنَّ هٰذَا تحقیق یہہ مضمون یعنی قد افلح من تزکی سے یہان تک جو مذکور ہوا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى البتہ
اگلی کتابون مین بھی مذکور ہے کسی وقت مین یہہ مضمون منسوخ نہین ہوا صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى صحیفون
مین حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے یعنے جو ان پر آسمان سے نازل ہوتے تے بستی یہہ
مضمون دین اور شریعت کے ایسے کلی قاعدون سے ہے جو کسی پیغمبر کے زمانے مین متغیر نہین ہوا اور انکار
اسکا گویا علوم نظریہ کا انکار ہے جو سوفسطائیون کا کام ہے اور کشاف مین اور بعضے حدیثون کی کتابون مین
بھی سند ضعیف سے دیکھنے مین آیا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ اللہ تعالی کی طرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی ہین آپ نے فرمایا کہ ایک سو چار کتابین حضرت شیث
علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس اور توریت
اور انجیل اور زبور اور فرقان اور طیبی نے کشاف کے حاشیہ مین ایک سو چودہ بیان کئے ہین چنانچہ
دس صحیفے سوائے توریت کے موسی علیہ السلام پر زیادہ کہتے ہین واللہ اعلم لیکن یہودیون سے
سنے مین نہین آیا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر سوائے توریت کے دوسرے صحیفے بھی نازل ہوئے
ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے موجود ہین ان مین طرح طرح کے وعظ اور نصیحتین ہین چنانچہ

ان مین سے ایک یہہ ہے کہ یَنبَغِی لِلعَاقِلِ اَن یَکُونَ حَافِظًا لِلِسَانِہٖ عَارِفًا بِزَمَانِہٖ مُقبِلًا عَلٰی شَانِہٖ
یعنے عاقل کو چاہیے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکھے اور اپنے زمانیکو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہو جاوے

سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ

یہہ سورۃ مکی ہے اسمین سولہ آیتین اور بہتر کلمے اور ایک سو اکیانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازون مین خصوصًا جمعہ کی اور عشا کی نماز مین اس سورتکو سبح اسم ربک الاعلی
کے ساتھ دونون رکعتون مین پڑھتے تھے پس ربط اس سورتکا سبح اسم کی سورت کے ساتھ اشارۂ نبوی سے
ثابت ہوا اسیواسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنے کے وقت اس سورت کو سبح اسم کی سورت کے پیچھے
رکھا ہے اور تامل کرنے سے بہت سی وجہین ربط کی ظاہر بین بھی نظر آتی ہین چنانچہ ان مین سے ایک
یہہ ہے کہ اس سورت مین فذکر انما انت مذکر ہے اور اس سورت مین فذکر ان نفعت
الذکری ہے اور اس سورت مین تصلی نارا حامیۃ ہے اور اس سورت مین یصلی
النار الکبری واقع ہے اور ختم اس سورت کا اس مضمون پر ہے کہ دنیا کی زندگانی کو
اختیار کرنا برا ہے اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہے اور اس سورت مین تفصیل ان لوگون کے حال
کی ہے جو دنیا کی لذتون مین مشغول ہین اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہین اور ان لوگون کا حال
ہے جو دنیا مین آخرت کی زندگی کے واسطے مشقتین کھینچی ہین اور آخرت کی خوبی کی تفصیل بھی
ہے یعنے طرح طرح کی نعمتین وہان موجود ہین اور سب باقی غیر فانی ہین پس گویا اس بابت مین یہہ
سورت تمامی اس سورت کی ہے اگرچہ انتظام مین کلام کے مشابہت کم ہے اور اس سورتکو سورۂ غاشیہ اسواسطے کہتے
ہین کہ یہہ نام ہے قیامتکا اور اس سورت مین ابتدا سے قیامت کے احوال سے ڈرانا مذکور ہے اور قیامت کے حالات سے ڈرانا اصل مقصود قرآنکا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھَل اَتٰکَ حَدِیثُ الغَاشِیَۃِ ؕ کیا پہنچی تجھکو قیامت کی خبر یعنی لوگون سے کیا کرے گی اور غاشیہ عرب کی لغت مین

اس چیز کو کہتے ہین جو چھپا لیتی ہے اسیواسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہین اور قیامت کا حادثہ بھی کئی چیزونکو
چھپا ویگا اوّل ہوش کو کہ شدت ہول کے سبب سے پوشیدہ ہو جاویگا دوسرے بدن کو سب طرف سے یعنے اوپر اور نیچے
آگے اور پیچھے داہنے اور بائین سے اس روز عذاب چھپاویگا چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہے یَوْمَ یَغْشٰہُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ وَتَغْشٰی وُجُوْہَہُمُ النَّارُ تیسرے کافر ونکے نیک کامونکو
اور مسلمانون کے برے کامونکو چھپاویگی اوّل کو جو حبط سے اور دوسرونکو عفو سے اور غرض اس پوچھنے
سے کہ تجھکو کچھ قیامت کی خبر پہنچی ہے یہہ ہے کہ سننے والا کمال توجہ سے کان دھر کے متوجہ ہو جاوے اور
آئندہ کی بات کو دل لگا کر سنے چنانچہ بعد خبردار کرنے اور جتانے کے اسدن کا معاملہ لوگونسے بیان
فرماتے ہین وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کتنے منہہ اس روز ذلیل اور خوار ہونگے ہر چند کہ ذلت اور خواری
صفت چہرے والون کی ہے لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہرون پر ظاہر ہوتے ہین تو گویا ذلت
اور خواری صفت چہرون کی ہوئی اور عرب کا قاعدہ ہے کہ منہہ اور گردن اور سر سے شخص کی ذات کو
تعبیر کرتے ہین کیونکہ یہہ اعضا ہر شخص کی ذات کے بقا کا سبب ہین بس گویا قایم مقام ذات کے ہین اور یہ
چہرے ان لوگون کے چہرے ہونگے جو دنیا مین کبھی خوف اور فروتنی اور ذلت اور خواری دین کے مقدمون
مین اپنے اوپر پسند نہ رکھتے تھے اور رنج اور مشقت دینی سے استراحت ڈھونڈھتے تھے بلکہ صورت
آرائی اور تن پروری مین مشغول اور حریص تھے چنانچہ کھانے مزیدار اور ٹھنڈے شربتونکا پینا اور خوشبوئونکا
استعمال کرنا یہی دنیا سے انکو مقصود تھا سو اسدن اس کاہلی اور تن پروری کی عوض اُنکو ذلت اور خواری
مین گرفتار کرینگے اور اگر دین کے مقدمون مین اور اللہ تعالیٰ کی عبادتون مین خوف اور عاجزی دنیا مین اُنکو
نصیب ہوتی تو بہت بڑے درجے ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کامون مین جو اپنی تن پروری کے سبب سے
دل چراتے تھے تو اسکے بدلے مین اس روز اعمال شاقہ کی تکلیف اور رنج بے حساب اُنکو ملےگا
چنانچہ فرمایا ہے عَامِلَۃٌ یعنے وے چہرے اس روز کام کرینگے یعنے محنت کے کامون مین پھنسے ہونگے
جیسے آگ کے پہاڑون پر دوزخ مین چڑھنا اور طوق اور زنجیرون مین جکڑے ہوئے پھرنا
اور دوزخ کی آگ مین دھس جانا جیسے اونٹ دلدل مین دھس جاتا ہے اور تفصیل اس اعمال

ساقہ کی جو اس روز واقع ہوینگے دوسری سورتون مین مذکور ہے جیسے سارھقہ صعودا اور خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ ویوم یدعون الی نار جہنم دعا و یطوفون بینہا و بین حمیم ان اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مانع زکوٰۃ کو چاندی سونے کے تختون سے آگ مین گرم کر کے داغ دینگے پیشانی اور پہلو اور پشت پر اور جو لوگ کہ چارپائے رکھتے تھے اور حق تعالی کا حق ان چوپایون مین سے ادا نہین کرتے تھے تو وے لوگ قیامت کے میدان مین چت لگائے جاوینگے اور ان جانورون کو حکم ہوگا کہ ان کو روندوا ور تصویر بنانے والون کو تکلیف دینگے کہ اپنی بنائی ہوئی تصویرون مین جان ڈالو اور ان لوگون کو جو جھوٹے خواب بنا تے ہین حکم ہوگا کہ دو جو مین گرہ لگاؤ اور جو لوگ حق بات سے چپ رہتے ہین آگ کے لگام ان کے منہہ مین ڈالینگے اور علی ہذا القیاس ناصبۃ وے چہرے اس روز ان اعمالون کے سبب سے دکھ اٹھاوینگے اسواسطے بھاری کام جو توقع پر ثواب اور تحسین کے ہو تو محض رنج ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ عمل اور رنج دونو دنیا ہی مین ہین اور مراد ان چہرون سے چہرے باطل ریاضت کرنیوالون کے ہین جیسے ہنود اور یہود اور نصارے اور دوسرے باطل دین والے جو دنیا مین عمل سخت خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اٹھاتے ہین اسواسطے کہ ریاضتین ان کی اپنے وقت کے پیغمبرون کی انکار کے سبب سے بیفائدہ اور اکارت ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہے اور وے چہرے عیاشون اور دولتمندون اور مال و جاہ کے طالبون کے چہرے ہین جو ان چیزون کے حاصل کرنے مین بڑی بڑی محنتین اور مشقتین دنیا مین کرتے تھے سو آخرت مین پھل ان تکلیفون کا رنج بیہودہ اور مشقتین بیفائدہ حاصل ہونگی بلکہ فقط اس رنج بیہودہ پر اکتفا نہ ہوگا بلکہ کچھہ اور اسکے ساتھہ زیادہ کیا جاویگا چنانچہ اس آیت مین اسیکا بیان ہے تصلی نارا حامیۃ پیٹھین گے دہکتی آگ مین بدلے مین اسکے جو خدا سے غافل ہو کر ہوا اڑاتے تھے اور رنگ محلون اور شبستانون مین رہا کرتے تھے اور بیان اس آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون وارد ہے کہ ایک ہزار برس تک وہ آگ پھونکی گئی تو سفید ہو گئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سیاہ ہو گئی اب ایسی سیاہی پر ہے اور جب دوزخی ہوا کی گرمی انکے اندر نہایت تشنگی پیدا کریگی تو بے اختیار

پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہہ پیاس دفع ہو جاوے تو اسوقت تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ
پلائے جاوینگے پانی کھولتے چشمے سے جسکے پیتے ہی ان کے ہونٹھ کباب ہو جاوینگے اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر
گر پڑینگی پھر فوراً درست ہو جاوینگی اسیطور سے عذاب میں گرفتار رہینگے اور یہہ مہمانی انکے عوض میں ان شربتوں اور ٹھنڈے مزے جو
گلاب اور کیوڑے سے ڈالکے برف میں ٹھنڈا کر کے پیتے تھے اور جب دوزخی لوؤن کی گرمی اور آتش پانی کی گرمی پیٹ میں
ان کے جمع ہو کر بھوک کی آگ کو بھڑکاوینگی تو ایک ہزار برس بھوک کا عذاب اونپر مسلط ہوگا اور حدیث
شریف میں وارد ہے کہ یہہ بھوک کا عذاب ایسا سخت ہوگا کہ دوزخیوں کو دوزخ کے سارے عذابوں کے
برابر معلوم ہوگا پھر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ ان کو کچھ کھلاؤ لیکن لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ
نہین ہے انکے واسطے وہان کوئی کھانا کہ عوض میں ان میٹھے سلونے مٹھے ویا چٹ پٹے چاشنی دار وجود نیا مین
لذتوں اور فربہ ہونے اور رنگ روپ نکلنے کیواسطے تناول کرتے تھے اور صبح سے شام تک طرح طرح کے کھانوں
کی باورچیوں کو فرمایشین کرتے رہتے تھے اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ مگر ضریع کے قسم سے اور ضریع نام ہے
ایک گھاس کا جو اکثر پانی کے کنارون پر ہوتی ہے اور جب تک سبز رہتی ہے تو اس کو شبرق
کہتے ہین اور اونٹون کے چارے کے کام مین آتی ہے اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل
ہو جاتی ہے پھر کوئی جانور اسکو نہین کھاتا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ وہان کی ضریع کو یہان کی ضریع پر
قیاس نہ کیا چاہئے کیونکہ وہ ایک چیز ہے آگ کے اندر چبھنے مین جیسے کانٹا اور کڑواہٹ مین ایلوے سے زیادہ
اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑھکر ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ جیسے دنیا مین جوہر خاک اور آب کا
طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہے اسیطرح دوزخ مین جوہر ناری طبیعتون پر وہان
کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہے پس حیوانات اور نباتات وہان کے ظاہر مین حیوانات اور نباتات
دنیا سے مشابہت رکھتے ہین اسواسطے کہ اسی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہین واللہ معنے مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہے
اور ہر چیز مین وہان کی سوزش اور ناریت موجود ہے اور کھانا کھانے سے تین چیزین مقصود ہوتی ہین یعنے لذت
یا موٹا کرنا بدن کا یا دفع کرنا بھوکھ کا سو ذکر کرنے سے ضریع کے اور اسکے وصفون کے جو حدیث شریف
مین وارد ہین لذت تو کوسون نزدیک نہین پھٹکتی اب باقی رہین دو چیزین جو بعضے وقت بد مزہ

کھانے سے بھی مقصود ہوتی ہین اسکی بھی نفی فرماتے ہین کہ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ نہ موٹا کرے
بدن کو اور نہ کام آوے بھوکھ مین اور فایدے کھانے کے یہی تین چیزین ہین پھر جو کھانا کہ ان تینون چیزون
سے خالی ہے تو گویا کہ کھانا نہین ہے کیونکہ اگر بدن کو موٹا کرتا تو بھی دوزخیون کو فایدہ ملتا کہ ایک قوت انکو
حاصل ہوتی اور سہنا عذاب کا اس قوت کے سبب سے انپر آسان ہو جاتا اور اگر بھوکھ کو دفع کرتا تو بھی البتہ
ایک طرحکا فایدہ ہوتا کہ بھوکھ کے عذاب سے رہائی پاتے سو یے کوئی فائدے وہان کے کھانے مین نہین
ہین باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اوّل یہہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین ہے کیونکہ دھوپ
گرمی کے موسم کی اکثر درختون کو جلا دیتی ہے تو آگ کی گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصًا دوزخ کی آگ جواب اسکا
یہہ ہے کہ وجود انسان کا اور وجود سانپ اور بچھوؤن کا جو اس آگ مین مسلم ہے پھر وجود نباتات مین کیا
تعجب ہے اور علاوہ اسکے یہہ بھی ہے کہ بعضے نباتات عین آفتاب کی گرمی کی شدتمین بڑھتے ہین اور سبز
اور ہرے رہتے ہین جیسے گوکھرو یا جواسا اور علیٰ ہذا القیاس بہت درخت گرمیون کے موسم مین بڑھتے
ہین پھر کیا بعید ہے کہ وہانکی آگ مین بھی اسیطرح کی تاثیر ودیعت ہو یعنے بعضے نباتات کو بڑھاوے
اور سرسبز کرے علی الخصوص جب کہ جوہر آتشی اصل طبیعت پر ان نباتات کی غالب ہو پھر از راہ تماثل کے آگ کی
گرمی سے مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے پاتا ہے دوسرا سوال یہہ ہے کہ اس آیۃ مین دوزخیونکا
کھانا فقط ضریع پر منحصر رکھا ہے کہ سوا اسکے انکو وہان دوسرا کھانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرے کھانے
بھی دوزخیون کے واسطے مذکور ہین جیسے زقوم چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ اور غسلین چنانچہ فرمایا ہے
وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ سو جواب اسکا یہہ ہے کہ دوزخکے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے مین فقط یہی کھانا ہوگا
اسکے سوا اور کچھ نملیگا اور وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ سے مراد اسی طبقے والے ہون تو اب کچھ اشکال باقی نرہا اور
بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد من ضریع سے خصوصیت ضریع کی نہین ہے بلکہ جو کچھ کہ ضریع کی جنس سے ہے
بے لذتی اور تلخی اور بد بوا اور موٹا نکرنے اور بھوک کے دفع نکرنے مین وہ سب ضریع مین داخل ہے یہانتک
کہ بعضے مفسرون نے ضریع کو فعیل جو مفعل کے معنون مین ہے جیسے حلیم اور بدیع مقرر کیا ہے اور معنے اسکے یون کہے ہین کہ جو
طعام کہ سبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ ضریع ہے اور اس صورتمین بھی اشکال دفع ہو جاتا ہے

اور جب دوزخیون کے کھانے اور پینے اور رہنے کی جائے کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب جنتیون کے
کھانے پینے رہنے کی جائے اور اسباب اور سامان کا بیان فرماتے ہین اور جو بہشتیون کے حال کا بیان تفصیل
اس اجمال کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہی حرف عطف کا یہان مذکور نہ کیا بخلاف سورۂ قیامت
کے کہ وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی اسواسطے کہ وہان تفصیل مجمل کی نہین ہی کیونکہ پہلے اجمال
نہین گذرا ہی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ کتنے منہہ اس روز خوش منظر اور نازک اندام ہونگے اسواسطے کہ علامتین
ذلت اور خواری اور خوف اور دہشت اور رنج اور محنت کی چہرون مین ان کی تاثیر نکرینگی کیونکہ ان چہرون والون
نے دنیا مین بہت سی تکلیفین اس روز کی سختی کی آسانی کے واسطے اٹھائی تھین اور محنتین اور مشقتین حقتعالی کی
خوشنودی کے واسطے اپنی جان اور تن پر گوارا رکھتے تھے چنانچہ فرماتے ہین لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ اپنی کوشش سے
اس روز خوش وخورم ہونگے کہ وہ کوشش ہماری ٹھکانے لگی اور بہت اچھا پھل پایا فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ وہ چہرے
ایک بلند باغ مین ہونگے اور بسبب اس بلندی کے ہول قیامت کا اور دوسری موذی چیزون کا وہان نہ پہنچیگا
اور دوزخکی بھاپ کا وہان اثر نہوگا بلکہ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً نہ سنینگے وہان بیہودہ بات بھرگا لی
گفتار اور لذت کی بات کا کیا ذکر ہی یا کہ پھر یاد اور الغیاث دوزخیون کا جو محض بیہودہ ہی وہان نہ پہنچیگا تاکہ
عیش انکا مکدر ہو جاوے اور یہہ صفت بہشتیون کو مقابلے مین تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً کے دی ہی اور مقابلے
مین کھولتے چشمے کے انکو فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ اس باغمین چشمہ ہی کہ پانی اسکا بہتا ہی برف سے ٹھنڈا اور شہد
سے میٹھا ہی اور مقابلے مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے انکو فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ اس باغمین تخت
ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اسپر بیٹھین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور نجس کھانے پینے کے
انکو وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ اور کوزے ترتیب سے چنے ہونگے انھین تختون پر یعنے جب خواہش کھانے یا پینے
کی جیسے شراب یا دودھ یا شہد کی انکو ہوگی تو بن مانگے اٹھا کر پینگے اور کھائینگے اسباب کی حاجت نہوگی
کہ تختون سے اترین اور محنت کرین اور ان کے فرش کیواسطے اس بہشت مین وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ اور مسند
اور توشکین برابر بطور صف کے بچھی ہونگی تاکہ جس مسند اور توشک پر چاہین لیٹین بیٹھین اور تکئے لگاوین
اور انکے مکانون مین وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ اور قالین ہونگے بکھرے پڑے تاکہ جس مکانمین چاہین ٭

بچھوا دین پھر جب حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورت مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹھٹھول کے
کہتے تھے کہ اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہے اسواسطے کہ دوزخیون کے رہنے کی جگہہ اور کھانا پینا انکا اسطرح
بیان کرتا ہے اور یہہ بھی کہتا ہے کہ اس عذاب شدید سے دوزخی مرینگے بھی نہین اور ابدالآباد تک زندہ رہینگے
حالانکہ آدمی اور جانورون کو اس قسم کے عذاب مین ایک لحظہ زندگی بسر لیجانا محال ہے اور بہشتیونکی تعریف مین کہتا ہے
کہ اونچے اونچے تختون پر بیٹھے ہونگے اور مشقت اور رنج کسیطرح کا نہ کھینچیگے حالانکہ بار بار اترنا چڑھنا اونچے اونچے
تختون پر یہہ بھی تو مشقت ہے اور یہہ بھی کہتا ہے کہ وہان کوزے پانی اور شراب کے بھرے دھرے ہونگے اور مسند اور قالین
بھی بچھے ہونگے حالانکہ جو بیٹھنے کے تخت ہوتے ہین انمین اس قدر گنجایش کہان ہوتی ہے اور دوسرے یہہ کہ اگر وے کوزے
ڈھل جاوین تو تمام فرش بھیگ جاوے اور قابل بیٹھنے کے نرہے حقتعالی نے انکے اس ٹھٹھول اور طعن کے جواب مین
یہہ آیۃ بھیجی اور حاصل جواب کا یہہ ہے کہ نمونہ بہشتیون اور دوزخیون کا عالم مین موجود ہے اور صورت بھی بہشت
اور دوزخکی نمودار ہے پھر کسواسطے بہشتیون اور دوزخیون کے احوال کا اور بہشت اور دوزخکی صفتونکا انکار
کرتے ہو اور ان چیزون مین جو تمہارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وے چار چیزین ہین اوّل جانورون
مین سے اونٹ ہے دوسرا بسائط علویہ سے آسمان ہے تیسرا معادنین سے پہاڑ ہین چوتھا بسائط سفلیہ سے
زمین ہے پس اوّل ذکر اونٹ کا فرماتے ہین أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ کیا نظر نہین کرتے اونٹونکی
طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے ہین چنانچہ پیدایش مین انکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیون کے دونون موجود ہین یعنی
ذات اور معاش مین اپنی مشابہت دوزخیون سے رکھتا ہے اور فوائد اور منفعتون مین مناسبت بہشتیون سے لیکن
مشابہت دوزخیون سے اپنی ذات اور معاش مین جو رکھتا ہے سو اس جہت سے ہے کہ باوجود اس قد اور ڈیل ڈول
کے ایسا ذلیل اور خوار ہے کہ ایک بچہ بالک جو اسکی مہار پکڑلے تو جہان چاہے وہان لئے پھرے اور جب
چاہے بٹھالے پھر لادکے جہان چاہے لیجاوے اور یہہ سب اسکے جہر کے خشوع کے سبب سے ہے کہ اسکی
ناک چھیدکے نکیل ڈالتے ہین پس اسکے سبب سے ذلیل اور ناہموار ہو جاتا ہے اور اکثر اسکے رہنے کی جگہہ گرم اور
ریگستان ہوتی ہے جو لوؤن کے چلنے سے اور آفتاب کی گرمی سے گویا آگ ہو جاتی ہے اور بعد دنون تک بے جارہ
پیاسا رہتا ہے اور اگر پانی میسر بھی ہوتا ہے تو بالکل گرم جو دھوپ کی شدت سے اوٹ جاتا ہے اور خوراک اسکی

دراک

درخت خاردار اور کڑوے جیسے گوکھرو اور جواسا اور ضریع باوجود ان سب باتون کے حیات اور قوت اور
طاقت بارکشی اور اعمال شاقہ کی اور اُترنا چڑھنا پہاڑون کا اور ذلت کھینچ پانی کی جو اسکو نصیب ہوتی ہے عشر
عشیر اسکا کسی اور جانور کو نہین پہنچا ہمیشہ رنج و بلا مین گرفتار رہتا ہے اور مناسبت اسکی ہتھیون سے فائدون
اور منفعتون کی جہت سے ہے کہ اگر اسکی پیٹھ کو خیال کرین تو گویا ایک اونچا تخت چار ستون پر دھرا ہے پھر باوجود
اس بلندی کے کہ ہاتھ آدمی کا اس تک نہین پہنچ سکتا جب چاہتے ہین بٹھلا کر سوار ہو لیتے ہین جیسے جنت کے
تخت چنانچہ معالم التنزیل مین ذکر کیا ہے کہ بہشت کے تخت دور سے بلند نظر آوینگے پھر جب جنتی چاہین کہ اوپر بیٹھین
تو وے نیچے ہو جاوینگے پھر انکے بیٹھنے کے بعد اونچے ہو جاوینگے اور اسکے چار تھن گویا دودھ کے بھرے گھڑے
تیار رکھے ہین اور چشمے دودھ کے ان سے جاری ہین اور اسکے پشم سے نمدے اور قالین اور مخملی مسندین بناتے ہین اور
گوشت اسکا کھاتے ہین اور دودھ اسکا پیتے ہین اور اسکے بال سے پہننے اوڑھنے کے اسباب بناتے ہین اور پیٹھ
پر اسکے سوار ہوتے ہین اور جب اسکو لاد کر لیچلو تو گویا ایک کشتی ہے کہ اپنے پانون سے چلی جاتی ہے اور اگر
بغیر بوجھ کے لیچلو تو ایک پیک ہے کہ دوڑا جاتا ہے اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسپر سوار ہو اور
تمام اسباب اور سامان گھر کا اسپر لاد لو تو گویا ایک گھر کا گھر چلا جاتا ہے بس دنیا کے جانور و نمین یہہ جانور
نہایت عجیب ہے لیکن رات دن کے باہم رہنے سے کچھ تعجب کی چیز معلوم نہین ہوتی ہے کہتے ہین کسی جانور مین
یہہ خوبی نہین کہ اگر اسکو لادین تو تمام اسباب گھر کا اُٹھالے اور اگر کہین بھیجنا منظور ہو تو تمام راستے دوڑتا چلا جاوے
اور اتنی دور جاتا ہے کہ کوئی جانور اسکے ساتھ نہین پہنچ سکتا اور اگر اسکا دودھ دھوئین تو سارے گھر کو کافی
ہوتا ہے اور اگر اسکو ذبح کرین تو اسکا گوشت ایک محلے کو کفایت کرتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ الابل عز
لاہلہا والغنم برکۃ والخیل معقود بنواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ یعنے اونٹ عزت کا سبب ہے گھر والونکی اور
بکریان برکت ہین اور گھوڑے کیے ساتھ بہتری لگی ہوئی ہے دن قیامت تک اور باوجود اس ڈیل کے سوا دشونکی قطار
کو ایک بچہ لیئے پھرتا ہے اور صابر ایسا ہے کہ دس روز تک پیاسا رہتا ہے اور محنت اور مشقت مین قصور نہین کرتا
اور عجائبات سے اس کے یہہ ایک ہے کہ اکثر روبقبلہ چلتا ہے اور اگر بالون کو اسکے جلا کر خشک کر کے جاری خون
پر رکھدین تو خون بند ہو جاتا ہے اور دودہ اور پیشاب بھی اس کا استسقا والون کو اور تلی اور بواسیر والونکو نہایت مفید ہے

اور طبیب لوگ اسبات کو خوب جانتے ہین اور اونٹ کی کلنی کو اگر عاشق کی آستین پر باندہ دین تو اسکا عشق جاتا رہے
اور اونٹ سب جانورون مین باغیرت مشہور ہے اپنی ما بہن پر دانستہ نہین پھاندتا اور مستی کیوقتمین آثار عشق کے اور لوے
اور جوش جنون کے جو اسمین نظر آتے ہین وے نمونے ہین سچے عاشقون کے چنانچہ اسوقت کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے
اور قدیم عادت سے اسوقت تین حصّے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے اور درازی گردنکی اسکی خلقت مین عجائبات سے ہے نقل
کرتے ہین کہ ایک شخص نے کسی حکیم کے روبرو ذکر کیا کہ جانورونمین سے ایک جانور ہے اسکو اونٹ کہتے ہین اسمین عجیب
خاصیت ہے کہ اسکو بٹھال کر من مانا لادتے ہین پھر وہ اپنے زور سے کھڑا ہوجاتا ہے یہہ خاصہ کسی اور جانور مین نہین
ہے کہ لادنیگے بعد کھڑا ہوجاوے اس حکیم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور کی گردن دراز ہوگی گردن کے زور سے کھڑا ہوجاتا
ہوگا اور اکثر اسکی خوراک اونچے اونچے درختون کے پتے ہین اگر اسکو ایسی لنبی گردن نہ ملتی تو بڑے درختون کے
پتے کھانے سے محروم رہتا اور ہاتھی کو اس مقام پر مذکور نفرمایا کہ ہاتھی مین نمونے دوزخ اور جنت کے موجود نہین
کیونکہ اوّل تو مکان اسکی بود و باش کا سبز اور آبدار ہوتا ہے اور اکثر خوراک اسکی کیلے کے پتے ہین یا اور
زراعتین اور کاروبار مین رنج و مشقت اٹھا نہین سکتا اور ذلیل اور مقہور بھی نہین ہے بلکہ سرکشی اور تکبر
حد سے زیادہ اسمین پایا جاتا ہے اکثر اوقات کمال عزت اور توقیر سے فیلخانون مین امرا اور سلاطین کے ہوتا ہے
گھاس کی جاے پر گنّے کھاتا ہے اور خوب تر ترلتے ملیدون کا راتب پاتا ہے اسکو دوزخکے جلنے بھنے
بھوکے پیاسون سے کیا مناسبت دوسرے یہہ کہ یہہ جانور بے منفعت بھی ہے کہ نہ دودہ ہے نہ پشم اور نہ گوشت
اسکا لایق کھانے کے اور نہ ہر شخص ہر وقت اسپر سوار ہوسکے اور نہ ہر ایک کا تابعدار اور فرمانبردار ہوتا ہے بس
نمونہ بہشت کا بھی نہین ہوسکتا اگرچہ ڈیل اسکا بڑا ہے تو کس کام کا کیونکہ یہان بیان اور ہی مقصد کا ہے
وَاِلَی السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ اور کیا نظر نہین کرتے آسمان کی طرف کہ کسطرح بلند کیا گیا ہے تا کہ بلندی کو بہشت کی اور وہان کے
تختون کی کچھ عجب نجانو اور آسمان باوجود اس بلندی کے حرکت دوری کے سبب سے ہر جز اسکے اجزا کا دورمین
رات اور دن کے پست بھی ہوجاتا ہے یعنے اوپر کی طرف نیچے ہوجاتی ہے پھر نیچا ہونا بہشت کے اونچے تختون کا
بہشتیون کے قدمون کے نیچے اسی بلندی اور پستی سے سمجھ لیا چاہئے اور یہہ بھی سمجھا چاہئے کہ آسمانمین ستارے
گوزدنکی طرح رکھے ہین اور اسکی اس حرکت دوری سے وے تارے اپنے مرکز سے جنبش نہین کرتے اور

اندھے نہین ہو جاتے ہین چنانچہ کوزے سے بہشت کے گرم اور سرد پینے کی چیزون سے بھرے دھرے ہین اسیطرح سے
کوزے آسمان کے رنگارنگ شعاعون سے بھرے ہین مثلاً زہرہ کی شعاع مروارید کی سی ہے اور مریخ کی شعاع
سُرخ ہے اور مشتری مین صرف سفیدی ہے اور زحل مین گدلاپن اور نیل گونی ہے اور کف الخضیب مین شعاع عباسی
ہے اور گرمی اور سردی مین شعاعین ستارون کی مختلف اور گوناگون ہین بس جو سردی چاندکے نور مین ہے اسیطرح سے
حرارت آفتاب کی اور خشکی زحل کی اور رطوبت زہرہ کی اسی قیاس پر اور تارون کو سمجھا چاہیئے اور یہہ بھی ہے کہ چشمۂ آفتاب
اور مہتاب کا آسمان مین نمونہ ہین بہشت کی جاری نہرون کا کہ ایک سے شراب گلگون تیز و تند فوارے کی مانند جوش مارتی
ہے اور دوسرے سے دودھ سرد تر نکلتا ہے اور جو تارے برجون اور منزلون مین بکھرے نظر آتے ہین مانند مخمل کی
مسندون کے اور رنگارنگ قالینون کے ہین سو بعضون کو برابر مانند صفون کے بچھا دیا ہے اور بعضون کو مانند
بکھرے ہوئے پھولون کے متفرق چھڑک دیا ہے بس آسمان دنیا مین نمونہ بہشت کا ہے اور وہان کے یعنے آسمان کے
رہنے والے جو فرشتے ہین سوا اپنے کامون سے جو عنداللہ مقبول ہین نورانی چہرون کے ساتھہ خوش اور خورم ہین
وہان بغیر تسبیح اور ذکر الٰہی کے بیہودہ بات نہین سنتے اور اگر اسی آسمان کو بہ نسبت شیاطین کے اور صعلوکون بنی
آدم کے اور بدبختون کے ملاحظہ کرین تو مانند دوزخ کے نظر آتا ہے کہ شیاطین اور بدکارونکی ارواحکو مارنا اور
انگناتارون سے ہمیشہ جاری ہے اور ان کو کمال ذلت اور خواری وہان حاصل ہے چنانچہ جب شیطان استراق
سمع کو یعنے آسمان کے احوال جو فرشتے آپسمین ذکر کرتے ہین اُسکے سننے کو جاتے ہین اور انپر آگ کے انگارے
اور گرز مارے جاتے ہین تو خوف سے ملک الموت کی پکڑ کے ناامید ہوکے وہان سے بھاگتے ہین اور رنج
بیہودہ اُٹھاتے ہین اور آسمان کے دربانون کا غصہ اور آفتاب کی گرمی اور غذا کی عوض مین دربانون کی
مار دھاڑ انکے نصیب ہوتی ہے یہہ دوزخیون کی مشابہت ہے وَإِلَى ٱلْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور کیا پہاڑونکی
طرف نہین دیکھتے ہین کہ کیسے کھڑے کئے گئے ہین کہ آندھیون کے آنیسے اور مینہون کے برسنے سے اور
بھونچالون کے ہلانے سے ہرگز گرتے نہین ہین نہ اوندھے ہوتے ہین اسیطرح بہشت کے آبخورونکو سمجھہ لینا
چاہیئے بلکہ اگر فکر کی جاوے تو پہاڑ بلندی اور خوش ہوا ہونے مین بہشت کی مانند ہین کیونکہ آفتین اور موذی جانور زمین کے
اور خراب بخارات وہان نہین پہنچتے ہین اور بیہودہ گوئی دنیا والون کی خصوصاً لڑائی جھگڑے ہرگز وہان سننے مین نہین آتے

اور چشمے میٹھے پانی کے وہان جاری ہین اور اونچے اونچے تپھر صاف مانند تختون کے جابجا دھرے ہین اور خودرو
درختون پر جو میوے لٹکتے ہین بہشت کے کوزون کے مانند تیار رکھے ہین اور سبزہ رنگارنگ مانند مسندون اور قالینون کے
بچھا ہوا ہے اور اگر کوئی انہی پہاڑون کو بہ نسبت بدبختون کم نصیبون کے جو گرفتار مصیبت اور تباہی کے ہوکر وہان
پڑے ہین ملاحظہ کرے تو نمونہ دوزخ کا نظر آتا ہے کہ آتش یا چڑھنا وہان سے بالکل مشقت اور رنج ہے اور نہ
وہان کی ناموافق آب و ہوا خصوصًا پہاڑ کے تلے کی جسکو لون کہتے ہین دوزخ کے گرم چشمے کے مانند ہے
اور درخت کڑوے اور خاردار مانند ضریع اور زقوم کے ہین وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور کیا نہین دیکھتے
ہین زمین کو کہ کیسی بچھائی گئی ہے کسی جائے پر برابر مصفا مسند کی طرح سے بچھی ہے اور کسی جائے پر تختے
رنگارنگ پھولون کے قایم مقام بکھرے قالینون کے چھٹک رہے ہین بلکہ یہی زمین ہے کہ بہ نسبت اغنیا اور
اُمرا کے حکم بہشت کا رکھتی ہے جو کمال عزت اور تمکنت سے باغون اور سیرگاہون مین تکلف فرشون پر بیٹھے
ہوتے ہین اور کھانے پینے کی نعمتون کے برتن طرح طرح کے سامنے دھرے رہتے ہین اور چشمے زر و جواہر کی معدن والے
اور خزانون سے جاری ہین اور تخت بلند سنہرے روپہرے جڑاو بیٹھنے اور سواری کو موجود اور اگر اسی زمین کو بہ نسبت
محتاجون اور مفلسون کے خیال کرین خصوصًا بہ نسبت ان لوگون کے کہ گرم ملک مین بھی عین گرمی کے موسم مین بیابانی
کے ساتھ پیادہ پا بے توقع منفعت کے سفر کی سرگردانی مین گرفتار ہین تو حکم دوزخ کا رکھتی ہے کہ تمام
اسباب رنج اور محنت کے موجود ہین اور آرام اور راحت بالکل مفقود بس یے چارون چیزین عاقلون
کو بہشت اور دوزخ کے احوال دریافت کرنے کو کافی ہین اور ان چارون چیزون کو مثل کے واسطے اس
سبب سے اختیار کیا ہے کہ اس کلام اعجاز نظام کے مخاطب عرب تھے جنگلون کے رہنے والے جو جانورون
مین اکثر اونٹ کو پالتے تھے اور اسکا دودھ بھی پیتے تھے اور گوشت بھی کھاتے تھے اور اسکے بالونکے
کپڑے بھی پہنتے تھے اور فرش فروش خیمے بھی بناتے تھے اور سفر مین اسی پر سوار ہوتے تھے اسیواسطے
تجربہ والون نے کہا ہے کہ تمام کاروبار عرب کا موقوف اونٹ پر ہے اور اہل ایران کا خچر پر اور اہل توران
کا گھوڑے پر اور اہل ہند کا بیل پر اور جو اکثر جنگلون کے رہنے والے جانور بہت پالتے ہین تو پانی اور چارے
کی طرف ان کو احتیاج بہت ہوتی ہے اسی سے ہمیشہ نظر اُن کی آسمان کی طرف ہوتی ہے کہ کدہر کی ہوا

چلتی ہی اور کون سی ہوا سے منہہ برستا ہی اور اکثر پناہ کی جگہہ اور گریزگاہ ان کی بڑے بڑے پہاڑ ہین جب
کوئی غنیم آتا ہی یا زمین مین پانی اور گھانس کا قحط ہوتا ہی تو بھاگ کر پہاڑون پہ چلے جاتے تھے اور وہان فراغت
سے گذران کرتے تھے چنانچہ کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہی ؎ لَنَا جَبَلٌ يَحْتَلُّهُ مَنْ نُجِيرُهُ مَنِيعٌ يَرُدُّ
الطَّرْفَ وَهُوَ كَلِيلٌ سو اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو بادشاہ سے فقیر تک زمین کی طرف احتیاج ہوتی
ہی کیونکہ وہی محل گھاس اور چاریکا ہی اور مکان زراعت اور میوےکا اور مقام سکونت اور عمارت کا اور ذریعہ جواہر
کے معدن نکالنے کا ہی پس یہ چارون چیزین ہمیشہ وہان کے رہنے والون کے خیال مین رہتی ہین اور جو مثال کہ بیان کرتے ہیں
محسوسات کی خیالیہ صورتون کا حاضر کرنا مقصود ہوتا ہی تا کہ معنی معقول خوب سمجھ مین آجاوے اسیواسطے جو چیز جلد خیال
مین آوے ایسی چیز کی مثال دینا نہایت مفید ہی بلکہ کمال بلاغت کا ایسی ہی مثال بیان کرنی ہی اور محققون نے
کہا ہی کہ قرآن مجید مین اپنے نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر اپنی وحدت ذات اور کمال صفات کی دلیلین
جو بیان کی ہین اسمین ایسا طریقہ اختیار کیا ہی جسکی سبب سے حرص اور شہوت سے دوری حاصل ہووے
اور نفس کی خواہشون اور دنیا کے تماشون سے بچا ہوا رہے اور اگر ایسا اختیار نہ کرتے تو جو مطلب تمثیل سے منظور تھا
وہ حاصل نہوتا بلکہ مرغوبات اور مشتہیات مین پھنس کر لوگ مطلب سے دور جا پڑتے اسیطرح سے عجیب و غریب چیزین جو بنی آدم
کی صنعت سے ظاہر ہوئی ہین اور نمود پکڑی ہین وے بھی قابل استدلال کے نہیں کہ مبادا ان تمام عجائبات کو ارادے اور
اختیار سے بنی آدم کے تصور کر کے حکمت اور قدرت پر ان کی حوالہ کرین اور مطلب سے محروم رہین اسی لحاظ سے
جو چیز کہ ہر شخص کو حاصل ہی اور ہرگز طمع اور حرص کی باعث نہین ہو سکتی اور حسن و جمال طبیعی رکھتی ہی اس
کلام پاک مین ایسی چیز تمثیل کے واسطے جابجا اختیار کی ہی اسیواسطے کہین نہین فرمایا کہ کارخانون بادشاہون کے
اور سامانون مین امیرون کے فکر کرو یا خوبصورت امردون کو یا حسین عورتون کو غور سے دیکھو اور ان چیزون
کے دیکھنے سے صانع کی حکمت کو دریافت کرو اور بعضے علماء نے سطحت کی لفظ کو جو زمین کے حق مین وارد
ہوئی ہی استدلال اسبات کا گردانا ہی کہ زمین کی شکل کروی نہین ہی لیکن یہہ استدلال نہایت
ضعیف ہی کیونکہ زمین حقیقت مین شکل کروی رکھتی ہی لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور
اسکے اجزا باہم ایسے چسپیدہ ہین کہ بلندی اور پستی اُن کی معلوم نہین ہوتی اسی سبب سے مسطح معلوم

ہوتی ہے اور کلام وہم اور خیال والون سے اسکی بزرگی بلند ہے جسم کی دریافت نہین کرسکتے اور
جب کافرون کے طعن اور استہزا سے جو انکی بہشت اور دوزخ کے حق مین اور احوال مین بہشتیون اور
دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوچکے تو گویا تمام اسباب اسکا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملال ہوتا اور دلشکستگی
ان کافرون کی دیکھکر ایسا ہو کہ پند اور نصیحت ترک فرماوین پس تمام وعظ اور نصیحت کو بیفائدہ سمجھین
اسواسطے تاکید اس امر کی منظور ہوئی اور تسلی آپ کی خاطر مبارک کی تو ارشاد فرمایا فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ
مُذَكِّرٌ پس نصیحت کر نہین ہے تو مگر نصیحت کرنیوالا یعنے جب ان چارون چیزون کو جو مرادفی اور اسکے
حاضر اور موجود ہین آخرت کے کامون کے مانند معلوم کیا تو سنے اور تفصیل توری بہشت اور دوزخ کے احوال کا
پاچکا تو ان کے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ زبانی بکتے ہین سوا اور کچھ نہین ہے تنگدل نہو اور اپنا کام جو تذکیر
اور پند ہے کرتا رہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہین ہے تو ان پر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز انکو حق کی راہ سے
بے راہ ہونے دے اور دلون مین ان کے حق بات کو زور سے ڈالدے کیونکہ یہ کام مقلب القلوب کا ہے
اور دلون کے مالک کا بشر کا مقدور نہین إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ یعنے سب کو بار بار نصیحت اور پند کر مگر
اس شخص کو کہ جسنے منہ پھیرا تیری نصیحت سے اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا اسکو بار بار نصیحت
کرنا تجھپر فرض نہین ایک بار پہنچا دینا احکام الٰہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا ضرور ہے سو آتے تو فارغ
ہو چکا اب معاملہ اس کا خدا سے ہے فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ پس عذاب کریگا اسکو اللہ تعالیٰ
وہ عذاب جو بہت بڑا ہے اور بہتر گنہگارون کے عذاب سے جنہون نے کفر نہین کیا اور اسلام سے منہ نہین پھیرا
کیونکہ وہ سدا کا عذاب ہے اور ایمان دار کتنا ہی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہون اور بے توبہ مرین تو بھی اس
عذاب دردناک سے یعنے ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رہینگے اور اگر اسکا فر جھگڑا تو حق تعالیٰ
کے عذاب کو نہین شبہ کرین اس واسطے کہ وہ عذاب ان کے خیال مین نہین آتا ہے سوائے بار گوش
نہین آوے کے اور کچھ نہین جانتے تو ان کی سمجھ ہیچ ہے اسواسطے کہ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ مقرر ہماری طرف ہے
پھر آنا ان کا یعنے بعد مرنے کے روح ہر شخص کی ظاہر سے غائب ہو جاتی ہے اور عالم غیب کو پہنچتی ہے
پس ناچار سب کو اس عالم کی طرف جسکا مالک سوائے جناب باری کے کوئی نہین جانا ہے ثُمَّ إِنَّ

علینا حسابهم پھر تحقیق ہمارے اوپر ہے حساب انکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا اور انواع کفر کا اور عناد کا کہ موافق اسکے جزا اور سزا دینگے پھر جو شخص کہ روگردانی اور کفر مین سخت اور زیادہ ہے تکلیف اور عذاب بھی اسپر زیادہ ہے والعیاذ باللہ منہ پس ان الینا ایابهم کی آیت مین اشارہ برزخ کے احوال کی طرف ہے جو بعد موت کے بلا فاصلہ روبرو آنیوالا ہے اور ثم ان علینا حسابهم مین اشارہ ہے قیامت کے دن کے معاملے کی طرف جو بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اسیواسطے کلمۂ ثم کا جو تراخی اور مہلت دراز پر دلالت کرتا ہے سر پر اس آیۃ کے وارد فرمایا ہے

سورۃ الفجر

تمہید

یہہ سورۃ مکی ہے اسمین تیس ۳۰ آیتین اور ایک سو سینتیس ۱۳۷ کلمے اور پانچ سو ستانوے ۵۹۷ حرف ہین اور اسکے ربط کی وجہہ مل اتنک سے ہے کہ اس سورتمین قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب کا ذکر ہے اور آدمیون کی دو قسم ہو جانیکا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا برائی اور بھلائی کی نشانیون کا چہرون پر اور اس سورت مین بھی اسی مضمون کا بیان ہے اور اس سورتمین لسعیها راضیة بھلائی والون کے حق مین فرمایا ہے اور اس سورتمین راضیة مرضیة اور اس سورتمین فیعذبه اللہ العذاب الاکبر کافرون کے حق مین ارشاد ہوا ہے اور اس سورتمین فیومئذ لایعذب عذابه احد ارشاد ہوا اور یہے دونون مضمون آپس مین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورتکا دفع کرنے کو ایک شبہے کے ہوا ہے جو کہ ملحدون اور زندیقون کے خیال مین گذرتا ہے اور اس شبہے پر انبیاؤن اور واعظون سے مقابلہ کرتے ہین حاصل اس شبہے کا یہہ ہے کہ حق تعالی کو اپنے بندون کے گناہ کی نہ پروا ہے نہ نیکی کی اور یہہ جو انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کے بعد ایک دوسرا عالم پیدا ہوگا جس مین حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور جزا اور سزا سب ظاہر ہوگا سو اسبات کی کچھہ اصل نہین ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی بنی آدم کے سب برے بھلے کامون سے خبردار ہے اور ہر شخصکو اسکے کام کی سزا اور جزا دینے پر بھی قادر ہے اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش توکسواسطے نیکونکو نعمتون سے نہ نوازتا اور بدکارون کو گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نکرتا پس تاخیر کرنا جزا دینے مین

اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو اسواسطے ہے کہ اب اسکو آدمیون کے نیک بد کامون پر اطلاع نہین ہے
یا اس سبب سے ہے کہ اسوقت بدلا لینے کی طاقت نہین رکھتا اور یہ دونو باتین اسکی ذات پاک کیطرف متصور
نہین ہو سکتی ہین پس معلوم ہوا کہ بدلا نیک اور بد کا اسکو منظور نہین ہے جو کچھ کہ کرتا ہے اسواسطے دنیا مین
کرتا ہے مگر بے پروائی کے طور سے کسیکو دولت حشمت دیکر معزز اور مکرم کر دیتا ہے اور کسیکو دکھ درد
محنت مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہے سو جواب اس شبہہ کا یہہ ہے کہ حقتعالی باوجود اپنے کمال علم
اور قدرت کے حکیم مطلق بھی ہے اور حکمت اسکی چاہتی ہے کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہنچانے کے واسطے قیامتکا
انتظار کیا چاہیئے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال ہے جسمین طرح طرح
کی حاجتون مین گرفتار ہے اور قسم قسم کے علاقے قرابت اور دوستی اور ہمسایگی کے مخلوق سے رکھتا ہے
اور مکلف طاعت اور بندگی کا بھی ہے اور مشغول ہے آخرت کا توشہ حاصل کرنے اور اپنی اصل پونجی کے
بڑھانے مین نفعون اور فائدون سے دوسرا حال برزخ کا ہے کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہے اور ان
شغلون سے فارغ ہوتا ہے لیکن جو کچھ اسکے بھائی بند یار آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اسکے کہنے سے اسکے
واسطے دنیا مین کرتے ہین اسکا ثواب اسکو ملتا ہے اور اسکے نامہ اعمال مین لکھا جاتا ہے تو گویا ابھی وہ خود دار
العمل ہین یعنے دنیا مین موجود ہے یہہ بھی ہے کہ برزخ مین جمع ہونا حقدارون کا جن سے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی
کے دنیا مین کئے تھے ممکن نہین ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہے پھر انفصال کرنا معاملون
کا بغیر حاضر ہونے حقدارون کے عدالت کے خلاف ہے تیسرا حال آخرت کا ہے جہان کسی طرحکا عمل اور کسیطرحکا شغل نہوگا
اور بنی نوع اور اسکے ما بعد اور دوست آشنا سب وہان حاضر ہونگے اور جو کچھ کہ اسنے خود کیا تھا یا دوسرون نے اسکے
واسطے کہنے سننے سے کیا تھا سب اسکو پہنچ چکا اور جمع ہو گیا اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنیکی امید بسبب منقطع ہونے
نوع انسانی کے نہ رہی پس حکمت ہرگز اسبات کو تقاضا نہین کرتی ہے کہ اسکو دنیا کے حال مین سزا دی جاوے
اسواسطے کہ وہ ابھی کام مین مشغول ہے اور اسکے عمر کی مدت جو اسکے پونچنیکے قایم مقام ہے ہنوز بالکل اسکے ہاتھ
مین نہین آئی ہے اور اپنی گذری ہوئی عمر کے جمع خرچ کو برابر نہین کیا ہے اگر اسکو ان حالتین جزا اور سزا مین
گرفتار کرین تو وہ جواب مین البتہ کہیگا کہ ابھی مجھکو فرصت دینا چاہیئے کہ مین اپنی عمر پوری کر لون اور جو جو تقصیرین

جیسے ابتدا ر جوانی مین اور ناتجربہ کی مین ہوگئی ہین انکا بدلا آخر عمر مین ادا کرون اور تاجرون کا بھی یہی معمول
ہے کہ جب کسی گماشتہ کو تجارت کے واسطے کسی طرف بھیجتے ہین تو اسکو مہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی
راے کے موافق لین دین کرے اور اگر ایک معاملہ مین کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا تو بھی نہین بولتے کہ شاید
دوسرے سودے مین کچھ کماوے اسیطرح عالم برزخ مین بھی جزا دینا حکمت کے خلاف ہے اس واسطے کہ
وہان بھی نیکیان اور نتیجے ہر آدمی کے عملون کے اسکے بنی نوع کے باقی رہنے کے سلسلہ مسدود چلے آتے ہین بس گویا
جمع خرچ اسکا ابھی برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہین ہوئے ہین تا کہ معلوم ہووے کہ اس کا
حق کس پر ہے اور اس پر کس کا حق ہے اور کونسا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے اور کونسا طلب کرتا ہے بس جاء
ناچار بدلا لینے کے واسطے قایم ہونا آخرت کا مقرر ہوا اور اس وقت کے آنے تک حق تعالی بندون کے عملون کو
اچھے ہون یا برے سب کو دیکھتا ہے اسکو ہرگز غفلت نہین ہے بلکہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے یہی معنے ہین اور اسی مضمونکو
اس سورتمین کئی قسمون کے ساتھ تاکید سے ارشاد کیا ہے اور اس سورۃ الفجر اسواسطے رکھا ہے کہ اول اسمین قسم
فجر کی مذکور ہے اور فجر کا وقت بہت مشابہت رکھتا ہے قیامت کے دن سے اس وجہ سے کہ تمام رات سب لوگ اسکے آنیکا انتظار
کرتے ہین پھر جب فجر ہوتی ہے تو گویا مرنے کے بعد پھر جی اٹھتے ہین بازار اور رستے اور گھر ان لوگون سے بھر جاتی
ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تھی وے کام سرانجام کو پہنچتے ہین اور جو ان قسمون مین بیان
ہے انتظار کرنیکا کامون کے واسطے جو ہر انسان کی عادت ہے اور فجر اسبات کے ثابت کرنے کے اول دلیل
ہے اسواسطے اس سورتکا یہی نام کردیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ قسم کھاتا ہون مین فجر کے وقت کی اسواسطے کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنیکے واسطے اسکا انتظار کرتے
ہین اور باوجود کام کی ضرورت کے فجر کے آنے تک تاخیر کرتے ہین چنانچہ پرند جانور اپنے گھوسلون مین رزق کی
تلاش کے واسطے بھوکھے پیاسے اسکا انتظار کرتے ہین اور چرنے والے جانور بھی چرنے کو اسکے منتظر رہتے ہین اور
درباری لوگ اپنی عرض معروض کے واسطے اور محکمے والے اپنے جھگڑے قضیے فیصلہ کرنے کو اور اہل حرفا

بازاری لوگ اپنے کاروبار کیواسطے اور کھیتی والے جوتنے بونے کو اور مسافر چلنے کے لئے اسکے منتظر رہتے
ہین اور جو کام کہ روشنی اور اجالے سے متعلق ہین وے سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضے فجرونکو اور بھی زیادہ
خصوصیتین ہین کہ بہت سی مخلوق اپنے اوقات اسکے انتظار مین کاٹتی ہے جیسے عرفے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے
واسطے کہ تمام سال اسدن کی آرزو مین گذارتے ہین اور مہینون اور برسون کی راہ سے چلکر اسدن کیواسطے اس
متبرک مکان مین اپنے تئین پہنچاتے ہین اور صبح کی نماز بھی اسیوقتمین ہے اور جو فرشتے کہ بندونکی محافظت کیواسطے
مقرر ہین اور صبح اور شام اپنی اپنی باری سے آتے جاتے ہین اسوقت وے دونون چوکیان آنے اور جانیکی
جمع ہوتی ہین اور اسوقت کی نماز کا انتظار کرتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ الْفَجْرِ
فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ یعنے جس شخص نے پڑھی نماز فجر کی تو اسدن اللہ کے ذمے مین داخل ہوا اور سورۂ اسری مین
واقع ہوا ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا یعنے فجر کی قرأت حضور مین ہوتی ہے اور حدیث شریف مین اسکی
تفسیر مین فرمایا ہے کہ رات اور دن کے فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہین اور ان کی حضوری کے سبب سے
زیادتی برکات اور انوار کی ہوتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ جو کچھ مخلوقات کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنیکا انتظار
ہوتا ہے سو ظاہر ہے چنانچہ بیمار دردمند تمام رات اس امید پر دکھ درد سے گذارتے ہین کہ صبحکو طبیب کے پاس جاکر
اپنا حال بیان کرین اور اسکی دوا پوچھین اور فقیر مسکین تمام رات بھوکے پیاسے گذارتے ہین اس توقع پر کہ صبحکو امیرون
دنیادارون کے دروازے پر جاکر کچھ مانگ لاوین اور اپنے بچے بالون کے ساتھ اوقات بسری کرین اسیطرح سارے
بنی آدم اپنی حاجتون کو صبح کے نکلنے پر موقوف رکھتے ہین پس دیر کرنا کامون مین باوجود ضرورت اور قدرت کے
ایک وقت کی انتظار کے واسطے جسوقت کو حکمت الٰہی نے اس کام کیواسطے مقرر کیا ہے انسان کی عادت ہے
تو اسی قیاس پر جزا کے مقدمہ کی تاخیر کو قیامت کے آنے کے انتظار پر سمجھ لیا چاہئے وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم
کھاتا ہون مین ان دس راتون کی جو بہت بزرگ اور متبرک ہین چنانچہ لوگ تمام سال انکے آنے کے
انتظار مین گذارتے ہین اور اکثر کاروبار کو ان کے آنے پر موقوف رکھتے ہین اور وے دس راتین تین قسم پر ہین
اول تو دس راتین ذی حجہ کے مہینے کے اول کی چنانچہ سب حجاج اطراف و جوانب سے ان دس راتون مین مکہ معظمہ
کے شہر مین یا اسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجا لانے کو جمع ہوتے ہین اور ابتدا جمع ہونے کی ذیحجہ کی

پہلی رات ہوتی ہے اور انتہا اسکی دسوین رات ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ برس مین کوئی دن
اس مرتبے کا نہین ہے جس مین عمل صالح بہتر اور افضل ہو ذی حجہ کے دس دنون سے چنانچہ ہر روزہ ان
روزون مین ایک برس کے روزون کی برابر ہے ثواب مین اور عبادت ہر رات کی ان راتون مین شب
قدر کی عبادت سے وش گنی ہے اور سبب رمضان مبارک کے آخر کا دہاکہ عابد لوگ اعتکاف کی سنت
ادا کرنے کو اور لیلۃ القدر کے برکات حاصل کرنے کو تمام سال اسکے انتظار مین کاٹتے ہین اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ جب آخر دہا رمضان کا آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چھوڑ کر چست باندھکے مسجد مین
اعتکاف بیٹھتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو شب بیداری مین اپنے ساتھ شریک رکھتے تھے اور محنت اور کوشش
پرلے درجہ کی کرتے تھے بہتر محرم کا پہلا دہا کہ شہیدون کی کربت اور غربت کے دن ہین جو صبر اور رنج اللہ
تعالی کی راہ مین کھینچا ہے اسکا ثواب ان کی ارواح مقدس پر اس دہے مین نازل ہوتا ہے اور بدعتی لوگ
جہالت کی راہ سے قایم کرنیکو رسومات غم اور الم کے یعنے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر سازی اور نوبت
نوازی کے واسطے تمام سال انتظار اس دہے کا کرتے ہین اور بعضے مفسرون نے ان دس راتون کو
تمام سال مین سے متفرق لیا ہے کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر دہے کی جن مین
مظنہ لیلۃ القدر کی برکات کا ہے اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک عرفے کی اور ایک عید النحر کی اور
ایک معراجکی رات یعنے ستائیسوین رجب کی اور ایک شب برات کی مراد ہین واللہ اعلم اور اسجاے پر
سمجھ لیا چاہئے کہ ہر قسم کو اس سورت مین معرف باللام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ
ان دس راتون کی تعظیم کا سبب پوشیدہ تھا اسواسطے نکرہ لائے ہین تاکہ یہہ تنکیر اس سے راتون کی تعظیم پر دلالت
کرے برخلاف دوسری قسمون کے کہ ان کی عظمت کی وجہہ ظاہر اور کھلی ہے اور یہہ بھی ہے کہ لیال عشر کا
احتمال چار طور پر ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے سوا ابہام اور شیوع کے فایدے کے واسطے انکو نکرہ فرمایا ہے تاکہ سب
احتمالون کی گنجایش ہو سکے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو شامل اور محیط ہے تمام عدد کو
اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو بلکہ جمیع موجودات انکو شامل ہے
اور انسان کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہے اسیطرح سے

جفت اور طاق عددونکا بھی اپنے معاملات اور لین دین مین جبلی اور پیدائشی ہے چنانچہ حمل والی عورتون کو
جننے کیواسطے نو مہینے کا انتظار کھینچا چاہیئے کہ طاق ہے اور بچیکے دودھ چھڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہیئے کہ جفت
ہے اور مکتب مین لڑکے کو بٹھا لینے کے واسطے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکھلانیکے واسطے سات برس کا
اور روزے کی تعلیم کیواسطے دس برسکا اور بلوغ اور نکاح کیواسطے پندرہ برسکا انتظار چاہیئے کرنا اور اسیطرح مہینے کی تاریخون مین کاروبار کے جفت
اور طاق کا انتظار کرتے ہین اور شمسی سال کے پورا کرنیکو انتظار بارہ برجونکا اور قمری سال کیواسطے انتظار بارہ مہینونکا کرتے ہین اور ہفتہ پورا کرنیکو انتظار
سات روزکا اور تمام کرنے مین مہینے کے انتظار تیس یا انتیس روز کا اور دوگانہ اور چارگانہ نمازون مین ابتداء تکبیر سے
سلام پھیرنے تک انتظار دو یا چار رکعت کا ہوتا ہے اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین
اور اسیطرح سے تمام امورات شرعیہ و عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور مروج ہے اور بعضے مفسرون
نے کہا ہے کہ مراد جفت سے خلق ہے اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور شریک
کردیتے ہین جیسے آسمان اور زمین دن اور رات اندھیرا اور اجالا اور مادہ اور مراد طاق سے حضرت حقتعالی کی
ذات پاک ہے کہ کوئی چیز اسکے برابر نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ شفع سے مخلوقات کے صفات مراد ہین جو متناصر
اور اضداد سے ملے ہوئے ہین جیسے علم اور جہل قدرت اور عجز حیات اور موت عزت اور ذلت قوت اور
ضعف اور وتر سے حقتعالی کے صفات مراد ہین یعنی وجود بدون عدم کے اور قدرت بغیر عجز کے اور علم بغیر جہل کے
اور حیات بغیر موت کے اور عزت بغیر ذلت کے اور قوت بغیر ضعف کے اور بعضے مفسرون نے کہا
ہے کہ شفع سے مراد دوگانی نماز ہے اور وتر سے مراد سہ گانی نماز ہے اور یہہ تفسیر ان حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے مروی ہے عمران بن حصین کی روایت سے اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت سے جنت کے درجے اور اسکے آٹھ
دروازے مراد ہین اور طاق سے دوزخ کے سات طبقے اور اسکے دروازے مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت
بارہ برج ہین اور طاق سات ستارے سیارے جنکے پھرنے سے ان برجون مین طرح طرح کے اختلافات اور
قسم قسم کے تغیرات عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت سے وہ چاند مراد ہے جو پورے
تیس روز مین نکلتا ہے اور طاق سے مراد وہ چاند ہے جو انتیس روز مین نمود ہوتا ہے اور بعضون نے
کہا ہے کہ مراد جفت سے دو سجدے ہین ہر رکعت مین اور مراد طاق سے ایک رکوع ہے اور بعضون نے کہا ہے

کہ مراد جفت سے وے بارہ چشمے ہین جو موسی علیہ السلام کی لاٹھی کے مارنیسے ایک پتھر مین سے جاری
ہوئے تھے اور مراد طاق سے وے نو معجزے ہین جو فرعون کے مقابلے مین ظاہر کئے تھے اور قرآن مجید
مین بھی اشارہ ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ اور ابو سعید خدری نے آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مراد جفت سے عید قربانکا روز ہے یعنے دسوین ذی حجہ کی اور طاق سے
مراد عرفے کا روز ہے یعنے نوین ذی حجہ کی اور یہہ تفسیر لیال عشر سے بہت مناسبت رکھتی ہے وَالَّیْلِ
اِذَا یَسْرِ اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جسوقت اسکی اندھیری سرایت کرتی ہے عالم مین کہ وہ وقت
بھی ان لوگون کے انتظار کا ہے جن کا کاربار پردہ پوشی سے علاقہ رکھتا ہے نیک ہو خواہ بد جیسے شب
بیدار ونکی عبادت اور عقد نکاح اور چورون کی چوری کرنا اور ناچنے والونکا ناچنا اور عیاشون کا عیش
کرنا اور جادوگرون کا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ بازون کا اور تماشا کرنا تیلیون کا اور سوائے اسکے
بس ان پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ باوجود جمع ہونے اسباب کے اور پائے جانے خواہشون کے انتظار
وقت کا کرتے ہین اور یہہ از روئے حکمت کے انسان کی جبلت کے موافق ہے کہ ہر نیک اور بد کام مین وقت
کی رعایت کرتے ہین چنانچہ صاحب عقل کو ان چیزون مین تھوڑی فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جزا کے تاخیر
کرنے مین قیامت کے روز تک کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اسیواسطے ارشاد ہوتا ہے هَلْ فِیْ ذٰلِكَ
قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ کیا ہے ان چیزون مین جو بیان ہوئین ہین کوئی قسم کہ کفایت کرے عقل والے کو
گویا ہر قسم ان پانچون قسمون سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اسبات کے کافی ہے کہ حق تعالی قیامت کے وقت
کا منتظر ہے ہر نیک و بد کے جزا اور سزا دینے کیواسطے اور اگر کم فہمون کو اسبات پر کچھ تعجب آتا ہو کہ اس روز
اگلے پچھلے سب جمع ہونگے اور ایک دن مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا بڑا مشکل امر ہے کیونکہ اگر ساری حشر کی مخلوق
بگڑ کھڑی ہون اور مقابلے پر آجاوین تو ان کو اسوقت سزا دینا ہرگز ممکن نہوسکے اسیواسطے بادشاہون نے انبوہ
کثیر کی تنبیہ دینے سے حکمت کی روسے کنارہ کیا ہے اور حیلون اور تدبیرون سے اول انکی جمعیت کو بکھیر دیا ہے
جب ان کا زور کم ہوگیا ہے تب خاطر خواہ جو منظور ہے سو کیا ہے بس اگر کارخانہ مجازات کا ہر ایک گنہگار
پر جدا جدا جاری کیا جاتا تو اسمین اندیشیکا کھٹکا نہ ہوتا سو حقتعالے نے درمیان مین ان قسمون کے جو مذکور ہوئی ہین

اور اس مضمون کے جس پر قسمین کھائی ہین یعنے اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ان دونو کے درمیان مین بطور جملہ معترضہ کے
تین قصے اپنی مجازات کے جو دنیا مین واقع ہوئی ہین بیان فرمائے جنمین بڑی بڑی مخلوقونکو جو نہایت قوت اور شوکت
رکھتے تھے آدمی کا اسباب ہلاکت سے نیست اور نابود کردیا پس اسکی قدرت کے آگے بڑی مخلوقون زور آور کو سزا دینا
کچھ مشکل نہ سمجھنا چاہیئے اور اسکی قدرت کو ذوی الاقتدار بادشاہون کی قدرت پر قیاس کرنا نچاہیئے اسواسطے
کہ یہ اس سے کچھ نسبت نہین رکھتی ہین اور اس مقام پر تین قصون کے اختیار کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ اگر ایک کام
خلاف قیاس کسی سے ایکبار وقوع مین آوے تو لوگ اسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور مکرر سہ کرر واقع ہووے
تو معلوم کرلیتے ہین کہ یہہ کام اس شخص کے روبرو نہایت آسان اور سبک ہے اور یسر اصل مین یسری تھا یے کو
حذف کردیا اور کسرے کو اس پر دلیل رکھا کہتے ہین کہ ایک شخص نے اخفش نحوی سے اس یے کے اسقاط کرنیکی وجہ
پوچھی اخفش نے کہا کہ جب ایک برس کامل میری خدمت کریگا تب تجھکو اسکے اسقاط کی وجہ سکھاؤنگا پھر ایک
برس کی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہے جو شب روی کے معنے مین ہے اور
شب روی رات کے چلنے والون کی صفت ہے نہ رات کی لیکن مجاز کے طور پر رات کی صفت گردانا ہے اسواسطے
کہ وقت شب روی کا رات ہے اور عرب کی اصطلاح مین اسناد فعل کیطرف زمان اور مکان کے بطور مجاز کے بہت
مستعمل ہے چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہ قائم ونہارہ صائم اور جو یسری کے معنونمین تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اسکی لفظ
مین بھی تغیر کرین تاکہ لفظ مطابق معنے کے ہوجاوے یہہ ہے کہ جو کچھ کہ اخفش سے اسباب مین منقول ہے لیکن یہہ
بات موقوف ہے دو مقدمون پر ایک تو یہہ کہ یسری سری سے مشتق ہے سو یہہ لازم نہین ہے بلکہ ظاہر
یہہ بات ہے کہ مشتق یسر ایت سے تاکہ مطابق وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى کے ہوجاوے دوسرے
یہہ کہ اگر مشتق سری سے ہووے تو صفت رات کے چلنے والون کی ہو نہ رات کی اور یہہ بھی کچھ لازم نہین ہے بلکہ
ظاہر یہہ بات ہے کہ شب روی کے معنے چھوڑکر مطلق چلنا مراد ہو چنانچہ والليل اذا ادبر مین ہے یا شب روی
استعارہ ہے رات کے چلنے سے اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون لفظین آپسمین مناسبت
رکھتی ہین یعنے مطلب دونون کا ایک ہے بلکہ اگر خوب غور اور تامل کرکے دیکھئے تو شب روی یعنے چلنا رات کا
بھی صفت رات کی ہوسکتی ہے اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہے زمین کے سایہ کے عکس کا جو آفتاب

کے مقابلے مین حرکت کرتا ہے اور بسبب منطبق ہونے اس عکس کے قاعدے کے کسی افق پر آفاق شب
سے وہ افق آتا ہے اور وہ مخروط ہمیشہ حرکت مین ہے لیکن بہ نسبت ہر افق کے حرکت اسکی رات کو ساتھ
اُس افق کے ہوتی ہے تو اولی یہی ہے کہ وجہ اُسکے ساقط ہونے کے ساتھ رعایت کی مشابہت پہلی آیتونکی
ہے نہ سواے اسکے أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا نہین دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے پروردگار نے دیکھنا یہان
پر جاننے کے معنون مین ہے اسواسطے کہ یہہ قصہ اسقدر معروف اور مشہور تھا کہ جاننا اسکا گویا دیکھنا ہے اور
لفظ ربک کا اس سورت مین اور دوسری سورتون مین ذات پاک کے نام کی جاے پر مستعمل ہوا ہے اور اس لفظ
کے اختیار کرنے کی وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہہ ہے کہ جو ربوبیت متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف ہے
سو وہ جامع ہے اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قایم کرنا چاہتی ہے اور عدل اور انصاف بے انصاف اور
سرکشونکی ہلاکت اور تباہی کو چاہتا ہے بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ عاد کے فرقے سے جو ارم کے رہنے والے
تھے اور وہ ارم بستی یعنی لنبے ستونون والی تھی اور عماد جمع ہے عمد کی جیسے جبال جمع ہے جبل کی اور یہان پر سمجھ
لیا چاہیئے کہ عاد دو فرقون کا نام ہے ایک تو عاد اولی جنکو عاد قدیمہ بھی کہتے ہین اور وے اولاد مین عاد بن عوص
بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی تھی اور ان کو عاد ارم بھی کہتے ہین کہ ارم انکا دادا تھا اور شہر ارم کا نام بھی اپنے
دادا کے نام پر رکھا تھا اور وطن ان کا عدن کے متصل تھا اور دوسرے عاد دوسرے شخص کی اولاد ہین اسکا نام بھی
عاد تھا اور انھین عاد اولی مین کا تھا اور احقاف کی سرزمین مین متصل حضرموت کے وطن اختیار کیا تھا اُسکی
اولاد اس ملک مین بہت پھیل گئی تھی اور انکا قصہ اپنے وقت کے پیغمبر کے ساتھ یعنے حضرت صالح علیہ السلام
کے ساتھ قرآن مجید مین مکرر وارد ہے چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہے اور عاد اولی کا قصہ قرآن مجید مین دو جگہہ
سے زیادہ نہین سو وہ بھی اجمال کے طور پر ایک تو اسجگہہ پر اور دوسرے سورۂ نجم مین کہ أَهْلَكَ عَادًا
الْأُولَى اسیکی طرف اشارہ ہے الغرض انکا قصہ جسقدر کہ تفسیر مین اس آیت کے کفایت کرے لکھا جاتا ہے
کہ حقتعالی نے اس فرقے کو قد و قامت اور قوت اور زور بے حساب عنایت فرمایا تھا اور زمانے کے
سب لوگون سے اسبات مین ممتاز تھے کم قد کا آدمی اُن مین بارہ گز کا ہوتا تھا اور ہر شخص اُنمین کا بڑے
بڑے پتھرون کو جو بہت لوگ اُٹھا نسکین ایک ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیتا تھا اور تمام یمن کے ملک بیچ زور

اور قوت کے سبب سے قابض اور متصرف ہوئے تھے ان مین دو بادشاہ عظیم القدر پیدا ہوئے ایک کا نام شدید
تھا اور دوسرے کا نام شدّاد اور یہ دونون بادشاہ تمام روئے زمین پر متصرف ہوئے تھے اور لشکر اور خزانے
بے نہایت جمع کئے تھے لیکن شداد نے اپنے بھائی شدید کے مرنیکے بعد سلطنت کو کمال رونق اور عروج
بخشا تھا چنانچہ چار سو کئی بادشاہ اسکے مطیع اور فرمانبردار تھے اور کسی روئے زمین کے بادشاہ کو طاقت اسکے
مقابلے کی نتھی پس غرور اور تکبر کے سبب سے دعوی خدائی کا کیا تو واعظون اور عالمون نے اس زمانیکے جو علم و عمل
انبیاؤنکا بطور میراث کے رکھتے تھے پند اور نصیحت کے طور پر قیامت کے عذاب سے اسکو خوف دلایا اور اسکی
عبادت کی طرف رغبت دلانے لگے اس ملعون نے کہا کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو مجھکو اب موجود ہی
اس سے زیادہ اللہ کی عبادتمین کیا حاصل ہوگا اور جو کوئی کسی کی خدمت کرتا ہی سو منصب کی ترقی کے واسطے یا دولت
کے واسطے سو یہہ سب میرے پاس موجود ہی مجھکو کیا پروا ہی کہ کسیکی خدمت گذاری کرون ان سب عالمون نے کہا کہ یہہ
سب ملک اور دولت دنیا کی فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کے ثواب مین بہشت عنایت کریگا جو تمام دنیا سے
بہتر ہی اسنے پوچھا کہ اسمین کیا خوبی ہی واعظون نے جو کچھہ کہ تعریف اور خوبی اسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تھی
اسکے سامنے بیان کی اس نے کہا مجھکو اس بہشت کی بھی کچھہ حاجت نہین ہی کیونکہ مین دنیا مین ویسے بنا سکتا ہون
پس اپنے معتبر سردارون مین سے سو آدمیون کو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتھہ ہزار ہزار آدمی متعین کئے کہ جیسا
کچھہ وے کہین انکے حکم کے موافق عمارت کے کام مین مشغول رہین اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور
ربع مسکون مین حکم بھیجا کہ چاندی سونے کے معدنون مین سے جہان کہین کہ ہون گنگا جمنی اینٹین بنوا کر بھیجو اور
کرسے بیشمار نکلوائے اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع یعنے چوکنتا دس کوس کا لنبا اور دس کوس کا
چوڑا کہ گرد اسکا چالیس کوس کا ہوا بنا کر نیو حکم دیا اور اسکی نیو اس قدر کھودی کہ پانی کے قریب جا پہنچی
اور اسکو سنگ سلیمانی سے بھروایا جب نیو بھر چکی اور برابر زمین کے پہنچی تب اسپر سونے روپے کی
اینٹون سے دیوارین بنوانا شروع کیا بلندی ان دیوارون کی اس زمانے کے گز سے پانچ سو گز کی مقرر کی
جسوقت کہ آفتاب نکلتا تھا اسکی چمک سے دیوارون پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی پھر چہار دیواری کے اندر ہزار محل
تیار کئے اور ہر محل میں ہزار ستون کا اور ہر ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور درمیان مین شہر کے ایک نہر

بناتھا اور ہر ہر مکان مین حوض تیار کئے اور اس نہر سے ہر ہر مکان کے حوضون مین ایک ایک نہر دوڑائی تھی
اس سبب سے ہر مکان مین ہمیشہ فوارے اڑا کرتے تھے اور چادرین چھوٹا کرتی تھین اور حوض ہمیشہ بھرے لبالب
رہتے تھے اور صحن ان نہرون کے یاقوت اور زمرد اور مرجان اور نیلم سے بھر دیے تھے اور کنارون پر ان
نہرون کے درخت بنائے تھے کہ جڑین ان کی سونے کی اور شاخین اور پتے زمرد کے اور پھول پھل ان کے موتی
یاقوت اور دوسرے جواہرات کے بنا کر لگائے تھے اور دوکانون اور دیوارون کو مشک اور زعفران اور
عنبر کو گلاب سے کھگل کر کے استرکاری کروا کے مطلا اور مذہب کیا تھا اور خوبصورت خوشرنگ جانور یاقوت
اور جواہر کے بنوا کر درختون پر بٹھادئے تھے اور گرداگرد شہر کے ہزار منارے سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تھے
تاکہ چوکی پہرے والے لوگ اپنی اپنی باری سے انمین بیٹھے چوکی دیا کرین جب اس انداز کا شہر بنکر تیار ہوا تب
حکم دیا کہ سارے شہر مین قالین اور فرش ریشمین زردوزی کے بچھائے جاوین اور سونے روپے کے برتن سب
مکانون مین ترتیب سے چن دئے جاوین اور کسی نہر مین میٹھا پانی اور کسی مین شراب اور کسی مین دودھ اور کسی مین شہد
اور شربت جاری کر دیا جاوے اور بازار اور دوکانون کو کمخواب کے اور زربفت کے پردون سے آراستہ کرین اور ہر پیشے اور
ہنر والون کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام مین وہان جا کر مشغول ہون اور کسیطرح کا رنج اور غم انکے گرد نہ آوے یہان تک
کہ انواع انواع قسم کے میوے اور طرح طرح کے عمدہ کھانے کا حکم ہوا کہ ہمیشہ سب شہر والونکو پہنچا کرین القصہ بارہ برس
کے عرصے مین وہ شہر ایسی زیب اور زینت کے ساتھ تیار ہوا بعد اسکے حکم ہوا کہ تمام امرا اور ارکان کمال
تجمل اور زینت کے ساتھ اس شہر مین جا کر رہین اور خود بھی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر کمال غرور اور تکبر سے
چلا اور راستے مین بطور چہل اور ٹھٹھول کے ان واعظون اور نصیحت کرنیوالون کو کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کیواسطے
دوسرے کے واسطے سر جھکانے اور ذلیل ہونے کو مجھسے کہتے تھے اب تمنے میری قدرت اور ثروت دیکھی اور تمنے بڑائی اور بینائی
کو میری معلوم کیا کہتے ہین جب قریب اس شہر کے پہنچا تو اس شہر کے لوگ غول کے غول استقبال کے واسطے شہر کے دروازے سے باہر آکر
زر و جواہر اسپر نچھاور کرنے لگے اور تحفے تحایف نذر گذراننے اسیطرح سے جب دروازے پر شہر کے پہنچا اور ارادہ اترنے کا کیا ایک قدم
دروازے کے اندر رکھا تھا دوسرا قدم اندر جانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک اور آواز سخت ہوئی کہ
تمام مخلوق وہان کی ہلاک ہوگئی بادشاہ بھی وہین دروازے پر گر پڑا اور مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت کس محنت اور مشقت سے

اسکو تیار کیا تھا دل مین لیگیا اور بعضی کتابون مین دیکھنے مین آیا ہے کہ ملک الموت سے حقتعالی نے پوچھا کہ تجھکو
کسی بندیکی جان نکالنے کے وقت کبھی رحم بھی آیا ہے یا نہین ملک الموت نے عرض کیا کہ بارخدایا مجھکو دو
شخصون کی جان نکالنے مین کمال رقت ہوئی تھی اگر تیرا حکم نہوتا تو مین ہرگز ان کی جان نہ نکالتا ایک تو وہ بچہ جو
نیا پیدا ہوا تھا اور اپنی ماکے ساتھہ کشتی کے تختے پر رہ گیا تھا اور حکم ہوا کہ اس کی ماکی جان قبض کرلے اسوقت
مجھکو اس بچے پر نہایت رحم آیا کہ اب بچپکا اس کی ماکے سوا کوئی خبرگیر نہ تھا دوسرا وہ بادشاہ جسنے ایک شہر
کمال آرزو سے بنایا تھا کہ ویسا کہین دنیا مین نہین بنا جب تیار ہوچکا اور وہ اسکے دیکھنے کو آیا جس وقت کہ قدم دروازے
مین رکھا حکم ہوا کہ اسکی جان قبض کرلے اسوقت بھی مجھکو نہایت رقت آئی تھی کہ وہ کیا کچھ حسرتین اپنے دل مین
لیگیا ہوگا جناب آلہی سے ارشاد ہوا کہ یہ بادشاہ وہی لڑکا تھا کہ ہمنے اسکو بغیر ماباپ کے پرورش کیا اور اس
حشمت اور ثروت کو پہنچایا جب اس مرتبے کو پہنچا تو ہماری تابعداری سے منہہ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر اس
اپنی سزا کو پہنچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ جسپر یہہ بچہ رہگیا تھا بہتا بہتا دریا کے کنارے ایک گانوٗن کے قریب آ لگا
گانون کے دھوبی وہان دہوتے تھے جو دیکھا تھا کہ ایک بچہ اپنی ماکے لاش کے پاس تختے پر پڑا ہے تو اس تختے کو کھینچ لائے
اور مردیکو دفن کردیا اور بچے کو اپنے مہتر پاس لے گئے وہ مہتر اسکا حسن وجمال دیکھکر ہزار جان سے عاشق
ہوگیا اور اس مہتر کی اولاد نتھی اس بچہ کو اپنی فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا یہان تک کہ سات برس کا
ہوا لیکن اسکی عقل اور دانائی اور چالاکی اسیوقت سے کچھ اور طرح کی نظر آتی تھی ایک روز گانون کے باہر
بچون کے ساتھہ کھیلتا تھا کہ ایکبارگی شور ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہے اور لوگون کا آنا شروع ہوا سارے
لڑکے ہیبت سے بھاگ گئے اور یہہ ایک ٹیکرے پر کھڑے ہوکر سواری اور لشکر کا تماشا دیکھنے لگا یہان
تک کہ سارا لشکر چلا گیا اور چند ولی کے پیادے جو گرے پڑیکی خبرگیری کے واسطے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے
ہین گذرنے لگے ایک پیادے نے ان پیادون مین سے ایک پوٹلی پائی اسمین سرمہ دانی اور سلائی
تھی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ مین نے سرمہ پایا ہے اگر تمہاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن میری بینائی
مین کچھ فرق ہوگیا ہے شاید کہ یہہ سرمہ فائدہ کرے انھون نے کہا کہ اول تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا
نچاہیے خیر اگر تو نے اٹھائی تو بغیر آزمائے ہوئے آنکھون مین لگانا ہرگز مناسب نہین ہے پہلے کسی دوسرے کی آنکھون مین

لگا جب اسکو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال مین لانا اس پیادے نے ادھر ادھر دیکھا کوئی وہان نتھا مگر یہہ لڑکا
ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اسنے کہا ای لڑکے آ ہم تیری آنکھون مین سرمہ لگا دین تاکہ تیری آنکھین اچھی لگین یہہ لڑکا
دوڑتا ہوا اس پیادے کے پاس گیا اور سرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لیکر اپنی آنکھ مین لگائی لگانیکے ساتھ ہی
تمام روئے زمین کے خزانے اسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہے لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی
سے چلایا اور فریاد کرنے لگا کہ ای خانہ خراب ظالمون تم نے میری آنکھین پھوڑ ڈالین مین بادشاہ کے پاس فریاد
کرونگا اور تمکو سزا دلوا ونگا پیادون نے جو یہہ بات سنی سرمہ تو وہین چھوڑا اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر
بھاگے یہہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوئے اپنے گھر آیا اور یہہ حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدھے خچر
موجود ہین رات کو جب سب لوگ سو جاوین تو پھاوڑے کداریان لیکر جو جو مزدور کہ اپنے اعتباری ہین
ان کو ساتھ لے جس جائے پر تجھکو خزانہ نظر آوے وہان سے کھود کے اپنے گدھون خچرون پر لادلا جب لڑکے
نے اسیطور سے کیا اور لا لا کر بہت سا مال جمع کیا اور سب گانون والون کو اپنا رفیق کر لیا اور اس گانون کے
سردار کو مار ڈالا اور اسکی جائے پر آپ ہو بیٹھا ہوتے ہوتے یہہ خبر حاکمون فوجدارون کو پہنچی انھون نے
ارادہ اسکے سزا دینے کا کیا اس لڑکے نے بھی فوج رکھکر مقابلہ کیا اور ان سب کو مار دیا آخر چند روز
کے بعد وہ بادشاہ مر گیا تو اس لڑکے نے فوج کشی کی آخر ہوتے ہوتے بادشاہ ہو گیا اسیطرح سے بڑھتے
بڑھتے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہو گیا اور سارے جہان کے بادشاہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے
اب جاننا چاہیئے کہ معتبر تفسیرون مین لکھا ہے کہ اس بادشاہ اور لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالی
نے اس شہر کو لوگون کی نظرون سے پوشیدہ کر دیا مگر کبھی کبھی رات کو عدن کے گرد و نواح کے لوگون کو اسکی
جھلک اور روشنی اس جگہہ معلوم ہوتی ہے کہتے ہین کہ یہہ روشنی اسی شہر کے دیوارون کی ہے اور عبد اللہ
بن قلابہ جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابون مین سے ہین اتفاقات سے اس نواح مین وارد ہوئے
ناگاہ ایک اونٹ ان کے اونٹون مین سے چھوٹکر بھاگ گیا وہ اسکے ڈھونڈھنے کو نکلے جب اس شہر کے نزدیک
پہنچے تو ان مینارون اور دیوارون کو دیکھکر بیہوش ہو گئے اور اپنے دل مین کہنے لگے کہ یہہ شہر بعینہ اسی بہشت
کی صورت پر ہے جسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسے وعدہ فرمایا ہے شاید کہ یہہ معاملہ مین خواب مین

دیکھتا ہون پھر جب اس شہر کے دروازے پر پہنچے اور اندر گئے تو دیکھا کہ تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہان کے سب بعینہٖ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی آدمی نہین تھوڑے سے جواہر اور یاقوت جو مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جائے پر بکھرے پڑے تھے اپنے چادر مین لے لئے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بھاگے اور دمشق کو گئے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو یہہ سب احوال بیان کیا حضرت معاویہؓ نے انسے پوچھا کہ یہہ شہر تم نے خواب مین دیکھا ہی یا بیداری مین اُنھون نے کہا بیداری اور نشانیان اس شہر کی خوب مجھے یاد ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اس قدر مفاصلے سے ہی اور دوسرے طرف فلانے درخت کی نشانی ہی اور ایک طرف کو فلانا کنوان ہی اور یہہ جواہر اور یاقوت جو وہان سے لایا ہون سو میرے پاس موجود ہین حضرت معاویہ کو اسباب کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا اور اس وقت کے عالمون کے پاس آدمی بھیجا کہ دنیا مین کوئی شہر ایسا بھی ہی کہ سونے چاندی سے بنا ہوا اور ایسا ہوا اسوقت کے علما نے کہا ہان قرآن مجید مین اسکا مذکور آگیا ہی یعنے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ مگر اس شہر کو اللہ تعالی نے لوگون کی نگاہ سے پوشیدہ کر دیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میری امت مین سے ایک شخص اسمین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ اور ابرو اور گردن پر اسکے دو خال ہونگے اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اس شہر مین جا پہنچیگا اور وہان کے عجائبات دیکھے گا جب حضرت معاویہؓ نے یہے سب نشانیان اُن مین دیکھین تو برابر نکلین تو فرمایا واللہ یہہ وہی شخص ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس شہر کی اس سے زیادہ کوئی کیا تعریف کرے گا کہ خود رب العزت باوجود احاطہ علم کے تمام معلومات پر اسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا روئے زمین کے شہرون مین وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے پتھرون کو تراشتے تھے وادی القریٰ مین اور ثمود قوم عاد کے بنی عم تھے جو عادیون کے ہلاک ہونیکے بعد حجاز اور شام کے درمیان مین اپنا مسکن مقرر کیا تھا اور حجر سے وادی القریٰ تک ایکہزار سات سو بستیان اپنے تصرف مین رکھتے تھے اور ہر ہر بستی مین بڑے بڑے محل اور مکانات اور دروازے اور طاق پتھرون کے تراشتے تھے اور شکلین گل بوٹہ کی ان مین بنائی تھی اور طرح طرح کے اسباب عیش او

اور عشرت کے جمع کرکے بیٹھے چین کرتے تھے مگر بت پرستی مین مشغول تھے چنانچہ حق تعالی نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف رسول کرکے بھیجا انکا قصہ والشمس کی سورت کی تفسیر مین مذکور ہے اور وادی القری بھی ایک شہر کا نام ہے کہ عرض اور طول مین مکہ معظمہ کے برابر ہے اور نخلستان اور چشمے اسمین بہت ہین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی فتح کے بعد اسپر جمیع متعلقات کے ساتھ قابض اور متصرف ہوئے ہر چند کہ بہت سے باغات اور عمارات ثمودیون کی حجر اور اسکے گرد نواح مین تھین لیکن بالتخصیص ذکر وادی القری کا اس جہت سے واقع ہوا کہ یہہ مکان اُن کے شہرون کی انتہا کا تھا حجاز کے متصل اور ہنوز آباد تھا برخلاف حجر کے کہ وہ شام کی طرف ہی حجاز سے دور ہے اور حجاز کے لوگ کما حقہ اسکے احوال پر مطلع بھی نہ تھے ویران اور خراب پڑا تھا اور طول حجر کا نجومی ستر درجے اور بتیس دقیقے ہے اور وادی القری کا بہتر درجے اور عرض نجومی دونون کا برابر ہے **وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ** اور کیا کیا فرعون میخون والے سے جو لوگون کو چومیخا کرکے مارتا تھا چنانچہ کئی مسلمانون کو جو حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اسی طرح سے شہید کیا انہین سے ایک کا نام حزبیل ہے جو اسکے خزانے کے داروغہ تھے حضرت موسی علیہ السلام پر پوشیدہ ایمان لائے تھے جب فرعون کو خبر ہوئی تو ان کو چومیخہ کرکے شہید کیا اور ایک حزبیل کی بی بی کہ وہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ تھین انکے ایمان لانے کی بھی فرعون کو خبر پہنچی تو ان کو بلا کر کہا کہ تو اسلام سے باز آ انھون نے کہا کہ یہہ بات تو ممکن نہین آخر خفا ہوکر حکم دیا کہ ان کو زمین پر ڈالکر چارون ہاتھ پانون پر میخین ٹھونک کر مارنا شروع کرو آخر اسی حالت مین ان کی روح پرواز کر گئی انہی مین سے ایک حضرت آسیہ فرعون کی بی بی وے بھی حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائی تھین اور جب فرعون حضرت موسی علیہ السلام کی ایذا کا ارادہ کرتا تھا تو وے سمجھا کے اسکو روک دیتی تھین یہانتک کہ ایک روز انپر غصے ہوکر حکم کیا کہ انکو چار میخون سے باندھکے چکی کا پاٹ انکے سینے پر رکھدو غرض کہ ان کو دھوپ مین گرم زمین پر لٹا کر چکی کا پاٹ انکے سینے پر رکھدیا اس وقت حضرت آسیہ نے جناب باری مین دعا کی کہ یا اللہ تو میرے واسطے بہشت مین گھر بنادے اور اس ظالم کے ہاتھ سے مجھکو نجات دے اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام حکم الٰہی سے آئے اور انکی روح مبارک کو بہشت مین لیجاکر ایک موتی کے محل مین جو انکے واسطے تیار ہوا تھا داخل کیا فرعون نے جب نزدیک آکر دیکھا

تو تن بیجان پڑا تھا مایوس ہو کر چلا گیا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ میخون سے مراد لشکر کی میخین ہین کہ لشکر
کا کاروبار سب میخون پر موقوف ہی کیونکہ گھر انکے تنبو شامیانے بے چوبی قناتین ہین وے سب میخون پر کھڑے
ہوتے ہین اور جو انکے جانور ہین جیسے ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر بیل یے سب میخون سے باندھتے ہین اسیواسطے
لشکری لوگ میخ دینے مین اس قدر تحمل کرتے ہین کہ شہر کے لوگ روپیہ پیسا دینے مین اتنا تحمل نہین کرتے
اور فرعون کا لشکر گنتی سے باہر تھا کہتے ہین کہ اسکے لشکر کا یہہ دستور تھا ہر رسالہ اور مشل کی پہچان گھوڑون
کے رنگون سے ہوتی تھی مثلاً کمیت گھوڑون کی ایک مثل اور مشکیون کی ایک مشل اسیطرح سے ابلق
گھوڑون کے سوار کی ایک مثل اور یہہ رنگ دوسرے رنگون کی نسبت بہت کم ہوتا ہی لیکن اس کے
یہان ستتر ہزار تھے جو لشکر کے آگے ہراول مین چلتے تھے اس جگہہ سے اس کے لشکر کی تعداد قیاس کر لیا
چاہیے اور جب بیان کرنے سے تینون قصون کے جو دلالت کرتے ہین بدلا لینے پر بڑے بڑے سرکش زورآورون کی
جماعت سے آن واحد مین اس دنیا کے اندر جو جز امحل بھی نہین ہی فارغ ہو چکے تو اب فرماتے ہین کہ ہلاک کرنا
ان تینون سرکشون کے گروہونکا ان کے مال اور ملک کی طمع کے واسطے نتھا جیسا کہ دنیا کے بادشاہون کو اپنے
دشمنون کے مارنے مین منظور ہوتا ہی بلکہ ان کی سرکشی اور ظلم کے دفع کرنیکے واسطے تھا اسواسطے کہ انکا
حال یہہ تھا اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ جنہون نے سر اٹھایا تھا شہرونمین اور تخصیص شہرونکی اسواسطے
ہی کہ اکثر محل امن اور امان کا اور بنی آدم کے ہر قسم کے فرقونکی سکونت کا مقام شہر ہوتے ہین اور ہر چند کے
ملک کے مالک ظالم اور ستمگر ہوتے ہین لیکن اپنے شہرونمین عدل اور انصاف کا طریقہ جاری رکھتے ہین
اور اگر ظلم اور تعدی کرتے ہین تو جنگلون پہاڑون لشکرون مین جو خارج اپنے قلمرو سے ہوتے ہین اور یے
تینون فرقے ایسے بیباک تھے کہ اپنے لشکرون مین ظلم اور تعدی کرتے تھے فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ پھر
بہت کرتے تھے ان ملکون مین فساد اور بہت کرنا فساد کا یہہ ہی کہ شہر والون کے عقیدے بھی فاسد
کرتے تھے اور بری رسمین اور ناچ و بھانڈ اور پرائے مال زور سے چھین لینا اور گالی گلوچ کرنا جاری رکھتے
تھے بستیون میں بھی لوگونکا برباد جاتا تھا اور جان مال عزت آبرو بھی بخلاف اور ظالمون کے کہ اکثر ان سے مال اور جان ہی کو
ضرر پہنچتا ہی فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ پھر برسایا ان پر تیرے رب نے جسکی ربوبیت جام اور جامع ہی لینے جیسا

سوط

مفسدونکا رب ہے ویسا مظلومون کا بھی ہے سو ربوبیت اس ذات پاک کی اسی بات کو چاہتی ہے
کہ مظلومونکا بدلا ظالمون سے پورا لیا جاوے سَوْطَ عَذَابٍ ایک کوڑا عذاب کا اور کوڑے کے لفظ
مین اشارہ اس بات کا ہے کہ یہہ تمام سخت عذاب جو مینہہ کی طرحسے ان تینون گروہ پر برسا بہ نسبت اُن
عذابون کے جو آخرت مین انکے واسطے تیار ہین اور وے اسکے سزاوار ہین حکم کوڑے کا رکھتا ہے بہ نسبت
شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب کے واسطے دو استعارے فرمائے ہین اول
مینہہ کہ صب کا لفظ اسکی تشریح ہے دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اسکی تشریح ہے اور ایک عبارت مین دو استعارے
جمع فرمانا آئین کلام اللہ کا ہے بشر کے کلام مین پایا نہین جاتا چنانچہ اس آیت مین بھی یعنے فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ
لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ مذکور ہے اور بالتخصیص ان تینون قصون کے لانے مین نکتہ یہہ ہے کہ لوگون کے
ذہنون مین جو بدلا لینا جمع کثیر سے مشکل معلوم ہوتا ہے سو یا تو اس جہت سے ہوتا ہے کہ وہ جماعت کثیر بڑے
زور آور اور قوی ہیکل ہوتے ہین کہ کوئی ان کے مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو اسکے واسطے قصہ شداد اور
عاد کا بیان فرمایا اور یا گڑھی کوٹ کی مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہے سو اس شبہے کے دفع کیواسطے ثمود کا قصہ
ارشاد ہوا یا فوج اور لشکر کے باعث سے ہوتا ہے سو اسکے لئے فرعون کا احوال مذکور فرمایا اب اس
مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمین اور تین قصے تمہید ہوئے تھے ارشاد فرماتے ہین إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ
تحقیق ثابت ہوا کہ تیرا رب البتہ گھات مین ہے جیسے کوئی شخص پوشیدہ سرراہ بیٹھا آنے جانے والون کا احوال
دیکھتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کرتا گیا اور فلانا گیا لایا اور کیا نے گیا تا کہ ملاقات کے وقت اسکے
موافق عمل مین لاوے بس جناب باری جو دنیا مین انتقام نہین لیتا تو محض بنی آدم کی بھلائی برائی پوری ہو جانے
کے واسطے اور وہ بغیر فنا ہو جانے نوع انسانی کے ممکن نہین ہے نہ یہہ کہ اُن کے بھلے برے کامون سے غافل
ہے یا بے پروائی کی راہ سے بدلا لینا منظور نہین رکھتا سو اسکو امہال کہتے ہین یعنے ڈھیل دینا ایک مدت تک اہمال
نہین کہتے یعنے مہمل چھوڑ دینا نہین ہے اور اکثر یہہ کین اور انتظار بندون کے حق مین مال اور جاہ اور عزت اور نعمت کے دینے
اور نہ دینے کے سبب سے ہوتا ہے تا کہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے شکر کرتا ہے
اور اپنی حد کے اندازے سے قدم باہر نہین رکھتا ہے یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہے اور مال

اور جاہ اور نعمت نہ دینے کی حالت مین بھی دیکھتا ہے کہ کفران نعمت اور جزع اور فزع کرتا ہے یا صبر اختیار
کرتا ہے اور قضا پر یعنے اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہے لیکن اس گھات اور انتظار کو سوائے اللہ تعالی کی
اور پیغمبرون اور صدیقون اور اولیاؤن اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم غیب کے معاملے کی
کیفیت سے غافل ہین ہرگز اس بھید کو نہین جانتے ظاہر کی نعمت اور مال پر فریفتہ ہو جاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور
تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور نا امید ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین فَأَمَّا الْإِنسَانُ بس آدمی
اس چھپے معاملے سے غافل ہے اور اسکی غفلت کی دلیل یہہ ہے إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ جب آزماتا ہے اسکا
پروردگار کہ گھات مین ہے مال دیکر فَأَكْرَمَهُ بس عزت دیتا ہے اسکو بسبب اس مرتبے کے
جو مال دینے سے اسکو حاصل ہوا ہے وَنَعَّمَهُ اور نعمت مین رکھتا ہے اسکو کیونکہ مال ہی سے ساری نعمتین
حاصل ہوتی ہین فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ پھر کہتا ہے میرے رب نے مجھکو عزت دی بے سمجھے بوجھے یہہ نہین جانتا
کہ یہہ سب آزمایش ہے پکڑ الٰہی سے نڈر ہونا چاہیئے اور دھوکھا نہ کھائے اسپر کہ اوّل بار مین جو مال اور عزت
دی ہے تو آخرت مین بھی اسیطرح سے کرینگے یہہ بات ہرگز نہین ہے بلکہ مقدمہ ہنوز پردہ مین ہے دیکھے
کیا ہو وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ اور مقرر آدمی جب آزماتا ہے اسکو پروردگار اسکا فقر و فاقے سے فَقَدَرَ
عَلَيْهِ رِزْقَهُ تو تنگ کرتا ہے اسپر رزق اسکا اگرچہ حاجت ضروری کے موافق جسپر زندگانی موقوف ہے
میسر ہو فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ پھر کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھکو ذلیل کیا بے سمجھے بوجھے اسبات
کے کہ سب آزمایش ہے میرے صبر کی اور ذلت اور عزت کا مقدمہ تو پوشیدہ ہے نہین معلوم کہ کیا ہے کیونکہ
بہت ہوتا ہے کہ فقر آخرت کی عزت کا سبب ہو جاتا ہے اور بہت ہوا ہے کہ مال اور دولت آخرت کی
ذلت و بال کے سبب ہوئے ہین سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور ہونا اور ان دونون صورتون مین یعنے نعمت
اور بلا مین غیب کے معاملے کو جو امتحان اور آزمایش ہے نہ سوچنا بڑی غفلت ہے إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ
کے مضمون سے باقی رہے یہان پر چند سوال کہ جواب انکا بہت ضرور ہے اوّل یہہ کہ لفظ ف کا تفریع کیواسطے
آیا ہے اور عرب کی لغت مین اما کا کلمہ مجمل کی تفصیل کے واسطے ہوتا ہے وہ مجمل جو سابق کے کلام مین
گذرا ہو سو اس کلام مین وہ مجمل کہان ہے اور تفریع تفصیل کی کس چیز سے علاقہ رکھتی ہے جواب اسکا

یہہ ہے کہ وہ مجمل کلام مضمون اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کا ہے اسواسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار
عالم کا آزمایش اور امتحان کے درپے ہے اور بندون کے احوال سے غافل نہین ہے اور یہہ بات اسکو چاہتی
ہے کہ بندے بھی ڈرتے اور ہوشیار مین غافل نہو جاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار ہے اور اسکی غفلت کا
بیان دونون صورتون مین یعنے عزت اور ذلت مین دولت اور فقر مین تفصیل اس مضمون کی ہے اور اس تفصیل کو
اجمال پر ف کے لفظ سے تفریع فرمایا ہے دوسرے یہہ کہ دولت کی آزمایش پر فَأَكْرَمَهُ ارشاد ہوا
اور بندیکی زبانی بھی فَأَكْرَمَنِ نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش پر فَأَهَانَهُ فرمایا اور بندیکی زبانی سے فَأَهَانَنِ
فرمایا اسمین کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہہ ہے کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہے پس فقر کو
اہانت کہنا غافل بندے کا کام ہے کچھ موافق واقع کے نہین ہے کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ فقر ظاہری دنیا اور
آخرت کی صلاح کا سبب ہوجاتا ہے بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بھی ہوجاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ کے
احوال سے ظاہر اور ہویدا ہے اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہے اکثر حالات
مین گو کہ آخرت کی عزت کا سبب نہو پھر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہے دنیا اور آخرت کے خسران سے
مگر سواس نکتے کے واسطے فَأَكْرَمَهُ کی لفظ کو اس جاے پر پڑھایا تیسرے یہہ کہ اصل کلام یون معلوم ہوتا ہے
کہ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَأَكْرَمَهُ فَأَمَّا هُوَ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ
فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ پس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہے دونون جاے پر وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ ظرف ہے
یقول کا اور کلام مجید مین اول اما کو انسان پر داخل کیا پھر دوسری بار اذا ما ابتلاہ پر جو ظرف یقول ہے لاے
اس تغیر مین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ حقیقت مین اما ظرف پر داخل ہے اسواسطے کہ اما کا لفظ لانے
سے انکی تفصیل منظور نہین ہے بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہے اور پہلے قرینے
مین جو انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہے سو ضمیرون کے مرجع کی تعین کے واسطے ہے جو کہ سابق مین
مذکور نہین ہوا سو بہ اعتبار اصل معنی کے کلام کو یون سمجھا چاہیے کہ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ وَالْإِنْسَانُ غَافِلٌ
عَنْ ذٰلِكَ فِي كِلْتَا الْحَالَتَيْنِ فَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ وَأَمَّا
إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ بلکہ اگر خوب غور کیجیے تو یہان دو تفصیلین منظور

ہین اول یہہ کہ اَمَّا الْاِنْسَانُ فَهُوَ غَافِلٌ مِنْ كَوْنِ رَبِّهِ لَبِالْمِرْصَادِ فِي كِلْتَا الْحَالَتَيْنِ

اور دوسرے یہہ کہ اِمَّا فِي حَالَةِ الْاِبْتِلَاءِ بِالنِّعْمَةِ وَالْمَالِ فَلَا يَتَلَقَّى النِّعْمَةَ بِالشُّكْرِ وَاَمَّا فِي حَالَةِ

الْاِبْتِلَاءِ بِالْفَقْرِ وَالضِّيقِ فَلَا يَتَلَقَّاهُ بِالصَّبْرِ وَلَا يَدْرِي اَنَّ رَبَّهُ مُتَرَقِّبٌ لِمُجَازَاتِهِ عَلَى مُعَامَلَتِهِ

اور جو تفصیل اول کی مقصود بالذات تھی تو انسان کے لفظ کو اس تفصیل کے واسطے شروع مین اس تفصیل سے زیادہ کیا تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسری تفصیل کو اشباع طور پر لائے ہین اسواسطے کہ یہی تفصیل بالذات مقصود تھی واللہ اعلم چوتھے یہہ کہ انکار اور مذمت انسان کی جو اکرمن اور اہانن کی لفظ سے بوجھی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ ہی حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اسکے مطابق خود بھی ارشاد فرمایا ہی پھر اگر بندے نے بھی اسکے موافق کہا تو انکار کی کیا جگہہ ہی اور اہانت کی جائے پر ہرچند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہی کیونکہ فقر اور معاش کی تنگی اکثر اوقات مین سبب ذلت اور حقارت کا ظاہر بینون کی نظرون مین معلوم ہوتی ہی چنانچہ مثل مشہور ہی عِزَّةُ الدُّنْيَا بِالْمَالِ وَعِزَّةُ الْاٰخِرَةِ بِالْاَعْمَالِ جواب اسکا یہہ ہی کہ انکار اور مذمت کہنے پر اکرمن اور اہانن کے نہ اسواسطے ہی کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہی کہ بندہ اکرام اور اہانت دنیوی مین گرفتار رہتے اور اس آزمایش سے جو پردہ مین اکرام اور اہانت کے مخفی اور مستور ہی غافل ہو جاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی جو قیامت کے روز ظاہر ہوگی نہین جانتا اور سوائے اکرام اور اہانت دنیوی کے کسیطرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا بس بندہ مانند بے عقل بچے کے ہی کہ زہر شکر ملا ہوا مانند شکر کے جانتا ہی اور بدمزہ دوا کو جو سراسر اسکے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہہ انکار اور جھڑکیان اسکی بیوقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چھوڑ کے ظاہر پر ریجھ رہا ہی پانچوین یہہ بات ہی کہ ابتلا کے معنے عرف کے موافق فقر مین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنے ہونگے جواب اسکا یہہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنے امتحان اور آزمایش کے ہین سو جیسی فقر مین آزمایش منظور رہی یعنی صبر کریگا یا نہین اسیطرح دولت مین بھی وہی آزمایش منظور ہی کہ شکر کریگا یا نہین چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی ؎ بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است گر بدولت برسی مست نگردی مردی پس ابتلا سے یہان لغوی معنے مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے

حال کی تفصیل بیان کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب اسکو ادا نہ کرنے پر اُن حقوق کے جو لوازمات غنا کے
ہین اور ادا نہ کرنے پر اسکے شکر کے زجر اور توبیخ فرماتے ہین کَلَّا یعنے بات یون نہین ہی کہ ملنے
سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہو کر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالےٰ کے نزدیک لازم جانو اور اسکی
نعمتون کو اسکی مرضیات مین صرف نہ کرو جسطرح بنی آدم کرتے ہین بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ بلکہ تم لوگ
یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے تمکو مرتبہ اور عزت اسواسطے دیا ہی کہ بے عزت لوگون کی عزت
کرو خصوصًا یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اسپر برستی ہی چنانچہ بہت سا مال اور دولت تم کو اس
واسطے دیا گیا ہی کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور ان کا پیٹ بھرو اور تم لوگ یہہ کام نہین کرتے
وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ اور ایک دوسرے کو تقید نہین کرتے ہو کھانا کھلانے پر مسکین
کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوئے سے دینا تو کیا ممکن ہی غیر کے مال سے بھی جو بے محنت اور بے مشقت
تم کو ملتا ہی خرچ نہین کرتے ہو اور اسکو بھی بیدھڑک چکھ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَتَأْكُلُونَ
التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا اور کھاتے ہو میراث باپ دادون کی بے موقع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم
درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہی اور اپنے شریکون کے حق کے کہ حرام ہی بس تمھاری سمجھ بوجھ جانورون کی
سمجھ بوجھ سے بھی کمتر ہی کہ اپنی گھاس کو اول سونگھ لیتے ہین پھر اگر قابل کھانے کے ہوتی ہی تو کھاتے ہین
نہین تو چھوڑ دیتے ہین اور اگر کوئی یہہ کہے کہ نتو میرے پاس مال ہی کہ یتیم اور مسکین کو انمین سے دون
اور نہ باپ دادے کی میراث ملی ہی کہ اس مین سے شریکون کا حق کھا لیا ہوگا اسکے جواب مین فرماتے ہین وَتُحِبُّونَ
الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور دوستی رکھتے ہو تم مال سے جی بھر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمھارے دلمین مال کی محبت
بھری ہوئی ہی اگر تمھارے ہاتھ مین آوے تو تم بھی وہی کرو جو دوسرے کرتے ہین اور یہان پر جما کے لفظ سے
معلوم ہوتا ہی کہ فی الجملہ مال کی محبت اور تعلق دل کا اسکی طرف اگر موافق حاجت ضروری کے ہو تو معیوب
نہین ہی کیونکہ عالم کا انتظام اسی پر موقوف ہی اور وہ محبت جو بد ہی سو اسیقدر ہی کہ زیادہ حاجت سے
ہو کَلَّا یون نہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نیک اور بد کامون سے بندون کے غافل ہی یا بدلا دینا نیک
اور بد کامون پر منظور نہین ہی بلکہ اللہ تعالےٰ گھات مین ہی اور منتظر ہی ایک وقت کے آنے کا جو اسکی

حکمت نے اعمالون کی جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہے اور بیان اسوقت کا یہہ ہے اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ
دَكًّا دَكًّا یعنے جب کوٹی جاوے گی زمین جیسا کہ حق ہے کوٹنے کا یہان تک کہ ریزہ ریزہ ہو جاوے
اور پہاڑ اور اونچی نیچی زمین سب برابر ہو جاوین اور یہہ حالت بھونچال کی شدت کے سبب سے ہوگی
جو قیامت کے دن آویگا اور اسی زلزلے کے سبب سے مردے قبرون سے نکلینگے اور پھونکنے سے صور
کے روحین بدن سے مل جاوینگی وَجَآءَ رَبُّكَ اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت سے اور تجلی
فرماویگا اور جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہوگا وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آوینگے فرشتے صفین
کی صفین یعنے فرشتے ساتون آسمان کے سات صفین ہو جاوینگے اور حاملان عرش کی ایک صف دوسری
اور علی ہذا القیاس وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ اور لائی جاوے گی اس روز دوزخ یعنے ظاہر کی جاویگی
چنانچہ دوسری آیۃ مین فرمایا ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ ستر
ہزار فرشتے دوزخکو اپنے مقام سے ستر ہزار باگون سے کھینچتے ہوئے بائین طرف عرش معلے کے
لاوینگے اور جب دو سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہیگی تو چنگاریان اور لپکین اسکی اڑینگی
اور اسکے جوش وخروش کی آواز اتنی دور سے سب اہل محشر سنینگے اسوقت محشر کے لوگون پر نہایت خوف
غالب ہوگا اور پیغمبر منبرون اور کرسیون سے اتر پڑینگے اور ساری مخلوق گھٹنون کے بل بیٹھ جاویگی اور نفسی
نفسی پکار اٹھیگی یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اسدن سوچیگا اور یاد کریگا آدمی کہ پیغمبر اور نصیحت
کرنیوالے کہتے تھے کہ بدلا نیک اور بد کامون کا حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے بیشک سچ تھا کیونکہ اسباب
جزا اور سزا کے سب موجود دیکھیگا قیدخانہ تو دوزخ سا اور فرشتون سے مارنے پکڑنیوالے پیادے اس کثرت
کے ساتھ حاضر اور حاکم حق تعالیٰ ایسے قہر و اجلال کے ساتھ متجلی اور زمین جو اجسام اور ارواح کے
رہنے کی جگہہ تھی سب ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئی نہ تو کوئی ٹھکانا بھاگنے کا اور نہ کوئی پہاڑ قلعہ گڑھی کوٹ
ہے کہ وہان جا چھپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اس وقت کا کچھہ فائدہ نہ کریگا چنانچہ فرماتے ہین •
وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہان ملے اسکو سوچنا یعنے سوچنا اور یاد کرنا اسکو کچھہ مفید نہ ہوگا
کیونکہ وہ دن سوچنے یاد کرنیکا نہین ہے بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہے وہان آج اگر سوچے

تو اس روز کام آوے نہین تو سوائے حسرت اور افسوس کے کیہہ بہی ایک بڑا عذاب ہے
کچہہ ہاتھہ نہ آوے گا چنانچہ فرماتے ہین یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ کہنے لگے گا آدمی افسوس
اگر مین نے کچہہ آگے سے بہیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک جیسے ایمان اور طاعت
اور یہہ حسرت اسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ پس
اس روز نہ مارے گا اسکا سا مارنا کوئی نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ نہ بچہو کہ اس آگ مین
ہونگے کیونکہ مارنا اور دکہہ دینا انکا عذاب جسمانی ہے اور حقتعالے کا عذاب اسطور پر ہوگا کہ تقصیر وار کی
روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کردیگا اور یہہ عذاب روحانی ہے پس عذاب جسمانی کو عذاب
روحانی سے کیا نسبت ہے وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ اور نہ باندہیگا اسکا سا باندہنا کوئی کیونکہ دوزخ
کے پیادے ہرچند کہ دوزخیون کے گلے مین طوق ڈالین گے اور زنجیرون سے جکڑینگے اور دوزخ کے
دروازون کو بند کرکے اوپر سے سرپوش بند کرینگے غرض کہ طرح طرح سے عذاب کرینگے لیکن عقل اور خیال
کو ان کے بند نہ کرسکینگے اور عقل و خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہے اور بعضے
باتین ان مین سے دوسری باتون کی حجاب ہو جاتی ہین اسیواسطے عین قید مین انسان کو کمال وسعت
عقلی اور خیالی حاصل ہوتی ہے برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالی عقل و خیال کو اسکے ادہر اودہر کے جانے
سے روک رکہے اور بالکل دکہہ درد ہی کے متوجہ رکہے تو ایسے قید ہزارون درجے بدنی قید سے سخت
ہے اسیواسطے سودائیون اور مجنونکو عین سیر باغون اور جنگلون کی خنکی اور گہبراہٹ وہم و خیال کے
سبب سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ باغ اور بڑے بڑے جنگل اسکی نظر مین تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے معتبر
قاریون نے لا یعذب اور ولا یوثق مجہول کے صیغے سے پڑہا ہے اور اس صورت مین معنے
ظاہر ہین کہ نہ عذاب کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاوے گا اس غافل کی طرح سے
کوئی کیونکہ دوسرے گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کئے تہے لیکن اسدن سے غافل نہ تہے کبہی کبہی اسدن کا خوف
انکے خیال مین گذرا کرتا تہا جب اسدن کو دیکہینگے تو اس قدر خائف اور بیہوش نہ ہوجاوینگے کیونکہ اول سے
دہشت اسکی رکہتے تہے اسواسطے ان کے حق مین وہ روز بلائے ناگہانی نہوگا اور انکے عذابمین اور قید مین شامل کرنگی

عذاب اور قید سے تخفیف ہوگی اور اس ہول اور دہشت کے دن مین سب نیکون اور بدونکو اول مرتبے مین خوف
اور اضطراب غالب ہو جائیگا تو اسوقت تا بعداروں اور نیکون کو تسلی بخشین گے اور ایک منادی ندا کریگا
یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے جی چین پکڑے ہوئے ساتھ حق کے کہ تو التفات سوائے حق کے کسی
اور کی طرف نہ رکھتا تھا تجھکو بس جانے سے زمین کے اور فرشتون کی صفون کے دیکھنے سے اور پر
ہول آواز سننے سے دوزخ کے کیا پروا ہے اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ پھر اپنے پروردگار کیطرف کہ ہمیشہ
تو اسکے حضور مین مستغرق رہتا تھا اور اسکے ماسوا کی طرف التفات نہ کرتا تھا رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ایسی
حالت مین کہ خوشوقت ہونیوالا ہے تو دیکھنے تجلی سے جمال حق کی اور پسند کیا گیا ہے ساتھ ظہور آثار جمال
جمیل مطلق کے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پھر داخل ہو میرے مقرب بندونکے گروہ مین جو دیدار کے مقام مین
رہ رہے ہین اور یہہ تیرا مرتبہ ہے سعادت روحانی کا وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہو میری جنت مین
کہ وہ مقام ہے لذت جسمانی کے اٹھانیکا رَزَقَنَا اللّٰهُ الْفَوْزَ بِالسَّعَادَتَیْنِ اسجگہہ پر سمجھ لیا چاہئے کہ
نفس انسانی کو قرآن مجید مین تین صفتون سے موصوف کیا ہے ایک امارہ دوسرے لوامہ تیسرے مطمئنہ
امارہ صفت ہے کافرون اور فاسقون کے نفس کی جو کفر اور فسق سے منہہ نہین پھیرتے اور انکا نفس ان کو
ہر وقت انہی کامون کی طرف رغبت دلاتا ہے اور لوامہ ان گنہگارون کے نفس کی صفت ہے جو اپنی بدی
پر ندامت کھینچتے ہین اور گناہ ہو جانے کے بعد اپنے کو آپ ملامت کرتے ہین کہ یہہ کام مین نے کیون کیا
اور بہت برا کیا اور مطمئنہ انبیا اور اولیا کے نفسون کی صفت ہے کہ ایمان اور اطاعت اور ذکر اور فکر مین
حق کی اطمینان رکھتے ہین اور کشمکش سے خواہشون کی اور خطرات سے گناہون کے انکے احوال پراگندہ
اور اوقات مکدر نہین ہوتے اور بعضے کہتے ہین کہ امارگی ہر نفس کی صفت ذاتی ہے کہ شہوت اور
غضب کیوقت عقل اور شرع کے حکم پر ظہور کرتی ہے اور لوامگی بھی ہر نفس کی صفت ہے مگر جس وقت
کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر و شر کو پہچانے اور اطمینان بھی ہر نفس کی صفت ہے
مگر جب کہ ذکر کا نور تمام بدن کے اجزا پر غالب ہو جاتا ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے
فرمایا ہے کہ سارے نفس قیامت کے دن لوامہ ہونگے اور آپ کو ملامت کرینگے کہ طاعت زیادہ کیون نکی

بیان نفس امارہ اور لوامہ و مطمئنہ

اور گناہ

اور گناہ کیون کیا اور ہرچند کہ اصل مین اس ندا اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہے اور وہ دن قیامت
کے ہوگا لیکن نمونہ اسکا وقت مرنے ہر مومن کے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ جب با ایمان آدمی کو اجل آتی ہے تو سرہانے
اسکے فرشتے خوبصورت خوش لباس معطر آتے ہین اور کہتے ہین کہ ایجان بحق آرمیدہ خوشی اور آسانی
سے نکل آ کہ تیرا پروردگار تجھسے خوش ہے یہہ بات سنکر مسلمان کی جان کمال خوشی سے نکل آتی ہے اور ایک
عالم اسکی خوشبو سے معطر ہوجاتا ہے اور فرشتے اسکو ریشمی معطر کپڑے مین لیجاتے ہین اور دروازے آسمان کے
کھل جاتے ہین اور وہان کے دربان مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرتے ہین اور اُسکے واسطے بخشش طلب کرتے ہین
اور اسکو عرش معلا کے نیچے لیجاتے ہین تاکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہے کہ اس جان کو مسلمان
اور نیکوکارونکی ارواح کے مقام مین داخل کرو اور اُسکی قبر کو فراخ کردو تاکہ آرام اور راحت اسکو پہنچتی رہے اور اسکو کہدو کہ
آرام سے سورہے نئی دولہنکی طرح جسکو کوئی بدخواب نہین کرتا اور کافرون کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہے

سورۃ البلد

یہہ سورت مکی ہے اسمین بائیس ۲۲ آئتین اور بیاسی کلمے اور تین سو اکتیس حرف ہین اور اس سورت کا
سورۂ بلد اسواسطے نام رکھا ہے کہ اسکے شروع مین مکہ معظمہ کے شہر کی قسم کھائی ہے اور بلد عرب کی لغت
مین شہر کو کہتے ہین اور دیکھنا اس شہر کے حال کا اسوقت جو قسم کھانیکا وقت تھا دلیل صریح ہے
اس بات پر کہ آدمی کو دنیا اور آخرت مین اٹھانے سے مشقت اور رنج کے چارہ نہین ہے کیونکہ جب ایسا
شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہو تو دوسرے شہر توبطریق اولیٰ بڑے بڑے رنج اور مشقتون سے خالی ہونگے
اور انسان جو مدنی الطبع ہے یعنے اسکی طبیعت مین شہر کی محبت بسی ہوئی ہے بغیر شہر کے رہ نہین
سکتا اور کوئی شہر مقام راحت کا نہین ہے مصرع ہیچ گنجی بے دد وحب دام نیست۔ اور شہر
مکے کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہے انہین سے ایک یہہ ہے کہ حرم الٰہی کا مکان ہے اور مقام
امن کا اور مرجع خلق کا کہ ہرسال ہزارہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا

کرتے ہین اور دو عمدہ نسک ہی کی جاتی ہے یعنے حج اور عمرہ کی اور سب دنیا کی بناؤن سے اسکی بنا پہلے ہے اور قبلہ ہے عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بھی وہان ہے اور ان سب سے بڑھکے یہہ بات ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تولد جائے ہے اور اس جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہونے کی جگہہ ہے اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ والفجر سے یہہ ہے کہ اس سورۃ مین تاکید عزت اور حرمت کرنے پر یتیم کے اور کھانا کھلانے پر مسکین کے اور مذمت مال کی محبت کی مذکور ہے اور اس سورۃ مین بھی یہی مضمون منظور ہین اور اس سورتمین ہلاک کرنا بڑے بڑے زبردست سرکشونکا گناہون کی شامت کے سبب سے مذکور ہے جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورت مین بھی ایسے کافر پر جھڑکی ہے کہ اپنی قوت پر اتراتا تھا اور کسیکو خیال مین نہ لاتا تھا اور سبب اس سورت کے نازل ہونیکا یہہ ہے کہ قریش مین ایک کافر کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زور آور تھا اور ابو الاسد اس کی کنیت مقرر کی تھی قوت اسکی اس مرتبے کو تھی کہ چمڑا عکاظی گائے کا اپنے پانؤن سے دبا لیتا تھا اور لوگون سے کہتا تھا کہ اس چمڑے کو میرے پانون کے نیچے سے کھینچ لو تمام آدمی ملکر زور کرتے تھے یہان تک کہ وہ چمڑا پرزے پرزے ہوجاتا تھا لیکن اسکے پانؤن کے نیچے سے جنبش نہین کرتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اسکو اسلام کی طرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور کلام سخت کئے کہ تو مجھکو ایک قید خانے سے ڈراتا ہے جسکے کل انیس پیادے ہین ان کو تو مین ایک بائین ہاتھ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہے جو میرا سامنا کرے اور مجھسے عہدہ برآ ہووے اور ایک باغ پر مجھکو بہلاتا ہے کہ مین نے شادیون مین اور خاطرداریون مین ڈھیرون مال خرچ کئے ہین اگر ان مالون کو گنئے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب اور درختون اور نہرون سمیت اسکے روبرو بے حقیقت ہے بس اس کی ان باتون کے جواب مین اللہ تعالی نے یہہ سورت بھیجی اور مضمون اس سورتکا یہہ ہے کہ آدمی کو اپنی قوت اور زور پر اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی مغرور ہونا نچاہیئے اور ابتدا کو اپنی پیدایش کی موت کی نہایت تک نظر مین رکھنا چاہیئے کہ کیا کیا سختیان درپیش ہین کہ طاقت اُن کے اٹھانے کی بغیر اللہ تعالی کی مدد کے ممکن نہین ہے اور مالکو اس

وقت نعمت جاننا چاہیئے کہ آخرت کی سختیون مین کام آوے نہین تو نام اور جاہ دنیا کا جیسے سراب کا پانی اور نقش بر آب ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ قسم کہاتا ہون مین اس شہر کی اور لا اصل مین نفی کے معنون مین ہی اور یہان پر قسم کی تاکید کے واسطے اس لفظ کو لاتے ہین اور وجہ تاکید کے سمجھنے کی اس لفظ سے یہہ ہی کہ قسم اکثر اسبات پر کہاتے ہین جس بات سے کوئی منکر ہو پس اوّل لا کے کلمے سے منکر کے انکار کو نفی کی پھر بعد اسکے قسم سے اپنے مطلب کو ثابت کیا پس گویا مطلب دو طور سے ثابت ہوا باطل کرنے سے نقیض کے اور ثابت کرنے سے عین مدعا کے اور اگر فقط قسم کو ذکر کرتے تو اثبات ایک ہی طور سے ہوتا اسواسطے نفی کے کلمے کو لائے تاکہ تاکید کی زیادتی ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ یہان قسم کی نفی مراد ہے یعنے اس مطلب پر قسم کی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ خود ظاہر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہہ کلمہ معظم کی بزرگی پر دلالت کرتا ہی کہ اتنی چیز کا رتبہ اُس سے برتر ہی کہ ایسی چھوٹی بات پر اسکی قسم کہائی جاوے اور دونون صورتون مین اشارہ ہی ثابت ہونے پر مطلب کے دعویٰ کرنے سے اسکے ظہور کے پس اس سے بھی تاکید ثابت ہوئی اور جو مطلب قسم کا یہہ ہی کہ حقیقت مین آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج مین گرفتار ہی پس قسم اس شہر کی یعنے شہر مکہ کی نہایت مناسب اس مطلب کے واقع ہوئی کیونکہ شہر مکہ اصلی ہی تمام زمین کا اسواسطے کہ اوّل پانی پر یہی نقطہ پیدا ہوا تھا بعد اسکے اس نقطے سے تمام زمین کو پھیلا کر بچھایا ہی اور زمین انسان کے مادّے کی اصل ہی پس اصل الاصول اسکا جو محل مشقت اور رنج کا ہو تو اسکو کہان سے توقع رکھنا چاہیئے کہ مشقت اور رنج سے خلاصی پاوے گا اب آئے ہم اسبات پر کہ یہہ شہر کس سبب سے مشقت اور رنج کی جگہہ ہی سو اسکا بیان یہہ ہی کہ اوّل تو یہہ زمین سنگلاخ اور ریگستان واقع ہوئی ہی اصلاً قابل زراعت کے نہین اور پانی بھی کھارا ہی اور زمین کے نیچے بہت دور ہی اور سبب سنگلاخی کے یعنے سختی کے کنوان کھودنا اسمین نہایت دشوار ہی اسواسطے قحط دانے اور پانی کا وہان کے رہنے والون کیواسطے ہمیشہ موجود ہی اور اس وضع سے واقع ہوا ہی کہ آفتاب گرمی کے موسم مین یعنے دو مہینے جوزا اور سرطان

کے متصل سمت الراس ان کے ہوتا ہے یعنے ان کے سر کے نزدیک داہین باہین رہتا ہے اور سبب گرمی کی شدت کا ہوتا ہے اور آفتاب کی طپش کے سبب سے رات کو بھی پہاڑون مین گرمی کی شدت ہوتی ہے اور سموم یعنے گرم ہوا ہلاکت کی چلتی ہے ان سب بے سامانی اور بینوائی کی جہتون سے عیاشون اور خوش طبعون کے رہنے کے قابل نہین ہے اسیواسطے قدیم الایام سے بڑے بڑے بادشاہون نے ارادہ اس ملک کا نہین کیا اور اسکو اپنی قلمرو سے خارج رکھا ہے اور جو شخص کہ قصد اس مکان کا کرتا ہے تو فقط زیارت کی نیت سے کرتا ہے کیونکہ عیش اور خوش گذرانیکے واسباب سے کوئی چیز وہان نہین ہے اور اس مقام معظم کی زیارت کے سفر مین بھی جو جو مشقتین اور رنج خشکی اور تری مین کھینچتے ہین ظاہر اور کھلے ہین اور یہ سب چیزین جو مذکور ہوئین مشقت اور رنج دنیاوی کے اسباب سے اس مکان عالیشان مین قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے موجود تھین اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ایک اور گل کھلا اور ایک دینی مشقت نہایت بڑی نمود ہوئی کہ ایک گروہ اس شہر والون مین سے اس جناب کے ساتھ گرویدہ ہوئے اور اپنے باپ دادون کے باطل مذہبونکو چھوڑ دیا اور عبادت سے بتون کے بالکل دست بردار ہوئے تو ہر گھر مین مخالفت اور پھوٹ اور جھگڑا اور لڑائی پیدا ہوئی اور کافرون نے قتل اور ایذا پر اس جماعت کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر باندھی اور اوقات اس شہر کے رہنے والون کی بسبب اس ہلک واقعہ کے نہایت رنج اور مشقت سے گذرنے لگے اور رات دن دونون طرف والے مار دھاڑ لڑائی جھگڑے مین مشغول ہوئے تو اب اشارہ اس نئے رنج ومشقت کی طرف اس جملے سے مذکور ہوا وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور قسم کھانا میرا اس شہر کی اس وقت ہے کہ تو اس شہر مین آیا ہے یعنے وجود مین آیا کیونکہ تیری روح نازل ہونیکے سبب سے اس شہر کی شرافت اور بزرگی زیادہ ہوئی اسواسطے شرف المکان بالمکین مشہور ہے اور اسباب دینی رنج اور مشقت کے بڑھ گئے اور اس شہر کے لوگ اکبر کبائر مین یعنے بڑے گناہون گرفتار ہوئے جیسے قتل اور ایذا بہترین خلق اللہ کی اور حرمت کو حرم کی جسکے ملاحظے کے واسطے موذی جانورون کو نہ مارتے تھے اور کٹیلے درختون کو نہ کاٹتے تھے بلکہ تم صاف جواب دیکر مخالف اس عقیدے کے ہوگئے اسوقت جو جو ظلم کہ وہان کے رہنے والون سے واقع ہوتے تھے آدم کیوقت سے اس دم تک کسی سے نہوئے ہونگے پس زیادہ کرنے سے اس قید کے یعنے وانت حل بہذا البلد کے اس قسم کو

بستگی مطلب کے ساتھ ہو گئی اور جو اس قسم مین اونہا نسبت یعنی اسکی مناسبت مطلب کے ایک طرح کی
پوشیدہ گی تھی کہ سوائے اوکیا کے کوئی اسکو دریافت نہین کر سکتا تھا تو ایک قسم دوسری عام فہم بھی مذکور
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہے جننے والے کی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال مشقت اور رنج مین گرفتار
ہین کیونکہ جننے والے کو اوّل تو بوجھ اٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جننے کا درد اٹھانا چاہئے
اور بعد اسکے بچے کے پالنے مین سختیان اور رنج کھینچنا چاہئے اور جسکو جنتی ہے اسکی اسکی مصیبتین یے
ہین کہ اوّل تو اسکو اندھیرے مین بچہ دان کے کمال عجز اور ناتوانی سے گذران کرنا چاہئے اور بعد اس کے
اس محنت سرائے فانی مین یعنے دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور روحانی مین مبتلا
ہونا چاہئے اسیواسطے کہا ہے کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونے کے ساتھ اشارہ اسی بات کی
طرف ہے کہ اس جہان مین زندگانی رو رو کے کاٹے گا اور کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے ؎

لِمَا تُؤذِنُ الدُّنْيَا مِنْ صُرُوفِهَا يَكُوْنُ بُكَاءُ الطِّفْلِ سَاعَةَ يُوْلَدُ وَاِلَّا فَمَا يُبْكِيْهِ مِنْهَا وَاِنَّهَا
لَاَوْسَعُ مِمَّا كَانَ فِيْهِ وَاَرْغَدُ

یعنے اس سبب سے کہ خبر دیتی ہے دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہے رونا لڑکے کا پیدا ہونے کے وقت اور اگر ایسا نہوتا تو نہ روتا لڑکا جننے کے وقت اور البتہ وہ فراغت مین آیا ہے اس چیز سے کہ تھا اسمین اور کشادگی مین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام ہین کہ کس مشقت سے بہشت سے نکالے گئے اور دیکھی بھالی کھائی پی نعمتون کو اُن سے چھین لیا اور مراد ما ولد سے ان کی ذرّیات یعنے اولاد ہین کہ تمام عمر مین اپنے سوا اس دار المحنت کے کچھ نہین دیکھا اور وصف اپنے وطن اصلی کے کمال حسرت اور افسوس سے سنے اور ان دونون جنس سے قسم ثابت ہوئی کہ آدمی کی اصل ترابی بھی مشقت اور رنج ہے اور اصل آبی بھی مورد مشقت اور رنج کی ہے اب اس دلیل پر مدلول کو متفرع کر کے فرماتے ہین لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ مقرر پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت اور رنج مین کیونکہ اصل آدمی کی عالم خاک مین مکے کی زمین ہے اور اصل اسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام کا ہے اور دونون مشقت اور رنج مین گرفتار ہین اور کبد کو یہان پر بے کے زبر سے پڑھنا چاہئے کہ مشقت کے معنون مین ہے اور کبد بے کے زیر سے کہ جگر کے معنے مین ہے وہ بھی اسی سے مشتق ہے کیونکہ آدمی کے بدن

باورچی گری اسی کا ذمہ ہے غذا کو اپنے اندر لانے مین اور اسکے پکانے مین اور اسکے تقسیم کرنے مین بڑی بڑی
مشقتین اٹھاتا ہے اور دوسرے اعضا لقمۂ بے دود پر قابض اور متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت اور رنج
آدمی کے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاوین تو ایک بڑا دفتر چاہئے لیکن مجمل اس قدر سمجھ لیا چاہئے کہ آدمی کی خلقت
چار چیزون سے ہے اور چارون ایکدوسرے کی ضد ہین حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور یے
چارون اسکے مزاج مین اپنا اپنا غلبہ چاہتی ہین اور راستی کے اعتدال کے خراب کرنے کے پیچھے پڑی رہتی ہین مصرع پیوستہ
در کشاکش این چار اژدہاست اول تو کتنے دنون قید خانے مین بچہ دان کے قید رہتا ہے پھر کتنے دنون کمال عجز اور
ناتوانی سے جھولے مین مردے کے مانند پڑا رہتا ہے نہ تو زبان ہے کہ اپنے دل کا حال بیان کرے اور نہ ہاتھ پانون
ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اسّے کرے پھر دانت نکلنے کے درد مین اور دودھ چھڑانیکی ایذا مین مبتلا ہوتا ہے
پھر مکتب مین استاد کی مار دھاڑ کا رنج اٹھاتا ہے پھر جب عقل کے پنجے مین گرفتار ہوا اور کشاکش مین
کن مکن کے پڑا تو طرح طرح کے رنج اور ملال مین گھٹ گیا طبیعت اسکو کبھی قوت شہوانی کے زور سے چارپائے
کے مانند ذلیل بنا دیتی ہے اور گرفتار حرص کا کرتی ہے اور روپیے کیواسطے اسکے سر پر بھاری بوجھ دھرواتی
ہے اور تمام دن اسکو ایک ذلیل مزدوری کے واسطے آگ اور دھوپ مین مقید رکھتی ہے اور چند پیسون کی
محبت کے واسطے دوکان کا قیدی رکھتی ہے اور آرزو مین مٹھی بھر دانون کی اسکو بیل کے پیچھے دوڑاتی ہے
اور کبھی اسکو قوت غضبیہ کے غلبے سے درندے چارپایون مین ملا دیتی ہے اور بدگوئی خلق کی اور پھٹکار عالم
کی اسکے نصیب ہوتی ہے اور مانند بھیڑئے اور چیتے کے پنجا کھولتا ہے اور مخلوق کو ایذا دیتا ہے اور ان سب سے
طرفہ اور ایک دشواری ہے کہ مقید طبع کا بھی ہے اور مامور شرع کا بھی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہے اور طبیعت
موافقت نفس کی خواہش کرتی ہے اور عبادت سے روکتی ہے اور یہہ عبادت کا مامور ہے بے عبادت کئے اسکی
نجات نہین ہے اور باوجود گناہ کے اسباب موجود ہونے کے گناہ کرنیسے روکا گیا ہے کوئی رنج عالم مین زیادہ تر
جمع ہونے سے ضدون کے اور راضی کرنے سے مخالفون ہمزاد کے نہین ہے اور یے تمام مشقتین ورنج ہر شخص
کی ذات سے تعلق رکھتے ہین اور جو مشقتین کہ غیر کے حق سے تعلق رکھتی ہین وے ان سب سے بھی زیادہ تر سخت
ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین پادشاہ کے گرفتار ہے اور بادشاہ رعایت کرنے مین عدل اور احسان کے

رعیت پر ناچار اور اولاد رنج مین ماباپ کی خدمت کے اور ماباپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسیطرح سے خاوند کا حال ہے جورو سے اور جورو کا حال ہے خاوند سے اور میان کا غلام سے اور غلام کا میان سے اور پڑوسی کا پڑوسی سے بس کوئی شخص اسطرح کی مشقت سے بھی خالی نہین ہے اور دنیا کی ان مشقتون کے سوائے جان کندن کی مشقت اور مال کی مفارقت اور اولاد کے فوت ہونیکا رنج اور قبر کی تنگی اور لحد کی اندھیری اور تنہائی کا خوف اور منکر نکیر کے سوال کی اور قیامت کی ہول کی اور صور پھونکنے کی دہشت اور اوّلین اور آخرین کے سامنے فضیحت ہونیکا خوف اور حساب کتاب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کی شرمندگی اور حضرت ربّ العزت کے سامنے کھڑے ہونے کی ہیبت یہ سب خوف دنیا کے سوائے ہین مرنیکے بعد اور اگر معاذ اللہ ساتھ ان مشقتون کے دوزخ کے لایق ہوا تو ہمیشہ کی ذلت اور خواری اسکے نصیب ہوئی اور رنج اور الم اسکا حد سے گذر گیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا پھر جو کوئی ابتدائے عمر سے انتہا تک اس قسم کی مشقتون اور تکلیفون مین گرفتار ہو اسکو فخر کرنا اپنے زور اور بازو پر اور بہت مال خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نازیبا ہے چنانچہ فرماتے ہین اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہے آدمی ساتھ ان مشقتون اور رنجون کے کہ قدرت نہ پاویگا اسپر کوئی تاکہ سزا اسکی دے اور بھلے برے کامون سے پوچھے حالانکہ وہ مبدوم مقہور الٰہی کا ہے اور تابعدار اسکی قدرت نامتناہی کا بلکہ اسکی ضعیف سے ضعیف مخلوق سے جیسے مکھی اور مچھر ہے عہدہ برآ نہین ہوسکتا اور جو اکثر فخر اسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تھا اور اس دعوے مین کہ مجھپر کوئی قدرت نہ پاسکیگا اکثر اعتماد اسکا اپنی عزت اور جاہ پر تھا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس عزت اور جاہ کو حاصل کیا ہے کیونکہ جو شخص بہت مال خرچ کرتا ہے سب کے دلون مین عزیز اور سب نظرون مین بڑا مرتبہ والا معلوم ہوتا ہے اور کوئی شخص اسکی خفگی پر اور اسکے برا بھلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کے جو اُس سے رکھتا ہے اسکا سامنا کرنے پر پیش قدمی نہین کرتا ہے سواب دفع کرنے مین اسکے اس غرور کے فرماتے ہین یَقُوۡلُ اَہۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا اپنے فخر کے مقام مین اور ثابت کرنے مین اسبات کے کہ مجھپر کوئی قدرت نپاویگا کہتا ہے کہ کھپا دیا مین نے ڈھیر دن مال اور اکثر بڑے بڑے عمدہ کامون مین بہت سا مال خرچ کیا ہے اس سبب سے بڑائی اور عزت میری لوگون کے دلونمین جم گئی ہے کوئی شخص پیش قدمی

میرے مقابلے پر نہین کر سکتا اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَہٗۤ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہے کہ نہین دیکھا ہے اسکو کسی
نے اسوقت کہ ماں کے پیٹ سے ننگا بھوکا پیدا ہوا تھا اور کچھ اپنے پاس نہ رکھتا تھا پھر جو مال کمانا شروع
کیا تو کس وجہہ سے حلال سے یا حرام سے پھر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف مین جا یا بیجا اور کس نیت
سے خدا کے واسطے یا فخر اور ریا کے واسطے بس اسکو خرچ کرنے پر اس مال کے جو اس کے ہاتھہ مین عاریت
محض ہے اور اکثر حرام وجہہ سے حاصل کیا ہے اور حرام جگہہ پر صرف ہوا ہے بُری نیت سے فخر اور برائی
سزا اور نہ تھی اور اگر یہہ فخر اور بڑائی اس شخص کے روبرو کرتا جو ابتدا سے اسکے حال سے اور اسکی کمائی
سے اور اسکی نیت سے باطنی سے آگاہ نہ تھا تو گنجایش تھی یہہ تو اسکی کمال بیحیائی ہے کہ مقابلے مین رب
الارباب کے اور عالم السّر و الخفیات کے جو جاننے والا حال و استقبال کا ہے زبان فخر اور بڑائی کی کھولی
ہے اور اگر وہ کفر اور جہل کی راہ سے انکار حق تعالیٰ کے دیکھنے کا کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکے جواب
مین یون فرماتا ہے اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ عَیۡنَیۡنِ کیا نہین بنا دین ہم نے اسکو دو آنکھین تا کہ سب کو دیکھے
پھر جو غیر ونکو بینائی بخشتا ہے اور اسباب بینائی کے درست کر دیتا ہے وہ آپ کس طرح
سے بینائی مین قصور رکھتا ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو مسلم رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو
میرے دل مین نیتین ہین ان کو تو کوئی نہین دریافت کر سکتا تو اسکے جواب مین فرماتے ہین وَلِسَانًا
وَّشَفَتَیۡنِ کیا نہین بنا دئے ہین ہم نے اسکے واسطے ایک زبان اور دو ہونٹھہ پھر جسنے قدرت دل کے
بھید ظاہر کرنے کی دوسرون کو بخشی ہے وہ کیونکر دوسرے کے دل کے بھیدون پر مطلع نہ ہوگا اور
زبان سے جو فائدہ انسان کو ہے سو ظاہر ہے کہ سبب ہی بات کرنیکا اور دلکی چھپی باتین ظاہر کرنے کا
اور دونون ہونٹھون سے کئی فائدہ ہین اوّل تو چوسنا دودھہ کا اور اسیطرح میوونکا چوسنا جیسے
آنب وغیرہ اور دوسرے چھپانا منہہ کا کہ خاک دھول مکھی مچھر ہیگا اسمین نہ چلا جاوے اور تیسرے دانتون
کا چھپانا کہ کھلا رہنا دانتون کا نہایت بد زیب ہے چوتھی مددگاری کرنا بات مین کیونکہ شفتی حروف
جیسے بے اور واو کہ بغیر ہونٹھون کے نہین نکلتے اور دوسرے حرفون مین بھی مدد ان ضرور ہے پانچوان
یہہ کہ کھانا کھانے مین اور پانی پینے مین اور چابنے مین اور حلق سے اتارنے مین اور گٹھلی چھلکے پھینکنے مین

منہہ سے مدد ان کی ضرور ہے اچھا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے پھونکنے کی چیزونمین منفعت انکی ظاہر ہے اور دقیقہ شناس عالمون نے کہا ہے کہ حق تعالے نے آدمی کو دو آنکھین اور ایک زبان دی ہے تا اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ بولنا اسکا دیکھنے سے کم چاہیئے کیونکہ دیکھنا اسکا شامل ہے خیر اور شر کو اور بولنا سوا اُسے بھلا ہی کے اچھا نہین اسیواسطے ایک زبان پر دو نگہبان مقرر فرمائے ہین کہ دونون ہونٹھ ہین تا کہ معلوم کرے کہ زبان کو اپنی لگام رکھنا چاہیئے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ یعنے نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر یہہ کہ اسکے نزدیک مقرر ہین نگہبان تیار اسی کام کیواسطے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے بس اسکو چاہیئے کہ نیک بات بولے یا خاموشی اختیار کرے اور ترمذی مین عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز مین ہے فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر اور گھر مین بیٹھہ رہ اور اپنے گناہون پر رو اور سلف کے لوگ کہہ گئے ہین کہ آدمی کی زبان ایک مہلک اژدہا ہے کہ سوراخ اسکا دہن ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے اِحْفَظْ لِسَانَكَ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ لَا يَلْدَغَنَّكَ اِنَّهُ ثُعْبَانُ یعنے نگاہ رکھہ زبانکو اپنی اے آدمی نہ کاٹ کھائے تجھکو وہ تو ایک اژدہا ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب آدمی چاہے کہ بات کرے تو اول چاہیئے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورت لے پھر اگر جانے کہ میری بات کرنے مین سراسر مصلحت ہے اور دین دنیا کی کوئی مضرت نہین ہے تو البتہ بات کرے اور اگر مضرت کا شک بھی ہو تو ہرگز اسکو بات کرنا روا نہین ہے پھر اسبات کا کہان ٹھکانا جس مین مصلحت نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضا اور جوارح اسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے ظالم انصاف کر کہ ہم سب تیری اچھائی اور برائی کے ساتھہ متعلق ہین اگر تو سیدھی راہ پر رہیگی تو ہم بھی نجات پاوینگے نہین تو تیرے کئے پر ہم بھی گرفتار ہونگے اور اس آیتمین تخصیص ان تینون نعمتون کے گنانیکی ہے یعنے آنکھہ اور زبان اور ہونٹھ اسکی ایک وجہہ دوسری بھی ہے وہ یہہ ہے کہ جب آدمی اپنے ماکے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو بھوکا ہوتا ہے اور پہلی چیز جو اپنے قوت کے واسطے دنیا سے

حاصل کرتا ہے وہ دودھ ہے جو چھاتی سے پیتا ہے اور دودھ پینے مین یہ تین عضو ضرور ہین تاکہ
دودھ پلانے والی کو دیکھے اور پستان کو ہونٹھون سے چوسے اور دودھ کو زبان کی مدد سے مزہ چکھکر
حلق سے اتارے پھر جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنی قادر نہو جسپر اسکی زندگانی اور بقا موقوف ہے تو دوسرے
مکسوبات پر اپنی خودی سے کسی قسم سے اسکو اترانا روا ہوگا اور اگر مقابلے مین وہان کافر کہے کہ ہرچند
کہ خداتعالی سب چیزون کو ظاہر اور باطن سے دیکھتا ہے اور جانتا ہے لیکن مین نے جس جگہہ پر مال خرچ کیا ہے
اور جس نیت سے کیا ہے اسمین مین معذور ہون اسواسطے کہ مجھکو وہی محل اور وہی نیت بہتر اور خوب
معلوم ہوئی تھی دوسرے محل اور دوسری نیت کو مین جانتا ہی نتھا تاکہ اس محل مین اور اس نیت سے مال
خرچ کرون اسکے جواب مین فرماتے ہین وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور بتا دین بلکہ دکھا دین ہم نے اسکو دونون راہین
خیر اور شر کی پس دعوی مین بے عقلی اور بے سمجھی کے جھوٹھا ہے کیونکہ اول اسکو ہمنے عقل دی پھر انبیا اور عالمون
واعظون کے واسطے سے اسکے کان مین علامتین نیک راہ کی اور بد راہ کی پہنچا دین اور دونون راہون
کو جدا جدا اسکی نظر مین دکھا دیا پھر اسنے بری راہ کو اختیار کیا اور سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور ہرگز
اپنے مال کو نیک جگہہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہین فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ پس اس کافر سے نہو سکا کہ ہلکتا
سخت گھاٹی پر اور سختی اور دشواری بھی ایک عمدہ علامتون سے ہے نیک راہ کی کیونکہ بری راہ نفس
کی موافقت اور اسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سبک معلوم ہوتی ہے اور خرچ کرنا مال کا خواہشون مین
اور لذتون مین آسان معلوم ہوتا ہے ہان مال خرچ کرنا مشکل وہان ہے جہان کچھ منفعت اور لذت کی توقع
نہو محض ابتغاء المرضات اللہ واقع ہو یعنے واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے
ہین وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور کیا بوجھا تو اے آدمی کہ کیا ہے وہ سخت گھاٹی جہان خرچ کرنا مال
کا طبیعت اور نفس پر شاق اور بھاری معلوم ہوتا ہے فَكُّ رَقَبَةٍ یعنے وہ گھاٹی سخت اور دشوار
خلاص کرنا گردن کا ہے اور یہہ کئی قسم سے ہوتا ہے اول آزاد کرنا غلام یا لونڈی کا اپنی ملک سے
دوسرے خلاص کرنا جان کا ہے قصاص اور خون سے یعنے اسکی عوض مین خون بہا دیکر اسکی جان
[illegible] تیسرے مقروض کا چھڑا دینا ہے جسکو قرض خواہون نے اپنی قرض کی بابت پکڑ کر قید کیا

ہوا سکا قرض ادا کرکے قرض خواہون سے چھڑادے پوچھے قیدی کا خلاصی کروانا ہے جسکو کوئی کافر یا ظالم زور سے پکڑلے گیا ہو اور بغیر مال دینے کے نہین چھوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ تعلیم کیجیے مجھکو ایک ایسا کام بتاؤ جسکے سبب سے مین بہشت مین داخل ہون آپنے فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہہ دونون ایک چیز نہین آپنے فرمایا نہین آزاد کرنا بردے کا یہہ ہے کہ اسکو غلامی کے قید سے آزاد کرے اور خلاص کرنا گردن کا یہہ ہے کہ مدد کرے اسکی تاوان سے چھڑانے مین یا خون

سے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فک رقبہ کے اطعام مسکین پر جو اس آیۃ مین واقع ہوئی ہے استدلال کیا ہے اسبات پر کہ یہہ خرچ صدقے سے بہتر ہے اور دوسرے علما اُسکے برعکس پر قایل ہوے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جانکا بچانا ہے ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہے اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہے اور قید اس قدر موذی نہین ہے کہ اس سے خوف ہلاک ہونے کا ہو اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یا کھلانا کھلانا ہے بھوکھ اور احتیاج کے دن مین جیسے قحط مین کھانا کھلانا ہیرے سوتیون سے عزیز ہوتا ہے یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ یتیم ناتے والے کو جیسے چچا و یا خالہ کا بیٹا یا بھتیجا اور سوائے اسکے اور یہہ قید اسواسطے لائے ہین کہ کھانا کھلانا ہر وقت مین عبادت ہے کیونکہ کھانیوالا بغیر بھوکھ کے کھا نہین سکتا بس ہر شخص غنی ہو یا فقیر کھانے کے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہے اور کھانا کھانے سے اسکی روح تازہ ہو جاتی ہے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کونسا ہے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور جو ملے اس سے سلام علیک کرنا اور نماز پڑھنا راتوں کو جب لوگ سوتے ہوئے اور جو کھانا کھلانا قحط اور غلے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اسکا اجر کئی درجے بڑھ جاتا ہے کیونکہ دوسرے وقتون مین اگر کوئی شخص ابتدا سے بھوک مین اذیت اٹھاویگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سر جا لگیگا اور خوف جان جانے کا نہوگا بخلاف قحط اور غلے کی نایابی کے دونون مین کہ خوف ہلاکت کا ہے اور ان وقتون مین بھی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر نہین یا والی وارث رکھتے ہین ان کو ایک دو روز کے بعد کھانے کو مل رہتا ہے اور ذمہ دار انکے معاش کی تھوڑی بہت خبرگیری کرتے رہتے ہین

اور یہہ یتیم ان علاقون مین سے ایک بھی نہیں رکھتا ہے اور خوف اسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو
پہنچتی ہے علی الخصوص ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بھی اس سے رکھتا ہو کہ اسکے کھلانے مین صدقہ بھی ہے اور صلہ رحم بھی ہے اور
پہر بدی ایک عبادت ہے اور یہہ بھی ہے کہ کھلانے مین یتیم کے علی الخصوص جو ناتہ والا بھی ہو کوئی نفع حال یا آئندہ کا
متوقع نہین ہوتا ہے سوائے آخرت کے ثواب کے کیونکہ بہ سبب بچپن کے کوئی کام اسکے ہاتھ سے ہو نہین سکتا اور تعریف اور
اسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اسکے کھانا کھلانے کے وقت کوئی دیکھے بھی تو دل مین یہی سمجھے کہ رشتہ داری کے سبب سے اسکو
کھلاتا ہے بس دروازہ ریا اور برائی کا بالکل بند ہو جاویگا اور خلوص نیت کا کما حقہ ثابت ہوگا اَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ
یا کھانا کھلانا اس مسکین کا جو خاک مین رلا ملا ہے اور یہہ قید اسواسطے بڑھائی ہے کہ مسکین کبھی اس محتاج کو بھی کہتے
ہین کہ خرچ اس کا اسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورۂ کہف مین واقع ہے وَأَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ
فِي الْبَحْرِ لیکن وہ مسکین ایسا خاکساری اور افتادگی کے مرتبے کو نہین پہنچا کہ اسکی جان جانیکا خوف دمبدم لگا ہو
اور جب نوبت فقیر کی اس مرتبے کو پہنچتی ہے تو اسوقت وہ بھی محل کسیطرح کے نفع کی توقع کا حال اور استقبال
مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالی کی رضامندی کیواسطے ثابت ہوتا ہے اور جو خرچ کرنا مال کا ان
تینون وجہون مین جو مذکور ہوئی ہین کبھی کبھی کافرون اور بداعتقادون کے ہاتھ سے بھی جنسیت کی محبت اور رحم
جبلی کے سبب سے واقع ہوتا ہے اور آخرت کے حساب مین رائگان اور برباد ہے اور ناچار احتراز کے واسطے اس
قسم کے مال خرچ کرنے پر تھوڑا سا اور بھی بڑھا کر فرماتے ہین ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا پہر ان سب باتون
کے ساتھ ان لوگون کے گروہ مین سے ہو جو ایمان لائے ہین اور تصدیق دین اور شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی
کی ہے تا کہ یہہ عمل خیر اس شخص کا آخرت مین شامت سے کفر کی اور تکذیب سے پیغمبر کی بے فائدہ اور برباد نجاوے
اور ثم کا لفظ ہر چند کہ ایمان کی تراخی اور تاخیر پر دلالت کرتا ہے ان عملون سے حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتون
کے قبول ہونے کی شرط ہے اور شرط مقدم ہے مشروط پر لیکن یہان پر تاخیر اور تراخی بیان مین ہے نہ واقع
ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز اسوقت مین مقبول ہوتی ہے کہ ابتدائے ترکیب سے سلام تک اسکے ارکان ترتیب سے ادا
کرے پھر وضو بھی کیا ہو حالانکہ وضو نماز کی شرط ہے پہلے نماز سے کیا جاتا ہے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچھے
ہی مشروط کے مرتبے سے سوا اس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثم کے لفظ کو استعمال فرمایا ہے اور اگر اول سے

مسکین خاکنشین

مذکور فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان بھی عقبہ مالی کے ارکان مین داخل ہے اور واقع مین اسطور سے نہین ہے اور بعضے
علما نے کہا ہے کہ تاخیر وقوع مین مراد ہے کیونکہ کافرون کے عمل توقف مین رہتے ہین اگر آخر عمر مین ایمان لائے تو
وے سب پچھلے اعمال برکت سے ایمان لاحق کی مقبول ہو جاتے ہین اور انپر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے
کہ حکیم بن حزام نے جو بھتیجے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا
کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کئے ہین فرمایا کہ تیرے اسلام نے ان سب کامون کو
نیک کر دیا اور مقبول ہو گئے پس معنے اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرچ وجوہ مذکور مین کیا
اور بعد اسکے توفیق ایمان کی بھی پائی تو سخت اور کٹھن گھاٹی سے گذر گیا اور عربیت کے علما کو ترکیب مین اس آیۃ
کی اشکال مشہور ہے اسکا حاصل یہہ ہے کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ نہین آتی ہے مگر دعا
مین چنانچہ لا بارک اللہ فی سھیل یا تکرار کے ساتھ چنانچہ فلا صدق ولا صلی اور اس آیت مین یعنی
فلا اقتحم مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ ہے اور یہہ دونون نوع سے خارج ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ
جو عقبہ کی چیزون کے ساتھ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی مکرر پیدا ہو گیا اور کلام مین زیادہ
اعتبار معنے کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اسکے ساتھ قرآن خود حجت کافی ہے گواہ لانے کی حاجت نہین ہے
اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہنچے تو مرتبہ کمال کا خرچ کرنے مین مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اسباب
مین ارشاد ہوتا ہے کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا وتواصوا بالصبر اور
آپسمین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہے اور کتاب اللہ مین ستر اور کئی آیتون مین اسپر
تاکید واقع ہے اور حق تعالی نے اپنے پیغمبر کو بھی اسکا حکم فرمایا ہے کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من

الرسل اور اسی جا سے صبر کی بزرگی کو سمجھ لیا چاہئے کہ قرآن مین اسکا ذکر نماز پر بھی مقدم رکھا ہے
چنانچہ فرمایا ہے یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ اور اپنی رفاقت کو بھی صبر والون
کے ساتھ مخصوص کیا ہے چنانچہ ان اللہ مع الصابرین فرمایا ہے اور کسی جا ان اللہ مع المصلین
اور مع الصائمین اور مع المتصدقین نہین فرمایا اور یہہ بھی ہے کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہے
اور صبر کے واسطے بے حساب اجر کا وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب

اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکھا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا
لَمَّا صَبَرُوا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت سے عزت دین اور دنیا کی بخشی چنانچہ فرمایا کہ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَى
عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا اب حقیقت صبر کی سمجھ لینا چاہیئے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ صبر کی وصیت کرنا گویا سب
کمالون کی وصیت کرتا ہے سو حقیقت صبر کی یہہ ہے کہ آدمی اپنی دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کیوقت
ثابت رہے اور بے پروائی کرے پھر یہہ استقلال اور اثبات کبھی جسم سے ہوتا ہے اور وہ دو قسم پر
ہے ایک تو عبادت شاقہ سے تکاسل اور سستی نکرنا اور دل نہ چرانا اور تکلیف اور ایذا کے آجانے میں نہ
ہراسان ہونا اور وضع دینی کو اپنی چھوڑنا اور کبھی ساتھ نفس سے ہوتا ہے پھر اگر دونون شہوتون سے یعنے
شہوت بطن اور شہوت فرج سے نفس اس کا نہ بھٹکا اور خلاف دین کے کوئی حرکت اور خواہش اس سے صادر
نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل مین اس کے مجانت اور فجور ہے اور اگر پرہیز کرے مکروہات سے
اور طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو انکو صبر مطلق کہتے ہین اور ضد اسکی اضطراب اور
بے باکی ہے اور اگر مالداری اور دولتمندی کی حالت مین اپنے نفس کو شرع کے حکم پر مضبوط رکھے اور تکبر
اور خود پسندی کو دخل ندے اور بڑائی اور فخر نہ کرے تو اسکو حوصلے کی وسعت کہتے ہین اور اسکی ضد
تنگی حوصلے کی ہے اور اگر لڑائی کے وقت بھاگنے اور سستی کرنے سے اپنی جان کو بچا وے تو اسکو شجاعت
کہتے ہین اور اس کی ضد نامردی ہے اور اگر غصہ کے وقت استقلال کرے تو اسکو حلم کہتے ہین اور ضد
اسکی طیش ہے اور اگر سرانجام مین کامون کے تنگدل نہووے تو اس کو کشادگی سینے اور حوصلے کی
کی کہتے ہین اور ضد اس کی تنگدلی ہے اور اگر رازداری مین اور چھپانے مین بھید دل کے بیجا ہووے
تو اس کو کتمان کہتے ہین اور ضد اس کی اظہار ہے اور اگر نگاہ رکھنے مین حقوق کے جیسے امانت
اور قرض مین احتیاط کرے تو اس کو امانت کہتے ہین اور ضد اسکی خیانت ہے اور اگر لذتون پر دنیا
کی رغبت نکرے اور ضروریات پر اکتفا کرے تو اسکو زہد اور قناعت کہتے ہین اور ضد اس کی حرص
ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اکثر اخلاق ایمان کے صبر مین داخل ہین اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور صبر حرام سے فرض ہے اور مکروہ سے نفل غرض کہ دین مین صبر سے بہتر کوئی

چیز نہین ہے اسواسطے کہ بنا عبادت کی صبر پر ہے اسوجہہ سے کہ داخل ہونا عبادتمین نفس کے مخالف ہے اور تمام کرنا
عبادت کا زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہے اگر صبر نہو تو کوئی عبادت پوری نہو اور تمامی کو نہ پہنچے اور یہہ بھی ہے
کہ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہے اور گھبراہٹ اور بیقراری آدمی کو عبادت سے روکتی ہے اگر صبر نہو تو دنیا کی محنتین ہمیشہ
آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار رکھین اور کبھی اسکو فراغت عبادت کے واسطے میسر نہو اور یہان سے وجہہ صبر کے
تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون ہین اور شرع مین ہر طور سے مطلوب ہے
پس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامون کے چاہئی ہے وہ یہہ ہے کہ میل اور التفات اُن جانب
نکرے اور رعایت حق تعالی کی منظور رکھے اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہیئے سو اسمین اول نیت کو بچانا ہے
ریا سے اور دوسری چیزون سے جو اخلاص کے منافی ہین پھر اس عبادت کے ادا کرنے کی محافظت فساد
اور ابطال سے پھر محافظت اسکے ثواب کے ضایع ہونیسے اور محافظت عبادت کے کاسل سے اور وقتون
اور شرطون کی رعایت معدوم ہونے سے اور جو صبر کہ گناہون کے مقابلے مین چاہیئے سو یہہ ہے کہ ریاضت
سے نفس کو ان گناہون کی طرف رغبت کرنے سے روکے اور ورع کا قصد کرے اور ورع کہتے ہین
گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہے
اسواسطے کہ مصیبت دو قسم کی ہے اول وہ کہ جسکا انتقام اور بدلا لینا بندے کی قدرت مین ہے تو اس
قسم کی مصیبت پر صبر یہہ ہے کہ تحمل کرے اور اسکا بدلا نہلے نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور اس مقدمے
مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بددعا کرنے سے بھی احتراز کیا ہے بلکہ اسکو موجب صبر کے نقصان
کا جانا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک چور کو جو ان کا اسباب
چرالے گیا تھا بددعا کرتی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے سنکر ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتی
ہے کہ اس چور کا عذاب کم ہو جاوے اور بوجھ اور وبال اسکا خفیف ہو جاوے اور تیرا اجر بھی گھٹ جاوے
اسکو بددعا نہ کر تاکہ وبال اس کا سخت اور اجر تیرا زیادہ ہو دوسرے وہ مصیبت ہے جسکا
تدارک بندے کے ہاتھ مین نہو اور صبر اس قسم کی مصیبت پر یہہ ہے کہ فریاد نہ کرے اور شکایت نکرے
نہ قول سے نہ فعل سے وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ یعنے وصیت کرتے ہین ایک دوسرے کو مہربانی اور

اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہہ خلق الوہیت کے اخلاق سے ہے جسپر الرحمن الرحیم دلالت کرتا ہے اور
عمدہ صفات سے حضرت نبوت کے ہے اسواسطے کہ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ آپکے حق مین ارشاد ہوا ہے اور بہت
سے اخلاق محمودہ کا منبع ہے اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خلق سے پیدا ہوتے ہین اسیواسطے حدیث
صحیح مین وارد ہوا ہے کہ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ یعنے
رحم کرنیوالون پر رحمت کرتا ہے رحمان رحم کرو انپر جو زمین مین ہین تاکہ رحم کرے تم پر جو آسمان پر ہے اور ابو یعلی
طبرانی نے روایت کی ہے انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حق تعالی
اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا مگر رحیمون پر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص ہم مین سے رحم رکھتا ہے فرمایا
کہ رحیم وہ نہین کہ اپنی جان پر اور اپنے خویش اور اقربا پر رحمت کرے رحیم وہ ہے کہ سب مسلمانون پر مہربان
ہو بڑے کو باپ اور برابر کو بھائی اور چھوٹے کو بیٹا جانے اور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیر المومنین سیدنا
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا
ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری خلق پر رحمت کرو اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کو چاہیئے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا کرین اور مانند ایک
تن کے ہون چنانچہ ایک عضو اگر بدن مین درد کرتا ہے تو تمام بدن اسکی رفاقت مین بے چین رہتا ہے اور تپ
مین گرفتار ہو جاتا ہے اور طبرانی نے اس حدیث کی روایت کرنیکے بعد کہا ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایک روز خواب مین دیکھا اور اس حدیث کو پوچھا آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا
صحیح صحیح صحیح اور ایکدن ایک عامل حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضہ کے عاملون سے آپ کی ملاقات
کے واسطے آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وے لنبے چت لیٹے ہین اور غریبون کے بچے انکے پیٹ پر چڑھتے ہین اور
کھیلتے ہین عرض کی کہ یہہ حرکت خلافت کی شوکت کے لایق نہین ہے فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتھ
ایسا سلوک نہین کرتا ہے اسنے عرض کی کہ مین جسوقت دربار مین بیٹھتا ہون تو بڑے بڑے گردن کش
اس جگہہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے ہین نہ یہہ کہ فقیرون غریبون کے بچے میرے پیٹ پر کھیلین فرمایا
کہ تو ہمارے کام کا نہین اس واسطے کہ ہم کو محبت اور شفقت اپنے پیغمبر کی امت پر منظور ہے ریاست کی ہیبت

اور شوکت دکھانا منظور نہین اور اُس عامل کو معزول کیا اور بعضی حدیثون مین بھی مذکور ہے کہ میری امت کے ابدالون
کو یہہ منصب اعمالون کے زور سے حاصل نہین ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت اور سینے کی صفائی سے اور مہربانی کرنے سے اللہ تعالے
کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہنچتے ہین اب سمجھ لیا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے عبادت مالی کے کامل کرنیکے حق مین ان دونون
وصفونکو یعنے صبر اور مرحمت کو اسواسطے تخصیص فرمایا ہے کہ خرچ کرنا مال کا وجہون مین خیرات اور مبرات کی بغیر ان
دونون چیزون کی متصور نہین ہوتا اوّل چاہیئے کہ حرام مال سے صبر کرے اور نفسانی لذتون سے اگرچہ حلال
ہون اپنے نفس کو باز رکھے اور بعد اُسکے مرحمت اور شفقت سے اُس مال کو محتاجون اور مسکینون اور
یتیمون پر صرف کرے پس یہان پر صبر ایسی جگہہ پر واقع ہوا ہے کہ ایک بڑے مانع کو روکتا ہے اسواسطے
کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنے کو مانع ہے بسبب صبر کے زایل ہوجاتی ہے اور مرحمت اور شفقت مانند وجود
مقتضی کے ہے اسواسطے کہ یہہ صفت اخلاق سے حضرت ربوبیت کے ہے اور ربوبیت احسان اور پرورش
کو تقاضا کرتی ہے اور وجود رفع مانع کا وجود مقتضی پر مقدم ہے تو ذکر مین بھی صبر کو مرحمت پر مقدم فرمایا
اور یہہ بھی یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ جاہلون کے ذہنون مین اکثر وقتون مین قساوت قلبی اور دلکی سختی صبر
کے ساتھ مشتبہہ ہوجاتی ہے اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت اور سختی مین بے تاب ہونا اور قلق کرنا صبر
کے خلاف ہے اور اسی خیال فاسد سے اقربا کی اور دوسرے مخلوقات الٰہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے
ہین سو حق تعالیٰ نے دفع کرنے کو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتھ قریب کیا ہے تاکہ
اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اس جگہہ پر محمود ہے تاکہ لاحق ہو نا ضرر کا کسی
بندے کو خدا کے بندون سے مظنون نہو والّا بموجب اس بیت کے ؎ اگر بینم کہ نابینا وچاہ ست ٭ وگر خاموش
بنشینم گناہ ست ٭ محمود نہین ہے اور اسیواسطے عرب کے بزرگ اپنی مثالون مین کہہ گئے ہین کہ صَبْرُكَ فِي
مُصِيْبَتِكَ خَيْرٌ مِنْ جَزَعِكَ وَجَزَعُكَ فِي مُصِيْبَةِ أَخِيْكَ مِنْ صَبْرِكَ یعنے صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین
بہتر ہے جزع اور فزع سے اور بیقراری اپنے بھائی کی مصیبت مین بہتر ہے صبر سے اُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ
یعنے وے لوگ جو آپس مین وصیتین کرتے ہین اور اُسکے موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ یمن اور برکت
والے ہین کیونکہ معنے یمن اور برکت کے یے ہین کہ کسی چیز سے بہت سا نفع علی السبیل الدوام یعنے سدا حاصل ہونا

رہے اور ان سے بسبب انہیں وصیتون کے جسپر خلق قیامت تک عمل کرے گی احسان فقیرون اور مسکینون
اور یتیمون اور خاکساڑون پر قیامت تک مروج اور مرسوم ہے اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو پہنچتا رہیگا
اور ان کے واسطے ثواب ان سب احسانون کا ان کے نامہ اعمال کے دفتر مین لکھہ گیا ہے اور بعضے مفسرون
نے میمنہ کو سیدھی جانب پر قیاس کیا ہے کیونکہ عرب کی عرف مین سیدھی جانب کو میمون اور مبارک
جانتے تھے اسیواسطے بسارح سے تبرک لیتے تھے اور الٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے اور بارح
سے بدشگونی پکڑتے تھے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھہ کی سیدھی طرف
سے نکالا ہے اور قیامت کے دن اعمال نامے انکے سیدھے ہاتھہ مین دینگے اور بہشت مین جو اس روز
سیدھی جانب عرش عظیم کے ہوگی ان کو داخل کرینگے پس ان معنون سے بھی اصحاب المیمنہ بھی بزرگ
لوگ ہین وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جن لوگون نے انکار کیا ہمارے حکمون کا ہرچند کہ تینون فاسدہ
سے اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو گردنین خلاص
کی ہون اور یتیمون مسکینون کو کھانا کھلایا ہو اور آپس مین صبر اور رحمت کی وصیت کی ہو لیکن بسبب
کفر کی شومی کے کوئی چیز ان کے کام نہ آوے گی بلکہ هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہی ہین شامت اور بدبختی والے
کہ ایک ضرر عظیم دائمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے انکے نصیب ہوا اور تمام خیرات اور مبرات ان کی برباد ہو گئی بس
کفر کے ذکر کرنے سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ جتنی خیراتین کفر کے ساتھہ ملی ہوتی
ہین محض رایگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جگہہ پر نہین ہین اور کافر جیسے شامتی اور بدبخت
ہین اسیواسطے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھہ کی بائین طرف سے پیدا ہوئے ہین
اور قیامت کے دن اعمال نامے بائین ہاتھون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے جو دوزخ کی
راہ ہے چلینگے پھر اگر شامتہ کو بائین کے معنون مین کہئے تو بھی درست ہے اور جو اس قدر بیان فرمایا
کہ کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہے کیونکہ اسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اسکا کفر کافی ہے اب بیان فرماتے
ہین کہ انکے حق مین اسیقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہ ہوگی بلکہ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ط انپر مسلط
ہوگی ایک آگ کہ سرپوشش کی گئی ہوگی اور دروازے اسکے بند کئے گئے ہونگے تاکہ اس کی گرم بھاپ

باہر نہ نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نجاوے یعنے فی الجملہ بھی تخفیف حاصل نہو اس وقت مشقت اور رنج انکا نہایت کو پہنچے گا نعوذ باللہ من اہل النار۔

سورۃ الشمس

یہہ سورت مکی ہی اسمین پندرہ آیتین اور چوّن کلمے اور دو سو چھیالیس حرف ہین اور اس سورتکا ربط سورہ لا اقسم کے ساتھ اس وجہہ سے ہی کہ اس سورت مین ہدایت خیر و شر کے راہ کی مذکور ہی جیسے وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ویسے اس سورتمین بھی فجور اور تقوی کے الہام کا یعنے دلمین ڈال دینے کا بیان ہی اور اس سورتمین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشامہ کا ہی اور اس سورتمین بیان نفس کے پاک کرنیوالون کا اور نفس کے ذلیل کرنے والونکا ہی اور یے دونو مضمون آپس مین قریب ہین اور اس سورت کا نام والشمس اس جہت سے رکھا ہی کہ عمدہ سے عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والے کو درکار ہی سو آفتاب نبوّت کا نور ہی جسکے سبب سے اسکی نگاہ ایسی روشن ہو جاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کر لیتا ہی اور دوست اور دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوت کے آفتاب کو انوار حسیہ کے عالم مین آفتاب ظاہری سے کمال مناسبت اور مشابہت ہی جسکو عرب کی لغت مین شمس کہتے ہین اور توضیح اس الہام کی یہہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین جو آخرت کا مزرعہ ہی مانند ایک کسان کے ہی کہ اس کو معرفت الہی کا بیج اور اسباب اس تخم کے بونے کے کہ قوی اور اعضا ہین عنایت فرما کے اس مزرعہ مین بھیجا ہی اور ہر مزارعہ کو چھہ چیزین ضروری ہین کہ بغیر ان چیزون کے عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اوّل ان سب مین سے آفتاب ہی کہ اسکی شعاع سے زمین صلاحیت کھیتی کی قبول کرتی ہی اور زمین کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہی اور اس گرمی کے سبب سے قوت نامیہ زور کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کھیتی کے حق مین ایسا ہی جیسے حرارت عزیزی حیوانون کے حق مین کیونکہ جب بیج کو زمین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا اور پانی یے تینون ملکر استعداد حیات نباتی کی پیدا کرتے ہین لیکن پکانیکو اور عفونت کے دفع کرنے کو ایک حرارت درکار ہی پھر اگر اس حرارت کو آگ سے

عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوین اسواسطے حکمت الٰہی نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اسپر مسلط فرماوے تاکہ منفعت
آگ کی حاصل ہو اور نقصان اٹھ جاوے اور یہہ بھی ہے کہ بدلنا فصلون کا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی
حرکت کے سبب سے ہے اور آنا فصلون کا اور بدلنا موسم کا کھیتی کے واسطے ضروریات سے ہے حاصل کلام کا یہہ ہے
کہ فائدے آفتاب کے کھیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والون پر پوشیدہ نہین ہین دوسرا چاند کہ
دانہ پڑنے کے وقت اور پھل لگنے کے وقت اور اسکے ابھرنے کے وقت زمین کے پانی کی رطوبت
کفایت نہین کرتی پس ایک دوسری رطوبت اوپر کی بھی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پر مغز اور بڑا پیدا
ہو پس میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاندنی کی تاثیر ضرور ہے چنانچہ یہہ بات بھی فلاحت کے علم والون پر ظاہر اور
روشن ہے تیسرا دن کہ تلاش اور محنت کا وقت ہے اور ہل چلانے اور پانی سینچنے کا اور دوسرے مشکل کامونکا
ہے چوتھی رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل آرام نہ پاوین اور آٹھون پہر کی دھوپ میوے دار
درختون اور کھیتی کو کملا کے جلا دینے کی نوبت کو پہنچاوے اور شبنم جو سبزی اور تازگی کا باعث
ہے بند ہو جاوے پانچوان آسمان کہ مینہہ کا برسنا اور ہوا کا چلنا موافق حاجت کے ہر وقت اسی سے
ہے چھٹی زمین وسیع اور کشادہ نہ کھاری نہ پتھریلی اور کسان کی حاجت ان دونون چیزون کی
طرف ظاہر ہے اور جو نفس انسانی کو دنیا کے کھیت مین کسان بنا کر بھیجا ہے تو اسکو بھی یے چھے چیزین
لازم ہین ایک آفتاب کہ اسکے کام آوے سو یہہ اسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب ہے کہ اسکی شعاعین
دور اور نزدیک سے پہنچتی ہین اور چاند کہ اسکے کام آوے وہ نور ولایت ہے اپنے صاحب طریقے
کا سو جس طرح سے ماہتاب ظاہری خلیفہ آفتاب ظاہری کا ہے اسیطرح نور ولایت کا قایم مقام نور
نبوت کے ہے بلکہ حقیقت مین وہی نور ہے کہ اسنے دوسری کیفیت پیدا کی ہے اور اگر فرق درمیان
دونون فرقون کے کسیکو نشا مرغوب ہو تو سن لے کہ نور نبوت کا ملا ہوا قہر اور سیاست سے ہے
اسیواسطے انبیا اپنی امت پر ایسا حکم رکھتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر اور اطاعت ان کی ان سب
لوگون پر جن کی طرف بھیجے گئے ہین واجب اور فرض ہے اور مخالفت کرنا ان سے دنیا اور آخرت
کی خرابی کا سبب ہے اور معجزون قاہرہ کا دکھانا اور جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی ان پر لازم

انپر لازم اور واجب ہے اور ولایت کا نور ملا ہوا ہے اجمال اور تالیف قلوب اور کشش اور الفت سے اسیواسطے یے چیزین نبوت مین ضروری نہین ہین چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ~ آن بادۂ شعلہ گون کہ دارد خورشید در کاسۂ ماہ چون رسد شیر شود اور ایک فرق یہہ بھی ہے کہ ایک نور انمین اصل ہے اور دوسرا عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اس کی ذات کو لازم ہے اور چاند کا نور کہ اسکی صفائی کے سبب سے اور آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہے اسیواسطے مقابلے اور نزدیکی اور تربیع کی حالت مین مختلف اور متبدل ہوجاتا ہے اسیطرح سے نبوت کا نور اصل ہے اور ولایت کا نور عکس اس کا ہے اور اسکے واسطے بجاے دنکے ریاضت کا وقت ہے کہ سالک طریقت اور آخرت کی کھیتی کرنے والے کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہے اسواسطے کہ نور نبوت اور نور ولایت کو اسیوقت مین سعی اور کوشش اور رنج اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہے یعنے اُسسے فائدہ حاصل کرتا ہے اور بجاے رات کے پیدایش اور راحت کا زمانہ ہے اور نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور اہل وعیال اور تمام مخلوق کے حق اداکرنیکا زمانہ ہے کہ اسکے حق مین رات کے مانند ہے اور اگر یہہ رات اُسکے واسطے نہوتی تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت کی اسکے دلپر قرار پکڑکے دنیا کے کامون سے اسکو بیکار کردیتی اور انسانیت کے مرتبے سے نکلکر کہان سے کہان پہنچ جاتا اور آسمان کی جگہہ پر اسکے واسطے شریعت کا آسمان ہے کہ تمام اعمال اور اخلاق اور احوال اور مقامات اور عقائد اور مذاہب اسکو گھیرے ہوئے ہے اور اسی آسمان شریعت سے رحمت آلہی کا فیض مینہہ کی طرح اسپر برستا ہے اور جذب اور کشش کی بادین بہہ رہی ہین اور اسکو نئے نئے حالتون اور مرتبون کیطرف جھکاتی ہین تاکہ اپنے کمال کو پہنچے اور زمین کی جگہہ اُسکے واسطے اس کی استعداد ہے کہ اسکی کشادگی اور صفائی کے قدر نشو ونما اسکو حاصل ہوتا ہے یعنے پیدایش احوال و مقامات کی اسکو میسر ہوتی ہے اور مرتبے باطنی اسکے بڑھتے ہین اور جڑ عمدہ ان کامون کا اور اس اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہے اور آفتاب روشنی مین اس نور سے مناسبت رکھتا ہے اسیواسطے اس سورت کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور کمال معرفت کے وسیلے کے بیان مین ہے آفتاب ہی کے نام

سے شروع کیا اور اسی آفتاب کے نام پر اسکا نام رکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والشمس قسم کھاتا ہون مین آفتاب کی جو اپنے زمانے کے پیغمبر کے دل کے مانند ہے وضحٰھا اور قسم کھاتا
ہون مین اسکی روشنی کی جو نبوت کے نور کی روشنی کے مانند ہے سب مخلوقات پر والقمر اور قسم کھاتا ہون
مین چاند کی جو مرشد طریقہ والے اور استاد تعلیم کرنیوالے کے مانند ہے اور پیغمبر کے خلیفے کے قایم مقام ہے بعد
پیغمبر کے یعنے بعد مرنے یا دور رہونے پیغمبر کے اذا تلٰھا جب پیچھے چلے اسکے یعنے ماہتاب آفتاب کے اور
اس شرط کو یعنے پیروی کو اسواسطے لائے ہین کہ مرشد کی حرمت مشروط ہے نور نبوت کی پیروی پر اور کمال
پیروی کے سبب سے اسکو خلافت کا منصب نصیب ہوا اور ماہتاب کا پیروی کرنا آفتاب کو کئی وجہون سے
ہے اول استفادہ مین یعنے فایدہ روشنی کا حاصل کرنے مین دوسرے اسکی پیروی غروب مین کرنا اور
یہہ اول مہینے مین ہوتی ہے تیسرے طلوع مین اس کی پیروی کرنا اور یہہ مہینے کے بیچ مین ہوتی ہے
چوتھے جثہ یعنے جسم کی بزرگی مین بموجب ظاہر حس کے کہ کوئی تارہ آفتاب سے حس مین برابری
نہین کر سکتا سوائے ماہتاب کے اگرچہ ابعاد اور اجرام کی دلیلون کے موافق بزرگ اور بڑا دوسرا بھی
ہو پانچوین یہہ کہ دنیا کی مصلحتین انھین دونون کی حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ سال کی فصلونکا
بدلنا اور جو حساب کہ سال پر موقوف ہین اور بڑے بڑے کام سب آفتاب کی حرکت سے تعلق
رکھتے ہین اور بدلنا ہر مہینے کی شکلون کا اور جو حساب کہ مہینے سے تعلق رکھتے ہین یے سب ماہتاب
کی حرکت سے ہین اور عادۃ بیماریون کا بڑھنا جیسے خارشت اور جاندار کی آنتون مین رطوبت کا زیادہ
ہونا اور ہڈیون مین مغز پیدا ہونا اور دودھار جانورون مین دودھ کا زیادہ ہونا اور خون کا جوش کرنا
بدن مین اور بڑھنا گھٹنا سمندر کا یے سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین والنھار اذا جلّٰھا
اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کے ریاضت کے وقت کے مانند
ہے اس جگہہ پر بھی ایک شرط زیادہ کی ہے تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ وقت ریاضت
کا وہی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہے کہ اس ریاضت کے سبب سے ہو تجلی نور سالک کے دل پر متجلی ہو جاوے

اور حجاب اُٹھ جاوے والا باطل ریاضتین جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والون کی جو نبوت کے نور سے تجلی
نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ حرمت اور بزرگی حاصل
نہین ہوتی اور اس جگہہ اکثر تفسیر والے شبہہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہے نہ یہہ کہ دن
آفتاب کو روشن کرتا ہے ایسی الٹی عبارت یہان کس واسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے
اس شبہہ کو قوی جان کر ضمیر کو آفتاب کی طرف نہین بلکہ زمین اور دنیا کی طرف عاید کیا ہے اور تا کہ اضمار
قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرکے اس الزام سے اپنا بچاؤ کیا ہے
اور حق بات یہہ ہے کہ اس مین ضمیرون کی جدائی لازم آتی ہے اور ضمیرون کی تفرقی خوب نہین ہے اسواسطے
کہ ضحٰها اور تلٰها مین بلاشبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہے اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹھہرانا اچھا
نہین ہے لیکن اس ترکیب کی وجہہ کو جو ظاہر مین الٹی معلوم ہوتی ہے سن لیا چاہئے کہ عادت وہم کی یہہ ہے
کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہے تو اس وقت کے آنیکو سبب اس چیز کا جانتا ہے
اور عقلی قاعدے کے موافق بھی ہے اسواسطے کہ وجود اثر کا دلیل موثر کے وجود کی ہے چنانچہ برہان انی کے
مبحث مین مقرر ہے اور وجود دن کا وقت دونون وجہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہے یعنے جب دن
ہوتا ہے تبھی آفتاب روشن ہوتا ہے اسواسطے اسکی طرف نسبت کی گئی اور اس مجاز کو جو اس جگہ پر استعمال کیا ہے مثل
کی حقیقت کے لحاظ سے جو وقت ریاضت کا ہے اور موجب روشن ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا
اور یہہ بھی احتمال ہے کہ معنے اِذَا جَلّٰهَا کے یہہ ہون کہ اس روز ابر اور غبار حائل نہوگا اس صورت مین روشنی کی نسبت
دن کی طرف بے تکلف درست ہو جاتی ہے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیتی
ہے آفتاب کو اور رات وقت راحت کا ہے اور مشغول اہل وعیال کے ادا کرنے کی طرف متوجہہ ہونیکا اور نور نبوت
سے غفلت اور حجاب کا زمانہ ہے اور یہہ بھی آخرت کی کھیتی کرنیکو اور سالک طریقت کو ضروری ہے والا کارخانہ
دنیا کا درہم برہم ہو جاوے اور ان عبادتون سے جو خلق اللہ کے حق سے متعلق ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات
اقربا کی اور روزی کمانا اہل وعیال کے واسطے اور جو اسکے سوا ہین ان سب سے محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے
نقصان کا سبب پڑے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایکدفعہ مجلس مقدس

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھ کر گھر کو تشریف لیجاتے تھے ناگاہ ایک صحابی سے جنکا نام حنظلہ تھا راستے
مین ملاقات ہوئی وے پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہے
وے کہنے لگے کہ مین جس وقت حضور پرنور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوتا ہون تو مجھکو غیب کا عالم ایسا
منکشف ہوجاتا ہے کہ گویا ان آنکھون سے دیکھتا ہون اور جب اس مجلس مقدس سے اٹھکر گھر کو آتا ہون اور جورو
بچون کے ساتھ مشغول ہوجاتا ہون تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ
نے فرمایا کہ سب کا یہی حال ہے آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جاکر عرض کرین دونون آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پھر حنظلہ نے اسیطورسے پکار کر کہا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے انھون نے سارا احوال اپنا عرض کیا آپنے فرمایا کہ اگر تمکو ہمیشہ وہی
حالت رہے جو میرے حضور مین یا ذکر الٰہی کی مجلس مین ہوتی ہے تو ہرگز تم لوگ اپنی عورتون سے حظ نہ اٹھاؤ اور
نعرے مارتے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلون کو چلے جاؤ اور فرشتے تم سے مصافحہ کرین لیکن یہہ حالت کسی کو
ہمیشہ نہین رہتی بلکہ ایکساعت اس حالت مین گذرتی ہے اور ایکساعت غفلت مین تاکہ توجہ بحق اور توجہ بخلق دونو اپنے
موقع پر حاصل ہون یہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بھی بزرگی رکھتے ہین اسواسطے کہ آیندہ کی ریاضتونکو
مددگار ہوتے ہین اور ان عبادتون کے ثوابون کے حاصل ہونیکا باعث ہوتے ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکھتی ہین چنانچہ
معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اِنِّی لَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِی کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِی یعنے مین اپنے خوابمین بھی
امید اجر اور ثواب کی رکھتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین اسواسطے کہ اگر تہجد مین اللہ تعالی کا حق ادا ہوتا ہے تو سونے مین
نفس کا حق ادا ہوتا ہے اور یے دونون حق تعالی کے واجب کرنیسے واجب ہوئے ہین مگر جو غفلت کہ مددگار
طاعت کی نہو اور حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنے کی نیت سے نہو تو ایسی غفلت کی کچھ حرمت اور
بزرگی نہین ہے بلکہ حرام مطلق ہے اور یہین سے معلوم ہوا کہ یے چار وقت حقیقت مین آفتاب سے
متعلق ہین اسیواسطے اس سورتکا آفتاب کے نام پر نام رکھا گیا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین آسمان
کی اور اس حکمت الٰہی کی کہ اس آسمان کو محیط بنایا ہے ان چیزون پر جو اسکے درمیان مین اور
یہہ مثال شریعت کی ہے جو مانند آسمان کے محیط ہے مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا

حکم اسمین موجود ہے اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی ہے ضمن مین چار مثلثے کے سو پہلا مثلثہ اعتقاد کا ہے جو شامل ہے تین برجون کو ایک برج ذات اور صفات کا اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابون کا اور تیسرا برج معاد کا اور دوسرا مثلثہ عبادت کا ہے جو بنا گیا ہے تین برجون سے ایک برج عبادتون بدنی کا ہے جیسے نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور دعا اور درود اور اسکے سوا اور دوسرا برج عبادتون مالی کا جیسے زکوٰۃ اور صدقہ اور وقف اور مسجدین اور مسافرخانے اور خانقاہین اور مدرسے اور کوئے اور پل اور مہمان سرائین اور تیسرا برج عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد اور نماز عیدین اور تیسرا مثلثہ معاملات کا ہے وہ بھی مرکب ہے تین برجون سے پہلا برج اسمین وے معاملے ہین جو ایک وجہہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح اور خدمت ماباپ کی اور پرورش اولاد کی اور لونڈی اور غلام کی اور پڑوسی کے حق اور ہمنشین کے حق اور مہمان کے حق اور سوائے اسکے دوسرے ناتیون کے حق کی رعایت اور دوسرا برج اسمین وے معاملے ہین جو کوئی وجہہ عبادت سے نہین رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور گرو اور شرکت اور وکالت اور ضمانت اور سوا اسکے اور تیسرا برج اسمین وے معاملے ہین کہ ایک وجہہ تبرع اور احسان کی بھی اسمین ملی ہوئی ہے جیسے ہبہ اور قرض اور فراض اور مضاربت چوتھا مثلثہ سیاست کا ہے وہ بھی ملا ہوا تین برجون سے ہے پہلا کفارات مین جو سیاست کے ساتھ ایک وجہہ عبادت کی بھی رکھتی ہین جیسے کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑنے کا اور ظہار کا اور حیض کی حالت مین جماع کرنیکا اور سوا اسکے اور دوسرا حدون اور تعزیرون اور قصاص کا جو سیاست محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی حد اور قزاقون اور رہزنون کی حد اور گالی دینے کی حد اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانون کا کہ سیاست کے ساتھ ایک وجہہ معاملے کی بھی رکھتے ہین اور آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہے اور وے حکمون کی دلیلین ہین سو ان مین سے سات ستارے سیارے ہین جو احکام کے فنون مین دورہ اور سیر کرتے ہین یعنے کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور استصحاب اور تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے ثوابت ہین کہ اپنے اپنے جگہون اور ٹکانون مین ٹھہرے ہوئے ہین جیسے مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرو مین پائے جاتے ہین

اور بنا اُس آسمان کی کہ عبادات شریعت سے ہے اسطور سے واقع ہوئی ہے کہ جس وقت مکلفین مفید اُس کی خواہش کے ہو جاوین تو عمل نیک انکے قبولیت کے مقام پر چڑھ جاوین اور اسطرف سے وہ قبولیت صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑ کر مینہہ کے مانند برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اُٹھتے ہین اور آسمانکی طرف جاکر پانیکی صورت پکڑ کر پھر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا موجب ہوتے ہین وَالْاَرْضِ وَمَاطَحٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین زمین کی اور اس حکمت الٰہی کی جسنے اسکو چوڑا اور فراخ بچھایا ہے اور وہ نفس انسانی کے استعداد کے مانند ہے کہ بسبب فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہے اور جو نفس انسانی کے عالم حس مین کوئی ایسا مشابہ اور نظیر جو قابل تعظیم کے ہو اور قسم کھائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کھاکے فرماتے ہین وَنَفْسٍ اور قسم کھاتا ہون مین اُس نفس کی جو دو چیزین رکھتا ہے اول قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے نقد اس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا اسکو میسر ہوتا ہے سو ایسا نفس انسانی ہے کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالون کو بالفعل حاصل رکھتے ہین ان کو کمالات طلب کرنیکی حاجت نہین ہے اور نفوس حیوانی کمالات حاصل کرنے کی قابلیت نہین رکھتے ہین پس بونا معرفت کے تخم کا ان سے ممکن نہین ہے اور اسی نکتے کے واسطے نفس کو نکرہ لائے ہین تاکہ دلالت کرے ایک نوع پر نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ انکو معرفہ لائے ہین اسواسطے کہ وے چیزین سب ایک رنگ رکھتی ہین تعدد نوعی انمین متصور نہین ہے جیسے آفتاب اور ماہتاب اور آسمان اور زمین کہ یہہ سب کلیات منحصر فرد واحد مین ہین اور دن اور رات ہرچند کہ موافق نظر عقلی کے جدے جدے معلوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی اعادہ اور تکرار پر انکے حکم کرتی ہے یعنے بار بار لوٹ آنے پر اور تعدد اور جدا جدا ہونے پر انکے یقین نہین رکھتی وَمَا سَوّٰهَا اور قسم ہے اس حکمت الٰہی کی جسنے درست کیا ہے اُس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اسکو بخشا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوائی طبعیہ اور حیوانیہ اور نفسانیہ سب اسکو عنایت کئے تاکہ قابل تعلیم اور سمجھ کے ہو جاوے اور اٹھانیوالا مشکل کامون کا اور صبر کرنیوالا اور ثابت کرنیوالا ہو اور معرفت کے تخم کو ان اسبابون سے بوسکے اور بعضے مفسرون نے وجہہ ان قسمون کے خاص ہونے کی سوائے نفس انسانی کے یون ذکر کی ہے کہ حق تعالیٰ اس سورت مین

بیان کرنا حال نفس انسانی کا منظور ہے اور مختلف ہونا اس کا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقوی کے
اور مذکور کرنا اسکی وسعت اور فراخی کا تاکہ موافق قوت علمیہ کے نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم
اپنے وجود ظلی سے اسمین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہوتا تاکہ ہر چیز کو مخلوقات مین
سے ایک کام مین صرف کرسے اور کمال حاصل کرنا صنعتون مین اور پورا بھر لینا منفعتون اور مصلحتون کا جو ہر ہر
ذرے مین عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرسے پس ابتدا مین کلام چھہ چیزون کو بطور قسم کے یاد فرمایا اسواسطے
کہ وے چھہ چیزین عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کا ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حقتعالے
نے دو چیز کو عالم مین ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہے کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہے اول تو زمان اور دوسرا
مکان لیکن وسعت مکان کی ایک رنگ رکھتی ہے اور وسعت زمان کی دوسرا رنگ مکان نے عرش سے
فرش تک ایک آن واحد مین بیشمار مخلوقات کو گھیر لیا ہے اور سب کو اپنے اندر جگہہ دی ہے اور آپ ایک طور
پر ثابت ہے اور اسکی اندر کی چیزین گذرنیوالی ہین مصرع ایک جاتا ہے ایک آتا ہے اور عالم ہونا زمانے کا
اس طور سے ہے کہ آپ گذرنیوالا ہے اور اسکے درمیان کی چیزین اپنے مکان پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظ اور کوئی
لمحہ ان کے ساتھ قرار پکڑنیوالا نہین ہے اس بے ثباتی کے ساتھ محیط اور گھیرنیوالا اپنے اندر بے انتہا اور بیشمار چیزونکا
ہے سو یاد دونون دلانیکوان دونون عام قسمون کے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانون سے ہین ذکر فرمایا اور رات
اور دن کو یاد فرمایا اس واسطے کہ یے زمانے کے اجزا ہین اور اختلاف کھلا اور ظاہر رکھتے
اور باوجود تھوڑی دیر گذرنے کے تغیر اور تبدل قبول کرتے ہین اور اس جگہہ
پر ایک قسم اور ہے کہ اسکے نور کا فیض سب کو شامل ہے بدون فرق کے درمیان نیک
و بد اور شریف اور غنی فقیر اور مسلمان اور کافر اور صالح اور فاسق کے اور حضرت الوہیت سے فیضان وجود اور
لوازم صوری و معنوی مین کمال مشابہت رکھتی ہے سو یاد کرنے سے آفتاب اور ماہتاب کے بو اس قسم کی دماغ مین
اذکیا کے پہنچائی ہے باقی رہی یہہ بات کہ ان تینون عام قسمون مین کسواسطے دو چیزون کی قسم کھائی
ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ باوجود عام فایدہ دینے کے اختلاف کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت
اور اصالت اور تبعیت کا بھی منظور ہے تاکہ نفوس انسانی کے اختلاف پر باوجود عام ہونے تصرف کے

ان صفتون مین آگاہی کئے جاوے بس اس بات کے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون قسمون مین دو دو چیزین
یاد کی جاوین سو اس کا بیان یہہ ہے کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہے اور ماہتاب اس کا عکس ہے
اور دن اجزاؤن مین زمانے کے نورانی ہے اور رات اندھیری اور آسمان بلند اور محیط ہے اور زمین
پست اور محاط یعنے گھیری ہوئی اور جو عام ہونے کو نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزون کے قیاس کرین
تو اسکی دورنگی بھی ظاہر ہو جاوے چنانچہ فرماتے ہین فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا پس الہام کیا یعنے دل مین ڈال
دی اس نفس کو بدکاری اسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کھانا ڈالنے کو کسی شخص کے حلق مین اسطور سے کہ
اس شخص کو دانت اور ہونٹ ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے عرف مین عبارت ہی ڈالنے سے کام کے داعیہ کے
دلمین بغیر فکر کے اور جو اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب تابع داعیہ اور ارادے کے ہین تو سررشتہ
نیک اور بد کا بندھا ہوا اسی داعیہ اور ارادے کے ہے اور اللہ تعالی نے اس سررشتہ کو اپنے دست قدرت مین
رکھا ہے کسی دوسرے کو یعنے نفس اور شیطان اور مشیرون اور مصاحبون کو نہین سونپا ہان یہ چیزین مددگار
اور سبب نیک اور بد داعئے کے فیضان کی عالم غیب سے ہوتی ہین اسی سبب سے محل عتاب اور ملامت کی ہوتی ہین
اور حدیث صحیح مین وارد ہے إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ
يَشَاءُ یعنے بنی آدم کے دل دو انگلیون مین ہین اللہ تعالی کی انگلیون سے پھرتا ہے ان دلون کو جسطرف
چاہتا ہے اور اگر اسجاے پر کسی کے دل مین شبہ گذرے کہ جب دل مین انسان کے ڈالنا بدی اور نیکی کے
داعیہ کا اس جانب سے ہے تو بس جبر لازم آیا اور بے اختیاری ثابت ہوئی اور کارخانہ جزا دینے کا اور نصیحت
کرنے کا اور خوف اور رغبت دلانے کا سب برباد ہو گیا اور بھیجنا پیغمبرون کا اور نازل کرنا کتابون کا اور قایم کرنا
قیامت اور حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور حساب کتاب کا سب بے فایدہ اور بیکار ہو گیا تو جواب اسکا یہہ
ہے کہ جبر اس صورت مین لازم آتا ہے کہ ارادہ اور اختیار درمیان مین نہو اور جب یہہ بات ثابت ہوئی
کہ جو کچھ کراتے ہین سو اس شخص کے ارادے اور اختیار سے کراتے ہین پھر جبر کسواسطے لازم آویگا اور ہر شخصکو
اپنے نیک اور بد کامون مین جو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور اختیاری حرکت مین اور جمادات کی
حرکات مین جیسے پانیکا بہنا اور پتھر کا اوپر سے نیچے کو آنا انمین فرق ظاہر ہے پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اسکو اور

جزا دینے کے واسطے اور سوائے اسکے جو ایسا امر ہے اسکے واسطے وجود اختیاری کافی ہے نہ یہہ کہ اختیار
بھی اپنے ہاتھہ مین ہو اور جو بندیکی ذات نے قوام اور وجود دوسریکی چاہنے سے پیدا کیا ہے تو اختیار
اسکا کیونکر اپنی ذات سے ہوگا اسواسطے کہ مرتبہ صفت کا موصوف سے ادنی ہے اور مجبور کے معنے
کی تحقیق یہہ ہے کہ آدمی کو حقتعالی نے تین قوتین عنایت کی ہین ایک قوت عقلی ہے جسکے سبب سے نیک
اور بد کو دریافت کرتا ہے اور دوسری قوت شہوی ہے یعنے خواہش کی جسکے سبب سے دوسری
چیزون کی طرف خواہش کرتا ہے اور اپنی لذتون کو حاصل کرتا ہے اور تیسری قوت غضبی ہے جسکے
سبب سے اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع کرتا ہے سو آدمی کی جب یے دونون قوتین یعنے شہوی اور غضبی
اسکی عقلی قوت کے تابعدار ہوجاوین اور بے اسکی صلاح کے کوئی کام نکرین بلکہ جس طرح وہ حکم کرے
ویسا ہی کرین جس سے منع کرے اس سے دور رہین اور جس سے لڑنیکو کہے تو لڑ بیٹھین اور وہ شخص اپنی
قوت عقلیہ کو شریعت کے نور سے روشن کرے اور انبیا کے طریقے پر چلاوے اور نیک کو نیک اور بد
کو بد پہچان کے ان دونون قوتون کو کام مین لگاوے تب مرتبہ تقوی کا حاصل ہوتا ہے اور اگر خدا
نخواستہ قوت عقلیہ اسکی نور شرع سے منور نہوئی اور نیک کو بد اور بد کو نیک جانا یا باوجود منور
ہونے کے شریعت کے نور سے حکم قوت عقلیہ کا ان دونون قوتون پر جاری نہوا اور یے دونون قوتین اسکے کہنے
پر نچلین بلکہ اس قوت عقلیہ کو بھی اپنا تابعدار کر لیا اور جس طرف چاہا خواہش کی اور جس سے چاہا
لڑ بیٹھین اسوقت مرتبہ فجور کا حاصل ہوتا ہے پس حقیقت فجور کی غالب ہوجانا قوت شہویہ اور غضبیہ کا
ہے قوت عقلیہ پر وَتَقْوٰىهَا اور الہام کیا اسی نفس کو تقوی اس کا اور تقوی کی حقیقت قوت عقلیہ کو قوت
شہویہ اور غضبیہ پر غالب کرنا ہے اور جو قسم کھانے سے فراغت پائی تو اب وہ مضمون جسپر قسم
کھائی تھی ہے یاد فرماتے ہین قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا تحقیق خلاصی پائی جس شخص نے پاک کیا اس نفس کو اور
نفس کے پاک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ قوت شہویہ اور غضبیہ کو عقل کا تابع کرے اور عقل کو تابعدار شریعت
تاکہ روح اور دل دونون تجلی الہی کی روشنی سے روشن ہوجاوین اور مرتبہ اسکا فرشتے کے مرتبے سے
بھی بڑھ جاوے اسواسطے فرشتے صرف قوت عقلیہ رکھتے ہین قوت شہویہ اور غضبیہ سے پاک ہین اور اس

اور اس شخص نے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پست کر کے قوت عقلیہ کا تابع اور فرمان بردار کردیا اور
اپنی عقل کو خادم شرع شریف کا کیا اور یہہ مرتبہ بڑی کوشش اور مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے اور فرشتون
کو یہہ بات ہرگز میسر نہین ہوسکتی اور یہہ بھی ہے کہ شہوت اور خشم اسکے شرع کے فرمانبردار ہوکے عجب
اور غریب حالتین شوق اور ذوق اور غیرت الٰہی کی اور مقابلے مین دین کے دشمنون سے کرتے رہتے ہین
فرشتون کو یہہ باتین اور یے مرتبے ہرگز نصیب نہین ہین اور نفس کے پاک کرنے کے واسطے طریقت
والے بزرگون نے رسالے اور کتابین تالیف کئے ہین جیسے قوت القلوب اور احیاء العلوم اور تعرّف
اور عوارف اور سوائے انکے بہت سی کتابین ہین اس فن مین لیکن جو قرآن مجید سے دریافت ہوتا ہے
وہ یہہ ہے کہ بیس آیتونمین قرآن شریف کی فلاح کی لفظ کو بعضے نیک عملون پر لائے ہین اور اس آیۃ
مین فلاح کو تزکیۂ نفس سے مربوط کیا ہے تو ان عملون کو بجالانا بموجب اس اشارے کے نفس کے تزکیہ اور پاکی کیواسطے
کافی ہوگا اور حقیقت مین وے رسالے اور کتابین جو طریقت کی بزرگون نے جمع کئے ہین انہین بیس آیتون کی
شرح ہین عمدہ ان آیتون مین دو ہین جو سورۂ بقرے کے اوّل مین ہین جیسے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِالْغَيْبِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور اوّل سورۂ مومنون مین ہین جیسے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ هُمْ فِيْهَا
خَالِدُوْنَ تک اور اسیطرح سورۂ روم مین اور سورۂ توبہ مین اور سوائے انکے دوسری سورتون مین آیتین
متفرق مذکور ہین وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا اور بہ تحقیق نامراد ہوا اور اپنا نقصان کیا جسنے گم نام کیا اس نفس
کو اور خاک مین ملایا نفس کے گم نام کرنے کے یے معنے ہین کہ اسپر تجلّی الٰہی کے نور کی روشنی نہ پڑے اور یہہ
بات بسبب رائج اور غالب کرنے مقتضیات شہوت اور غضب کے اس عقل کے مقتضیات پر جو شرع کے
تابع ہے حاصل ہوتی ہے اور جب اس نور سے محروم رہا تو اس کا مرتبہ حیوان کے مرتبے سے بھی کمتر ہوگیا اسواسطے
کہ حیوان کو اس نور کے تحصیل کے اسباب دئے نہین گئے ہین اور اس شخص نے باوجود موجود ہونے ان
اسباب کے اس نور کو حاصل نہ کیا بلکہ ان اسباب کو مغلوب کرکے ایک پردہ اپنے دل پر ڈال لیا کہ اٹھانا
اسکا دشوار ہے اور جو غالب کرنا شہوت اور غضب کا عقل اور شرع کے مقتضیات پر نزدیک عوام
انسان کے نقصان اور محرومی کا سبب نہین ہے بلکہ اس قسم کے کامون پر جرأت کر بیٹھنے کو بڑی دانائی

جانتے ہین اور نام اور مرتبے دنیاوی کے حاصل کرنے مین اس جرأت کو سبب قوی جانتے ہین اسیواسطے
عاقلون نے کہاہے مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّاتِ الْجَسُوْرُ یعنے جسنے خوف کیا لوگون
سے تو مرا جل جل کر اور پہنچا مراد کو جسنے دلیری کی اور بعضون نے اسی مضمون کو اسطور سے بھی کہاہے اَلرِّزْقُ
یَخْطِیْ بَابَ عَاقِلٍ قَوْمِهٖ وَیَبِیْتُ بَوَّابًا لِبَابِ الْاَحْمَقِ یعنے رزق چوک جاتا ہے قوم مین عاقل کے دروازے
اور رہتاہے نگہبان بنکے احمق کے دروازے پر اسیواسطے ضرور ہوا کہ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کے مضمون
پر تمثیل اور شاہد کے طور پر ایک قصّے کو بیان کرین تاکہ اس قصّے کے مضمون سے خودبخود ظاہر ہوجاوے کہ شہوت
اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم اور شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ
رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب پڑتاہے اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتاہے بلکہ بعضے وقت دنیا مین
بھی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچھ حاصل نہین ہوتا اب اس قصّے کی طرف اشارہ فرماتے ہین كَذَّبَتْ
ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ انکار کی پیغمبر اور حق تعالی کے حکم کا ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے یعنے اپنی شہوت
اور غضب کی خواہشون کو شرع اور عقل کے حکمون پر غالب اور حاکم کیا اور یہہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب حقیقی
ہوگیا اور طغوی کی لفظ مین ایک اشکال ہے مشہور اسواسطے کہ طغوی طغیان سے مشتق ہے تو موافق قاعدے
چاہیے تھا کہ طغیا ہوتا یے واو سے کسواسطے بدلہ کیا سو صرف کے عالمون نے اس اشکال کے جواب مین
یون لکھاہے کہ فعلی کبھی اسم ہوتاہے اور کبھی صفت تو اسواسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم
مین یا کو واو سے بدل کرتے ہین اور صفت مین اپنے اصل پر رہنے دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین اِمْرَأَةٌ صَدْیَا
وَخَزْیَا یعنے ایک عورت ہے پیاسی اور رسوا اور ثمود نام ہے ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد
سے یعنے بیٹا عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہے جو چوتھی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے
سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پھیل گئی تھی اور وہان ملکون کی مالک
ہوگئی تھی اور انکا ملک اصلی شام اور حجاز کے درمیان مین تھا اور انکے شہرون مین سے جو شہر شام کے قریب تھے
نام اسکا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تھا نام اسکا وادی القری تھا اور ان دونون کے درمیان مین ایک
ہزار سات سو بستیان چھوٹی بڑی یعنے گانون اور قصبے اور شہر انکے تصرف مین تھے اور بستیون مین سنگین

عمارتین بنائی تھین اور کھیتی کرتے تھے اور کنوئین اور تالاب کھودتے تھے لیکن اس زمین مین پانی کم تھا اور پتھر کے سبب سے کنوا اور تالاب دشواری سے کھودا جاتا تھا اور اکثر مال ان کا عمارت کے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتھر تراشکے مکان بنانے مین اور کنوا اور تالاب پہارون کے اندر کھدانے مین خرچ ہوتا تھا بلکہ بڑے بڑے سنگ تراش کاریگر پہاڑون پر عمارتین منقش تراشتے تھے آخر کو ہوتے ہوتے پتھرون کی صورتین عجیب اور غریب تراشنے لگے اور ان کو پوجنا شروع کیا اور یہہ رسم ان مین رائج ہوگئی یہان تک کہ بالکل بت پرستی ان مین پھیل گئی اور حق تعالی سے بالکل غافل اور بیخبر ہوگئے تب حقتعالی نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو جو صورت اور شکل مین سب سے بہتر تھے اور جب نسب مین بھی سب سے اعلی اور خوب تر اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیان انمین پائی جاتی تھین مرتبہ رسالت کا عنایت فرماکے وحی نازل فرمائی اور حکم الہی ان کو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجھاکے بتون کی عبادت سے باز رکھو اور منع کرو اور رب الارباب کی عبادت کی طرف انکو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور حکم الہی ان کو پہنچاؤ اور خوب اچھی طرح سے سمجھاؤ کہ یہ سب نعمتین جو کہ تم کو حاصل ہین اللہ تعالی کی عنایت کی ہوئین ہین ان نعمتون کا شکر ادا کرو اور ان نعمتون کو غیر خدا کی طرف منسوب نہ کرو اور سرکشی اور تکبر کو چھوڑو حضرت صالح ع نے بموجب حکم الہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کیا اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا آپنے فرمایا کہ اگر مین نے بموجب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکھایا اور پھر تمنے میرا کہا نمانا اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذاب الہی مین گرفتار ہوگے ان لوگون نے اسبات کو یقین نہ کیا اور کہا کہ ہم سب فلانے تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک اور زیور سے آراستہ کرکے باہر نکالتے ہین اور حاجتین تمام سال کی ان بتون سے اسدن مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تم بھی اسدن ہمارے ساتھ چلو اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کرو دیکھین تمہارا خدا کیا دیتا ہی حضرت صالح علیہ السلام نے اسبات کو قبول کیا اور جب انکا وعدہ ہوا تھا ان سب کے ساتھ باہر نکلے اور تھوڑے سے لوگ جو ایمان ان پر لائے تھے وے بھی انکے ساتھ ہوئے اور جب عیدگاہ کو پہنچے دیکھا کہ بتون کو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کرکے اپنے سامنے تختون پر بٹھلایا ہی اور نہایت ادب اور ملاحظہ سے سب قوم انکے سامنے کھڑے ہوئے اپنی اپنی حاجتین مانگ رہے ہین حضرت صالح ع نے فرمایا کہ تم اپنے بتون سے کوئی چیز انوکھی مانگو تاکہ ہم بھی دیکھین کہ یہ بت کیسے ہین

ثمود کا قصہ

قدرت

قدرت رکھتے ہین ان لوگون نے کہا اچھا پھر ان بتون سے ایک چیز انوکھی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور
عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سوائے محنت بیفایدہ کے کچھ بھی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہوکر
بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جو تم کہو مین بھی اپنے اس مالک الملک اور قادر علی الاطلاق کے
سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگون اور اسکی قدرت کا تماشا تم کو دیکھاؤن کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریادرسی کو پہنچتا ہے
اور جو مانگون سو دیتا ہے جندع بن عمر جو انکے سردار و مین بڑا سردار تھا اسنے دوسرون سے کہا کہ ان سے ایسی
چیز طلب کیا چاہیئے کہ عقل کے نزدیک محال ہو تا کہ انسے لا نہ سکا وے اور ہمارے بتون کی بھی عزت اور آبرو باقی
رہجاوے والا ہم خفیف اور ذلیل ہوجاوینگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اور عقل اور دانائی مین بھی سب سے
زیادہ ہوشیار تو کوئی ایسی چیز تجویز کرکے کہہ کہ یہ عاجز ہوجاوین اور لا نہ سکین تب جندع نے حضرت
صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پشتے سے جو عید گاہ کے سامنے ہے اور اس پشتے کو اُن کے عرف مین
کاثبہ کہتے تھے ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اسکا سفید اور
بال اسکے بڑے ہون اور نرم اور اُسے دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اسکا بہت بڑا ہو کہ ہم سب کو اُسی
ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بھی اسی کے مانند
ہو شکل اور رنگ اور ڈیل مین حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مین اسیطرح کی اونٹنی اس پتھر سے
نکالون تو تم ایمان لاؤگے اور حق تعالی کے دین اور حکم کے فرمانبردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہہ امر ظہور
مین آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اسبات پر عہد اور پیمان کیا اور قول اور اقرار انسے
مضبوط لیا پھر ان لوگون کو جو ان پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اس پتھر کے نزدیک تشریف لے گئے اور دو
رکعت نماز ادا کی اور درگاہ مین جناب الٰہی کے دعا مین مشغول ہوئے اور ان مسلمانون کو کہا کہ تم سب میرے
پیچھے کھڑے ہوکر آمین کہو اور اس قوم ثمود کے سردار معہ فوج اور لشکر گرد اگرد انکے گھیر کے کھڑے ہوئے اور تماشا
دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اس پہاڑ کے پشتے سے آواز جانور کے چلانے
کی آنے لگی جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہے یہان تک کہ وہ پشتہ پھٹا اور ایک اونٹنی جیسی انہنے
طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل مین چگنے لگی اور بعد ایک ساعت کے اسکے بھی دردزہ شروع ہوا اور وہ بھی

ایک بچہ جتنی قد و قامت اور صورت اور شکل مین اپنی برابر اس ماجرے کو دیکھکر لوگ سب ایک آواز کر اٹھے
اور سب اس بات کے قایل ہوئے کہ حضرت صالح کا معبود بڑی قدرت رکھتا ہے اسی پر ایمان لایا چاہیے
اور جندع بن عمرو چھہ ہزار آدمیون سے اسیوقت اسلام سے مشرف ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدمون پر
گر پڑا اور پچھلی تقصیرون سے نادم ہوا اور شرمندہ ہوا اور اسکی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے
نفس کی شامت سے اسی انکار پر قایم رہے اور اپنے تابعدارون کو بھی بھڑکانا شروع کیا کہ ایسے جادو
پر فریفتہ مت ہوا ور اپنے دین اور مذہب کو مت چھوڑو اور اسی پر مضبوط ہو کہ یہہ وقت آزمایش اور
امتحان کا ہے آخر وے بدبخت اپنے رئیسون کے بھڑکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کئے اور حضرت صالحؑ کو جادوگر
قرار دیکر پھر گئے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہہ تم نے خلاف عہد کیا کہ ایمان نہ لائے اب تمہارے
بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہہ صورت ہے کہ اس اونٹنی اور اس کے بچیکو نہایت تعظیم سے اپنے ملک مین رکھو اور
کسیطرح سے اسکو رنج مت دو اور مت چھیڑو اسواسطے کہ تمہارے امن اور بچاؤ کا سبب یہی ہے اور جب تک یہہ
اونٹنی اور اس کا بچہ تم مین رہیگا عذاب الٰہی تم پر نہ آوے گا اور جو کسیطور سے تمنے اسکو برائی پہنچائی
تو عذاب الٰہی مین گرفتار ہوگے اب اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ اس معجزے کے خاص ہونے مین اس قوم کیواسطے بھید
یہہ تھا کہ ان کو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے مین بڑا دخل تھا اور اسی کام مین بڑی بڑی باریکیان اور کاریگریان
کرتے تھے تو یہہ معجزہ انکے خاص کرنے مین اسکے ویسا اسواسطے اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ ہر چند کہ تم لوگ پتھر کی تصویرین عجیب اور
غریب بناتے ہو لیکن جان اسمین ڈال نہین سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور جو اس ملک کے جانورون
سے بڑا ہو نکال لا سکتے ہین ؎ کافران از بت بیجان چہ توقع دارید باری آن بت بپرستید کہ جانی دارد
اور اسمین اشارہ اسبات کیطرف بھی ہوا کہ حق تعالی کی ہدایت پتھر کے دلون کو نرم کر سکتی ہے اور اسی سے روح کے
وصف ظاہر کر سکتی ہے اب آئے ہم باقی قصے کے بیان پر کہ وہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل اور ڈول مین
بہت بڑی تھی چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالے عنہ جو بڑے جلیل القدر صحابیون سے فرماتے ہین
کہ مین ثمود کے شہر مین جسکا حجر نام ہے گیا تھا اس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہہ جو مشہور ہے اور لوگ اسکی زیارت
کرتے ہین اپنے ہاتھ سے مین نے ناپی تھی تو ساٹھہ گز در انکا ہوا تھا اور اس اونٹنی کی خاصیت یہانتک کہ سب جانور

اہلی اور جنگلی اسکے دیکھنے سے خوف کھا کر بھاگ گئے تھے اور جس جنگل مین وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہین رکھہ سکتا تھا اور جس کنوے اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب پانی اکیلی پی لیتی تھی اور جس گالین وہ چرتی تھی اس مین گھاس کا نام نہین رہتا تھا اور شام کیوقت جو شہر مین آتی تھی سب شہر والے اپنے برتن لا کے اس کے دودھ سے بھر لیتے تھے اور تمام شہر والون کو اسکا دودھ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت اسیطور سے گذری تو مواشی اور جانورون والے اسکے پھرنے اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپنے مصالحہ کے طور پر ایکدن ایسا ٹھہرا دیا کہ ایکدن تم سب اپنے جانور چرایا کرو اسدن اونٹنی کو ہم اپنے گھر مین بند رکھینگے اور دوسرے دن ہم اس اونٹنی کو چھوڑ دینگے اسدن تم اپنے جانورونکو بند رکھو اس قول اور اقرار پر ایک مدت تک گذران کرتے رہے لیکن اکثر شہر والونپر جو جانورونکی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تھے یہہ قسمت بھی گران گذری اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کسی حیلہ اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دفعہ کیا چاہئے تاکہ ہمارے جانور اچھی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کرین لیکن عہد کے توڑنے اور قول اور اقرار کے خلاف ہونیسے خوف کھاتے تھے اس درمیان مین ایک شخص اسی قوم کا قدار بن سلف نام نہایت شور پشت اور رنگیلی گوتہ گردن چار شانہ ماباپ کو ایذا دینے والا زبان دراز ہتہ جھٹ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اس عورت کا نام غنیرہ تھا خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین وہان مشہور تھی چنانچہ اس فاحشہ کے گھر مین جاتا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کرکے روسیاہی دونون جہان کی کمایا کرتا اور آٹھ شخص دوسرے قدار کے یار آشنا چنانچہ ان مین سے ایک کا نام مصدع بن ذاہر تھا اسکے چچا کا بیٹا غرض کہ یے سب ہم مشرب اور ہم وضع اسکے تھے یے بھی شراب خوری کرکے اسکے گھر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منہہ کالا کیا کرتے تھے ایک روز اس جوان نے یعنے قدار نے اس فاحشہ سے کہا کہ کب تک یہہ آشنائی چوری چھپا کی رہے گی کھل کے مجھسے نکاح کیون نہین کر لیتی ہے کہ عمر بھر ہنسی خوشی سے گذران کرین اس قحبہ نے کہا کہ اگر اسباب کا تجھکو خیال ہے تو ایک فرمایش میری ہے اگر اسکو تو بجا لاوے تو مین مع مال اور اسباب بلکہ مع لونڈیون کے تیری تابعداری ہوکر رہونگی اور وہ کام یہہ ہے کہ اس اونٹنی کو جسنے مجھکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکھا ہے اور تمام جانورون بے زبان کو بھوکھا اور پیاسا رکھے

عذاب مین گرفتار کر رکھا ہے کسیطرح مار ڈال اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب اس بلا سے نجات پاوین اور ایسا
مجنبہ کے جانور بہت تھے اس سبب سے زیادہ اسکو اس اونٹنی سے دشمنی تھی غرض کہ قدار نابکار نے اس ادنی اور خسیس
کام کیواسطے ایسے بڑے گناہ کا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنیکی تدبیر مین پڑا اور اپنے یارون اور آشناؤن کو
بھی اس کام مین اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی مین جو اس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اسکی راہ
روک کے گھاٹ مین بیٹھا اور اپنے یارون کو بھی اس کوچے مین گھاٹ کی جگہو نمین بٹھایا جسوقت وہ اونٹنی
چراگاہ سے پھری اور اس کوچے مین پھر تھی تو پہلے مصدع نے تیر اسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص
تلوارین کھینچکے غل مچاتے ہوئے اونٹنی تک پہنچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسی کو اپنے پاس
آنے نہ دیتی تھی اور جسطرف حملہ کرتی تھی سب کو بھگا دیتی تھی آخر قدار نابکار نے اسکے پیچھے پہنچکر ایک تلوار اسکے
کونچون مین ماری کونچون کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گری گرتے ہی سب یار اسکے گرد سے پہنچے اور
تلوارون سے اسکو پرزے پرزے کر ڈالا اس بات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوئے اور اسکے گوشت کو
تقسیم کرکے اپنے اپنے گھر لیگئے اسکا بچہ جو پیچھے سے آیا اور اپنی ماکا یہہ حال دیکھا تو وہان سے بھاگ کر
اسی پہاڑ کے پشتے پر جا کر کھڑا ہوا جب یہہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے
اور شہر کے لوگون سے فرمایا کہ یہہ تمنے اچھی بات نہ کی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا
لیکن اب بھی ایک بچاؤ کی صورت ہے کہ میرے ساتھ آؤ اور اسکے بچے کو اپنے شہر مین لاؤ تاکہ اسکے سبب سے
حق تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے اس بات کو نہ سنا اور اسکی
کچھ حقیقت نجانی تب حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون کے ساتھ اس بچے کے لانے کو جنگل کی طرف
گئے جوہین بچے نے حضرت صالح ؑ کو دیکھا تین مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا پھٹا اور وہ بچہ اسکے اندر
گھس گیا حضرت صالح علیہ السلام اس حال کو دیکھکر افسوس کرتے ہوئے پھر آئے اور شہر والون سے
کہا کہ تمنے اپنی خرابی اپنے ہاتھ سے کی اور اس بچے کے تین مرتبے آواز کرنے کی تعبیر یہہ ہے کہ تم کو عذاب
الٰہی سے تین دن کی مہلت ہے پہلے دن منہہ تمھارے زرد ہو جائینگے اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن
سیاہ اور یہہ ماجرا تھوڑا دن رہے بدھ کو ہوا تھا جمعرات کی صبح کو شہر والے سوکے اٹھے تو دیکھا کہ

سب کے منہہ زرد ہوگئے ہین تب سب کو یقین ہوا کہ کچھ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا سب سچ اور
واقع ہونیوالا ہے اسوقت اُن کی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول ہوگئی یعنے قدار نے
اپنے آٹھون یارون سے قسمیہ ہوکر یہہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح علیہ السلام کا
کام تمام کیجئے یہہ ارادہ دلمین ٹھان کر اسی رات کو یہہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی کرنے کو
چلے چنانچہ اُسوقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد مین تھے ایک درخت اس مسجد مین تھا حق تعالیٰ کی قدرت
سے وہ درخت آواز بلند سے بولا کہ قدار اپنے یارون کے ساتھ آپکے مارنیکو آتا ہے سو آپ اپنے گھر مین
تشریف لیجائیے اور دروازہ بند کر لیجئے حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب اسکے کہنے کے عمل کیا اور گھر مین دروازہ
بند کرکے جا بیٹھے جب قدار نابکار اپنے یارون کے ساتھ مسجد مین آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہان نہ پایا تو
ارادہ کیا کہ آپ کے مکان کا دروازہ توڑکر اندر گھس کے بے ادبی کرے وہ اسی سوچ مین تھا کہ یکایک فرشتے
بموجب حکم الٰہی کے آپ کی حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پرون کو ان بدبختون کے منہہ پر مارا بمجرد اس مارنیکے
وے سب اندھے ہوگئے اور حیران اور پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہان سے بھاگے اس بھاگنے مین
کسیکا سر دیوار مین لگ کر پھٹ گیا اور کوئی کنوئے مین گر کر مر گیا یہان تک کے سب کے سب مر گئے اور خسر الدنیا
والآخرۃ ہوئے دوسرے دن شہر والے اٹھے تو سب کے منہہ سرخ پائے اور قدار وغیرہ کے وارثون نے جو انکی
تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب اُن سب کو مرا ہوا پایا پھر اس حال کو شہر کے رئیسون اور
سردارون سے جو کافر تھے ظاہر کیا چنانچہ سردار اور سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر چڑھ آئے
اور گھر کو گھیر لیا اور کہا کہ تمنے اس اونٹنی کے عوض مین ہمارے نو آدمی رات کو مار ڈالے ہین ہم آن آدمیون کے
عوض مین تم کو اور تمھارے سب گھر والون کو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگون کے گھر
مین مارنیکو نہین گئے تھے یہہ خود ہمارے گھر پر رات کو چڑھکر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے غیب سے انکو سزا دی
وے سب اسی سوال اور جواب مین تھے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس جو معہ اپنی تمام فوج کے اسلام
سے مشرف ہوا تھا اور بڑا معتقد اور دوست صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پاکے معہ اپنی فوج حضرت صالح
علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور ان رئیسون اور شہر والون سے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمی درمیان مین آکے

اسباب پر صلح ٹھہرائی کہ حضرت صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جاویں حضرت صالح علیہ السلام نے اسباب کو غنیمت
جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمانون کو اپنے ساتھ لیکر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا
صبح کو شہر کے لوگ جاگے تھے سبکے منھہ کالے پائے اس دن پھر نہایت تشویش مین رہے کہ کیا ہونیوالا ہے آخر یہہ بات
سوچی کہ سنگین مکانات خالی کیجئے اور جب خدا کا عذاب آوے تب ان مکانون مین چھپ بیٹھے کیونکہ عذاب الٰہی
یا آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا یا زمین سے آویگا جیسے زلزلہ تو ان سب چیزون سے اس مکانون مین امن
ہی اسواسطے کہ یہہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہین ایسی چیزون سے ان مکانون مین کچھہ دہشت نہین ہے
یہہ نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی بچا نہین سکتی حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام
موجب حکم الٰہی کے درمیان مین آسمان اور زمین کے ایک بڑی دہشت ناک سے ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت
آواز کی جسکے سبب سے پہاڑ جنبش مین آگئے اور تند ہوا آندھی کے طور سے چلنا شروع ہوئی سب شہر والے دہشت
کھا کے انہین سنگین مکانون مین گھسے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بھی زیادہ سخت
کی چنانچہ اسکے سبب سے سب شہر والے اوندھے اپنے زانوؤن پر گر پڑے اور ان کے پتے پھٹ گئے اور
سب جہنم واصل ہوئے ایک مکان مین سے باقی نرہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہہ ماجرا سنا تو مسلمانون
سے فرمایا کہ یہہ شہر غضب الٰہی کے نازل ہونے کی جگہہ ہوئی یہان پر رہنا ہرگز مناسب نہین ہے اسکو چھوڑو
اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندھو اور وہین چل کر رہو چنانچہ وے سب حضرت صالح علیہ السلام کے
فرمانے کے بموجب عمل مین لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَ نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر مین
شہر حجر کے دروازے پر پہنچے تب صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص اس شہر مین نہ بیٹھے اور پانی نہ پیئے
مگر یہہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحین ان کافرون کی اسی شہر مین عذاب الٰہی مین گرفتار ہین اور جس جگہ پر غضب
الٰہی نازل ہوتا ہے وہان سے دور رہنا خوب ہے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ثمود کی قوم کے کافرون سے کوئی آدمی
نہین بچا مگر ایک شخص جسکا ابو رغال نام تھا کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ مین آیا تھا سو جب تک حرم شریف کے اندر
رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ رہا جب حرم سے باہر نکلا اور طایف کے طرف چلا راستے مین اسی عذاب مین جہین

اسکی قوم ہلاک ہو گئی تھی یہہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طایف کی مہم پر جانیکے وقت جب
اسکی قبر پر پہنچے اور عادت وہان کے لوگون کی یہہ تھی کہ جب اس قبر کے نزدیک پہنچتے تو اسکو سنگسار کرتے تھے تب آپنے
فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہہ قبر کسکی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سب قصہ اسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اسمین میری بات کی سچائی کی نشانی یہہ
ہے کہ اس شخص کی چھڑی سونے کی اسکے ساتھ دفن ہوئی ہے صحابہؓ نے جو یہہ کلام سنا تو دوڑے اور اسکی قبر کو
تلوارون سے کھودا اور وہ سونے کی چھڑی اسمین سے نکال لائے اور اسکی قبر کو پھر اسیطرح بند کر دیا چنانچہ یہہ قصہ
بعضی سورتون مین زیادہ تفصیل سے مذکور ہے مگر اس مقام پر حق تعالی نے تھوڑا اس قصے مین سے جتنا مناسب
تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشون کے غالب ہونے سے عقل اور شرع
کے حکمون پر حکم آلہی کا انکار کیا اور پیغمبر کو اور اسکی لائی ہوئی چیز کو جھوٹھا جانا اِذِ انۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا جب اٹھا اترا
ہوا بدبخت اس قوم کا یعنے قدار بن سالف اور عقل اور شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی تابعداری کی یعنے
اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ پھر کہا انکو
اللہ کے رسول نے یعنے حضرت صالح علیہ السلام نے اور اسجائے پر رسول اللہ فرمایا انکا نام صالح نفرمایا تاکہ اشارہ
ہو اسبات کی طرف کہ یہہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور انکا ڈرانا بعینہ خدا کا ڈرانا ہے
اس واسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہے اسیکا پیغام پہنچاتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے اسیکی زبانی کہتا ہے گویا رسول کا
حکم مالک کا حکم ہے اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہہ فائدہ بوجھا نجاتا نَاقَةَ اللّٰهِ یعنے
چھوڑ دو اور ہانکومت اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسیطرح کی
رنج اور اذیت ندو اور اسکی ہلاکت کے پیچھے نہ پڑو اسواسطے کہ گنوار دہقانی بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے
اتنا جانتے اور بوجھتے ہین کہ زور اور حکومت والے کے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکا نچاہیئے بلکہ کسیطرح
چھیڑنا نچاہیئے تو خدا کے جانور کو جو سب حاکمون کا حاکم ہے اور سب زبردستون کا زبردست اور ہر وقت
سزا دے سکتا ہے اور جو چاہے سو کر سکتا ہے بطریق اولی چھیڑا چاہیئے اور اسکے قتل کے پیچھے نہ پڑنے
کہ یہہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے پھر گنوارون اور دہقانون اور بکریون کے چرانیوالون کی برابر بھی نہ سمجھنا

کمال نادانی اور بیوقوفی ہے اور یہہ بلا عقل کے مغلوب کرنے اور شہوت کے غالب کرنیسے سر پر پڑتی ہے اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسیکی ملک مین سوائے خدا کے نہ تھی اور ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ بے ماباپ کے پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حقتعالے کی قدرت کا ظہور تھا اور دلیل تھی قیامت کے قایم ہونے پر اور مردون کے زندہ ہونے پر گورسے ان سب باتون کے جمع ہونے کے سبب سے اسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا تھا کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہے جس طرح سب دنیا کے مکانو نمین بیت اللہ کا مرتبہ ہے وَسُقْيٰهَا اور چھوڑدو پانی اسکے پینے کا یعنے تمھارے جانور اسکے پانی کے حصے مین شریک نہونے پاوین اسواسطے کہ تم نے راضی ہوکر عہدہ کیا ہے کہ ایک روز یہہ اونٹنی پانی پئے اور دوسرے روز تمھارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب شریعتون مین اور سب دینون مین منع ہے بلکہ حرام ہے اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہے فَكَذَّبُوْهُ پھر جھٹلایا اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس ڈرانے اور سمجھانے مین اور اُن کی نصیحت کو جو اس آیت کا مضمون تھا لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قبول نکیا فَعَقَرُوْهَا پس کاٹی اس اونٹنی کی کونچین ہر چند کہ کونچین کاٹنے والا ایک تھا قدار بن سالف تھا اور اسکے آٹھون یار جو اُسکے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والون کی مرضی کے موافق یہہ کام تھا اور سب اسکے خوش ہوئے تھے تو گویا سب اسمین شریک تھے اسیواسطے گروہ مین سے ایک شخص کا کام جو سب کے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہے تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون اس شعر کے سے چو از قومی یکی بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را اور سورۂ قمر مین فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ جو واقع ہے تو اس سے مُراد فقط اس فعل کا کرنیوالا ہے بس ان دونون مین تعارض لازم نہوا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پھر اُلٹ مارا انپر یا ہنکوان کے پروردگار نے جیسا کہ ان لوگون نے اللہ تعالی کی اچھی ترتیب کو اُلٹ ڈالا تھا یعنے اللہ تعالی نے ان کو قوت شہویہ اور غضبیہ اسواسطے دی تھی کہ ان دونون کو عقل کا تابعدار کرین اور عقل اسواسطے دی تھی کہ اسکو شرع کا فرمانبردار کرین اور ان لوگون نے اسکا عکس کیا یعنے شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کا کیا بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہ کے سبب سے اور وہ گناہ یہہ تھا کہ حکمت الٰہی کی ترتیب کو بدل ڈالا اور اسکے ضد پر عمل کیا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جا کے قتل کر وہ غلام جا کے

اسکے لڑکونکو مار ڈالے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کردیا اس فرقے کو اور خاک مین ملا دیا یہہ اسواسطے کہ اس اونٹنی کے قتل مین سب شریک تھے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسوقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پھر جو کوئی اس مجلس مین حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اسکو برا جانتا ہو تو وہ شخص گویا اس گناہ سے منزلون دور ہے کچھہ گناہ کی برائی اسکو نہ لگیگی اور جو اس مجلس سے دور ہو لیکن دل سے راضی اور خوش ہو اس گناہ کے کرنیسے تو گویا وہ اس مجلس مین موجود ہی اور اس گناہ مین شریک وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہین ڈرتا ہی اللہ تعالی اس قوم کی ہلاکی کے انجام سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص ڈرتا ہی جسکو یہہ معلوم نہووے کہ انجام اسکا اچھا ہی یا برا اور نادانستہ یہہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اسکے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اس کام کے پیچھے اٹھے اسکام کا تدارک قرار واقعی نہ کرسکے سو اللہ تعالی ان سب باتون سے کہ موجب نقصان کی ہین پاک ہی وہ تو عالم الغیوب ہی اور پرلے درجہ کی قدرت اور عنان رکھتا ہی اسکو کیا پروا ہی اگر ایک فرقہ اسکی مخلوقات سے کم ہو گیا بلکہ اسکا کچھہ افسوس بھی نہین کرتا کہ مین نے مدتون سے اس فرقیکو پالا ہی سو سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تھا وہ کام نہوا اب یہان پر جان لیا چاہیئے کہ حدیث صحیح مین جو مسند امام احمد وغیرہ معتبر کتابون مین پائی جاتی ہی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھہ تمکو معلوم ہی کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتون کا کون شخص ہی اور اس امت مین زیادہ بدبخت کون ہی حضرت علی رض نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتون کا ایک سرخ رنگ ثمود کی قوم سے تھا یعنے قدار بن سالف کہ حقتعالی کے اونٹنی کی کونچین کاٹی تھین اور اس امت کا بڑا بدبخت وہ شخص ہی جو تیرے سر پر تلوار ماریگا اور تیری ڈاڑھی اس خون سے رنگین ہوگی اور اسی تلوار سے تو شہید ہوگا اب یہان پر ضرور ہوا کہ اگلی امتون سے قدار کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہہ اور اس امت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قاتل کی زیادہ بدبخت ہونے کی وجہہ بیان کی جاوے اور اسکا بیان موقوف ہی کئی مقدمون کی تمہید پر چنانچہ پہلا مقدمہ یہہ ہی کہ فرج کی شہوت سب شہوتون سے خسیس اور بدتر ہی اسواسطے کہ اس حالت مین آدمی عقل سے بہت دور ہو جاتا ہی اور جانور کی سی حرکتین اسوقت ظاہر ہوتی ہین اور اس شہوت کی جائے بھی نجاست اور ناپاکیون سے بھری ہوئی ہی اور

عورت کی جگہہ کا کھلنا اسی شہوت کو لازم ہی جسکا تمام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہی اسیواسطے عادت
پیدایشی آدمی کی ہی کہ اس شہوت کے نکالنے کے وقت بہت پردہ کرتا ہی اور سب سے چھپاتا ہی اور اسکا
نام مجلس اور محفل مین کھولکر نہین لیتا مگر اشارے اور کنایہ سے اور جو گالی دنیا مین سنی جاوے سو اسی شہوت
سے کچھ کمتی زیادہ کرکے نکلی ہوگی دوسرا مقدمہ یہہ ہی کہ شہوت کسی طرح کی ہو یعنے اس قسم مذکور کی ہو یا دوسری
قسم کی جیسے کھانے کی یا پینے کی یا پہنے کی یا مکانات کی یا سواری کی یا سیر باغ اور بہار کی یا گانے بجانے کی یا
خوشبو نکے سونگھنے کی اور جو سوائے اسکے ہین یے سب کمتر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہین اسیواسطے عرف
مین ان لوگون کو جو ان شہوتون کے مغلوب ہوتے ہین بدتر جانتے ہین ان لوگون سے جو غضب اور غیرت کی شہوت
سے مغلوب ہوتے ہین جیسے بادشاہ عیاش اور تماشبین کو برا جانتے ہین بادشاہ سفاک خونریز سے اور
اسکا بہید یہہ ہی کہ غضب یہ قوت سبب ہی غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہوۃ یہ قوت کے باعث ہی تملق
اور چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگون کے نزدیک فاعلیہ قوت بہتر ہی منفعلہ سبب سے واجب حق تلف ہونے
لگتے ہین تو سب لوگون کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہوجاتا ہی اور جسقدر وہ حق بزرگ ہوگا
اسیقدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اوّل بدبخت وہ شخص ہی جو اپنے نفس کے حق پر شہوت اور
غضب کو مقدم رکھے اور نفس کے حق کو تلف کرے اُسّے زیادہ بدبخت وہ شخص ہی کہ اپنی لذّتیت شہوی
اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہی کہ ان دونون
لذتون کے سبب سے بہت آدمیون کے حقون کو تلف کرے پھر حق بھی آپس مین مختلف ہین جیسے دنیا کا حق کہ
اسکا تلف ہونا سہل اور آسان ہی آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اسکا دفعیہ بہت مشکل ہی چوتھا مقدمہ یہہ
ہی کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہین پہلا حق اللہ تعالی کا ہی جو اسکا پیدا کرنے والا اور نعمت
دینے والا اور سب کام کا درست کرنیوالا ہی اور کسیوقت اور کسی دم آدمی اسکے احسان سے باہر نہین ہوسکتا
اور ہر کام مین آدمی اسکی مدد اور مہربانی کا محتاج ہی اسیواسطے کوئی حق اور کسیکا حق اسکے حق کی برابری
کر نہین سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا ہی کہ اپنی زندگی اور موت مین انکا محتاج ہی اور ہر طرح کی
مدد کا ان سے امیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا ہی اور اس حق حقیقت خود ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین

ہے الیس سب بدبختون سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے کہ ان تینون حقونکو ایک خسیس شہوت کے عوض مین تلف
کرے سویہہ وصف اگلی امتون مین سے قدار بن سالف مین تھا کہ ادنی اور خسیس کام کے واسطے ان تینون حقونکو
تلف کردالا اوّل اپنے نفس کو حق کو تلف کیا کہ کافر مرا اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے
اپنی قوم کے حقکو تلف کیا یعنے اسکے سبب سے سب حقتعالی کے عذاب مین گرفتار ہوئے کسیکا نام اور نشان
باقی نہ رہا تیسرے حق تعالی کا حق تلف کیا یعنے اس اونٹنی کو جسکو اللہ تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور
ہدایت الٰہی کی صورت تھی بلکہ رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کی سبب تھی اور بیت اللہ کی سی بزرگی
پیدا کی تھی سو اس کمبخت نے اسکی کونچین کاٹین اور ہلاک کیا اور اس امت مین حضرت علی رضی اللہ تعالی کا
قاتل ابن ملجم ویسا ہی بدبخت تھا توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی اونٹنی
جسطرح حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تھی اور اُن کی نبوت پر گواہ صادق تھی اور قوم ثمود کی ہدایت
کے واسطے جو حقتعالی کی عنایت متوجہ ہوئی تھی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ رسالت کا مرحمت کرکے
اس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور وہی ہدایت اُن کے سوال کے بموجب ناقہ کی شکل ہوکے ان مین ٹھہری
تھی اور قرار پکڑا تھا یہانتک کہ اس ناقہ کی تعظیم اور اسکے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت
کا قبول کرنا تھا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کے واسطے انکے دین قبول کرنے کے قایم مقام تھی گویا حضرت
صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا تھا اور اللہ تعالی کے نزدیک انکے
مرتبے کی بزرگی اور ان کے دعا کی قبولیت اس جھروکے سے ظاہر ہوتی تھی اسیطرح سے وجود جسمانی حضرت
امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ کا جو ختم کرنے والا خلافت حقہ کا تھا اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولایت کے کمال کی صورت تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر تھا اور اس
جناب کے قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اُس
وقت مین اسی ذات جامع الصفات مین منحصر تھی اسیواسطے حدیث شریف مین جسطرح بیت اللہ کے حق
مین وارد ہے کہ اَلنَّظَرُ اِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ یعنے دیکھنا بیت اللہ کا عبادت ہے اور قرآن شریف کے
حق مین وارد ہے کہ اَلنَّظَرُ اِلَى الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ یعنے دیکھنا قرآن کے حرفون کی طرف عبادت

ہی اسیطرح حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے حق مین آپنے فرمایا ہی کہ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ
یعنے دیکھنا علی رضہ کے منہہ کی طرف عبادت ہی سواسوقت عبادت ہی سواسوقت مین وجود شریف حضرت علی
رضی اللہ تعالی عنہ کا مثل وجود شریف حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اسواسطے کہ اسوقت مین تشنگان
امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی چشمۂ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اسوقت
مین بسبب جمع ہونے تمام صفات کمال بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقتمین اس وجود باوجود
کو جو اس بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو گویا ہدایت کی شمع کو گل کردیا اور اللہ تعالی کے حق کو تلف کیا اور تمام
امت کے حق کو بھی تلف کیا یعنے ایسی ذات کو جو اسوقت مین اپنا ثانی اور قایم مقام فضیلت اور بزرگی مین نرکھتی
تھی ہلاک کرکے تمام امت کو جھاڑو بے رشتی کے مانند منتشر اور فوج بے سردار کی طرح پریشان کردیا اور اپنے
نفس کے حق کو بھی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یے سب برائی اس بدبخت کو اسی
شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ روایات صحیحہ مین وارد ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبداللہ
بن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان اسکی نظر ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام قطام تھا پڑی
اور دل اور جان سے اسپر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی یہی مذہب باطل رکھتی تھی اور باپ اور بھائی
اسکا نہروان کی لڑائی مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھہ مبارک سے جہنم واصل ہوئے تھے جب ابن ملجم کو اسکی
ملاقات کا خیال دل مین پڑا اور خط کتابت اس مقدمے مین اسسے شروع کی اور آدمیون کو درمیان مین ڈالا
تب اس عورت نے جواب مین یہہ کہا کہ ایک میرا کام ہی اگر وہ تجھہ سے ہوسکے اور تو اسکے کرنے کا اقرار کرے
تو البتہ مین تجھہ کو قبول کرون اور اپنے تئین تیرے نکاح مین دون اور وہ کام یہہ ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو تو شہید کر اس ملعون نے کہ مغلوب شہوت کا تھا اس بات کو اس ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر
مین پڑا چنانچہ ایک تلوار ہزار درم کو خرید کی اور اسکو زہر کے پانی سے بجھایا اور اپنے یارون سے اس کام کی تدبیر
پوچھی اسکے یارون نے کہا کہ یہہ کام کچھہ مشکل نہین ہی بہت آسان ہی اسواسطے کوئی نگہبان اپنے ساتھہ نہین
رکھتے ہین اور اکیلے رات کو اندھیرے مین مسجد کو جاتے ہین کسی دن مسجد مین اندھیرے کے وقت چپ رہ اور
اپنا کام انجام کو پہنچا چنانچہ انیسوین رمضان مبارک کی صبح صادق کیوقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت علی

رضی اللہ عنہ گھر سے مسجد شریف مین تشریف لائے اور وہ ملعون ایک ستون کے آڑ مین مستعد اسی کام پر کھڑا تھا
اور آپ کی عادت شریف ایسی تھی کہ مسجد مین سوئے ہوئے آدمیون کو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تھے تاکہ وے سب
اٹھ کے طہارت کرین اسی ارادے سے جونہین آپ نے مسجد شریف مین قدم مبارک رکھا وہین اس ملعون نے پیچھے سے غفلت
مین ایک تلوار آپ کے سر مبارک پر ماری اور بھاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم
چندان کاری نہ تھا لیکن زہر کی تاثیر سے آپ کا کام تمام ہوا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال فرمایا
چنانچہ اکیسوین رات کو رمضان کی جسد مبارک کو نجف الحیرۃ مین جو ایک جگہہ کا نام ہے کوفے مین مسجد جامع سے
ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ مین وہان مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نہ کیا بلکہ بالکل بے نشان رکھا تاکہ خارجی
لوگ جو اس زمانہ مین کوفے کی نواح مین بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپ کے جسد مبارک سے نکرین اور یہہ قصہ
سنہ ۴۰ ہجری مین واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قایم مقام اس رتبے کا نہ رہا
یہہ بات صحابہ نے سمجھہ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب خبر شہادت
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب چاہین سو کرین ایسا کوئی نرہا کہ ان کو کسی بد کام سے منع کرنے کا
اب جاننا چاہیئے کہ صحابہ مین بعد وفات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیون کو
بد کامون سے صحابا یعنے بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کی بنی امیہ کے پادشاہون سے یا دوسرے سردارون سے
لحاظ اور خاطر داری سچی بات کہدینے مین نکرتے تھے لیکن انکا امر و نہی مانند سمجھانے علما کے اور رہنمائی اولیا کے
تھا نہ پیغمبرون کے حکم کے مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے یہہ کلمہ ارشاد فرمایا اسی جگہہ سے قاتل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشقی ہونیکی وجہہ ظاہر ہوگئی
کہ اسوقت مین تمام کمالات ولایت کے جو قایم مقام نبوت کے ہے اسی ذات مبارک مین منحصر تھے دوسرا کوئی
اسوقت مین ویسا نہ تھا بخلاف خلفاء سابقین کے زمانے کے کہ اسوقت مین دوسرے بھی ایسے تھے جو لیاقت اس امر کی
رکھتے تھے چنانچہ اُن کے معدوم ہونیکے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور انکے قتل ہونیسے دین مین خلل نہ پایا گیا
بخلاف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے کہ یہ خاتم الخلفا تھے تو انکا قتل کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے انوار کو
بالکل بجھادینا تھا اور ہدایت کی شمع کو گل کر دینا تھا اسیواسطے انکے قتل سے ایسی خرابی دین مین ہوئی کہ پھر تدارک

اسکا نہ ہوسکا اور اگر کسی کو یہہ شبہہ خاطر مین گذرے کہ اس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئے
اور اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقی ماندہ کو کچھ آسیب نہ پہنچا اسکا کیا سبب ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ
ان دونون مین فرق دو وجہ سے ہی اول وجہہ یہہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود کی قوم راضی
اور خوش ہوئے تھے اور اکثر اس امت مین لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل ہونے پر راضی نہوئے تھے بلکہ
اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور نفرین کرتے رہے دوسری وجہہ یہہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانیکے بعد اسکا
بچہ بھی غایب ہو گیا تھا اور بالکل اسکا نام اور نشان نہ رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کے
بعد آپ کی اولاد امجاد باقی رہی اور آپ کا نام اور نشان قایم رہا اور اس ولایت کا نور جسکے آپ حامل تھے
نسلا بعد نسل ایک حامل آپ کی اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا ہوتا رہا ہر چند کہ وہ ہیئت
اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہوکے موافق استعداد کے ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے
قایم رہا ان سببون سے یہہ امت اسطرح کے عذابون سے بچ رہی اور ایک سانحہ عجیبہ آپ کی شہادت کے بعد یہہ ہوا
تھا کہ اسدن بیت المقدس مین کوئی پتھر نہ تھا جسکے نیچے سے خون جوش نمارتا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سورۃ اللیل

یہہ سورت مکی ہی اسمین اکیس آیتین اور اکہتر کلمے اور تین سو دس حرف ہین اور اس سورت کا ربط والشمس کی
سورت سے یہہ ہی کہ ان دونون کو قسم سے شروع کیا ہی اور اس امر مین بھی دونون سورتین مناسبت تمام رکھتی ہین
اور اس سورت مین انسان کے نفسونکا اختلاف مذکور ہی یعنے بعضون کے دل مین بدکاری ڈالی جاتی ہی اور بعضونکے
دل مین پرہیزگاری اور لوگونکا حال مذکور ہی اور بعضے اپنے نفس کی پاکی مین مشغول ہین اور بعضے اپنے نفس کی
ذلت اور خواری کے پیچھے پڑے ہین شہوت اور غضب کی تابعداری کے سبب سے اور اس سورت مین بھی بنی آدم کے عملون کا
اختلاف بیان ہی نیکبختی اور بدبختی مین یعنے بعضون کو اچھی راہ چلنے پر توفیق دی ہی اور بعضونکو بری راہ بدبختی مین ڈالنے کا ذکر
کر رکھا ہی اور یہہ بھی ہی کہ دونون سورتون مین بڑے بدبختونکا حال بیان ہی چنانچہ اس سورت مین ثمود کی قوم کے بڑے
بدبخت کا حال بیان ہی جسکا نام قدار تھا اور اس سورت مین اس امت کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہی

جسکا نام امیہ تھا اور حضرت بلال ایسے شخص کو ایذا دیتا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے ایک ایسا بڑا رتبہ حاصل کیا تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ سے بہم پہنچائی تھی
اور اس سورت کا نام واللیل اس سبب سے رکھا ہے کہ عربی زبان مین لیل رات کو کہتے ہین اور اس سورۃ مین آدمیون
کے عملون کے اختلاف کا بیان منظور ہے نیکی اور بدی مین اور بڑا عمدہ وقت اس اختلاف کا رات ہے کہ عابد لوگ
عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور چور چوری مین اور عیاش حرام کاری اور شراب خوری مین اور آزاری لوگ دکھ اور
مصیبت مین اور بعضے محبوبون کی جدائی مین تڑپ تڑپ کے رات کاٹتے ہین اور بعضے باغ وصال اور چمن ہم آغوشی
سے اپنے آرزو کے دامن کو مراد کے پھولون سے پر کرتے ہین مصرع شب تنور گذشت و لب سمور گذشت بیت
فرق است میان آنکہ یارش در بر با آنکہ دو چشم انتظارش بر در ہرچند کہ دن مین بھی اس قسم کے اختلاف اور
اور رنگ برنگی معاملے ہوتے رہتے ہین لیکن جو دن کا وقت ظہور اور روشنی کا ہے تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ
کرتا ہے چور عابد بن کے نکلتا ہے اور فاسق صالح کے لباس مین اپنے تئین ظاہر کرتا ہے بخلاف رات کے کہ تاریکی
کے سبب سے حجاب کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور شرم اور حیا بالکل جاتی رہتی ہے ہر شخص اپنے نفس کی خواہش
کے موافق بے تکلف اور بے پردہ ہو کے اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتا ہے اور ظاہر کا تکلف اور بناوٹ بالکل
جاتا رہتا ہے اور سبب نزول اس سورۃ کا یہہ ہے کہ مکہ معظمہ مین دو شخص رئیسون مین بڑے مالدار تھے ایک
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونون کا معاملہ مال کے صرف کرنے مین مختلف
تھا امیہ مال بہت رکھتا تھا اور بارہ غلامون کو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا چنانچہ ایک
غلام کو کھیتی کا داروغہ کیا تھا اور ایک کو میوون کے باغ کا اور ایک کو قیمتی کپڑون کی تجارت کے واسطے مین اور
شام کی طرف بھیجتا اور ایک کو جانورون پہ مقرر کیا تھا کہ دودھ اور دہی اور نسل کی خبرداری کر کے
اسکے حاصل کو جمع کیا کرے اسیطرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے مال بہت جمع کیا تھا
اور باوجود اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی بھی فقیر کو نہین
دیتا تھا بلکہ اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ آدھی دمڑی کبھی دیتا تو اس پر خفا ہوتا بلکہ اسکو کام سے موقوف
کرتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کمبخت کو بطور نصیحت کے کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالی کی راہ

محتاجون اور مسکینونکو واسطے نہین دیتا ہی اور آخرت کا ذخیرہ کیون نہین کرتا ہی تو وہ بدبخت اسکے جواب مین کہتا تھا
کہ اول تو آخرت ہی کہان اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اسقدر مال اور اسباب اور اولاد مینے جمع کیا ہی کہ مجھکو کچھ
احتیاج بہشت کی نعمتون کی نہین ہی اور ان چیزون سے جن کی طمع اور لالچ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیرون اور
محتاجون کو دیتے ہین اور اس سبب سے ان لوگون کو اپنا گرویدہ کرتے ہین مجھکو کچھ پروا نہین ہی اور اسکے غلامون
مین سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی مین
ان کا مرتبہ اس حد کو پہنچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عالم معاملہ مین اپنے آگے آگے بہشت مین دیکھا
اور ان کے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال جسوقت مین
کہ مملوک اس بدبخت کے تھے پوشیدہ اسلام لائے تھے آخرکو رفتہ رفتہ انکے اسلام لانے کی خبر اسکو پہنچی
تو اول ان کو معزول کیا اور خزانے اور بتخانے کی داروغگی جو ان سے متعلق تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر انکو
اپنے سامنے بلواکے پوچھا کہ تو کسکو پوجتا ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے خدا کو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہین تو مین تجھکو بڑی سزا دونگا اور مارتے مارتے مار ڈالونگا
حضرت بلال نے کہا کہ مین تو اس دین سے نہین پھرتا لیکن مین تیرا غلام ہون تو جو چاہے سو کر اس شقی ازلی نے اپنے غلامونکو
ایسا حکم کیا کہ دن چڑھتے انکے بدن مین ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ مین
ان کو چت لٹاکر سر سے پیر تک انپر گرم پتھر رکھدیا کرو تاکہ ہل نسکین اور گردن کے آگ جلاو یا کرو اور جب
شام ہو تب ہاتھ پیر باندھکے اندھیرے مکان مین قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے لگایا کرو
اور صبح تک مار موقوف نکرو اسیطرح سے کتنے دنون تک حضرت بلال اس مصیبت مین گرفتار رہے اور پکار
پکار کر احد احد کہا کرتے تھے یعنے معبود میرا ایک ہی معبود میرا ایک ہی ایکروز حضرت صدیق اکبر رضی
اللہ تعالی عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گھر سے آواز نالہ اور زاری کی آپکے
کان مین پڑی پوچھا کہ اس گھر مین کیا ہوتا ہی اور یہہ آواز کیسی ہی لوگون نے کہا بلال نام ایک غلام ہی اسپر مار
پڑتی ہی یہہ آواز اسی غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ بات سنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے
وقت اسکے گھر مین آپ تشریف لیگئے اور اس مردود کو نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام کو

اتنا ظلم ناحق مت کر اسواسطے کہ اسنے سچے دین کو قبول کیا ہے اور اللہ تعالے کی دوستی اور رضامندی کو اختیار
کیا ہے تجھکو چاہیئے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اسکے ساتھ احسان کر کہ آخرت مین تیرے کام آویگا اور تجھکو اسکی
سختی سے بچاویگا اس ملعون نے کہا کہ آخرت ہے کہان اور یہہ دین کہان سے معلوم ہوا کہ سچا ہے اور اگر
بالفرض آخرت ہوئی تو بھی مجھکو دنیا مین کس چیز کی کمی ہے کہ آخرت کی نعمتون پر جو فقط وہم اور خیال ہین
فریفتہ ہون میرے پاس اس دنیا مین بھی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی نہین ہے
جو میرے کارخانے مین کثرت سے موجود نہو اور مضمون ان بیتون کا زبان پر لایا سہ صبح تو جام سے گذرتی ہے
شب دلآرام سے گذرتی ہے　عاقبت کی خبر کسے معلوم　یہان تو آرام سے گذرتی ہے　حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ تعالی عنہ نے پھر اسکو سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ اس
بدبخت نے کہا کہ اگر تمھارا دل اس پر ترس کھاتا ہے تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد بھی رکھتے ہو
تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھسے خرید کر لو حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اس بات کی آرزو
رکھتے تھے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہے اسکے عوض مین جو تو طلب کریگا مین دونگا اور اسکو خرید کرونگا
اس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو نہ خرید کر سکوگے اور اگر یون ہی تمھین منظور ہے اور تمھین اسکے
خرید کرنیکا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام قسطاس رومی مجھکو دو اور وہ آپکے غلامون مین بڑی لیاقت اور
قابلیت تجارت کی رکھتا تھا چنانچہ دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تھی اور اس غلام کو یعنے بلال کو مجھسے
لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے مین عذر
نہ رکھتے تھے اس بات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کر کے اس کافر کو دیے
اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قیدخانے سے باہر نکال کر اپنے ساتھ لے کر چلے وہ کافر آپ کو دیکھتا تھا
اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبون سے کہتا تھا کہ یہہ شخص باوجود اس عقل اور دانائی کے اس معاملے مین
کس قدر دھوکھا یا ہے اور اپنا نقصان کیا ہے یعنے ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا
تھا ایسے نکمے غلام کے عوض مین دیا ہے جو کسی کام کا نہین ہے اور ایک کوڑی بھی پونجی نہین رکھتا ہے
مین ایسے غلام کو یعنے بلال کے مانند ایک دانق کی عوض مین کہ درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے نہ خرید کرون بلکہ مفت

بھی نہ لون حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ اس قدر میرے
نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے عوض مین تو بیچتا تو بھی مین بے لئے نچھوڑتا پھر بلال رضی
اللہ تعالی عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری مین حاضر کیا اور سب حال جو گذرا تھا عرض کیا کہ
اس طرح سے مین نے ان کو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہئے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے انکو
مین نے آزاد کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالی
عنہ اس روز سے فارغ البال ہوکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف مین رہنے لگے اور نیکبختی دونون
جہان کی حاصل کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ابتداء اسلام سے کہ مسلمانون کی نہایت ضعیفی اور
عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف
اور حاجتون مین اور کافرون کے ہاتھ سے مسلمانون کو چھڑا لینے مین اور سوا اسکے دوسرے اچھے
کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا تھا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے مین جو کچھ خرچ کیا سو ابھی
معلوم ہو چکا اسیطرح سے سات شخص غلام اور لونڈی قریش کے جنہون نے دین اسلام کو دل سے قبول
کیا تھا اور ان کے مالک اس سبب سے ان کو ایذا دیتے تھے خرید کرکے اللہ تعالی کی رضامندی کیواسطے آزاد
کر دیا تھا چنانچہ انہین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی خدعان کے غلام تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ
نے انکو ان کے مالکون سے ایک رطل بھر سونے کی عوض مین خرید کرکے آزاد کر دیا اور وے ہجرت کی سفر مین رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی مین مشرف تھے اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور دوسرے بڑے اولیاء اللہ
مین سے تھے اور ان مین سے ایک ذنیرہ ہین کہ کمال کی نہایت کو پہنچی تھین اور بڑا ایمان کامل ان کو نصیب
ہوا تھا ان کو بھی انکے مالکون سے لیکر آزاد کر دیا تھا لیکن قضائے کردگار سے بعد آزاد ہونے کے انکی آنکھون مین
درد ہوا اور بینائی ان کے آنکھون کی جاتی رہی انکے مالکون نے یہہ بات سنکر ان کو طعن کے طور سے کہا کہ دیکھا
لات اور عزی کی مار نے تجھکو کیسا اندھا کر دیا انھون نے جواب دیا کہ یہہ بات تمھاری جھوٹھی ہے لات اور عزی
کو ہرگز یہہ قدرت نہین ہے کہ کسیکا کچھ اچھا یا برا کر سکین سوائے اللہ تعالی کے وہ مالک ہے جو چاہتا
ہے سو کرتا ہے یہہ بات ان کی اللہ تعالی کی جناب مین پسند ہوئی اور اسی وقت ان کی آنکھین اچھی ہو گئین اور جیسی

لونڈی ایک عورت یعنے عبدالدار کی بیٹیاں ہین کہ یے دونون ایک عورت یعنے عبدالدار کی بیٹی ہین اور ان کی بیٹی ہین کہ یے دونون
لونڈیان تھین اور وہ عورت ان کو نہایت ایذا پہنچاتی تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے حال سے خبر پا کے
اس عورت کے گھر تشریف لیگئے اور اسکو نصیحت کی کہ ان کو ایذا مت دے اور جو کچھ ان کی قیمت ہو مجھ سے لے اس
اس عورت نے قیمت بہت مانگی آپ نے بلا تکرار ان کی قیمت موافق اسکی خواہش کے اسکو ادا کی اور ان دونون سے
کہ اس عورت کے آٹا پیسنے مین مشغول تھین کہا کہ خوشخبری ہو جیو تم پر کہ مین نے تم دونون کو مول لیکر اللہ تعالے
کی رضا مندی کے واسطے آزاد کر دیا اب اٹھو اور آٹے کو چھوڑو اور میرے ساتھ آؤ انہ دونون نے عرض کی اے ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالی عنہ بہت برسون سے ہمنے اسکے گھر مین پرورش پائی ہے اور اسکا نمک کھایا ہے اب یہہ اسکا کام
ادھورا چھوڑنا مناسب نہین ہے اس آٹے کو پیسکے ہم آتے ہین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اسبات
کو سنکر انپر آفرین کہی اور ان کو انہی کے کہنے کے بموجب اجازت دی اور انہی مین سے ایک عورت وہ ہے کہ
اپنے مول کی مملوک تھی اور بنی موملی ایک فرقہ ہے بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسیوقت تک ایمان
سے مشرف نہوے تھے اس لونڈی کو اسلام لانے کے سبب سے سخت تعذیر اور تعذیب کیا کرتے تھے یہانتک
کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کرکے آزاد کر دیا اور اسیطرح سے ام عبیدہ کو بھی خرید کرکے
آزاد کیا اور سوا ئے انکے جو مذکور ہوئے اور بہت بردون کو آزاد کیا ہے اور بعد اسکے تمام طرح کے چالیس
ہزار درم جو سرمایہ انکے پاس باقی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بموجب آپکے فرمانے کے دوسرے
مسلمانون کے تیرہ برس کے عرصے مین صرف کیا اور چھہ ہزار درم جو باقی رہے تھے کچھہ ہجرت سفر مین اور
کچھہ مسجد نبوی کی زمین خرید کرنے مین اور کچھہ دوسرے نیک کامون مین صرف کئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا کہ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ
مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ یعنے کسی کے مال سے مجھہ کو اس قدر فائدہ نہین پہنچا جس قدر ابو بکر کے مال سے مجھکو
فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اور ابو طالب اور عبدالمطلب کا مال آپکے کھانے
اور لباس مین اور صلہ رحم مین یعنے خویش اور اقربا کے دینے لینے مین اور مہمانون کی ضیافت مین اور محتاجون
کی خبر گیری مین صرف ہوا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دینکے بدلے کی زیادتی مین اور

مسلمانون کی غلاصی مین کافرون کے پنجے سے اور ضعیف مسلمانون کی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا اور دونون مصرفون مین آسمان اور زمین بلکہ تفاوت ہے حاصل کلام کا جسوقت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب مال تمام ہوا اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ ہوچکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک روز ایک کملی کرتی کی طرح گلے مین ڈال کر اسکو کانٹے سے گھونٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوئے تھے اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابو بکرؓ تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہہ کیا ہوا کہ فقیرون سے کپڑے پہنے بیٹھے ہین جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھون نے سب اپنا مال مجھپر اور میرے واسطے خرچ کرڈالا اور اپنے پاس کچھ نرکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حقتعالے نے ابو بکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ اس فقیری مین بھی مجھسے راضی ہے یا کچھ رنج دل مین رکھتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سُننے سے ایک عجب حالت پیدا ہوئی اور اصحاب حال کے مانند بیخود ہوکے کہا کہ مین کیون کر اپنے پروردگار سے کدورت رکھونگا اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے تھے انا عن ربی راض انا عن ربی راض یعنے مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالیٰ نے اس سورت مین ان دونون معاملون کو ذکر فرمایا ہے یعنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب اچھائی اور بُرائی کو اور آدمیون کی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی تحصیل مین مختلف ہونیکو انہی دونو معاملون پر قیاس کرنا چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیوے اور چھپا جاوے یعنے آفتاب کے نور کو چھپا لے اور سب دنیا کو تاریک کردے اور یہہ ایک نمونہ ہے عمل بد کا یعنے اسیطرح بُرے کام کی سیاہی روح اور دل کی روشنی کو چھپا لیتی ہے اور رات چھپاؤ اور پردہ پوشی کا وقت بھی ہے اور جو کام کہ چھپاؤ اور پردہ سے تعلق رکھتے ہین سو اسیوقت بہت ہوتے ہین جیسے کوئی بھید کہنا اور بھاگنا چھپ کے یا چوری کرنا یا زنا کرنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانون کے تصرف ہوتے ہین وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن ہوجاوے آفتاب کے نکلنے سے اور بدلی اور غبار کے نہونے سے اور یہہ نمونہ ہے نیک

عمل کا روح اور دل کے روشن کرنیمین اور جو کام کہ روشنی اور بے پردگی سے علاقہ رکھتے ہین وسے اکثر اسی
وقت واقع ہوتے ہین جیسے روزی طلب کرنا اور آدمیون کا کمائی کو اور آپس مین ملاقات کے واسطے ادہر
اُدھر جانا اور فائدہ دینا یا لینا جیسے پڑھنا یا پڑھانا اور سیکھنا یا سکھانا **وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ**
اور قسم کھاتا ہون مین اس حکمت الٰہی کی کہ پیدا کیا ہے نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپس مین
جمع ہون یعنے جفتی کرین اور نسل بڑھے اور دودھ اور دہی اور گھی پیدا ہوا اور یہہ پیدا کرنا نر اور مادہ کا خیر
اور شر کے اختلاط کا نمونہ ہے اور کمال اور نقصان کے ملنے کا نشان ہے سب کامون مین اور بنی آدم اور سب
جاندارون کو اولاد کی زیادتی کا سبب ہے اور اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے متصور ہین جو ہر ہر واحد مین
یعنے فقط نر یا فقط مادہ مین یہہ اچھائی اور برائی یا کمال کو پہنچنا اور ناقص رہنا ہو نہ سکتا تھا اور وہ مضمون جسپر
یے تینون قسمین ہین وہ یہہ ہے **اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى** تحقیق کوشش تمہارے عملون اور شغلون کی بہت مختلف اور
رنگارنگ ہے جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل اسیطرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے نیک
اور بد کامون کو مختلف ہونا اسقدر کثرت سے ہے کہ اسکا شمار کوئی نہین کر سکتا مگر اصل اور جڑ ان کی تین قسم
باہر نہین ہے پہلی نری خیر کہ کچھہ بھی ملاوٹ شر کا نہین رکھتی دوسرے نرا شر جسمین لو بھی بھلائی کی نہو تیسرے
خیر اور شر ملے ہوئے چنانچہ تینون قسمون مذکورہ مین انہی تین قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہے اب جاننا
چاہیئے کہ عملون مین خیر محض وے ہین جو ظاہر اور باطن مین نیک ہون سو اُن کے واسطے تین شرطین ضرور
ہین اول یہہ کہ صورت ان کی شرع کے موافق ہو دوسرے یہہ کہ نیت خالص ہو تیسرے یہہ کہ اعتقاد صحیح اور
یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وے ہین کہ تینون شرطین مذکورہ جسمین پائی نجاوین یعنے صورت اسکی خلاف
شرع کے ہو اور نیت بھی بری ہو اور بداعتقادی سے اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور شر مخلوط ہووے
اسکی بہت قسمین ہین ایک تو یہہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو جیسے نماز کسی کے دکھلانے
کے واسطے پڑھنا دوسری قسم یہہ ہے کہ صورت اسکی شرع کے خلاف ہووے مگر نیت نیک ہووے جیسے
رونا پیٹنا کربلا کے شہیدونکے واسطے یا باجون کا سننا تاکہ ذوق شوق حق تعالیٰ کا زیادہ ہووے تیسری یہہ کہ
صورت اور نیت دونون درست ہون لیکن اعتقاد کی درستی سے نہ کیا ہو جیسے کافرون کا للہ خیرات کرنا اور ایک

مین ان تینون قسمون سے بہت سی قسمین نکلتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پھیلاؤ ہوسکتا ہے چنانچہ فکر کرنے والے
اور سوچنے والے پر یہہ بات چھپی نہین ہے لیکن ان سب قسمون کا مرجع انہی تین قسمون کی طرف پھرتا ہے
اور یہی تینون قسمین جزا اور سزا کے اختلاف کا سبب پڑتی ہین اور ہر ایک ان مین سے علیحدہ علیحدہ یا مل کے ثواب کو
یا عذاب کو چاہتی ہے چنانچہ اسی اختلاف کی تفصیل مال خرچ کرنے کے بیان مین ارشاد ہوتی ہے اور اسی اختلاف
کا بیان اس سورۃ مین منظور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ پھر جب کسی نے دیا اپنا مال وَاتَّقَىٰ
اور ڈرا دکھلانے اور سنانے سے خلقت کے اور بچا گناہون اور نفس کی خواہشون اور بدعتون اور گنہگارون کی
مدد کرنے مین خرچ کرنے سے اور بعد دینے کے بھی بیجا احسان رکھنے اور بدلا چاہنے سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ
اور سچا جانا پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جس کا بعد مرنے کے امیدوار ہے تو اس شخص نے ایسا
کام کیا کہ سب طرح سے اچھا ہے اور برائی کا لگاؤ بھی نہین ہے یعنے اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ کرنا ہے جو سب
دنیوی اور شرعی تینون مین بہتر ہے اور اس کا باطن کا عمل اتقا ہے یعنے بچنا ریا اور سمعہ سے کہ نیت کی درستی
ہی ہین اور فائدے کے باقی رہنے مین کافی ہے اور اسکا اعتقاد بھی درست ہے یعنے پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا
اور نیک کام کے ثواب کا آخرت مین امیدوار ہے اور اسی امید پر اپنے مال کو خرچ کر رہا ہے تو نیک جزا
کے لایق بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ پھر جلدی آسان کر دینگے ہم اسپر راہ آسانی
کی یعنے اسکو دنیا کے سب اچھے کامون کی توفیق دینگے اور ان عبادتون کی توفیق دینگے جو آخرت مین
اسکے کام آوین تا کہ اس توفیق کے سبب سے اسپر عبادتون کا کرنا آسان ہوجاوے اور دل اور جان سے
اسمین مشغول رہے اسواسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہے کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہے تو اسکے نفس مین ایک
قوت نورانی پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اسپر آسان ہوجاتا ہے
بلکہ وہ ظاہر کی تکلیف اسکی عادت ہوجاتی ہے اور بموجب حکیمون کے قول کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ یعنے
عادت ایک دوسری طبیعت ہے کچھہ رنج اور مشقت اسکو اس کام کرنے مین معلوم نہین ہوتے ہین بلکہ اسکے
نکرنے سے اسکے دل کو رنج ہوتا ہے پھر جب موت اسکی آتی ہے اور اس عالم سے جدا ہونیکا وقت پہنچتا ہے
تو اسکو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہے کہ گویا قید سے چھوٹتا ہے اور بعد مرنیکے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر اور نشر کا

سول سیام

ہول اور حساب کتاب کا خوف اور میزان کا دغدغہ اور پلصراط کے اُترنے کی سختی سب اسپر آسان ہوجاتی ہین اور
کچھ بھی رنج اور مصیبت ان سختیون کی اسکو معلوم نہین ہوتی ہے وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى اور جس کسی نے
بخل کیا اپنے مال دینے مین اور بے پروائی کی آخرت کی نعمتون سے اور اس مال کو سبب جانا بے پروائی کا وَكَذَّبَ
بِالْحُسْنٰى اور جھٹلایا پیغمبر کی شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اس آدمی نے ایسا کام کیا کہ نرا بُرا ہے اس
واسطے کہ بخل سب دینون اور مذہبون مین معیوب ہے اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کے گھمنڈ پر خیر کی نیت
کو بالکل درہم برہم کر دیتی ہے اور پیغمبر کی شریعت کو جھٹلانے سے اعتقاد بالکل فاسد ہوجاتا ہے تو کسی وجہ سے
اسکے عمل مین بہتری پائی نگئی اسواسطے کہ ظاہر عمل اس کا بخل ہے اور باطن عمل اسکا بے پروائی ہے مال کے گھمنڈ
پر آخرت کے ثواب سے اور اعتقاد اسکا شریعت کو جھوٹا جانتا ہے اور یہ سب باتین بد ہین تو سزا بھی اسکی بُری
بد ہوگی چنانچہ فرماتے ہین فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى پھر شتابی آسان کرینگے ہم اسپر سختی اور دشواری کی راہ کو تاکہ باطل
راہون مین اور بد عملون مین سختیین اور مشقتین کھینچے اور رنج اٹھاوے اور نماز کی دو رکعتین پڑھنے مین سستی
کرے اور دل تنگ ہووے چنانچہ دوسری جگہہ ایسے ہی شخصون کے حق مین ارشاد ہوا ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ
قَامُوْا كُسَالٰى اور دوسری جگہہ پر فرمایا ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ اور موت ایسے لوگون کو پہنچتی
ہے تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا ہے گویا باغ سے نکلکر قید خانے مین پڑا اور منکر نکیر کے سوال مین
اور حشر اور نشر مین اور حساب اور میزان مین طرح طرح کی سختیان اور عذاب دیکھتا ہے اور بعد ان سب کے
دوزخ مین پڑنا سب سے زیادہ عذاب ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکھا تھا اس امید پر کہ
سختی اور مصیبت کے وقت کام آویگا اور اسکے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاوے گی سو ایسے وقت مین اُس سے
جدا ہوگیا اور وارثون کے ہاتھ مین پڑا اور انھون نے بموجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بیرحم لٹکے برابر کر دیا
چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى اور کچھ کام نہ آویگا مال اسکا اسکے جب ہلاک ہوگا
اور قبر مین جائیگا اور سوائے دو ہاتھ کفن کے کچھ ساتھ نجاوے گا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جیسا
قسم کے ذکر مین اشارہ ہوا ہے تین قسم کے ہین اور جزا کے بیان مین دو ہی قسمین ذکر ہوئی ہین یعنے نری خیر اور نری
شر یعنے جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہوا ہے کچھ بیان نہ کی سو اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاقل بعد دریا

فت

کرنے ان دونون قسمون کے حکم کو اسکے علم کو بھی دریافت کریگا اسواسطے جب خیر اور شر یعنے اچھا اور برا
مل جاتا ہی تو بموجب اس قول کے اَلنَّتِیْجَةُ تَتْبَعُ الْاَخَسَّ الْاَرْذَلَ یعنے بچہ خسیس اور رذیل کے تابع ہوتا ہی
ماباپ سے یعنے ما اور باپ مین جو کمینہ اور بدخصلت ہوتا ہی بچہ اسیکی عادت سیکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا
حکم غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم مغلوب جسطرح شریعت مین مقرر ہی کہ جو بچہ حلال اور حرام جانور سے مل کے
پیدا ہووے تو وہ حرام ہوتا ہی جیسے خچر کہ گھوڑے اور گدھے سے مل کے پیدا ہوتا ہی سو اسکا کھانا حرام
ہی اور اسیطرح سے جو مال حلال کہ حرام مال مین ملکر ایکسان ہو گیا جیسے اپنا دودھ غصب کے دودھ مین
مل گیا یا اپنی مٹھائی غصب کے پانیمین ملکر شربت ہو گئی تو یے سب قسمین حرام ہین اس کا کھانا کسیطرح درست
نہین ہی اسی پر قیاس کر کے بوجھ لیا چاہیے کہ جس عمل مین خیر اور شر جمع ہو جاوینگے وہ عمل شر کا حکم پیدا کریگا
اور بہتری اسکی مغلوب ہو جائیگی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمونکی تخصیص کی وجہ مین ایسا ذکر کیا
ہی کہ یہان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا منظور ہی تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ یہہ
عملون کے مختلف ہونیکا زمانہ ہین جیسے رات چورون کی اور رات عابدون کی اور رات زانیون کی اور رات
نیکبختون کی جو اختلاف اور فرق رکھتی ہی ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین ہی اسیطرح فنکے کامونکا حال
ہی کہ صالحون اور فاسقون کے کامون مین تفاوت زمین اور آسمان کا ہوتا ہی اسکے پیچھے جڑ اور بنیاد
بنی آدم کی نر اور مادہ ہی کہ آپسمین بڑا اختلاف رکھتے ہین چنانچہ مردونکے باطنی عمل اور ظاہری فعل اور ہمت
اور رغبت ایکطرح کی ہی یعنے بہت بلند ہی اور عورتون کی دوسری طرح کی یعنے پست ہی چنانچہ مردونکی
رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنے مین مصروف ہی اور عورتون کی رغبت پوشاک اور زیور سے آراستہ
ہونے مین تو اسواسطے قسم ان دونون اصلونکی بھی یاد فرمائی یعنے نر اور مادہ کے اختلاف کی تا کہ بنی آدم کے
عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر جاری ہوتا ہی چنانچہ کہتے ہین کہ
اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ یعنے بیٹا بھید ہی اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو قدس سرہ فرماتے ہین سہ در جوانمردی
و مردی ہر کہ کاری پیش برد ناجوانمردی بود کہ بر زبان آرد سخن آنکہ او کرد و نگفت او مرد تمام وانکہ
او کرد و بگفت او زانی بود [illegible] آنکہ نی کرد و نگفت آنکہ نامردان خر نیم زن یعنے اگر کسینے کوئی کام اچھا جوانمردی کا

کیا اسکا ذکر زبان پر لانا نامردی ہے پھر جسنے کیا اور نہ کہا وہ تو پورا مرد ہے اور جسنے کیا اور کہا وہ بے شبہ عورت ہے اور جسنے نہ کیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہے اور جسنے نہ کیا اور کہا وہ آدھی عورت ہے اور زمانے کا حکم بھی اکثر زمانے والون پر جاری ہوتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اَلنَّاسُ بِزَمَانِهِمْ اَشْبَهُ مِنْهُمْ بِاٰبَائِهِمْ یعنے اکثر آدمی اپنے زمانے مین آپس مین ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہوتے ہین اپنے بھائیون سے باوجود ایک باپ سے پیدا ہونے کے یا یہ معنے ہون کہ آدمی اپنے زمانے کے آدمیون سے بہت مشابہ ہوتے ہین چال ڈھال مین اپنے باپ دادون سے اور حدیث شریف مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ آپ نے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے جنازے کے ساتھ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونے کے انتظار مین بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرداگرد بیٹھے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص نہین ہے مگر اسکا مکان اللہ تعالیٰ کے علم مین مقرر ہے بہشت مین ہو یا دوزخ مین اور لوح محفوظ مین لکھ چکا ہے تغیر اور تبدیل یعنے مٹنا مٹانا اسکا کسیطور سے ممکن نہین ہے ہمنے کہا یا رسول اللہ اگر یہی بات ہے تو تقدیر پر بھروسا کرکے کیون نہ بیٹھ رہین اور عمل کو کیون نہ چھوڑ دین اسواسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہے وہی ہونا ہے اسکا خلاف کسیطرح سے ممکن نہین ہے تو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہونا ہے سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کئے جاؤ اسواسطے کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر اگر نیکبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی نیکبختون کے اس سے کراتے ہین اور اگر بدبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی بدبختون کے اس سے کراتے ہین سو جس طرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت مین مقرر ہے یا دوزخ مین اسیطرح سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہین پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى لیکن اس مقام پر پڑھنے سے اس آیت کے معنے دوسرے بوجھے جاتے ہین یعنے اللہ تعالیٰ کے علم مین تمہارے کام مختلف اور رنگا رنگ ہین کیونکہ کسی کو بھلا اور کسی کو برا تقدیر مین لکھا ہے اور اسی سرنوشت کے موافق ہر ایک سے بھلائی اور برائی دنیا مین ہوتی ہے تو مراد اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم مین جسکے عمل مقدر ہین خواہ مخواہ کریگا اور مراد فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى سے یہ ہے کہ ان کامون کی توفیق دنیا مین ضرور پاویگا

حاصل کلام کا یہہ ہی کہ عملون کو جس مرتبہ مین لحاظ کیجئے خواہ علم الٰہی مین خواہ دنیا کے پاسے جانے مین ہر طرح سے ایک ثمرہ رکھتے ہین اسواسطے کہ عمل خیر اور شر کے علم الٰہی مین مقدر ہین اور ثمرہ انکا حاصل ہونا توفیق یا خذلان کا ہی دنیا مین اسواسطے دنیا سایہ ہی تقدیر کے عالم کا اور دنیا کی نسبت تقدیر کے عالم سے ایسی ہی جیسے ڈھلی ہوئی چیز کی نسبت اسکے سانچے سے ہوتی ہی کہ اس سانچے سے وہ چیز کم اور زیادہ نہین ہوسکتی اور اگر انہی عملونکو کر نیکے بعد ملاحظہ کیجئے تو اسکا پھل جزا ہی آخرت کی اسواسطے کہ آخرت اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہی جو دنیا مین بوگئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہی ؎ از مکافات عمل غافل مشو　گندم از گندم بروید جو ز جو　اسیطرح گفتہ است پیر معنوی　کای برادر ہرچہ کاری بدروی　یعنے عمل کے بدلے سے غافل نہو گیہون بونے سے گیہون پیدا ہوتے ہین اور جو سے جو　ایسا کہا ہی پیر معنوی نے کہ ای بھائی جو کچھ بوؤگے وہی کاٹوگے اور جو اس مسئلے مین اسبات کا شبہ ہی کہ اگر نیکی اور بدی کی توفیق جناب الٰہی کی طرف سے ہی تو کس واسطے سب کو توفیق نیکی ندی اور بدی سے زبردستی کیون نہ روکا تا کہ سب آدمی آسانی کی اچھی راہ چلتے اور کوئی شخص سختی اور برائی نہ دیکھتا تو اس شبہ کے جواب مین دو مقدمے ارشاد ہوتے ہین پہلا یہہ ہی کہ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى بے شک ہمارے ذمے پر ہی راہ دکھلانا اور پہنچانا نیکی یا بدی کی طرف سو اس ہدایت کو سب کے ساتھ مصروف کیا ہی کئی واسطون سے پہلے حواس خمسہ ظاہری سے یعنے سمع اور بصر اور شم اور ذوق اور لمس ہین اور حواس خمسہ باطنی سے کہ حس مشترک اور خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ ہین اور قوت عقلیہ سے کہ جسکے سبب سے اچھائی اور برائی مین فرق اور تمیز حاصل ہوتی ہی سو یہہ ہر شخص کو دیا گیا ہی پھر بعد اسکے رسولون کے بھیجنے سے اور کتابون کے اتارنے سے اور شریعتون اور حکمون کے بیان کرنے سے اور بہشت کی نعمتین اور دوزخ کی سختیان ذکر کرنے سے اور مرشدون اور نصیحت کرنے والون کو مقرر کرنے سے اور ہوشیاری اور سمجھ کے اسباب پیدا کرنے سے سب کو سیدھی اور ٹیڑھی راہ مین جدائی اور فرق تبلا دیا ہی اب بعد ان سب باتون کے نیک راہ پہ زبردستی چلانا اور بد راہ سے زور سے روکنا ہمارا ذمہ نہین ہی بلکہ ان دونون راہون مین سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اس پر چلنا بنی آدم مکلف کے ارادے اور قصد پہ وابستہ کیا ہی ہم نے کہ ان دونو مین سے جو چاہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہوتا تو آدمی کا اختیار ثابت نہوتا اور فرمانبردار اور گنہگار مین کچھ

فرق اور جدائی نہ رہتی اس واسطے کہ سیدھی راہ چلنے میں سب مجبور اور بے اختیار ہو جاتے اور نیکبخت
کی بدبخت اور گمراہ پر کچھ ترجیح باقی اور بہتری نہ ہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے معنے بھی بوجھے نجاتے اور آدمی
بھی آسمان اور ستاروں اور ہوا اور خاک اور پانی اور آگ کی طرح چار و ناچار قید اور بےبسی میں
رہتا اور انسان کی پیدایش کے خاصے جو ایسی چیزوں میں بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے
ہیں سب معطل اور بیکار ہو جاتے ہیں اور کیا نہ کیا برابر ہو جاتا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ
وَالْاُوْلٰى اور بیشک ہماری واسطے ہے اور ہمارے ہی تصرف میں ہے آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم سو جو کوئی
ہم سے آخرت چاہتا ہے اسکو ہم آخرت دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا مانگتا ہے اسکو ہم دنیا دیتے ہیں اور جو کوئی
ان دونوں کو طلب کرتا ہے تو ہم دونوں دیکر اسکو سرفراز کرتے ہیں اور اگر سب کو زبردستی اور زور سے
آخرت ہی کی راہ میں چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقدر ہو جاتا اور زیبایشیں اور بناوٹیں دنیا کی
سب نیست اور نابود ہو جاتیں اور کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنے کی خواہش نکرتا سو دونوں جہان کے
آباد کرنے کے واسطے خواہشیں اور ارادے بنی آدم کے بھانت بھانت کے کئے اور ہر شخص کے دل میں
محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی دونوں جہان کی آبادی میں درکار اور مطلوب ہے ڈالی اور کیا
اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے سعہ ہر کسی را بہر کاری ساختند میل او اندر دلش انداختند یعنے ہر کسیکو
ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کام کی رغبت اسکے دل میں ڈالدی ہے اور جو فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى کی لفظ
میں ان سختیوں کا بیان جو بدکاروں کو درپیش ہیں مجمل مذکور ہو چکا ہے تو اب ان سختیوں میں سے جو بہت
سخت اور بری ہے اسکو ذکر کرکے ڈراتے ہیں فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پھر ڈر سناتے ہیں ہم تم کو
بھڑکتی آگ سے جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے کافر کو اپنے اندر کھینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہے
کافروں کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى نہ پیٹھیگا اسمیں مگر بڑا بدبخت یعنے کافر
اب یہاں پر جاننا چاہیئے کہ بدبختی کئی قسموں کی ہوتی ہے کسی کو دنیا کے ظاہر کاموں میں بدبخت کرتے ہیں
کہ بدن اسکا سخت بیماریوں میں گرفتار رہتا ہے اور ہر کسب اور دھندے میں مال پیدا کرنے سے محروم
رہتا ہے یہانتک کہ آدمیوں کی نظروں سے گر پڑتا ہے اور سب کے نزدیک ذلیل اور بےقدر ہو جاتا ہے

اور کسی کو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہین اور اسکے بھی بہت مرتبے ہین کسی کو
گناہ صغیرہ کے اصرار پر اور عبادت مین سستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین اور کسیکو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ
کی توفیق سے دور رکھتے ہین اور کسی کو شرک اور کفر مین جو بڑے درجیکی بدبختی ہے گرفتار کرتے ہین پھر جو
دنیا کے کام ایک دن نیست و نابود ہونے والے ہین تو یہان کی بدبختی چندان اعتبار نہین رکھتی ہے حقیقت
مین بدبخت عند اللہ وہ شخص ہے جو آخرت کے کامون مین بے نصیب ہے اسمین بھی دو قسم ہین ایک وے ہین
جو عالم برزخ کی سختیان اور عذاب چکھ کے اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب اور میزان کا رنج اور
مشقت قیامت کے میدان مین کھینچکر پھر انبیا اور اولیا کی شفاعت سے ان کی بدبختی بالکل جاتی رہیگی جیسے
گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنے والے اور کبیرہ کرکے بے توبہ مرنے والے اور دوسرے قسم کے وے بدبخت ہین
جنکی بدبختی ہرگز ان سے جدا ہونے والی نہین ہے جیسے کافر اور مشرک کہ کسی کی شفاعت ان کے حق
مین کام نہ آوے گی اور قبول نہوگی سو جو پہلی قسم مین مبتلا ہین وے شقی ہین اور جو دوسری قسم کے گرفتار
ہین وے اشقی ہین اسیواسطے اشقی کی تفسیر مین یہہ ارشاد ہوا اَلَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنے سب بدبختون سے
بڑا بدبخت وہ ہے جسنے دین کو جھٹلایا اور اللہ تعالے کے حکم سے منہہ کو موڑا سو یہہ تفسیر مطابق نہین ہوتی ہے
مگر کافر پر اسواسطے مسلمان کتنا ہی بڑا گناہ کرے لیکن دین کی تصدیق مین اسکی کچھ فرق نہین آتا یعنے دین اسلام
کو ہرگز جھوٹھا نہین جانتا اور اللہ تعالی کے حکم قبول کرنے سے کبھی منہہ نہین موڑتا یعنے یہہ نہین کہتا ہے
کہ یہہ حکم جھوٹھے ہین بلکہ یون کہتا ہے کہ یے حکم برحق ہین مگر نفس کی شامت سے مجھسے ہو نہین سکتے اب یہان پر
باقی رہا ایک سوال اور وہ یہہ ہے کہ جب اشقی سے مراد کافر ہوا تو آگ مین جانے کا انحصار کافر ہی کے
واسطے ہونا اسکے کیا معنے ہونگے اسواسطے کہ گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اسکے گناہ کے قدر ثابت ہے
اسکا جواب یہہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہان وہ آگ مراد ہے جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے
کافرون کو کھینچ لیگی اور یہہ آگ خاص ہے کافرون کے واسطے مؤمن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ
مین رہیگا لیکن وہ آگ اور ہے یہہ آگ نہین ہے جو کافرون کے واسطے خاص ہے اب اس سورت
پھر ضروریت ہوگیا اور بعضے مفسرون نے اس شبہہ کے جواب مین یون کہا ہے کہ مسلمان گنہگار کا دوزخ مین

جانا چشم نمائی اور ادب دینے کے طور پر ہوگا تو گویا آگ میں جانا نہوا آگ میں جانا وہ ہے جسکے بعد کبھی
نکلنا نہو سو ایسا جانا خاص ہے کافرون کے واسطے تو حصر سے اسطرح کا داخل ہونا مراد ہے نہ مطلق
داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت نہ پائی مگر عمرو نے یعنے لڑنا جیسا چاہیئے ویسا
کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت کا مال بہت کسی نے نہ پایا مگر عمرو نے اور جو اگلی آیت مین سَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى
کی لفظ وارد ہے اور حصر کا حرف مذکور نہین ہے تو وان یہہ شبہ بھی نہین وارد ہوتا ہے آؤر جو بعضون نے
کہا ہے کہ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہے تو اس آگ سے دور رہنے
مین سب ایماندار شریک ہین خاص اتقی کی تعریف بوجھی نہ گئی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس آگ سے
دور رہنا بھی بہت طرحون سے ہوتا ہے سو انتہا دوری اتقی کے واسطے ہے اور دوسرے مومنون کو وہ دوری
حاصل نہین ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ سیجنبہا کی ضمیر آگ مطلق کی طرف پھرتی ہو آگ متعید مذکور کے قرینے
یعنے جب اس آگ کا جو کافرون کیواسطے خاص ہے ذکر ہوا تو مطلق آگ بھی اسین پائی گئی تو اس مطلق کی طرف
ضمیر پھر سکتی ہے اور اسصورت مین متقیون کی تعریف بھی نکل آئی یعنے اس آگ سے بالکل بچ جاوینگے
وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي اور نزدیک ہے کہ دور رکھا جائیگا اس آگ سے جو بڑا متقی ہے اور اہل شرع
کی اصطلاح مین تقوی اُسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور اگر کبھی کوئی گناہ اس
سے ہو جاوے تو اسی دم اسیوقت نادم ہوکے توبہ اور استغفار کرے تاکہ اس گناہ کا اثر اور نشان
دل پر باقی نرہے اور گناہ دل مین گھر کرنے نپاوے اور اتقی کا مرتبہ اس سے بھی بڑھکر ہے یعنے شریعت
اور طریقت کے آداب کو بھی نچھوڑے اور گناہ کا خطرہ اور بری نیت کا خیال بھی دل مین نہ آنے دے اور
اپنے ظاہر اور باطن کو ایکسان رکھے سو یے باتین بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے
کرم اور فضل سے یہہ رتبہ نصیب کرے اسیکو ملتا ہے اور اس جگہہ بھی اتقی سے سب مفسرون کے نزدیک مراد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین اور یہہ سورت انہین کی شان مین نازل ہوئی ہے جیسے اشقی سے
امیہ بن خلف مراد ہے کہ کفر کی شقاوت اور بدبختی کو بخل اور دوسرے گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ
کی ایذا کے ساتھ جمع کرکے اشقی کے مرتبے کو پہنچا تھا اور اہل سنت اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رض

نیشان اتقی

بامین اسکو حاصل نہین وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ اور نہین ہے اسپر کسیکا احسان کہ اس مال کے
دینے سے اس کا عوض اور بدلا کیا جاوے ہرچند کہ مال کا دینا احسان اور سلوک کے بدلے مین بھی
نیک ہے لیکن جو اسمین اپنا نام بھی منظور ہوتا ہے تو کمال اخلاص کے مرتبے کو نہین پہنچتا اور حدیث
صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کا سلوک اور احسان مجھ پر
ایسا نہین ہے جس کا عوض اور بدلا دنیا مین مین نے اس کے ساتھ نہ کیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اسکے
احسان اور سلوک کا عوض مین نے نہین کیا اسکا عوض اللہ تعالی قیامت کے دن عنایت فرماوے گا
اس جگہہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کا کمال اور ثواب کا اندازہ بوجھا چاہیئے کہ
کس قدر ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اسپر بھی اگر کسی کو ان کے مرتبے مین شک اور
شبہ باقی رہے تو یہہ سمجھے کہ ایمان کے آفتاب کا پرتو اس کے دل پر نہین پڑا ع گر نہ بیند بروز
شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ اور دوسری صحیح حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑھا اور اس مین تعریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی بہت ارشاد فرمائی چنانچہ یہہ بھی فرمایا کہ کسیکا احسان مال کا اور سلوک اور غمخواری خدمت بدن کا
اور جان کا مجھپر اس قدر نہین ہے جس قدر ابوبکر کا ہے اپنی بیٹی میرے نکاح مین دی اور مجھسے
مہر نہ لیا اور بلال کو اپنے خالص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین سب اسباب
زاد اور راحلہ کا درست کرکے مجھکو پہنچایا اور اپنے جان اور مال سے ہمیشہ میری غمخواری کرتا رہا سو اب
سب کے دروازے مسجد کیطرف سے بند کردو سوائے ابوبکر کے دروازے کے کہ اسکو کھلا رہنے دو
اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اللہ علام الغیوب خود انکے دلکے
اخلاص پر گواہی دیتا ہے اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ وہ یہہ کام نہین کرتا ہے اِلَّا ابْتِغَآءَ
وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار کے جو سب بڑون سے بڑا اور برتر
ہے اور کسیطرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین اسکو منظور نہین ہے بلکہ ثواب کی لالچ اور عذاب سے
دوری بھی اس دینے مین اس سے مقصود نہین ہے چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جب

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بہت سے لونڈی غلامون کو جو اسلام لائے تھے بڑی بڑی قیمتون سے خرید کر کے آزاد کیا ابو قحافہ جو آپکے باپ تھے اسبات پر نصیحت کرنا شروع کیا کہ اگر تمکو لونڈی غلامون کا آزاد کرنا ہی منظور تھا تو اچھے چست اور چالاک جو سب کام کے قابل ہوتے اور تمھارے ہر کام مین مدد کرتے ان کو لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچھ فائدہ بھی تھا ایسے لونڈی غلامون کو جو کسیکام کے نہین ہین مول لے کر آزاد کرنا اور پھر آزاد کرنے کے بعد انکے کھانے کپڑے کا ذمہ دار ہونا اس سے کیا فائدہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپکے جواب مین یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالی کی رضامندی منظور ہی اسکے سوائے کوئی دوسری چیز منظور نہین ہی اور جامع عبد الرزاق مین بھی صحیح طریق سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسیکا مال مسلمانون مین سے میرے ایسا کام نہین آیا جیسا ابو بکر کا مال میری ضرورت پر کام آیا راوی کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اس طرح سے صرف کرتے تھے جیسے کوئی اپنا مال خرچ کرتا ہی اور کسیطرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابو بکر رضہ کے مال مین نہ سمجھتے تھے اور ابن ماجہ کی سنن مین مذکور ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے مجھکو اس قدر نفع نہین ہوا جس قدر ابو بکر رضہ کے مال سے مجھکو نفع ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہان پر حاضر تھے یہہ بات سنکے رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین بھی آپ کا ہون اور میرا مال بھی آپ کا ہی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہی اور بڑے کمال کے مرتبے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہہ بات دلالت کرتی ہی کہ حق تعالی نے جسطرح سے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطرداری کے واسطے والضحی کی سورت مین وعدہ فرمایا ہی کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ اسیطرح سے اس سورت مین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہی کہ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ اور یقین ہی کہ ابو بکر راضی ہوگا حق تعالی سے یا حق تعالی جل شانہ ابو بکر سے راضی ہوگا اسواسطے کہ یرضی مین جو ضمیر ہی وہ دو احتمال رکھتی ہی ایک احتمال یہہ ہی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے اور دوسرا احتمال یہہ بھی ہی کہ حق تعالی کیطرف پھرے لیکن دونون صورتون مین اپنا مطلب حاصل ہی ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے

سے بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف یعنے اگر اپنے نصیب کی مدد
سے معشوق کا دامن ہاتھہ مین آوے پھر اگر مین اسکو کھینچون تو زہے نصیب میرے اور اگر وہ کھینچے تو زہے بزرگی
اپنی اور حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دروازے کے پاس حاضر تھے اور لوگون کی فضیلتین اور بزرگیان آپس مین بیان کر رہے تھے کہ فلانا اس رتبہ کا ہے اور فلانا
اس رتبے کا اسی گفتگو مین آوازین ہماری بلند ہوئین جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم دولتخانۂ مبارک سے تشریف
شریف باہر لائے اور ہم لوگون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس شغل مین مشغول ہو ہم نے عرض کیا کہ بعضے
لوگون کی بزرگیان بیان کرتے ہین تب آپنے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اسطرح کا ذکر ہے تو ہ
خبردار ابوبکر رضہ پر کسیکو بزرگ مت جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہے تم سب کا دنیا اور آخرتین اور ابو درداسے
دارقطنی مین صحیح سند سے روایت آئی ہے کہ ابو دردانے کہا کہ ایک روز مین آگے آگے حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے راستے مین جاتا تھا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے مین مل گئے اور فرمایا
کہ کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہے جو دنیا اور آخرت مین تجھسے بہتر ہے قسم ہے خدا کی کہ آفتاب
طلوع اور غروب نہین کیا کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو ابوبکر رضہ سے اور ابن السمان کتاب الموافقة
مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتا ہے کہ وے اپنے والد بزرگوار امام باقر سے
اور وے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور وے اپنے والد ماجد جناب سید الشہدا حضرت
امام حسین رضہ سے اور وے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تھے
کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہے کسی
پر بعد پیغمبرون اور رسولونکے کہ بہتر ہو ابوبکر رضہ سے اور حافظ خطیب بغدادی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتا ہے کہ مین ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اسوقت ایک
شخص ایسا آتا ہے کہ حق تعالی نے میرے بعد اس سے بہتر کسیکو پیدا نہین کیا اور اسکی شفاعت قیامت کے دن پیغمبرونکی
شفاعت کے مانند ہوگی جابر کہتے ہین کہ دیر نگذری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوکر ایکساعت انست حاصل کی اسبات سے

معلوم ہوا کہ جس طرح سے رضامندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی شفاعت مین منحصر ہے اسی
طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی رضامندی امت کی شفاعت مین ہے اسی واسطے کہ حضرت ابوبکر رضی
اللہ عنہ کی رضا آن حضرت صلی علیہ وسلم کی رضا مین فانی تھی اور بس واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ الضحیٰ

والضحیٰ کی سورت مکی ہے اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو بیانوے حرف ہین اور اسکو سورہ
والضحیٰ اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت مین اوّل قسم والضحیٰ کی کھائی ہے اور ضحےٰ اسکے معنے دن چڑھے کا وقت
اور آفتاب بلند ہونیکا وقت ہے اور اس وقت کا ہر روز رات کے وقت اندھیرے کے بعد آنا وحی بار بار
آنے کی دلیل ہے اور اس سورت کے نازل ہونے سے یہی مقصود ہے کہ وحی اکثر اوقات آیا کرے اسواسطے کہ
اسکے نازل ہونیکا سبب ایسا کہتے ہین کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین اسلام کی دعوت
شروع کی اور لوگون کو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے تب مکے والون نے مدینے کے یہودیون کے پاس آدمی بھیجے
کہ ہم مین ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے جو نبوت اور پیغمبری کا دعوی کرتا ہے اسکے دعوے کی سچائی
آزمانے کے واسطے کچھ نشانی بتلاؤ کیونکہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اس
نشانی سے ہم اُسے امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اُسسے تین چیزین پوچھو سکندر ذوالقرنین کا احوال اور
اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی حقیقت مکے کے کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان تینون
چیزون کا سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزون کی خبر تم کو کل دونگا اور سبقت
انشاء اللہ تعالی کہنا آپ کی زبان مبارک پہ نہ آیا پھر کئی دن تک وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک
اور بعضے پندرہ دن تک اور بعضون نے اس سے بھی زیادہ کہا ہے یعنے چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہان تک کہ ابولہب سر
مجلس کہتا تھا کہ اِنَّ مُحَمَّدًا وَدَّعَهُ رَبُّهُ وَقَلٰی یعنے حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنکے خدا نے چھوڑ دیا اور
ناخوش ہوا اور ابولہب کی دو جورون سے ایک جورو بڑی بے شرمی اور ہنسی ٹھٹھول سے کہ عورتون کی طبیعت مین

ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شریف مین آکر بولی کہ مآ اَرٰی شَیۡطٰنَکَ اِلَّا قَدۡ تَرَکَکَ
یعنے تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تھا تجکو چھوڑکر چلا گیا ایسی وحشتناک باتون سے آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر یہہ بات کہنے لگے
اسی حالت مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندہیری
کے ہیر پھیر پانیکا بیان فرمایا تاکہ اس رمز کو سمجھین کہ دنیا کی چال ڈہال ایک حال پر نہین کبھی روز روشن
سارے جہان کو روشن کرتا ہے اور کبھی اندھیری رات اندھیرا کردیتی ہے جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا
ویسا اندھیرا بھی سدا نہین ٹھہرتا اندھیرے کے بعد اجالا آتا ہے اور اجالے کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے اسیطرح
وحی کا آنا اور اسکا بند ہونا سمجھا چاہیئے اگر کئی روز ناغہ جاوے تو دل تنگ نہ ہوا چاہیئے کہ اسمین بھی
حکمتین ہین جسطرح رات کے آنے مین حکمتین ہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰی ۱ قسم کھاتا ہون مین ضحیٰ کے وقت کی یعنے پہر دن چڑھے کی کہ آفتاب بلند ہونے کا اور
اسکی بادشاہی ظاہر ہونے کا وقت ہے اس لئے کہ آفتاب دن رات مین دو چالین چلتا ہے ایک
چال چڑھنے کی جو آدھی رات ہونیسے شروع ہوتی ہے اور دو پہر دن تک رہتی ہے اور یہہ ضحیٰ کا وقت
آفتاب کی اس چال کی انتہا کا وقت ہے تو یہہ وقت نزول وحی کے وقت سے جو ربانی اور امکانی حقیقتون کے
پورے ظاہر ہونیکا وقت ہے نہایت مشابہت رکھتا ہے اور یہہ وقت اور بھی خصوصیتین رکھتا ہے
ایک یہہ کہ روزی کی تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے دوسری یہہ کہ یہہ وقت فرض
نماز سے خالی ہے اور نفلی عبادت کے واسطے فراغت ہے تیسری یہہ کہ اسیوقت مین خدا تعالیٰ نے موسیٰ
علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا چوتھے یہہ کہ اسیوقت مین فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ
دیکھکر ایمان لائے تھے اور سجدہ کیا تھا بس یہہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونیکا وقت ہے باطل کے اندھیرے پر
کہ اسکا اثر اگلی امتون پر ہوگیا تھا پانچوین یہہ کہ ضحیٰ کی نماز جسکی ادنی چار رکعتین اور اعلیٰ بارہ رکعتین ہین دو اس نماز کی

بہت سی فضیلتین جو حدیث شریف مین آئی ہین اسیوقت مین مقرر ہین اور تجربہ والون نے کہا ہے کہ جو فقرو فاقے سے ڈرتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ ضحیٰ کی نماز پڑھا کرے اور جو قبر کی اندھیری سے ڈرتا ہو تو چاہیئے کہ تہجد کی نماز پڑھتا رہے اور مشایخون کے اوراد مین مقرر ہے کہ ضحیٰ کی نماز کی چار رکعتون مین یہ چار سورتین یعنے سورہ والشمس اور سورۂ واللیل اور سورۂ والضحیٰ اور سورۂ الم نشرح پڑھتے ہین وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ یعنے مین سوگند کھاتا ہون رات کی اسوقت کہ اپنے اندھیرے سے چیزون کو خلائق کی نظرون سے ڈھانک لیوے اور ڈھانک لینا اُسکا جب ہوتا ہے کہ اس رات مین چاند اور مشعل اور شمع اور چراغ کی روشنی نہووے اس طور کی رات جاہلیت کے زمانے کا نمونہ ہے اور ضحیٰ کا وقت جو نور کے کمال کا وقت ہے سو وحی کے نازل ہونیکے وقت کا نمونہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہونے سے اور اُن کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی رہنے سے گویا کہ رات آئی لیکن ایسی رات کہ اس رات مین شروع سے آخر تک چاندنی چاندنی موجود ہے اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہے کہ اسکی روشنی اپنی ذات مین جمعیت کر عالم کے روشن کرنے کو اس آفتاب کی جگہہ پر بیٹھا ہے ویسا ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے نور حاصل کرکے عالم کو اپنے نور سے روشن کیا ہے اور خلافت کا زمانہ گذر جانے کے بعد رات کی اندھیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے ہرگروہ اپنے مقدور بھر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین اور اس اندھیرے کو دفع کرتے ہین اسی سبب سے مجتہدون کے مذہب جدا اور اولیا اللہ کے طریقے اس نور کا فیض پہنچانے مین قسم قسم اور جدا جدا ہوئے ہین پس ضحیٰ کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور الٰہی کی تجلی ہونیکا وقت ہے اور رات ظلمت بشری کے مانند یعنے انسانی کثافت اور میل کے مانند ہے جو تن من پر غلبہ اور ہجوم کرکے ہر چیز کو نگاہ سے چھپا دیتی ہے اور یہان یہہ ایک بحث یہہ ہے کہ سورۂ واللیل مین اوّل رات کی قسم کھائی ہے بعد اسکے دن کی اور سورۂ والضحیٰ مین برخلاف اسکے فرمایا یعنے پہلے ضحیٰ کی قسم کھائی ہے کہ روز ہے اسکے بعد رات کی اسکا کیا سبب ہے مفسرون نے یون فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو بھی ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہے کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہے علی ہذا القیاس دن کو بھی ایک طور کی بزرگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہے

کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا اور ایک دوسرے کی ملاقات کا اور آمد و رفت کی آسانی کا اور دوسرے
بہت سے کاموں کا باعث ہے اسلیئے قسم کھانے میں کبھی رات کو دن پر اور کبھی دن کو رات پر مقدم کیا ہے تاکہ مقدم
ہونیکی بزرگی سے دونوں بہرہ مند ہوویں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ جو اسد طوسی نے دن رات کے مناظرے اور
جھگڑے کی بیتوں میں کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قسم میں رات سے پہلے دن کو ذکر کیا ہے سو یہہ اسکا کہنا سورۂ
واللیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہے اسواسطے کہ سورۂ واللیل کے شروع میں رات کی قسم ہے اور اسد
طوسی کی وہ ساری بیتیں جو فارسی بولی میں ہیں سو یے ہیں

نظم

بشنو از مبحث گفتار شب و روز بہم
سرگذشتیکہ ز دل دور کند شدت غم
ہر دو را خاست جدل از سبب بیشی فضل
در میان رفت فراوان سخن از مدحت و ذم
گفت شب فضل من از روز فزون آمد زانکہ
روز را کرد ز شب باز خدا و ند قدم
نزد یزدان ز پرستیدن روز عابد
ساجد و عابد شب راست فزون قدر و قیم
قوم را سوی مناجات بشب برد کلیم
ہم بشب گشت جدا
لوط ز بیداد و ستم
قمر چرخ بشب کرد محمدؐ بد و نیم
سوی معراج بشب رفت ہم از بیت حرم
ہست در روز
سہ اوقات کہ ہیچ است نماز
وز نماز سہ شب فخر نبی بود و امم
آسمان از تو بود ہمچو یکی فرش کبود
وز من
آراستہ بر شکل یکی باغ ارم
ہر مہ و سال و عرب را عدد از ماہ من است
نیز بر ماہ من است از پر جبریل رقم
روز کہ این قصہ شنیدہ شدہ آشفتہ و گفت
خامشی کن چہ در ائی بہ سخن بس محکم
روز را عیب بطعنہ چہ کنی
کایزد عرشی
روز را پیش ز تو کرد ستایش بقسم
روزہ ہر خلق کہ دارند بروز است ہمہ
بحجوم حج بروز است ہم از بیت حرم
روز خواہد کہ بود خاستن خلق بحشر
روز بد نیز وجود ہمہ مردم ز عدم
روشنی آفاق
ز من جوب نماید ز تو زشت
دیدۂ خلق ز من نور فزاید ز تو نم
مر مرا گونہ اسلام و ترا گونہ کفر
مر مرا جامۂ شادی
و ترا جامۂ غم
سپہ و خیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک
بگریزند چو خورشید من افراخت علم
گر زباید تو شناسند
مہ و سال عرب
ز آفتاب من دانند مہ و سال عجم
ماہ تو از ضو خورشید من افزاید نور
از پی خدمت خورشید
خورشید کند پشت بخم
از فریضہ سہ نماز است بروز و دو بشب
زان نماز تو کم آمد کہ ز من ہستی کم
اب ان
سہم اسباب پر کسواسطے سورۂ واللیل کو رات کی قسم مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحےٰ
کو کس سبب اس ڈھب سے یعنے ضحیٰ کی قسم اول میں لانے سے مخصوص فرمایا ابھی یہہ بھید ہے

کہ والیل کی سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین ہی اور ان کو نور اسلام کے اوّل کفر کی تاریکی لاحق تھی اور یہہ والضحٰی کی سورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہی اور ان کو ابتدا سے عصمت کا نور حاصل تھا اسلیئے والضحٰی کی سورت کو روز کے ذکر سے شروع کیا کہ نور ایمان کے مانند ہی اور اس جگہہ ایک لطیفہ اور ہی کہ اگر شروع مین رات کو ذکر کرین جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے مناسب ہی پھر اسکے اوپر پڑھین تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملین جو دن کے مانند ہین جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہی اور اگر روز کو شروع مین ذکر کرین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہی بعد از ان اُنہین اور بلا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پاوین جو رات کے مانند ہین کیونکہ روز کے پیچھے بلا فاصلہ رات آتی ہی اور اس لطیفے سے ان دونون بزرگوار دن کی رفاقت ایک تن ایک من کی بہت اچھی طرح سے جلوہ گر ہوتی ہی چنانچہ اس رفاقت کا اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتون سے ظاہر ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس سورت کے شروع مین دن اور رات کی قسم جو آئی ہی سو گویا اس مین یہہ اشارہ ہی کہ ہم کبھی دنکی ساعتین گھٹاتے ہین اور رات کی ساعتین بڑھاتے ہین اور کبھی اسکے برعکس دنکی گھڑیان زیادہ کرتے ہین اور رات کی گھڑیان کم کرتے ہین اور یہہ گھٹانا بڑھانا اور کم زیادہ کرنا کچھ محبت اور عداوت کی راہ سے نہین ہی بلکہ حکمت کے طور سے ہی اسیطرح رسالت اور وحی نازل ہونے کے مقدمے کو سمجھا چاہیئے کہ کبھی حبس ہی اور کبھی فیضان یعنے کبھی بند ہی اور کبھی جاری اور یہان ایک لطیفہ یہہ ہی کہ جب کافرون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کیا کہ تجھکو تمھارے پروردگار نے چھوڑ دیا اور رخصت کیا تو گویا مدعی ہوئے اور مدعی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کھانا ضرور ہی تو پہلے ان کو کہا کہ تم اس دعوے کے شاہد لاؤ جب شاہد لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو قسم کھانا لازم ہوا تو دن اور رات کی قسم کھاکر انکے مدعا کا انکار کیا اور اس قسم مین اشارہ ہی کہ دن رات کبھی بڑھتے اور گھٹنے سے نہین بچے ہین پھر تمکو کہان سے اسبات کی طمع رکھنی چاہیئے کہ خلق کی زبان سے بچیئے اور یہہ بھی ہی کہ رات تنہائی اور وحشت کا وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دھندے کا وقت ہی بس گویا ایسا فرمایا کہ خوش رہا کرو کہ وحی بند ہونے کی وحشت کے بعد تجھے فرشتون کے ساتھ مل بیٹھنا میسر ہوگا اور یہہ بھی ہی کہ دن عیش وعشرت کا وقت

ہے اور رات کلفت اور وحشت کا وقت ہے اور دن سے ضحی کے وقت کی قسم کھانا اور رات کی قسم
کھانیمین ساری رات لانا اسمین اسبات کا اشارہ ہے کہ دنیا کے غم اسکی خوشی سے بہت زیادہ ہین اور
بعضے مفسرون نے یون کہا ہے کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے اور لیل سے
مراد معراجکی رات ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا چہرۂ مبارک ہے
اور لیل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ہین جو سیاہی مین رات کے مانند ہین اور بعضے کہتے ہین
کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے اور لیل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عبادت مین مشغول ہونیکی رات اور بعضے کہتے ہین ضحی سے مراد اس علم کا نور ہے جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیا تھا جسکے سبب سے علم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوئے تھے اور لیل سے مراد عفو اور
بخشش کا خلق ہے جس سے امت کے عیبون کو ڈھانک لیا تھا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہے جس سے خلق اللہ آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد ان کا باطنی احوال ہے
کہ حق تعالیٰ کے سوائے کسیکو اسکی خبر نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد اسلام کا اقبال ہے اور لیل سے مراد
اسلام کے غریب اور سست ہونیکا زمانہ چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے اِنَّ الْاِسْلَامَ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا
یعنے تحقیق اسلام نزدیک ہے کہ غریب اور سست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد زندگانی کا
وقت ہے اور لیل سے مراد قبر مین جانیکا وقت ہے اور یہ سب باتین ہوسکتی ہین مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ
وَمَا قَلٰى یعنے تیرے پروردگار نے تجھکو جدا نہ کیا اور ناخوش نہ رکھا یعنے وحی بند ہونے کی مدت جو دراز ہوئی
سو اسواسطے نہین کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت کرنیمین کچھ قصور یا تمھارے کمال کے صفاتون مین کچھ نقصان اور فتور ہے
بلکہ کسی حکمت کے واسطے اور عنقریب پھر وحی کا آنا ہوگا جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پھر آتا ہے یعنے اگر
بشریت کے اندھیرے آجانے کے باعث کبھی وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچھ اندیشہ نہ کرو آخر نور حق کا
غالب دیگا اور ظلمت بشریت کو بالکل مٹا دیوے گا اور وصال بے فراق حاصل ہو دیگا چنانچہ فرماتے
وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور بیشک پچھلی ہر حالت بہتر ہے تمھارے واسطے اگلی معاملت سے
یہانتک کہ تمھاری بشریت اصلا نہ رہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تم پر رہا کرے گا اور اگر آخر کو

بعد الموت کے احوال پر خیال کرین تو بھی بجا ہے اسواسطے کہ آخرت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
سرداری کا مرتبہ اور ان کی طرف سارے عالم کا رجوع ہونا اور ان کی مبارک ذات کے چشمے سے بخشش
اور فیض الہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج مین ہوگا یہان تک کہ سب اگلے پچھلے لوگ انکی
شفاعت کے محتاج ہونگے اور آپ کے جھنڈے کی چھانون مین آرام پا وینگے اور آپ کے حوض کوثر کے پانی
سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات بانٹ دینا انھین سے ہوگا یعنے جسکو جس لایق دیکھینگے
ویسے اسکو مرتبے اور منزلین تقسیم کر دینگے اور ربک کی لفظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی
تسلی ہے یعنے ایسا کیونکر ہوسکتا ہے یعنے کہ جس خاوند نے تم کو اس مرتبے پر پہنچایا اور پرورش کیا اور اپنی
طرح بطرح کی تربیتین تمھارے حق مین عنایت فرمائین یہان تک کہ اپنے نور کی تجلی بے واسطے اور بے وسیلے کسی
مرشد اور پیغمبر کے تمھاری مبارک روح پر نازل کی پھر وہ تم کو چھوڑے اور جدا کرے یہہ ہرگز ممکن نہین
کیونکہ یہہ بات مجازی خاوندون سے بھی بعید ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کئے ہوئے
کو گرایا نچاہئے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونے کے بیشتر اسکے حوصلے اور اسکے
عمل سمجھ بوجھ کر ہر ایک کو کسی مرتبے اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہے اور کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے
رباعی چون بعلم ازل مرا دیدی دیدی آنگہ بعیب بگزیدی من بعیب آن و تو بعلم ہمان رو مکن آنچہ خود
پسندیدی ترجمہ جسگھڑی تو نے مجھے علم ازل سے دیکھا دیکھا اور عیب کے ساتھ اسگھڑی برچیدہ کیا
مین ہون وہ عیب سے اور علم سے ہے تو بھی وہی ہے رد نکر تو نے جو کچھ آپ پسندیدہ کیا اب یہان سمجھا چاہئے کہ
جب کوئی مالک قدردان اپنے نوکرون سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر مامور اور مقرر کرتا ہے اور وہ نوکر کی
بڑی کوشش اور کمال استقلال سے اس خدمت مین مشغول رہتا ہے تب حاسد ہمسائی اور عیبجوتی
اس نوکر کی دل شکنی کے درپے ہوکر جھوٹھی باتین بے اصل مشہور کرتے ہین کہ فلانا اپنے خاوندکی
نظر سے گرا اور اس خدمت سے جس پر مامور تھا معزول ہوا تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف
اور اشفاق کی روسے اس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہے اور ان جھوٹھی باتون کے
سننے سے جو اسکے دلپر گرانی اور آزردگی پہنچتی ہے سو اسکے دفع کرنے کے واسطے خلعت اور انعام

اور اسکے منصب کی ترقی کا وعدہ دے کر اسکو ممتاز اور خوش کرتا ہے سو اسیی نوع کا یہہ کلام ہے ۴
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنے اور بیشک دیگا تجھکو پروردگار تیرا اس قدر کہ تو راضی
ہوگا اور اسمین تیرے استعداد اور حوصلے کا جام لبریز ہو جاوے گا اور کچھ اپنا آرزو خواہش باقی نرہیگی
اور یہہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہے خصوصا وہ مخاطب جنکو یہہ وعدہ دیا ہے
ایسے پیغمبر عالیشان ہین ان حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے دیکھا چاہیئے کہ کس قدر اور کیا کیا
بخششین اور عنایتین انکو دی جاوینگی تاکہ محظوظ اور خوشنود ہووین اور حدیث شریف مین
آیا ہے کہ جسوقت یہہ آیت نازل ہوئی اسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
اپنے اصحابون سے فرمایا کہ مین ہرگز راضی نہین ہونے کا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک
آدمی کو بہشت مین داخل نکرونگا اور جناب رسالت مآب کے حق مین انکی روح مبارک پیدا ہونے کی
ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششین اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور ہووینگے
سو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنے کی حد سے باہر ہین یا نہین سے کچھ اجمال اور اختصار کے طور پر
بیان کیا جاتا ہے سو اب سمجھا چاہیئے کہ جب کوئی کسیکو اپنے وسیلے رکھنے والون سے اپنا پیارا اور محبوب
کرتا ہے تو اسکو بہت چیزون سے جیسے پوشاک اور سواری مین بیٹھنے کی جگہون مین اور اسکے سوا اور احوالونمین
ممتاز فرماتا ہے تاکہ اسکا پیار کرنا اور محبوب بنانا خاص وعام کی نظرون مین جلوہ گر ہو جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی قسم وہ ہے
جس مین اور پیغمبر بھی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے آگے اور سب سے
زیادہ دی ہے اور اس سبب سے انکو ان سب سے ممتاز کیا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو انہین
کو مخصوص ہے اور خاصہ انہی کا ہے دوسرے کسیکو اسمین شراکت اور بہرہ نہین ہے اور یہان مختصر
کرنے کے سبب سے ان دونون قسمون سے باہم ملاکے کچھ تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس آیۃ کے سننے سے بہت
اچھی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گذرین اور دلنشین ہو جاوین سو ان خصوصیتون سے جو حضرت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین تھین ایک یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت کی ان خصوصیات کا بیان جو...

اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کی اندھیر مین ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو روشنی
مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کا لعاب کھارے پانی کو میٹھا کرتا تھا اور جس شیرخورے
بچے کو اپنے منہ کے لعاب سے ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچہ سارے دن پیٹ بھرا رہتا تھا اور دن بھر دودھ
طلب نکرتا تھا چنانچہ عاشورے کے دن اہلبیت کے بچون سے تجربہ ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی نعلین سفید رنگ اُجلی شفاف تھین ان مین اصلا بال کا نام نتھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی
دور جاتی تھی کہ اورون کی آواز اسکے دسوین حصے تک نجاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سنتے تھے
جو اورون کی آواز اسکے پلے سے نہ سنتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھین سو جاتی تھین اور
دل جاگتا رہتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر مین جمہائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہ ہوا اور اُنکے
بدن مبارک کا پسینا مشک سے زیادہ خوشبودار تھا یہان تک کہ اگر کسی رستے سے تشریف لیجاتے تو لوگ
ان کے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا مین پھیلی رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس رستے سے تشریف لیگئے ہین اور کسی آدمی نے انکے جھاڑے پھرنے کو زمین پر نہ دیکھا زمین پھٹکر نگل لیتی تھی اور اس
جگہہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کئے ہوئے ناف کٹے
ہوئے پاک صاف پیدا ہوئے اصلا انکے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نتھا اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے
شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آئے اور آپ کے تولد کے وقت ایسا نور
چمکا اور ایسی روشنی ہوئی کہ آپ کی ماکو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے
انکا جھولا جھلاتے تھے اور چاند آپکے ساتھ بچپن کے وقت جھولے مین باتین کرتا تھا اور جب اسکو
اشارہ کرتے تو آپ کی طرف جھکتا تھا اور بارہا جھولے مین جھولتے کلام کیا ہے اور بادل ہمیشہ دھوپ کے
وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ کے تلے آبیٹھتے تو جھاڑ کا سایہ آپ کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور آپ کا سایہ
پر نگرتا تھا اور آپ کی پوشاک پر مکھی نبیٹھتی تھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور آپ کی سواری کی
مدت تک لید اور پیشاب نکرتا تھا اور عالم ارواح مین جو اوّل پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جسنے أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب مین
بَلٰی کہا سو بھی آپ ہے اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپ کو تھی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہنچنا

اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا اور فرشتون کو فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کیطرح ہمراہ ہوکر چلے یہہ بھی خاصے آپکے
ہین اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی آپکے ساتھہ مخصوص ہین اور قیامت کے دن جتنا کچھہ انکو
ملیگا اتنا کسی اور کو نملیگا اور جو پہلے قبر سے اٹھیگا سو آپ ہونگے اور جو پہلے بیہوشی سے ہوشیار ہوگا سو بھی آپ
ہونگے اور آپکو حشر مین براق پر لاوینگے اور ستر ہزار فرشتے آپکے ساتھہ ہونگے اور آپکو عرش عظیم کے
داہنی طرف کرسی پر بٹھا دینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء حمد یعنے حمد کا جھنڈا آپکے ہاتھہ
مین دیوینگے چنانچہ حضرت آدم اور اُنکی تمام اولاد اسی جھنڈے کے تلے ہونگے اور سارے انبیا اپنی امتون
سمیت آپکے پیچھے چلینگے اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے آپسے شروع ہوگا اور شفاعت عظمیٰ سے
آپکو مخصوص کرینگے اور پلصراط پر جو پہلے گذرے گا سو آپ ہی ہونگے اور محشر کے سارے خلایق کو حکم ہوگا
کہ اپنی آنکھین بند کرلو تا آپکی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پل صراط پر سے تشریف لیجاوین اور
پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولیگا سو آپ ہونگے اور قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے آپکو مشرف کرینگے
اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہے جو مخلوقات سے کسیکو میسر نہوگا اسکی حقیقت یہہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جناب الٰہی سے قرب اور منزلت مین ایسے ہونگے جیسا وزیر بادشاہ سے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب شریعتون مین جن چیزون سے مخصوص ہین سو بہت ہین سب کی گنتی
طول طویل ہے تھوڑی چیزین بیان کیجاتی ہین چنانچہ ان مین سے ایک یہہ ہے کہ آپکے واسطے غنیمت
کا مال حلال کیا اور آپکے واسطے تمام زمین کو مسجد کا حکم دیا یعنے جسجگہہ چاہین نماز پڑہین
اور آپکے واسطے زمین کی مٹی کو پاک اور پاک کرنے والی کیا اور پانچ وقتون کی نماز اور وضو اس طریق
سے اور اذان اور اقامت اور سورہ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روزا اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز
مین ہے اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین یے سب آپکے واسطے مخصوص ہین اور یے خصوصیتین
ہین جنکے دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہنچتی ہے لیکن وے خصوصیتین جو باطنی مراتب کے بموجب ہین اور وے انوار اور
تجلیات جو ہرروز بڑھتے اور زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وے احوالات اور مقامات جو آپکے امتیون کو آپکی پیروی اور تابعداری
کرنیکے طفیل سے حاصل ہوے اور ہوتے ہین اور قیامت تلک حاصل ہونگے اور وے علوم اور عرفان جو آپکو عطا ہوے ہین

سو بے انتہا ہین اور اسس وَلَسَوْفَ کی آیت مین ان سب چیزونکا اشارہ ہے یعنے یہے سب نعمتین ملینگی
اسیواسطے عطا کو خاص نہ کیا یعنے یہہ کچھہ اور اتنا کچھہ نہ فرمایا اور جسوقت کسی کو کچھہ نعمت دینے کا زمانہ مستقبل
مین وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمانہ ماضی مین دی ہوئی ہوتی ہے اسس نعمت کے شاہدون اور علامتونسے
اپنے اس وعدے کو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچھلے وعدے کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اُسکی
قوی ہوجاوے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے کے بعد ان اگلی نعمتونکو یاد دلایا جو ابتداء عمر مین عنایت
ہوئی تھین اور بغیر خدمت کے اور بدون درخواست کرنے کے ملی تھین اور کبھی کسی کے خیال مین نہین آتا تھا کہ وے
نعمتین کسی خدمت اور ثواب کے عوض ملی ہین سو ان نعمتون کو بھی یاد دلوایا تا کہ انکا شکر بھی ادا کرین چنانچہ
فرماتے ہین اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ کیا نہین پایا تجھہ کو یتیم پھر جگہہ دی اسس نعمت کا بیان یہہ ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماکے پیٹ مین تھے آپکے والد عبداللہ نے وفات پائی اور جب تولد
ہوئے اور قریب چھہ برس کے پہنچے تب آپ کی والدہ نے انتقال کیا پھر اسکے دو برس کے بعد آپکے دادا عبد
المطلب نے بھی رحلت کی چنانچہ آپ کو تین طرح کی یتیمی باپ ما اور دادا کے گذر جانے سے حاصل ہوئی اور اسطور
کی حالت مین اندیشہ یہہ تھا کہ لڑکا ضایع ہوجاوے اور بخوبی پرورش نپاوے سو اللہ تعالی نے ابتدا سے
آپکے پرورش ہونے کی صورت اسطرح پر ظاہر فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد آپ کی ماکے اور دادا عبدالمطلب کے
دلمین آنحضرت کی محبت ایسی بڑھائی کہ اشفاق پدری کے قایم مقام ہوئی اور دن اور رات آنحضرت کی خوبی اور دلبری
کے کہہ قصے ما اور دادا کو دکھلا کر آپ کا عاشق کردیا اسیواسطے عاشقون کے طور پر آپکے پالنے اور سنبھالنے مین بڑی
کوشش کرتے تھے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے پھر جب عبدالمطلب کی وفات کا وقت آیا
تب انھون نے آنحضرت کو اپنے بیٹے ابو طالب کو جو آپکے حقیقی چچا تھے سپرد کیا اور نہایت تاکید سے آپکی
خدمت اور خبرگیری کی ترغیب دی ابو طالب ان کی تاکید اور وصیت کے موافق حضرت کی خبرداری اور خدمت
گذاری مین نہایت سرگرم رہتے تھے اور اسس بیچ مین باطنی تربیت اور تعلیم الہی مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ
ادب برلانے مین اپنا کام کرتی تھی یعنے آپ کی چال چلن اور سارے کام سب کو اچھے لگتے تھے یہانتک کہ حد بلوغ کو پہنچے اور
بالغ ہوئے اور کمالات کی خوبیان جمع کرکے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوئے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ

پھر پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پھر راہ بتائی تجھے اس ہدایت اور ضلالت کا بیان یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالغ ہونے کے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے اس قدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر و جاہلیت کی رسمین سب بے اصل اور پوچ ہین تو حق دین کے کھوج اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے بوڑھون کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ خیال بندھا کہ کسیطرح حضرت ابراہیم کے خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤن اور اسکی عبادت بندگی کرون لیکن اس وقت دین ابراہیمی کسیکو یاد نہ تھا اور نہ کسی کتاب مین لکھا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑھ نہ سکتے تھے اسیواسطے اس دین کے احکام کی کھوج اور تلاش کرنے مین بیقراری تھی اور تسبیح اور تہلیل اور تکبیر اور اعتکاف اور جنابت کا غسل اور حج کے مناسک ادا کرنے مین اور خلوت اور گوشہ نشینی مین اور اسی نوع کے دوسرے امورات مین جس قدر معلوم ہوا اسقدر مشغول رہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی سے آپکو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروع بھی بہت اچھی طرح سے آپکے لئے معین اور مقرر فرمائے تب آپ کی بیقراری جو حق دین نہ پانے کے سبب سے رہتی تھی جاتی رہی گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تھے اور وہ راہ سوجھ نہ پڑتی تھی سو راہ آپ کو دکھلائی اسی باعث سے اس راہ کے نہ پانیکی بیقراری کو بھولنے سے نسبت دی یعنے ضَآلًّا فرمایا اور بعضے تفسیر والے جنہون نے یہہ بات جیسی چاہئے ویسی پوری نہ سمجھے سو اس بھولنے کی تفسیر مین خود بھولے اور بہت دور جا پڑے بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ظاہر کی راہ بھولنی ہے جو لڑکپن کی حالت مین مکے کے پہاڑون کے بعضے درون مین گھر کی راہ بھول کر حیران بھٹکتے پھرتے تھے کہ ابوجہل اونٹنی پر سوار اچانک ادھر آنکلا اور آپ کو اٹھا کر اپنی اونٹنی پر سوار کر عبدالمطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا ہم نہین جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہمکو کیا کچھ پہنچیگا عبدالمطلب نے پوچھا کیون ابوجہل بولا مین نے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستا بھولا ہوا بھٹکتا پایا سو اسکو اٹھا کر پہلے اپنی پیٹھ کے پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹھ بیٹھ جاتی تھی جب اسکو مین نے اپنے آگے بٹھلایا تب یہہ اونٹنی اٹھ کر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے مشابہت ہے کہ جیسا اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن کے ہاتھ سے جو فرعون تھا پرورش

کروا دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دشمن کے ہاتھ سے جو ابو جہل تھا ان کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچوا دیا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دائی آپ کو اپنے گھر سے عبدالمطلب کے پاس پہنچانے کو لائین اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپ گم ہو گئے تو بیقرار ہو کر ہبل کے پاس گئین اور وہ ایک بڑا بت تھا اور وہان جا کر بلند آواز سے رونے لگین جو ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا وہین سارے بت اوندھے منہہ زمین پر گر پڑے اور بتون کے اندر سے آواز نکلی کہ ہمارا یہہ کیا نام لیتی ہے کہ اسی لڑکے کے ہاتھ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہے اس عرصے مین جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکے ان کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا آپ کی دائی بی بی حلیمہ بت خانے سے بے آس ہو کر اس ارادے سے نکلین کہ عبدالمطلب کو آپ کے گم ہو جانے کی خبر دون تا آپ کو ڈھونڈھ مین وہان گئین تو کیا دیکھتی ہین کہ آپ عبدالمطلب کے پاس بیٹھے ہین یہہ دیکھ کر بہت اچنبھے مین ہوئین بس اس وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدىٰ کی آیت مین اس قصّے کی طرف اشارہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ہجرت کے بیچ کا بھولنا ہے کہ کسطرف جانا چاہئے یا قبلے کا گم کرنا ہے یا جبرئیل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا ہے یا دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا مراد ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت مین نہایت مشغول ہونے کے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نتھے اور سروکار نہ تھے یا آسمانی رستون کا گم کرنا ہے کہ وے راستے معراج کی رات کو معلوم ہوئے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال اس جگہہ ملجانے کے معنے مین ہے چنانچہ عرب کہتے ہین ضَلَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ یعنے مل گیا پانی دودھ مین ایسا کہ فرق اور تمیز نہین کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آگے کافرون مین رلے ملے تھے کوئی کو ممتاز کر کے پہچانتا نتھا اور بعضون نے کہا ہے کہ ضلال کے معنے محبت اور عشق کا مرتبہ ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کے کمال عاشقی اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رکھتے تھے اسی لفظ سے کہا کہ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ یعنے بیشک تو اپنے قدیم ضلال مین ہے یعنے تو اسی اپنے اگلے عشق اور محبت مین ہے اور ہدایت سے مراد وہ ہے کہ ہمنے تجھے اپنے محبوب سے ملنے کی راہ بتلا دی الغرض تفسیر والون کی باتین اسی طرز کی ہین لیکن یہان اس قدر

پاس

سمجھا چاہئے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے بھی اور پیغمبری پانے کے بعد بھی اصلی
اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور محفوظ ہین بلکہ جان بوجھکر گناہ کرنے سے بھی پاک ہین
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ مین نے کبھی کوئی کام ان کامونمین سے جو جاہلیت والے کرتے تھے نہ کیا
بلکہ ارادہ بھی اُس کام کا نہ کیا مگر دو وقت اور ان دونون وقت مین لطف الٰہی نے مجھے وہ کام کرنے ندیا
اور اللہ تعالےٰ کی حفاظت اور نگہبانی میرے اور اُس کام کے بیچ مین حایل اور مانع ہوئی اور وے دونون کام
یہہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو جو مکے کے باہر میرے ساتھ بکریان اور بھیڑیان چراتا تھا مین
نے کہا کہ میری بکریون اور بھیڑیون کی خبرداری کر تاکہ مین مکے مین جاکر جوکئی ایک نوجوان گھہر مل بیٹھکے
کہانیان کہتے ہین سنون جب اُس عزم سے مکے مین داخل ہوا تو پہلے ہی گھر مین سے جو میرے سر راہ
تھا گانے بجانے کی آواز سنی مین نے پوچھا کہ یہان کیا ہی لوگ بولے کہ فلانے شخص کی فلانی عورت
سے آج شادی ہوتی ہی یہہ سنکر مین اندر گیا اور چاہا کہ بیٹھکر تماشا دیکھون بیٹھتے ہی اللہ تعالیٰ نے
مجھپر نیند ایسی غالب کردی کہ دن نکلے تک نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ مجلس برخاست ہو گئی
اسیطرح دوسرے مرتبہ قصد کیا تو پھر بھی میرے اور گانے بجانے اور کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان
نیند حایل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگہبانی کے سبب سے مین بچ رہا پھر اُس دن سے کبھی ایسا کام میرے
خیال مین نہ گذرا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرافراز فرمایا اس پاکی اور
پرہیزگاری کو دو چندان کیا لیکن شریعتون کے احکام نجاننے اور انکے سمجھ نہ پڑنے کی بیقراری پیغمبر کو بھی
پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہی اور حق دین کی تلاش مین رہتے ہین اور لفظ ضلال کے معنے کے لئے اس قدر
بس ہی جیسا اوپر بیان کرنے مین آیا ہی وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ اور تجھکو پایا عیالدار
بے مایہ پھر غنی اور بے پروا کیا تجھے یہہ وہ نعمت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انکے
دادا عبدالمطلب کے مال سے مستغنی کیا کہ ان کو اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز جان کر
پرورش کرتے تھے ان کے بعد ابو طالب کے مال سے کہ چچا تھے نباہ لیا کہ وے بھی ان کو اپنے
والد عبدالمطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون سے زیادہ چاہتے تھے پھر جب آپ

جاگا جب

پچیس برس کے ہوئے تب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال سے آپ کو غنی کر دیا اسطرح سے
کر دے نہایت مالدار تھین اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین تو اسقدر آپ کی محبت
ان کے دل مین سمائی کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس آپ کے آگے لا رکھا اور قریشون کے رئیسون کو بلا کر شاہد کیا
کہ اب یہہ سب مال اس شخص کا ہے چاہے لٹا دیوے اور چاہے رکھ چھوڑے پھر جب حضرت خدیجۃ کبریٰ رضی اللہ
عنہا خلد برین کو سدھارین تب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے آپ کو فارغ البال کیا کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل مین اسقدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضامندی آ پڑی کہ
اپنی پونجی کے چالیس ہزار درم ان کے کاروبار مین خرچ کر ڈالے پھر بعد ہجرت کے مدینے کے رہنے والے انصار لوگون کے
مال سے غنی کیا بعد اسکے کفار نابکار کی فتوح اور غنیمتون کے مال سے نہال کر دیا اگرچہ ان مین سے بعضے معاملے
اس سورت کے نازل ہونیکے بعد ظہور مین آئے ہین پر جو کچھ کہ علم الٰہی مین ہے سو گویا ظہور مین آ چکا اسواسطے
ان کو بھی منت رکھنے کے مقام مین فرمایا اور باوجود ان سب ظاہری بے پروائیون کے باطنی بے پروائی
جسے قناعت کہتے ہین اس نہایت کو عنایت فرمائی تھی کہ آپ کے نزدیک سونا اور پتھر برابر تھا چنانچہ تواریخ والون
نے تصریح سے بیان کیا ہے اور تحقیق والے صاحب کمالون نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے
یتیم کیا کہ لوگ یتیمون کی حقارت نہ کرین اور جب کسی یتیم کو دیکھین تو یاد کرین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی
کسو وقتہین یتیم تھے اور یتیم کو مان دیوین کم سے کم اتنا مان جتنا جاہل لوگ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر
کو مان دیتے ہین اور یہہ سبب بھی تھا یعنے تعظیم تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیمون کی قدر پوچھین اور یتیمون پر مہربانی
رکھین اور یاد کرین کہ یتیم کا دکھ کتنا کچھ بھاری ہوتا ہے اور یہ سبب بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
منظور یہہ تھا کہ اپنی عمر کی شروع سے آخر عمر تک خدا تعالیٰ کے سوائے کسی اور پر بھروسا نہ رکھین اور سب سے عالی
عالی توکل کا مرتبہ انہی کو ملے اور یہہ بات یتیمی کے سوا نہین ملتی اور یہہ باعث بھی ہے کہ یتیم ہونا عادت کے بموجب
بچون کے اوقات ضایع ہونے اور ان کے بے ادب ہو جانیکا سبب ہے اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت مین
پورا اسدھر جاوے تو بلاشک معجزے کے طور سے مان لینا چاہیے بلکہ اسکو نبوت کی نشانی جاننا چاہیے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و مسکینی مین اور دادا چچا زوجہ محترمہ یار غار اور انصار جان نثار کے

مال کے سے مستغنی ہونیمین یہہ بھید ہے کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدارون کے اخلاق فی الجملہ بڑائی اور خود
پسندی اور خود بینی اور خود نمائی کو چاہتے ہین اور سنت اللہ جاری ہونیکے بموجب آپمین بھی اثر کرتے اور آپکی
نشست برخاست اکثر مالدارونکے ساتھہ ہوتی اور آپکو تواضع اور ملنساری اور آشنا پروری اور اللہ کیطرف
دمبدم التجا کرنی اور مسکینی کی لذت معلوم نہوتی اور ایک وجہہ یہہ بھی ہے کہ اگر آپ کو آپہی کے مال سے مستغنی
کرتے تو آپکے تابعدارون پر بدگمانی کا شبہہ تھا کہ شاید یہہ لوگ اس شخص عالیشان کی شانداری اور
مال کی خواہش کی طمع کے سبب سے اس شخص کے تابعدار ہوگئے ہون اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی
پاسداری سمجھی نجاتی ان باتون کے واسطے آپ کو فقیر بے مایہ پیدا کر کے لوگون کو آپ کی صحبت کی کشش سے
گرویدہ کیا تا خود بخود اپنی جان اور مال کو آپ پر نثار کرین اور یہہ بات آپکے کمال پر پہلی دلیل ہے یعنے لوگ
آپ پر ظاہری اسباب کے بغیر اس قدر گرویدہ اور فریفتہ ہوگئے کہ جان اور مال سے دریغ نہ کیا اور یہان ایک نکتہ
اور بھی ہے اسکو بھی سمجھا چاہئے کہ ہر آدمی کیا غنی کیا فقیر ابتدا مین بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہے اور دوسرونکے
مال سے جمعیت پاتا ہے لیکن اگر وہ آدمی اپنی طرف سے ہوس اور لالچ کر کے مال زیادہ کرنے کی تلاش مین
سرگردان رہتا ہے تو سب کی نظرون مین ذلیل اور خوار ہوجاتا ہے اور اگر دوسرونکو ظرافت اور دانائی کی تدبیر سے
اپنا تابع اور فرمانبردار کر کے ان کے مال سے فائدہ لیتا ہے تو اسکی عزت اور شوکت کا باعث
ہو پڑتا ہے اور یہی باعث ہے کہ بادشاہ عزیز ہے باوجود اسبات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی ہے اسواسطے
کہ ان کے پاس سے ایک تدبیر کے ساتھہ جیسے باج خراج اور محصول کے پیسے لیتا ہے اور فقیر طمع رکھہ کے
آدمیون سے طلب کرتا ہے اگرچہ اس سے بہت کم مانگتا ہے مگر وہ ذلیل ہے پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا
سبب نہین ہوتا اور اسکا نہونا بھی ذلت اور حقارت کا سبب نہین ہے ہان جو مال قناعت اور بے پروائی
اور لالچ ترک کرنے سے ہاتھہ آوے وہ البتہ عزت کا باعث ہے اور جو فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب
دوڑ دھوپ مین لگا رہتا ہے سو وہ ذلیل اور خوار ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اورون کے
مال سے عزت اور حرمت اور غلبے کے طور پر استقلال حاصل ہوا تب آپکا جاہ وجلال زیادہ اور کامل ہوا اور
کوئی ننگ اور عار کا کلنگ نہ لگا اور جب اللہ تعالی ان تینون نعمتون کا بیان پورا کر چکا تب انکے شکر کی درخواست کیلئے فرمایا کہ

فاما

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنے پھر یتیم کو کبھی مت دبا اور قہر مت کر یعنے یتیم کا مال اور حق تلف مت کر اور اسکے ساتھ بات کرنے مین تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجھے خوب معلوم ہے کہ ذرا سی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہو جاتا ہے اور یہہ شکر وہ ہے جو اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کی نعمت کے بدلے اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور مانگنے والے کو نہ جھڑک کیونکہ تو بھی عیال دار اور مسکین تھا اور مسکینی کا دُکھ درد خوب جانتا ہے اور یہہ وہ شکر ہے جو وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى کی نعمت کے عوض اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور اپنے پروردگار کی نعمتون کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتین دی ہین اور علوم اور عرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے ہین اور اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ اورون کو بھی اُن کے پانے کی راہ بتاؤ اور حصہ عنایت فرماؤ اور یہان ایک لطیفہ ہے یعنے منت گذاری کے مقام مین دین کی نعمت کو جو ہدایت ہے دنیا کی نعمت پر کہ تونگری ہے مقدم کیا اور شکر گذاری کے مقام مین جو دنیا کی نعمت کے مقابل تھا اسکو مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کے مقابل تھا اسکو پیچھے لائے اسواسطے کہ دنیا کی نعمت کے مقابلے مین خلق اللہ پر شفقت منظور ہے اور دین کی نعمت کے مقابلے مین باطنی نعمتون کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا ان کے ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہے اسواسطے کہ جب تلک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاوین تب تلک شرعی احکام عمل مین لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش مین رہنے کی خاطر جمعی میسر نہین ہوتی اور یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ سایل کو یتیم کے ساتھ پوری برابری ہے اسلیئے کہ جو شکر گذاری کہ سایل کے حق سے نسبت رکھتی تھی سو یتیم کے بیان سے لگادی اور نعمتون کی گنتی مین ہدایت کی نعمت کو تونگری کی نعمت پر مقدم کیا اسواسطے کہ تونگری اس وقت نعمت ہوتی ہے کہ جب مال مین تصرف کرنے کی چال معلوم ہوا اور تصرف کی چال بدون ہدایت کے خیال مین نہین آتی اور ان تینون شکر گذاریون کی مناسبت تینون نعمتون کے ساتھ ظاہر ہے جیسا کہ بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہے کہ یے تینون شکر گذاریان قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہو سکتی ہین کیونکہ یتیم سب ناتوان سے زیادہ ناتوان ہے اسکی مدد کر نہین کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور رحمت کی دلیل ہے اور سایل اکثر اوقات بے محل چاپلوسی اور منت اور زاری کے ساتھ سوال کرنے

سے ستاتا ہے بس باوجود اس اذیت کے اسکے ستانے پر صبر کر کر اس کے ساتھ احسان کرنا امت کے
گناہوں سے درگذر نے کی اور کئے ہوئے کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان
کرنا ایک مشقت چاہتا ہے اور امت کے فائدے کے لئے اس مشقت کی برداشت کرنے جناب الٰہی مین
عرض معروض کرنے کی اور مشقتین اٹھانے کی اور اُن کو عذاب سے چھڑانے کی دلیل ہے اور آیت وَاَمَّا
بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اپنے اوپر اور اپنے وابستوں پر ہون
سو انکو ظاہر کرنا اور کہہ سنانا سنت ہے لیکن اسوقت پر کہ نیت خالص ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار
کرنا منظور ہو زبان سے یا اظہار سے منظور یہہ ہو کہ لوگ اُسکو سن کے پیروی کرین اور جو کوئی ان نعمتوں کے ظاہر
کرنے سے اپنے جی مین شیخی اور خود پسندی کا خوف رکھتا ہو تو اسکے حق مین چھپا رکھنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہے
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر روز اپنی شب بیداری کا احوال لوگون سے کہا کرتے تھے کہ
مین نے آج رات اسقدر نماز پڑھی اور اسقدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نافہمون نے ان پر اعتراض کیا
کہ یہہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہے انھون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور میرے
نزدیک کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہین ہے جو اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق عنایت
فرمائی کسواسطے اس نعمت کو ظاہر نہ کرون اور اسکی شکرگذاری سے محروم رہون اب سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ
تعالیٰ نے اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزون کی بہت تاکید فرمائی ہے ایک یتیم کے
حق کی رعایت رکھنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور دھیان دھرنا تیسرے اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا بیان
کرنا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے موجب ان تینون چیزون مین نہایت کوشش کرتے تھے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اطوار کے واقف کارون کو یہہ بات خوب معلوم ہے
اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اسکا
قرابت والا ہو خواہ بیگانہ قیامت کے دن بہشت مین میرے ساتھ ایسا رہیگا جیسے یہ دو انگلیان ایک دوسرے
ہاتھ کی ملی ہوئی ہین اور اپنی انگلیون سے بتایا اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل بہت سخت ہے

کچھ اسکا علاج فرمائے آپنے ارشاد کیا کہ یتیمون پر شفقت کیا کرو اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا کر تیرے دل کی
سختی دور ہو جاوے گی اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی پیار سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا
تو اس کے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہونگے اتنی نیکیان لکھی جاوینگی اور سلف کے بزرگون نے کہا ہے
کہ جب یتیم روتا ہے تو عرش ہلنے لگتا ہے پھر جو یتیم کو دلبری اور خاطر داری کے ساتھہ رونے سے خاموش
کرتا ہے تو گویا عرش کو ہلنے سے ٹھہرایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور سخاوت یہان تک
تھی کہ کبھی لا یعنے نہین آپ کی زبان مبارک سے نہین نکلی چنانچہ صحیح بخاری مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپنے اسکے جواب مین لا فرمایا جیسا کہ
فرزوق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے طور پر اس شعر مین نظم کرکے کہتا ہے ما قال لا قط الا فی تشہدہ
لولا التشہد کانت لاءہ نعم ترجمہ نہ بولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد مین تشہد گر نہوتا تو وہ لا انکا نعم ہوتا
اور صحیح ترمذی مین روایت ہے کہ ایک مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوّے
ہزار درم آئے آپنے ان کو اپنی مسجد کی حصیرون پر ڈھیر کروایا اور صبح کی نماز پڑھکے بانٹنا شروع کیا پھر ظہر
تک ان مین سے ایک درم بھی باقی نہ رہا تھا ایک مانگنے والا اسکے بعد آیا آپنے اس سے فرمایا کہ اب
میرے پاس کچھ باقی نہ رہا جو تجھے دون پر تو بازار کو جا اور بیوپاریون سے میرے نام پر جو کچھ چاہے سو خرید کر
اور میرے ذمے پر لکھوا دے جب کچھ میرے ہاتھہ مین آوے گا تب مین ادا کرونگا اتنے مین حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آپ کو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہین
پھر کاہیکو اس قدر اپنے اوپر قرض کا بوجھہ اٹھاتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ بات خوش نہ آئی
اور آپکے چہرۂ مبارک پر خفگی کے اثر ظاہر ہوئے ایک انصار نے جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ انفق ولا
تخش من ذی العرش اقلالا یعنے دئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونیکا خوف مت کر یہہ سخن سنتے
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپکے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے
کہ اسیطور سے مجھے حکم ہے اور مامور ہون حاصل کلام کا یہہ ہے کہ آن سرور انام علیہ الصلوۃ والسلام کی بخششین
اور انعام نہایت عام اور از بس تمام تھین کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میانہ روی سے مامور کیا اور بہت

دینے اور زیادہ خرچ کرنے سے منع فرمایا چنانچہ سورۂ اسرا کی تفسیر مین مذکور ہے کہ ایک دن آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک لڑکے نے آکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری
ما عرض کرتی ہے کہ میرے پاس کوئی کرتہ نہین ہے جو پہنون ایک کرتہ مجھے عطا کیجئے آپ نے فرمایا کہ گھڑی
بھر رہکر آئیو دونگا وہ لڑکا گیا اور پھر آکر عرض کرنے لگا کہ میری ما عرض کرتی ہے کہ یہی کرتہ جو آپ پہنے
بیٹھے ہین مجھے عنایت فرمائیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسیدم دولتخانے کو تشریف فرما ہوئے
اور اس کرتے کو اپنے بدن مبارک سے اُتارا اور تہ کر اس لڑکے پاس بھجوا دیا کہ اپنی ما کو دے اور آپ
ننگے بدن بیٹھے رہے اصحاب جو آپ کے آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے تنگ ہو کر چلے گئے حق تعالیٰ نے یہہ آیت
نازل فرمائی وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ یعنے اس قدر اپنا ہاتھ کشادہ مت کرو کہ برہنہ ہو کر گھر مین بیٹھ رہو اور
اپنے مخلص یارون مصاحبون سے جو دین کے فائدے حاصل کرنے کو تمھاری خدمت مین آتے ہین اُن کی صحبت
چھوٹ جاوے اور صحیح بخاری مین آیا ہے کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر اپنے ہاتھ سے تیار کر کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گذرانی اور التجا کی کہ میری آرزو یہی ہے کہ اسے آپ ہی اوڑھین کہ مین نے اپنے ہاتھون سے ہی سی
اور کنارے بہت ستھرے لگائے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسوقت چادر کی احتیاج تھی لیکر اوڑھی
اتنے مین ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہہ چادر کیا خوب ہے اور اسکی کناری بہت خاصی خوش اسلوب
دلچسپ اور مرغوب ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہہ چادر مجھے عنایت کرو آپ نے فرمایا بہت خوب وہین
وہ چادر اُسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک سے برخاست فرمائی تب اصحابؓون نے
اس شخص کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کیونکہ وہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ضرورت
اور رغبت سے اوڑھی تھی اور تو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہین کرتے ہین پھر تو نے کس واسطے
سوال کیا اُسنے کہا کہ مین نے یہہ چادر دنیا مین اوڑھنے کے لئے نہین مانگی بلکہ اپنے کفن کیواسطے مانگ لی ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے دلکی مقبول اور محبوب ہوئی تھی اور بہت مطلوب اور مرغوب تھی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتین جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی شان مین جناب اقدس الٰہی سے دنیا اور آخرت مین برسات کے مانند برستی تھین سو آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بر اندر ان نعمتون کا اظہار کیا کرتے تھے اور شکرگذاری کے مقام مین دفتر کے دفتر ان سبکا بیان فرمایا ہے

چنانچہ حدیث شریف کی کتابون بہشتکے واقفون پر ظاہر اور باہر ہے اور اس مبارک صورت کی ایک مجرب خاصیت یہہ ہے کہ گم کئی ہوئی چیز کے واسطے اس سورت کو سات مرتبے پڑھکر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد پھراوے پھر تمام ہوئے پر اَصْبَحْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ فَاَمْسَیْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ اَمْسَیْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَاَصْبَحْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ سات مرتبے پڑھکر دستک دیوے تو وہ گیا ہوا مال ملجاوے واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹھ آیتین اور اٹھائیس۲۸ کلمے اور ایک سو تیس۱۳۰ حرف ہین اور اس سورت کا ربط والضحیٰ کی سورت سے بہت مناسب اور پورا ہے یعنے ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کو اپنی نعمتونکی گنتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہے اور دونون سورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہے اسی واسطے بعضے اسلام کے فرقون مین سے یعنے رافضیون نے ان دونون سورتون کو ایک ہی سورت گنا ہے اور دونون کو بدون بیچ مین بسم اللہ لانے کے نماز کی ایک رکعت مین پڑھنا مقرر کیا ہے لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتون مین غور کرین تو البتہ ان کو معلوم ہووے کہ اسمین ایک باریک بات ہے اس سبب سے ان دونون کو ایک کہنا درست نہین ہے نہ لفظ مین نہ معنون مین سو لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا اسواسطے نہین درست ہے کہ والضحیٰ کی سورت مین استفہام غایب کے صیغے سے ہے جیسے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی آخر تک اور اس سورت مین متکلم کے صیغے سے ہے اور یہہ بڑا فرق ہے اس کے سبب سے دونون کا ایک ہونا درست نہین ہے کیونکہ یہہ بات جدائی پر دلالت کرتی ہے اور اگر اسبات پر نظر کرنے سے کوئی کہے کہ ان دونون سورتون مین شمار نعمتونکا پیغمبر پر منظور ہے تو دونون ایک ہوئین بیچ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نچاہیئے تو یہہ کہنا اس کا غلط ہے کیونکہ ایسی مناسبتین بہت سورتون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر سچ پوچھو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہے تو اس صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکال ڈالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہے اور یہہ بات بالکل غلط ہے اور معنون کے اعتبار سے بھی ان دونون سورتون کو ایک کہنا درست نہین ہے

اسواسطے کہ جو جو نعمتین کہ حق تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین وے دو قسم کی ہین
ایک قسم کی وے نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تھین اور سب عام اور خاص انکو جانتے تھے اور دیکھتے
تھے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تھین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھین سو ان
دونون قسمون کی نعمتون کو علٰحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسیواسطے حق تعالے نے اول قسم کو والضحیٰ
مین اور دوسری قسم کو اس سورت مین بیان فرمایا تاکہ کسیطرح کا اسبات مین شبہ اور دھوکھا باقی
نہ رہے اور یہہ بھی ہے کہ وے نعمتین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص تھین ان کی
دو قسمین تھین پہلی وہ قسم جو آپ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپ کے باطن
سے علاقہ رکھتی تھی سو سورۂ والضحیٰ مین پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورت مین دوسری قسم کا
تو گویا ایک سورت آنحضرت اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیان مین ہے اور دوسری
سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین ہے اور ظاہر اور باطن مین جو
فرق ہے سو اظہر من الشمس ہے اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان
کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے درگاہ الٰہی مین عرض کیا کہ اے میرے
میرے پروردگار تونے حضرت ابراہیمؑ کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰؑ کو کلیمی کی خلعت سے نوازا
اور حضرت داؤدؑ کو لوہے اور پہاڑ وغیرہ کی تابعداری سے انکو ممتاز کیا اور حضرت سلیمانؑ کو جنون اور آدمیون
کی سلطنت دے کر اور آگ اور ہوا کو ان کا فرمان بردار کر کے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص
کی ہے اس سوال کے جواب مین حق تعالی نے یہہ سورت نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سوال
معراج کے ہونے سے پہلے ہوا تھا اسواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیاؤن سے عشر عشیر اس کا حاصل نہ ہوا تھا
اور سورۂ الم نشرح کے نکتون سے ایک یہہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالے نے
یہہ مرتبہ یعنے شرح صدر کا بدون طلب کے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام
کو باوجود طلب کرنے کے جناب الٰہی سے کہ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی یہہ مرتبہ حاصل نہ ہوا

مصرع بن مانگے موتی ملین مانگے ملے نہ بھیک چنانچہ اس قصے سے جو ان سے اور ان کے بھائی حضرت
ہارون علیہ السلام سے واقع ہوا تھا یعنے ڈاڑھی کا کھینچنا بڑے بھائی کی یہہ بات ظاہر ہے اور اپنے مقام
پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالی کی عنایت سے بے چاہے اور بدون خواہش
آدمی کے ہوتا ہے اس کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے کہ جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے اور اس
سورت کا نام سورۂ الم نشرح اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورت کا مضمون کمال محمدی علی صاحبہ الصلوة والسلام
کی خبر پر قرار واقعی دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہے کشادہ اور وسیع ہو کے تجلیات الٰہی کی روشنیون سے
پر ہو جاوے سو یہی مضمون اس سورت مین بیان ہے اور اس سورت کی خاصیتون سے ایک یہہ بھی ہے
کہ جو شخص اس سورت کو سونے کیوقت ستره ۱۷ مرتبے پڑھکے اپنی چھاتی پر پھونک لے تو اسکو وسوسے
اور خطرے شیطانی کبھی حیران اور پریشان نہ کرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہونے پاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ کیا نہین کھول دیا ہمنے لَكَ صَدْرَكَ تیری بہتری کے واسطے سینہ تیرا تاکہ وحی کا بوجھ سنبھالے
اور حق تعالی کے بھیدونکا وہ سینہ گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنے امت کو اسلام کی طرف بلانے کا اور
احکام الٰہی کے پہنچانے کا غم اور امت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اسمین سما جاوے
یعنے تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور میل اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بری خصلتین اس سے
نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان اور حکمت کی اس مین بھر جاوے اور لک کی لفظ کو اسواسطے لائے
ہین کہ تیرے سینے کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کیواسطے ہے تاکہ بڑا کمال حاصل کرے تو اور اگر یہہ
لفظ لک کی نہوتی تو یہ معنے بوجھے نجاتے اور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین اور طریقت
والون کی اصطلاح مین ایسا مقرر ہے کہ قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف
ہے اسیکا نام صدر ہے اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہے وہ بہت کشادہ اور وسیع ہے

کی نسبت سے اور صدر اسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہے پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہی کہ وہ
دوسرا دروازہ اس سے زیادہ کشادہ ہو جائیگا اسیواسطے اس جگہہ صدر کی لفظ کو لائے اور قلب کو
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ صدر بجائے قلعے کے ہے قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون سے اور اسکے ظاہری
اسباب کی حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کیطرف سے دھوم مچاتا ہے اور تنگ کرتا ہے
اور اسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہو جاتا ہے اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزہ دلکی تنگی کے سبب سے
کم ہو جاتا ہے اور جب قلب کی یہہ طرف یعنے صدر کی کشادہ ہوگئی تو عبادت کا ادا ہوتا بخوبی دلکی خوشی سے
میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہہ پر جاننا چاہیئے کہ شرح صدر عبارت ہے حوصلے کی فراخی سے اور
حوصلے کی فراخی ہر شخص کی اسکی استعداد کے قدر اور اسکے کمال اور مرتبے کے اندازے اور قدر کے ہوتی ہے
اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی اور ہر کمال کی جبتک کہ اس مرتبے اور اس کمال کو نہ پہنچے ہرگز دریافت نہین
کر سکتا یہی سبب ہے کہ اکثر عوام الناس چاہتے ہین کہ بادشاہون کے حوصلے کی فراخی کو پہنچین اور دریافت
کرلین بات چیت سے لیکن ہرگز دریافت نہین کر سکتے اسیواسطے کہا ہے لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ وَلَا یَعْرِفُ
النَّبِیَّ اِلَّا النَّبِیُّ یعنے ولی کو ولی پہچانتا ہے اور نبی کو نبی اور اسی مضمون کی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہے
یعنے ولی را ولی می شناسد علی الخصوص شرح صدر مصطفوی کہ کسی بشر کو ممکن نہین کہ قرار واقعی اسکو دریافت
کرسکے اسواسطے کہ آپکے کمال کا مرتبہ جو نبوت کا خاتمہ ہے کسیکو حاصل نہین ہے تو آپکے مرتبے کی پہچان
بھی کسیکو حاصل نہوگی وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ یعنے کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ
الْبَشَرِ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
یعنے اے صاحب جمال کے اور اے سردار آدمیون کے تیرے چہرے روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند نہین
ممکن ہے تعریف کرنا جیسا کہ لایق ہے انکے بعد خدا کے بزرگ توہی ہے قصہ کوتاہ لیکن وہ شرح صدر یعنے
حوصلے کی فراخی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل ہوئی ہے تمثیل کے طور پر
تھوڑا سا مجمل بیان کرنا ضرور ہے سو شرح صدر معنوی یعنے حوصلے کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس طرح پر سمجھا چاہیئے کہ آپکے سینے مین ایک بڑا میدان لق و دق واقع ہے اور اس میدان مین ایک

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر کا بیان ۱۲

بڑی سمجھا چاہیے عظیم الشان بنی ہے اور اس عمارت مین بارہ مجلسین ہین بعضے انمین دنیا سے تعلق رکھتی ہین
اور بعضی آخرت سے اور بعضے دین اور دنیا سے اور ہر ایک مجلس مین خیال کیا چاہیے کہ ایک بڑا بادشاہ عظیم القدر
اس مین بیٹھا ہے اور سب روے زمین کے بادشاہ اس کی حضور مین حاضر ہین اور سلطنت کے دستور
اور ملک گیری کے آئین پوچھتے ہین اور توقیعات کسری اور توزک تیموری اور کلمات طیبات عالمگیری اور واقعات
بابری اور آئین اکبری ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے ہین کہ یہ آئین اور قاعدے جو ان کتابون مین
لکھے ہین ٹھیک ہین یا نہین اور ملکون کے انتظام کی تدبیر اور صلح اور لڑائی کی گھاتین ہر ہر اقلیمون اور ہر ہر شہرون
کی اس بادشاہ عالیجاہ سے پوچھتے ہین اور سیکھتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق (یعنی دانا) بیٹھا ہوا
تدبیرین خانگی اور اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہیے بیان فرما
رہا ہے اور بڑے بڑے زمانے کے حکیم اور جہان کے دانا دانائی کے قاعدے اس سے سیکھ رہے ہین اور جو قاعدے
کہ وہ ارشاد فرماتا ہے سوا ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سوائے انکے جو بڑے بڑے
دانا ہین بہت سے علم اس سے نکالتے ہین اور اپنے اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی
عدالت کی مسند پر بیٹھا ہوا جھگڑے اور قصے لوگون کے چکا رہا ہے اور دونون جھگڑے والون کو راضی کر رہا
ہے اور تمام جہان کے قاضی اسکے حکمون اور فیصل نامون کو دستور العمل جان کر بڑی احتیاط سے لکھ رہے ہین
اور چوتھی مجلس مین ایک مفتی علامہ دہر فتوی کی مسند پر بیٹھا ہے اور ایک فتوون کا دریا اس کی زبان سے
جوش مار رہا ہے اور ہر ایک نئے نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے کتاب اور سنت
سے نکال کر بیان کر رہا ہے اور روایتون کے لکھنے والے اور فرایض کے کھینچنے والے جہان کے اس کے
گرد بیٹھے ہوئے ہر ہر لفظ کو اسکی نقل کر کے اپنی اپنی حاجتون کے وقت اس پر عمل کرتے ہین اور پانچوین
مجلس مین ایک محتسب حکومت پر بیٹھا ہے اور جلاد اسکے سامنے کھڑے ہین اور گنہگارون کو اور فاسقون
کو اس کے سامنے لا کر ہر ایک کو موافق اسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر حد جاری ہے اور کسی پر
تعزیر اور کوئی قید خانہ مین اور کسی کو فقط چشم نمائی ہو رہی ہے اور احتساب کے قاعدے
سیکھنے کو توال اسکے حکم اور حدون اور تعزیرون کی اقامت اور بدعتون کی تنبیہ اس کام کے لوگ

اس سے سیکھ رہے ہین اور وہ برائیون کے نیست کرنے کی گھاتون مین اور شہوت اور غضب اور
ظلم کے راستون سے روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہے اور چھٹی مجلس مین ایک قاری
خوش خوان اور خوش الحان ساتون قرائتین وجوہ اور روایات سے یاد کئے ہوئے سب کے سامنے پڑھ رہا ہے
اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت کی تحقیق اس سے کر رہے ہین اور وہ کسی
سے ادغام کا قاعدہ اور کسی سے ہمزہ کی تخفیف کی بحث اور کسی سے یرملون کا قاعدہ اور کسی سے اظہار اور
اخفا کا قاعدہ ارشاد فرما رہا ہے اور اسیطرح سے ہر ایک کی تعلیم ہو رہی ہے اور ساتوین مجلس مین ایک
عابد وردون اور وظایف اور نوافل مین ایسا مشغول ہے کہ دنیا اور مافیہا سے کچھ خبر نہین رکھتا اور صبح سے
شام تک اور شام سے صبح تک تلاوت قرآن مجید مین اور اذکار امام نوذی اور حصن حصین اور حرزی اور
حزب الاعظم ملا علی قاری اور اوراد مشیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہے اور انوار اور
اذکار کی کثرت سے فرشتے آسمان اور زمین کے اسکی مجلس سے انس حاصل کر کے گروہ کے گروہ گرداگرد
اسکے آتے ہین اور اسکو ان کی حضوری مین نہایت انس اور بڑی لذت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا اور مافیہا
کو فراموش کر دیا ہے اور اس کام کے تلاشی لوگ وہان حاضر ہو کے اس سے اس مبحث مین پوچھ پاچھ
کرتے ہین اور وہ کسیکو دن اور رات مین نفلون کے ادا کرنے کی کیفیت تعلیم کر رہا ہے اور کسیکو کپڑا پہننے کی
اور پانی پینے کی اور کھانا کھانے کی اور نئے چاند دیکھنے کی اور سوائے اسکے دعائین بتا رہا ہے اور سب
لوگ اسکی ہدایت کے سبب سے ذکر اور درود سے اپنی اپنی عمر کے وقتون کو معمور کر رہے ہے اور آٹھوین
مجلس مین ایک عارف کامل سب ذات اور صفات اور افعال الہی کے اسرار جو سب جہان مین پھیل
رہے ہین اور انکے سوائے دوسرے علوم بے نہایت اپنی زبان سے اسیطرح بیان کر رہا ہے کہ گویا موتی
چھڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مضمون اور عبارت کو اسکی
زبانی لکھ رہے ہین اور اسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا
کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت توضیح اور تشریح سے بیان کر رہا ہے اور ایک مجلس عام جمع ہے اور اسکے
کلمات بیداثیر کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین ہین کسیکو بڑے ثواب کی رغبت دلا کر راہ پر لاتا ہے

اور کسیکو بڑے عذاب دردناک سے ڈرا کر توبہ کراتا ہے اور خوف دلاتا ہے اور قبر کے احوال اور حشر اور نشر کی
تکلیفین اور حساب اور میزان کی کیفیتین اور پلصراط پر چلنے کی مشقتین اور دوزخ کے طرح طرح کے رنج اور آفتین
اور بہشت کے بڑے بڑے مرتبے اور ثواب اور وے عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہنچاوین ان سب کا احوال
خوب شرح اور بسط سے بیان کرکے خاطر نشان کر رہا ہے تاکہ کسیطرح کا شبہ ان کے دلون مین باقی نرہے
سو اسکی مجلس مین کافر زنار کو توڑتے ہین اور گنہگار فاجر فاسق توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور بے
ناحق شناس حق شناس ہو جاتے ہین اور دسوین مجلس مین ایک رسول اولوالعزم بیٹھا ہوا امت کو راہ پر لانے
اور سمجھانے کے واسطے ہزارون تدبیرین اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہے اور جن لوگون کو اس کام کی تدبیر کے
واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہے ان مین سے ہر ایک کو انکے حوصلے کے موافق احکام الٰہی کے پہنچانے کے واسطے
اور لوگون کو اسلام کی طرف بلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہے اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسولون سے
سنکر اس معاملے کے بند و بست کے واسطے تدبیرین کارگر اپنی عقل اور فکر سے خوب سوچ کر ان رسولون کو
تعلیم کر رہا ہے اور گیارہوین مجلس مین ایک مرشد کامل طریقہ والا بیٹھا ہے اور ہزارون مرید خدا کے طالب
اسکی خدمت مین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کی استعداد اور حوصلے کے
موافق بیگانگی کے پردے دور کرنے مین کوشش کر رہا ہے اور مطلب کے پہنچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہے اور
ہر ایک احوالون اور مقامون اور مرتبون اور منصوبون کی راہ نمائی کر رہا ہے اور [illegible]دن اور فائدہ لینے
والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہنچا رہا ہے اور جہاپت اور نفس کی کے کارخانیکو
رونق دے رہا ہے اور بارھوین مجلس مین ایک محبوب نازنین مہ جبین کعبے کی مانند بیٹھا ہوا ہے اور اللہ
تعالیٰ کے جمال کی تجلی نے اس گلبدن کے بدن کو اپنا گھر پاک ٹھہرایا ہے اور طور کی طرح کی ایک شکل ہے کہ حسن
ازلی کے انوارون نے اسکو روشن کرکے خدا کی محبوبیت کی شان مین جلوہ گر کر رکھا ہے اور اپنی محبت کی
کشش سے لوگون کے دلون کو شکار کر رہا ہے اور لاکھون اس ازلی حسن کے عاشق بڑی بڑی دور سے بغیر امید
کسی منفعت اور بدون خواہش کسی کمال کے حاصل کرنے کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانے کی طرح دور سے
چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور اسکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہین

اور یہہ مرتبہ ان مرتبون سے ہے کہ کسی بشر کو حاصل نہین ہوا مگر اسی محبوب اور مقبول کے طفیل سے اور
اسکے امت کے بعضے اولیاؤن کو تھوڑا حصہ اس محبوبیت الٰہی سے نصیب ہوا ہے اسی سبب سے وے
اولیا سب دلون کے محبوب اور تمام خلایق کے مرجع ہوگئے ہین اور تمام مخلوقات کا جھکاؤ ان کی طرف
ہوا ہے جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالی اسرارہما اور اگر
کسیکو ان بارہ مجلسون مین یا ان مجلسون کے مضمونون مین کسیطرح کا شک یا شبہ خاطر مین آوے تو
اسکو چاہیئے کہ ان معاملون مین جو ان بارہ مجلسون مین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب غور کرکے
دیکھے کہ ان سب کامون کی اصل کہان سے ہے تو بیشک اسکو یقین ہوجائیگا کہ یہہ سب کارخانہ ایک جھلک
ہے کمال نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے جیسے درخت کے جڑ کی تازگی سے اسکی تمام شاخین
تر و تازہ رہتی ہین اور پتا ہرا رہتا ہے اور جیسے دریا سے نہرین نکلکے چارون طرف جاری ہوتی ہین
اسیطرح سے حقیقت سینہ بے کینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھا چاہیئے کہ جو فن کے خزانیکے مانند تمام
کمالات ظاہری اور باطنی سے بھرا تھا اور ہمیشہ رات دن آپ سے یے سب کام اور شغل فوارے کے مانند جوش
مارتے تھے اور ہر ایک گروہ کو پہنچتے تھے اور ان گروہون کو اپنے ہمجلسون سے ممتاز کردیتے تھے چنانچہ
تاریخ کے جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مطالعہ کیا کرتے ہین یہہ بات چھپی نہین ہے
اور یہہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ ایک طرح پر کامون کا ہونا بغیر حاصل ہونے ان کامون کے ملکے نہین ہوتا
اور وے کام کمال کے مرتبے مین جس قدر منتظم ہون گے اسی قدر اس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری
شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہے سو وہ مقدمہ یہہ ہی
کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہے جیسے اصل کی نسبت فرع سے ہوتی ہے اور جیسے آدمی کی
نسبت اسکے سایے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہری مین پائی جاتی ہے اگر عالم غیب مین اسکی کچھ اصل ہے تو
بہتر ہے اور جو نہین ہے تو جیسے دھوکھا کہ ایک دم مین مٹ جاتا ہے اور جھوٹھا خیال کہ کہ اصل نہین رکھتا
اسیطرح سے جو چیز کہ عالم غیب مین پائی جاتی ہے اگر اسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین
ہے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے بے پھل کا درخت اور مدلول بے دلیل اور بے نشان اسیواسطے کہا ہے کہ

جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب مین ہی وہ مصدر اور جڑ ہی اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری مین ہی وہ
مظہر اور شاخ اسکی ہی پھر جب یہہ مقدمہ جانا گیا تو اب جانا چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی
شرح صدر عالم غیب مین ثابت ہوا تب عالم ظاہر مین یہہ معاملہ چار مرتبے ظہور پایا پہلے مرتبے لڑکپن مین
حضرت حلیمہؓ کے یہان ہوا تھا اور مجمل احوال اسکا یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے پیٹ مین تھے
کہ آپ کے باپنے وفات پائی پھر جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی مانے چاہا کہ پرورش کیواسطے کسی دائی کو سپرد
کرون اسواسطے کہ عادت عرب کی اسطور کی تھی کہ اپنے لڑکون کو پرورش کیواسطے باہر کی دائیون کو دیتے تھے
اور وے دائیان اپنے گھرونمین لیجاکر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہنچا دیتی تھین اتفاقاً ان دونونمین بھی
کئی عورتین دودھ والیان بنی سعد کے قبیلے کی جو طایف کے گرد و نواح مین رہتے تھے بچون کے لینے کیواسطے مکہ
معظمہ مین آئی اور مالدارون کے بچون کو لے کر اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو یتیمی کے سبب سے کسی نے قبول نہ کیا ایک عورت جسکا نام بی بی حلیمہؓ تھا انہی عورتون کے ساتھ آئین تھین اور بہت
مفلس تھین اسی سبب سے کسی نے اپنا بچہ پرورش کرنے کو ان کو نہ دیا اس سبب سے وے نہایت حیران اور
پریشان تھین کہ بغیر کوئی بچہ لئے خالی ہاتھ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی ہی لاچار ہوکر یہی دل مین ٹھہرایا
کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچھ نفع اسکے پرورش کرنے مین نہین ہی لیکر چلئے یہہ سوچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
لے کر روانہ ہوئین اور ان کی سواری کا ایک گدھا نہایت دبلا تھا کہ چل نسکتا تھا جو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
گود مین لیکر اسپر سوار ہوئین وہین وہ گدھا اس قدر قوی اور تیز رو ہوگیا کہ سب گدھون سے آگے نکل چلا باوجود اسکے
وے سب آگے سے چلین تھین تمام قافلہ والون کو اس بات کے دیکھنے تعجب ہوا پھر جب بی بی حلیمہ اپنے گھر کو
پہنچین اپنی بکریون کو کہ دبلی بے دودھ کی چھوڑ آئی تھین سبکو موٹا تازہ دودھار پایا ان سب باتون کے
دیکھنے سے انکو یقین ہوا کہ یہہ سب اس بچے کے قدمون کی برکت سے ہی تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگین یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر مین چار سال کے
ہوئے ایکدن بی بی حلیمہ کے بیٹون کے ساتھ بکریان چرانیکو تشریف لے گئے تھے اور دو لڑکے آپ کو جنگلمین بکریون
کے پاس چھوڑکر اپنے ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے تھے اور آپ اکیلے بکریون کے پاس کھڑے تھے کہ یکایک دو گدھ کی

شکل کے جانور نمودار ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہہ وہی شخص ہے دوسرے نے کہا ہان یہہ وہی شخص
ہے پھر دونون آپ کی طرف متوجہ ہوئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خوف معلوم ہوا وہان سے آپ
بھاگے آخران جانورون نے آپ کو آگے لیا اور دونو بازو آپ کے پکڑ کر زمین پر چت لٹایا اور اپنی چونچ سے
آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور سینے کے اندر سے دل کو بھی نکال کر چاک کیا اور دلکے اندر سے ایک
پھٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پھینک دی اور کہا کہ یہہ خون جما ہوا مردار شیطان کا حصہ ہوتا ہے ہر آدمی
مین اسیواسطے آپکے دل سے نکال ڈالا تاکہ کبھی شیطان کے وسوسے کو انکا دل قبول نکرے بعد اسکے ایک نے
دوسرے سے کہا وہ دوسرا برف کا پانی لایا پھر اس آپکے سینے کو دھویا پھر اولے کا پانی منگولے اس سے دلکو
دھویا اسکے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز تھی ذرور کی طرح اور ذرور کہتے ہین چھڑکنے والی چیز کو اسکو
آپکے قلب مبارک پر چھڑکا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اسکو سی دے پھر اسکو سی دیا اور نبوت کی
مہر کردی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو بھی سی کر برابر کر دیا چنانچہ انس بن مالک رضی
اللہ عنہما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے کہتے ہین کہ مین نے اس سینے کا نشان آن حضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک پر دیکھا تھا القصہ بی بی حلیمہ کے لڑکے جو کھانا لینے گئے تھے آ پہنچے اور آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ حال دیکھکر بہت گھبرائے اور اسی وقت اپنی ما سے جاکر کہا وے بھی یہہ حال سنکر
نہایت گھبرائین اور اپنے خاوند کو لیکر اسیوقت آپ پاس اس جنگل مین پہنچین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
کہ بھونچک سے کھڑے ہین اور رنگ مبارک آپ کا زرد ہو رہا ہے بی بی حلیمہ نے انکو نہایت شفقت سے اپنی گود
مین لے کر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال پوچھا کہ کیا گذرا آپنے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ گذرا تھا سب بیان فرمایا
بی بی حلیمہ نے اس روز سے آپکی نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپ کو اکیلا گھر سے باہر نجانے دیتی تھین یہانتک کہ انکے خاوند نے انسے
کہا کہ یہہ لڑکا کچھ عجیب وغریب ہے ایسے ایسے معاملے اسکے ساتھ ہوتے ہین کہ ہماری عقل مین نہین آتے ایسا
نہو کہ اسکو کسیطرح کی اذیت یہان پہنچے بہتر یہہ ہے کہ ان کو انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیوین چنانچہ
آپ کو اسی عمر مین آپکے دادا پاس پہنچا دیا اور اس وقت کے شرح صدر سے حق تعالی کو منظور یہہ تھا کہ لڑکون کے
دلون مین جو رغبت کھیل کود کی اور دوسرے نالایق کامون کی ہوتی ہے وہ آپ کے دل سے نکلجاوے چنانچہ

ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور طفولیت کی حالت مین بھی کھیل کود کی طرف رغبت
اور خواہش نتھی جسطرح اس عمر مین دوسرے لڑکون کو ہوتی ہے اور آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایک انداز سے
تمکین اور وقار کے ساتھ تھا اور دوسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ ابن حبان اور حاکم اور ابو نعیم اور ابن عساکر
اور ضیا مقدسی اور عبداللہ بن احمد نے مسند کی زوائد مین صحیح سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب دس برس کے ہوئے تو ایک جنگل مین تھے وہان دو آدمیون کو دیکھا اور
آپ فرماتے ہین کہ مین نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہین دیکھے اور ایسی خوشبو ان مین
آتی تھی کہ مین نے کسی عطر مین نہین سونگھی تھی اور اُن کے کپڑے ایسے نفیس اور صاف اور شفاف تھے
کہ پھر ایسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر مین نہین آیا اور وے دونون شخص جبرئیلؑ اور میکائیلؑ تھے
ان دونون نے میرے دونون بازو ایسی آہستگی سے پکڑے کہ مجھکو کچھ بھی معلوم نہوا اور مجھکو پیٹھ کی ہڈی پر چت
لٹایا اسطرح کہ کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا پھر انھون نے میرا پیٹ چاک کیا اسطرح کہ کچھ درد نہوا اور خون
بھی نہ نکلا ایک ان مین سے سونے کے طشت مین پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا
دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ ان کے دل کو چاک کر کے کینہ اور بدخواہی کو دور کر دو اسنے
دل کو چیرے ایک پھٹکی بندھے خون کی نکال کر پھینک دی پھر کہا شفقت اور مہربانی کو انکے دلمین ڈال دے
سو ایک چیز چاندی کے تل کی طرح کی لا کر میرے دل مین ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور یعنے
چھڑکنے کی چیز کی طرح کی لا کر اسپر چھڑکی پھر انگوٹھا پکڑ کر کہا جاؤ ہمیشہ خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مین اس وقت سے اپنے دل مین ہر چھوٹے بڑے پر شفقت اور رحمت پاتا ہون
اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کے قریب پہنچے تھے اور جوانی کے لوازمات
مین سے ایک شہوت ہے یعنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکنا اور دوسرا غصہ اور غضب
کا جوش مارنا ہے سو جو گناہ شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہین اور اکثر انکا جوش اور زور دشور
جوانی مین یا بعد اسکے ہوتا ہے سو اُن گناہون کے بچانے کے واسطے آپ کے سینہ مبارک کو
دوسرے مرتبے چاک کیا تیسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ جب زمانہ بعثت کا قریب پہنچا اور

دوسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ چاک ہونیکا بیان

تیسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ چاک ہونیکا بیان

وحی کے نازل ہونیکا وقت نزدیک آیا تو پھر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور قوت دینے کے واسطے تیسرے مرتبے چاک کیا اور اس قصّے کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے دلایل مین اور ابو داؤد طیالسی اور حارث ابن ابی حسامہ نے اپنی مسندون مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا اور اپنے اوپر لازم کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپکے ساتھ اس اعتکاف مین شریک ہوئی تھین اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور دونون ایک غار مین اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتون سے وقت کے دیکھنے اور ستارون کے پہچاننے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے یکایک ایک آواز السلام علیک کی آئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جانا کہ یہہ آواز جنون کے جھپٹ کی ہے یعنے کسی جن کا اس مکان مین گذر ہوا ہے یہہ سوچ کر جلدی غار مین چلے گئے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کو اس حال سے خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہہ خوشخبری کی آواز ہے اس واسطے کہ سلام علیک کا لفظ امن اور الفت کا نشان ہے اس آواز سے مت ڈرو پھر دوسرے مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک تخت پر جلی چمک آفتاب کی سی ہے بیٹھے ہین اور ایک پرانکا مشرق کو اور ایک مغرب کو پہنچا ہے آپ فرماتے ہین کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجھ کو بڑا ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر مین غار مین گھسون لیکن جبرئیل علیہ السلام نے اتنی فرصت مجھ کو نہ دی اور جھٹ غار کے دروازے پر آگئے یہانتک کہ انکے دیکھنے اور اُن کے کلام کے سننے سے میری دہشت جاتی رہی بلکہ الفت حاصل ہوئی پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ فرماتے ہین کہ مین اس وعدے کے وقت اکیلا آکر دیر تک انتظار مین ٹھہرا جب بہت دیر ہوئی تو مین نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤن یکایک حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونون درمیان آسمان اور زمین کے بڑی عظمت اور شان سے نمود ہوئے اور آتے ہی مجھکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکالکے سونے کے طشت مین زمزم

کے پانی سے دھویا اور ایک چیز اس سے نکال ڈالی لیکن کچھ بھی مجھکو معلوم نہوا پھر دل کو اپنے مکان پر
رکھکر سینے کو درست کردیا اور دونون فرشتون نے میرے ہاتھ پانوٗن پکڑکر اٹھا کیا جس طرح سے
کوئی برتن کو اسکے اندر کی چیز گرانے کو اوندھا کرتا ہے پھر ایک مہر میری پیٹھ پر کردی یہان تک کہ اس مہر کے
کرنیکا صدمہ مینے دل پر پایا چوتھی مرتبہ معراج کی رات کو ہوا اور اس مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سینہ مبارک کے چاک ہونیکا سبب یہہ تھا کہ آپ کا دل مبارک عالم ملکوت یعنے عالم ارواح کے
سیر کی قوت حاصل کرے اور ان تجلیات کی روشنی اور انوار کے چمک دیکھنے کی طاقت پیدا کرے
اسواسطے کہ ان کے دیکھنے سے دل مین دہشت آجاتی ہے اور قصہ معراج کا معروف اور مشہور ہے اُسکے
بیان کرنے کی اس جگہہ پر کچھہ حاجت نہین ہے اور اس قصّے مین ایمان اور حکمت سے دل کو پر کرنا بھی مذکور ہے
چنانچہ اپنے مقام پر گذرا ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ظاہر مین چاک کرنا آپ کے سینۂ مبارک کا معنوی
شرح صدر کا نمونہ ہے کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اس شرح صدر ظاہری کے مکرر ہونے کی وجہ بھی
اس قصّے کے بیان مین ذکر کی گئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہے اور پہلی نعمت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے
تھی کہ سینۂ مبارک کو اس قدر کشادہ کردیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجایش اسمین ہوسکے اسیواسطے اس سورت
کے اول مین اسی نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا ہے کہ بموجب قول نَفْیُ النَّفْیِ اِثْبَاتٌ یعنے نہین
کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہے تو یہہ نفی بھی اثبات کو مفید ہوئی یعنے لَمْ نَشْرَحْ صیغہ نفی کا ہے جب اسپر
ہمزہ استفہام انکاری کا لائے تو پہلی نفی کی نفی ہوگئی یعنے کیا نہین کھولا ہمنے سینہ تیرا بلکہ بے شک کھولا ہے
اور یہی مطلب ہے اور اسکے بعد دو نعمتین دوسری جو اسی نعمت کی تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لاتے ہین
ان دونون مین سے ایک یہہ ہے وَوَضَعْنَا اور اُتار لیا اور دور کیا ہم نے اس حوصلے کی کشادگی کے سبب سے
عَنْكَ وِزْرَكَ تجھسے تیرا بوجھ اس واسطے کہ جو کچھ کہ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہے سو اپنی جبلت
اور پیدایش کے موافق اسکے حاصل کرنے کو رغبت کرتا ہے اور جب اسکے حوصلہ اسکا بوجھ نہین اٹھا
سکتے ہین تو وہ چیز اسپر بھاری ہوجاتی ہے جیسے کوئی بڑا ہمت والا سرداری اور بادشاہی اپنے
واسطے موافق اپنی استعداد کے خواہش کرتا ہے لیکن بغیر بہت مال خرچ کرنے کے اور بغیر فوج جمع کرنیکے

اور بغیر بڑی محنتین بدنی کھینچنے کے اور بغیر بڑے بڑے رنج روحانی اٹھانے کے یہہ بات حاصل نہین ہوسکتی
ہے لاچار اسکے دل پر بھاری پڑتی ہے پھر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو ہر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف
چیزین اسکے مزاحم ہونگی اور پیش آوینگی تو اسکے سبب سے اسکا دل تنگ اور خفا نہوگا اور اس بوجھ کا اثر جلدی
اسکے دل سے دور ہوجائیگا اور اسکے دلکو نہایت سبکی اور آسانی حاصل ہوگی اَلَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ وہ بوجھ
جسنے ٹیڑھی کردی تھی اور ٹوٹنے کے قریب کردی تھی پیٹھ تیری اس واسطے کہ تیری ہمت چاہتی تھی کہ ان
سب کمالون کو حاصل کرے اور نفسانی تشویشات کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تھا پھر جب ہمنے تیرے حوصلہ کو
کشادہ کردیا تو یے سب تشویشین تجھپر آسان ہوگئین اور اکثر مفسرین کی فکر اس وزر کے بیان مین ادھر ادھر
گئی ہے بات کی حقیقت کو نہین پہنچی چنانچہ بعضون نے کہا ہے کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تھا اور مدینے مین
پہنچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم کافرون کی شرارت اور ستمگاری کا تھا اور حقتعالے
کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم دین حنیفی اور اسکے حکمونکے
نباہنے کا تھا سو قرآن کے نازل کرنے سے اور شریعت کے حکمون کے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور
بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم امت کا تھا سو شفاعت کے مقام کے دینے سے اس غم کو کھو دیا اور بعضون نے
کہا ہے کہ وہ رسالت کی بار برداری کا غم تھا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہنچا دینے سے نیست اور نابود
کردیا جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت عمر فاروق رضہ اور حضرت عثمان ذی النورین رضہ اور حضرت مرتضی علی رضی
اللہ عنہم اجمعین بہر حال کچھ ان بزرگوارون نے ذکر کیا ہے ایک قطرہ ہے اسی دریا سے اور ایک پرچہ ہے اسی
طومار سے اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کی یہہ ہے کہ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ
اور بلند کیا ہمنے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے جب اس مرتبون کے کمالون کی جمعیت تجھکو حاصل ہوئی یعنے الوہیت
کے مرتبے کا ظل اور سایہ ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حقتعالی کے ذکر کے
ساتھ کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہین کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے یا کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہے
یعنے اسکی تابعداری واجب ہے اور اسی پر دوسری باتین قیاس کرلیا چاہیئے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایکروز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میری ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہے

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمھارے ذکر کو حق تعالی نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہے اذان مین اور تکبیر مین اور التحیات مین اور خطبہ مین اور کلمہ طیب مین اور کلمہ شہادتین اور تابعداری کے کام مین جیسے کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور گناہ کی حرمت مین جیسے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اب جاننا چاہیئے کہ جس جگہہ ذکر حق تعالے کا ہے اس جگہہ رسول کا بھی ذکر ہے مگر تین جاے پہلے اذان کے آخر مین کہ فقط لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا ہے دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط الحمد للہ کہا جاتا ہے تیسرے ذبح کیوقت کہ فقط بسم اللہ کہا جاتا ہے اور اس جگہہ پر رسول کا نام نہ لینے کی ایک وجہہ ہے کہ اپنے مقام پر ذکر کی جاویگی اور جب تینون نعمتون کو جو اصلی اور فرعی تھین بیان فرمایا تو وہ خصوصیت جو سارے انبیاؤن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہین کہ یے سب اس صبر کی برکت سے ہین جو سختیون پر تمنے کیا اور ہماری راہ مین رنج اٹھایا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پھر تحقیق ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے جو جو درگاہ الٰہی سے ہین اس سختی مین نصیب ہوتی ہے اور اس آسانی سے مراد اس سختی کے بوجھ اٹھانیکی طاقت دینا ہے جسکے سبب سے وہ سختی آسان ہو جاوے یعنے اگر اس مصیبت گذر جانے کے بعد یا پہلے اسکے اس سختی کو یاد کرین تو اسکے اٹھانے کی طاقت اپنے مین نہ پاوین سو کمالات کے حاصل کرنے مین اس قسم کی آسانیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب سے عنایت ہوئی تھین تاکہ آپ کے دل کو تنگی اور کدورت حاصل نہو اور ہر کمال کی تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرح کے انجام کو پہنچاوین اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا تحقیق اس مشکل کے ساتھ آسانی دوسری بھی ہے اور دوسری آسانی مرتبون اور درجون کی بلندی ہے اسواسطے مصیبت مین صبر کرنا اگر حق تعالی کی رضا کے واسطے ہے تو حقتعالی کی درگاہ مین مرتبون اور درجون کی بلندی کا سبب ہے اور اگر بندون کے واسطے ہے تو اس بندے پر اپنی خدمت اور مشقت کا حق ثابت کرنیکا سبب ہے کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکھکے وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان ہو جاتی ہے چنانچہ یہہ معاملہ دنیاداروں مین مجرب اور آزمودہ ہے کہ دنیا کے مرتبے اور جاہ کے واسطے سر تک دینے مین بھی آہ نہین کرتے ہین اور اس تقریر پر وہ اعتراض جو اس مقام پر مشہور ہے وارد نہین ہوتی اور وہ یہہ ہے کہ مع کا لفظ عرب کی لغت مین ملنے اور ساتھ ہونے کے معنون مین ہے تو چاہیئے کہ تنگی

اور فراخی کا زمانہ ایک ہی ہو اور یہہ ممکن نہین ہی اسواسطے کہ دو ضدون کا جمع ہونا ایک زمانے مین لازم
آتا ہی وَالضِّدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ یعنے دو ضدین آپس مین اکٹھے نہین ہو سکتی اس جواب کی توضیح علما کے
قاعدون کے موافق یہہ ہی کہ دو ضدین کا جمع ہونا جدے جدے اعتبارون سے ہو سکتا ہی جیسے کہتے ہین
مسافر کو روزہ رکھنا اگرچہ مشقت ہی لیکن مسلمانون کی موافقت اور ہمراہی کے سبب سے آسان ہو جاتا ہی
اور مصیبت والے کو اگرچہ دکھ ہی لیکن ثواب کا پانا اور اللہ تعالے کی خوشنودی کو پہنچنا آسانی ہی اور افلاس
تنگدستی اگرچہ فقیر کو دنیا کی مشقت کا سبب ہی لیکن آخرت کے حساب و کتاب سے نجات پانا اور چورون اور
بٹمارون سے دہشت نہونا اور ظالم حاکمون کے تاوان لینے سے بچنا کمال آسانی ہی تو ہو سکتا ہی
کہ ایک چیز ایک ہی زمانے مین ایک اعتبار سے مصیبت ہو اور دوسرے اعتبار سے آسانی ہو اور
بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مع کا لفظ لغت مین اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کے واسطے ہی لیکن جو ایک کے بعد ایک
چیز کہ جلدی سی حاصل ہوتی ہی تو اس نزدیکی کو بھی ملنا بولتے ہین اور مع لفظ کو وہان استعمال کرتے ہین اور یہہ
مقام بھی اسی قسم کا ہی اسواسطے کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور دور دراز ہو لیکن جو آخرت دنیا سے بہت متصل
ہی تو گویا جدائی نہین ہی اور دنیا سے ملی ہوئی ہی اور اس آیت کے مکرر لانے کی دو وجہین ہین پہلی
وجہہ یہہ ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد
ہنستے ہنستے گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ خوش ہو کہ حق تعالی نے دنیا کی ہر سختی
کے بعد دو آسانی کا وعدہ فرمایا ہی ایک آسانی دنیا مین اور ایک آخرت مین چنانچہ بعضے ذی فنون
نے اس بیت مین اسی مضمون سے اشارہ کیا ہی ؎ اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰى فَفَكِّرْ فِىْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ اِذَا فَكَّرْتَهُ فَافْرَحْ یعنے جب ہجوم کرین تجھپر بلائین تو غور او فکر کر الم نشرح کے
مضمون مین اسواسطے کہ ایک سختی دو آسانیون مین واقع ہوئی ہی پھر جب تو اس مضمون کو غور کریگا تو
خوشیان کر اور شادیان کر پھر سی بھی سختی رہنے والی نہین ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ لَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ
يُسْرَيْنِ یعنے ایک سختی دو آسانیون پر غلبہ نہ کر سکیگی اور کسی کے دل مین یہہ شبہہ گذرے کہ جسطرح یسر دوبار مذکور
ہی اسیطرح عسر بھی دو جاے پر مذکور ہی پھر عسر کی وحدت اور یسر کا تعدد کہان سے بوجھا گیا اسکا جواب یہہ ہی

کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب نکرے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ جدائی کو چاہتا ہے
اور دونون کے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہے
اور دونون کا مضمون ایک ہوتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی
فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ یعنے الرسول کی لفظ معرفہ ہے نکرے کے بعد یعنے رسولا کے بعد آئی ہے اور دونون لفظون سے
مراد ایک ہی رسول ہے اسیطرح جاءنی رجلٌ رجلٌ طال رجل مین بھی ظاہر ہے کہ نکرے کے بعد نکرہ
آیا ہے اور دونون سے علحدہ علحدہ رجل مراد ہین تو یہان پر عسر کو دو مرتبے معرفہ لائے لیکن دونون
ایک ہین اور یسر کو دونون جاشے پر نکرہ لائے تو دو یسر بوجھے گئے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ یہہ تکرار
تاکید کے واسطے ہے اس واسطے کہ مصیبت مین امید آسانی کی منقطع ہو جاتی ہے تو اس مقام مین
گمان اسباب کا تھا کہ مصیبت مین پھنسے ہوؤن کو شاید حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین
نہ ہوا اسواسطے آسانی کی تاکید لانے کی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی
نعمتون کے شمار اور یاد دہی سے فراغت پائی تو ان نعمتون کا شکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
طلب فرماتے ہین کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ پھر جب تو فارغ ہو ہر مرتبے اور ہر منصب کے حق کے ادا کرنے سے
وسے مرتبے اور منصب جو تجکو دیے ہین ہم نے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور خلافت
کبریٰ اور قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سوائے انکے جو ہین پھر رنج کھینچ اور محنت کر
اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہین وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر اور دل لگا ایسا
پروردگار جسنے تجھ کو کس کس طرح سے پرورش کیا اور ایسے کمال کو پہنچایا کہ کسیکو بنی آدم سے میسر نہین
ہوا اور سوائے اسکے کسی کو اپنی نظر مین جگہہ مت دے اور بعضے مفسرون نے اسکے معنے یون کہے ہین کہ جب فرض
نماز سے فارغ ہو تو دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاؤ اور بعضون نے کہا ہے کہ جب التحیات کے پڑھنے سے
فارغ ہو تو اپنی دنیا اور آخرت کیواسطے دعا کر اب یہان پر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقف کار
ذکر کرتے ہین وہ یہہ ہے کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغے سے اور اسکے معطوفونکو جیسے وضعنا اور رفعنا کو
ماضی کے صیغے سے کس واسطے ذکر کیا ہے سو اس کا جواب عین تفسیر مین اشارہ کیا گیا ہے کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہے

بلکہ سب نعمتون کی جڑ ہی تو ہمزہ استفہام انکاری کا اسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغے سے ذکر کیا تا کہ شرح صدر کے تجدد اور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتین ہین اور پچھلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی اسواسطے انکو ایسے صیغے سے ذکر کیا جو استمرار پر دلالت نکرے اور اس ترکیب مین اسبات کی طرف بھی اشارہ ہی کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سے بھی فراغت پائی ہمنے یعنے جب شرح صدر کا کیا تو وضع اور رفع دونون عمل مین آچکے اور ہو چکے اسواسطے کہ وضع اور رفع اسی شرح صدر کا ثمرہ ہی اور اسیکا پھل واللہ اعلم

سورۃ والتین

یہہ سورت مکی ہی اس مین آٹھ آیتین اور چونتیس کلمے اور ڈیڑ سو حرف ہین اور اس سورت کا نام سورۂ تین اس واسطے رکھا ہی کہ تین عرب کی لغت مین انجیر کے پھل کو کہتے ہین اور انجیر فائدہ بخشنے اور خوبیون مین سب میوون سے جامع ہی جیسے آدمی کا بدن سب بدنون سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے متحقق فیضان روح کا ہوا چنانچہ جامع کمالات کا ہی پس مشابہ ہوا قرآن کی لفظون کے ساتھ جو جامع ہی بہت سے اسرارون کی اور اس سورت مین ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنے آخرت کا نہایت تاکید کے ساتھ منظور ہی اسیواسطے اس سورت کی ابتدا مین چار قسمین کھائین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی اور انجیر دوسرے میوون کی بہ نسبت دو خصوصیت رکھتا ہی ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت باطنی سو ظاہری خصوصیت یہہ ہی کہ غذا بھی ہی اور دوا بھی اور میوہ بھی ہی اسیواسطے کہ وہ ایک چیز ہی لطیف سریع الہضم ملین طبع اور سڑے مواد کو بدن کے اندر سے پسینے کے ذریعہ نکال دیتا ہی اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہی اور بلغم کو تحلیل کرتا ہی اور گردے اور مثانے کو سنگریزے سے پاک کر دیتا ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور مسام کو کھول دیتا ہی اور دفع کرنیمین کبد اور طحال کے سددونکے بے نظیر ہی اور ایک عجائبات سے اس میوے کے یہہ ہی کہ سب کھانے مین آتا ہی کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہین رکھتا اور کی طرح بالکل مغز ہی ہی نہ ایسا چھلکا رکھتا ہی کہ کھانے مین نہ آوے نہ گٹھلی رکھتا ہی کہ پھینکی جاوے

یعنی مضمون کا بیان ۱۲

اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک طباق بھرا ہوا انجیر کا بطور ہدیے کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ انمین سے نوش فرمائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ارشاد فرمایا کہ کھاؤ کیونکہ یہہ میوہ گٹھلی نہین رکھتا اور بہشت کے میوے بھی ایسے ہی ہین سو اسکو کھاؤ کہ بواسیر کے مادیکو دفع کرتا ہے اور نقرس کے درد کو نہایت مفید ہے اور حضرت امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیشہ انجیر کھانا گندہ دہنی کو دفع کرتا ہے اور سر کے بالون کو بڑھاتا ہے اور فالج سے امن دیتا ہے اور عجائبات سے اس میوے کے ایک یہہ ہے کہ برابر ایک لقمے کے بنا ہے نہ چھوٹا نہ بڑا تاکہ کھانے والیکو کسیطرح کی محنت اور مشقت نہو اور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین ہین سو ان مین سے ایک یہہ ہے کہ یہہ میوہ کمال والون سے نہایت مشابہت رکھتا ہے کہ ظاہر اور باطن اسکا ایکسان اسواسطے کہ نہ گٹھلی رکھتا ہے نہ چھلکا بخلاف اور میوون کے کہ باہر کا ان کے کھانے کے لایق ہے اور اندر کا پھینک دینے کے قابل ہے دوسرے یہہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہے کہ اپنے کمال کو قبل دعوے کے ظاہر کرتا ہے یعنے اوّل پھلتا ہے اور پیچھے پھولتا ہے بخلاف دوسرے درختون کے کہ اوّل اُن کے پھول پتّے نکلتے ہین پھر پیچھے سے میوہ ظاہر ہوتا ہے گویا کہ یہہ درخت صفت ایثار کی رکھتا ہے کہ اوّل غیر کو فایدہ پہنچاتا ہے بعد اسکے اپنی آراستگی اور فایدے کی تدبیر کرتا ہے اور دوسرے درخت معاملہ لوگون کی طرح سے ہین کہ اوّل اپنا بھلا کر لیتے ہین اسکے بعد اورونکو فائدہ پہنچاتے ہین اور ایک یہہ بھی ہے کہ جس قدر فیض یہہ میوہ رکھتا ہے دوسرے میوون مین نہین ہے وہ یہہ ہے کہ ایک سال مین کئی بار پھلتا ہے : در باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی مناسبت ہے انسان سے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی بہشت مین بسبب تقصیر ہو جانیکے بہشتی پوشاک اتاری گئی اور ننگے رہ گئے تو گھبرا کر جس درخت کے نزدیک جاتے کہ اسکے پتے لے کر اپنا تن ڈھانکین وہ درخت اونچا ہو جاتا اور پتے ان کو نہ دیتا اور جب انجیر کے درخت کے پاس گئے تو یہہ اونچا نہوا تب انھون نے اسکے بہت سے پتے توڑ کر اپنی شرمگاہ کو چھپایا اور بعضے کسان لوگ یعنے کھیتی کرنے والے کہتے ہین کہ کامل جھاڑ وہ ہے کہ جس مین دس چیزین موجود ہون جڑ اور ڈالیان اور پتے اور پھول اور میوہ اور گٹھلی اور گوندہ اور چھال اور چھلکا اور شیرہ جیسے کھجور کا درخت کہ یہ سب چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان دس

چیزون سے کم ہووین وہ درخت ناقص ہے بس انجیر گٹھلی نہین رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ ناقص ہو سو جواب اسکا
یہہ ہے کہ یہہ نقصان عین کمال ہے کیونکہ گٹھلی کچھ کھانے کی چیز نہین ہے پھینک دینے کی چیز ہے بس ہونے سے اسکے نہ ہونا
بہتر ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ جناب باری نے اس کی جمعیت پر یعنے سب میوون کی خوبیان اسمین موجود
ہین اور فوائد اور بے ضرری پر نظر فرماکر اسکی قسم کھائی ہے اور اسکی مناسبت کو جو انسان کی جامعیت کے
ساتھہ رکھتا ہے رعایت فرمائی ہے وَالزَّيْتُونِ اور قسم کھائی ہے زیتون کے درخت کی کہ پھل کو بھی اسکے
زیتون کہتے ہین اور یہہ بھی جامع ہے بہت سے فائدون کو ظاہر مین بھی اور باطن مین بھی پھر وہ جو ظاہر کے فائدے
ہین ان مین سے ایک یہہ ہے کہ جب پھل کو اس کے سرکے مین اچار بناکر استعمال کرتے ہین تو معدہ
کو قوت دیتا ہے اور بھوکھہ کو بڑھاتا ہے اور زیتون کا پختہ پھل کھانے سے بخوبی سیری حاصل
ہوتی ہے اور بدن کو موٹا کرتا ہے اور قوت باہ کو بڑھاتا ہے اور اگر زیتون کی گٹھلی کا مغز چربی اور آٹے
مین ملاکر کوڑھی کے بدن پر ملین تو کوڑھ دفع ہوجاتا ہے اور زیتون کے شیرہ کا شافہ عورت کے بچہ دان کا
بہنا موقوف کردیتا ہے اور جس نمک پانی مین کہ زیتون کے پھل ڈالے ہون اگر اسکی کلی کرین تو دانتون کی
جڑون کو مضبوط کرتا ہے اور جو کچھ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بھی ہے اور میوہ بھی ہے اور دوا بھی ہے
وہی فائدے زیتون مین بھی موجود ہین کچھ زیادتی کے ساتھہ اور دوسرے فائدے یہہ ہین کہ زیتون کا سالہا سال تک
فائدہ باقی رہتا ہے اسطور سے کہ جس قدر کہ اسمین سے کچھ جھڑتے ہین اسکا تیل بنتا ہے اور اسکو زیت الانفاق
کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانے کے کام آتا ہے اور روشنی اسکی نہایت صاف اور لطیف ہوتی ہے
دوسرے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پک جاتا ہے تو اسکا بھی تیل نکالتے ہین اسکو زیت الطیب
کہتے ہین کہ خوشبودار ہوتا ہے اور فائدہ بخشنے مین بے نظیر ہے اور قولنج کے دفع کرنے کے واسطے
اور سدہ کھولنے اور اسہال کے واسطے خاصیت ارنڈی کے تیل کی رکھتا ہے اور ملنے مین اور لیپ کرنے مین
روغن گل کے مانند ہے اور شری اور حمرہ اور قوبا اور صداع اور بالون کی سیاہی اور درد نقرس اور وجع
مفاصل اور سبل اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکون مین پہنچتی ہے بہت مفید ہے اور اگر بچھو کے کاٹے پر لگائے تو
بہت فائدہ کرتا ہے اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین ان مین سے ایک یہہ ہے کہ جب اسکا تیل بنتا ہے تو نکال

اور چمک پیدا کرتا ہے اور اس سبب سے یعنے باطنی خصوصیت سے کھاوالون کے ساتھ نہایت مناسبت
رکھتا ہے یعنے وے بھی اپنی حیات کے پھل کو ریاضت کے گھر مین گلاکر وسکے لطیف کرنیمین کوشش اور جانفشانی
کرکے نہایت نرمی اور لطافت پیدا کرتے ہین چنانچہ ان کے باطن کو اس سبب سے بڑی نورانیت اور روشنی حاصل ہوتی
ہے اور تیل اسکا دہوین کی سیاہی سے پاک ہوتا ہے ارواح کاملہ کی نورانیت کے مانند بخلاف دوسرے تیلون کے کہ باطل
ریاضت کرنیوالون کی طرح دہونکی سیاہی سے ملے ہوتے ہین اور یہہ بھی ہے کہ فکر اور استدلال والون سے بھی کمال مناسبت
رکھتا ہے جو معلومات کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈالکر گلاتے اور اولٹتے ہین تا کہ روشنی اور چمک پیدا کرکے اور چیزونکی
حقیقت دریافت کرنیمین چراغ کی روشنی کی طرح کام مین لاوین اور یہہ بھی ہے کہ کمال مناسبت رکھتا ہے
قرآن کے لفظون سے کہ جب اسکے معنون کو لفظون کی آمیزش سے علحدہ کرین تو حقایق الٰہی کے نور کی تابش اور روشنی
دکھاتے ہین اور یہہ بھی ہے کہ کوئی درخت دنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکھتا جتنی کہ یہہ درخت رکھتا ہے چنانچہ فلسطین
جو شام کی اقلیم مین ایک شہر مشہور و معروف ہے وہان زیتون کے درخت یونانیون کے ہاتھ کے لگائے ہوئے
اب تک موجود ہین اور وے لوگ سکندر کے زمانہ مین اس ملک کی طرف آئے تھے تو اس حساب سے ان
درختون کی عمر آج کی تاریخ تک دو ہزار برس کی قریب ہوئی ہے اور یہہ بھی ہے کہ بہت پیدایش کی جگہہ اس
درخت کی شام کا ملک ہے جو انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی جگہہ ہے اور یہہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ
السلام نے اس درخت کے لئے برکت کی دعا کی ہے اور یہہ بھی ہے کہ قرآن مجید مین اس درخت کا نام شجرہ مبارکہ
فرمایا ہے اور یہہ بھی ہے کہ اہل تعبیر نے لکھا ہے کہ جو کوئی خواب مین دیکھے کہ زیتون کے پتے وہ ہاتھ مین
لئے ہے تو اسکو خوشخبری ہے کہ عروۃ الوثقیٰ یعنے شریعت کی سیدھی راہ اسکے ہاتھ آوے گی اور ایک مریض نے
ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو رئیس المعبرین تھے آکر کہا ہے کہ مجھکو خواب مین بتایا ہے کہ دو نون لا مین
سے کھا ابن سیرین نے کہا کہ زیتون کے پھل کھا کہ اسکے حق مین قرآن شریف مین لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ وارد
ہوا ہے اور حدیث شریف مین ہے كُلُوا مِنَ الزَّيْتِ وَادَّهِنُوا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ
یعنے کھاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو اسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اس قسم
مین ترقی واقع ہوئی ہے پہلی قسم کی نسبت سے یعنے پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تھا جو ظاہری فائدے رکھتا ہے

بغیر باطن کی نورانیت کے اور اس قسم مین زیتون کو یاد فرمایا جو ظاہری فائدون کے ساتھ باطن کی نورانیت
بھی رکھتا ہے تو انسان کے کمال سے اسکو مناسبت زیادہ ہے وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ اور قسم ہے جھاڑون
والے پہاڑ کی سمجھا چاہیئے کہ طور لغت مین پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہین ایک جھاڑ والے جنمین سے
چشمے جاری ہوتے ہین اور بسبب اس پانی کے طرح طرح کے جھاڑ اُن مین اُگتے ہین جیسے اخروٹ اور چرونجی
اور انجیر اور زیتون اور دوسرے بڑے بڑے درخت جیسے سال اور ساگوان خودرو اور دوائین جیسے عقرقرہا
وغیرہ اور مصالح گرم جیسے لونگ ایلاچی وغیرہ اور جدوار یعنے نربسی اور زہر اور لاکھون بوٹیان
نقصان کرنیوالی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکرے نہایت
بڑے بڑے اور ہرن جنمین سے مشک نکلتا ہے اور مرغ زرین اور ان کے سوائے دوسرے بہت جانور
عجیب اور غریب وہان پیدا ہوتے ہین اور معدنون کی قسم سے جیسے بلور اور یشب اور بہت سی چیزین اسی
قسم کی اس مین پیدا ہوتی ہین پس جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت عالی مرتبے مین ہے کہ نباتات بھی اس مین موجود
ہین اور حیوانات بھی اور ارواح جناتی بھی مثل دیو پری وغیرہ کے ایسے پہاڑونمین بہت ہوتے ہین اور ان چیزونکے فائدے کی
امید پر بہت سے آدمی بھی وہان رہتے ہین پس ایسا پہاڑ قدرت الٰہی کا نمونہ ہے جو ایسے عجائبات کا مجمع ہو رہا ہے
جسکا عشر عشیر دوسری جاے پر نہین ہوتا لیکن باوجود اس جمعیت کے تجلی الٰہی سے خالی ہے پھر جب ایسے پہاڑ مین تجلی الٰہی
بھی پائی گئی تو جامعیت کامل اسکے واسطے حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ جھاڑون والا ایک پہاڑ ہے شام مین
اور مصر کی راہ مین جسکو کوہ فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس پہاڑ پر تجلی
الٰہی سے سرفراز ہوئے اور آواز اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کا ان کے کان مین پہنچا اور کلیمی کا مرتبہ اسی پہاڑ
پر ان کو حاصل ہوا پھر بعد اس قصے کے بھی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مین مناجاتین
کی ہین اور چلے کھینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بھی جناب الٰہی سے اسی پہاڑ پر ان کو عنایت
ہوئی تھین پس وہ پہاڑ باوجود ظاہری جمعیت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحی اسرارون کا اور
ان کی عبادت کے نورون کا بھی جمع کرنے والا ہوا اور جس نور اور اسرار الٰہی نے اس پہاڑ مین تجلی فرمائی تھی
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کیا تھا اس قدر اس جگہہ پر اثر اسکا مستقیم اور باقی رہا کہ علیٰ مرّ الدھور والا

یعنے قرنون اور زمانون تک قرب حاصل کرنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابعدارون کے اور احکام شرعی
کے امداد ہونے مین کافی ہوا بس ابتدا اور انتہا انوار موسوی کی جس سے تمام بنی اسرائیل نورانی اور آراستہ
ہوئے وہی مبارک پہاڑ تھا اسیواسطے اس قسم مین دوسری قسم سے بھی ترقی فرمائی یعنے جو نور زیتون مین ہے
وہ نور عنصری ہے اور جس نور نے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی اور اسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا وہ نور الٓہی تھا کہ علیٰ ممرّ
الدھور والایام تاثیر اسکی باقی رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کے جھاڑ کو ابدالآباد
تک اسی سے ترو تازہ رکھا اور دوسرے خشک پہاڑ جنمین پانی نہ جھاڑ سو وے مرے آدمی کے جسم کی مانند
ہین کہ ظاہر مین آدمی نظر آتا ہے اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت نہین رکھتا اسواسطے قابل قسم کے نہیے
سو اس سے احتراز کے واسطے لفظ سینین کا فرمایا ہرچند اصل لغت مین طور سینین ہریالی والے پہاڑ کو بولتے
ہین لیکن عرف مین یہہ لفظ خاص اسی پہاڑ کے واسطے ہے جسپر حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی الٓہی سے مشرف ہوئے تھے
اور لفظ سینین کا نبط کی لغت ہے جو شام کی اقلیم کے کھیتی کرنے والے ہین اور اس لفظ کو عرب کے لوگ کئی
طرح کے تصرف سے استعمال کرتے ہین کبھی سینین کہتے ہین کبھی سینا چنانچہ سورۂ قد افلح مین واقع ہے اور کبھی سینا
سین کے زیر کے ساتھہ چنانچہ ابوعمر اور نافع اور ابن کثیر پڑھتے ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد تین سے اصحاب کہف کی مسجد ہے اسواسطے کہ اسکے گرد انجیر
کے جھاڑ بہت ہین اور مراد زیتون سے بیت المقدس کی مسجد ہے اسواسطے کہ اگرد اگرد اسکے زیتون کے درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ زیتون سے مراد زیتا
کا پہاڑ ہے جو بیت المقدس سے مشرق کی طرف واقع ہے اور مسجد اقصیٰ سے بلند ہے اور حدیث شریف
مین آیا ہے کہ جب ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جو ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ہین بیت المقدس کو تشریف لے گئین اور مسجد اقصیٰ مین نماز پڑھکر فارغ ہوئین تو مسجد سے
نکلکر طور زیتا پر تشریف فرما ہوئین اور وہان پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے پر کھڑے ہوکر ارشاد
کیا کہ اسی جگہہ سے لوگ قیامت کے دن متفرق ہونگے کچھہ بہشت کو جاوینگے اور کچھہ دوزخ کو اور یہہ وہی پہاڑ
ہے جہان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لیگئے ہین اور اس مکان کی نصاریٰ بہت تعظیم کرتے ہین اور
اس پہاڑ کے سر پر ایک فرنگن نے جسکا نام ہیلانہ تھا ایک کنیسہ بنایا تھا اور اسکے اندر ایک قبہ
بنایا تھا اسکو مصعد عیسیٰ علیہ السلام کہتے تھے یعنے عیسیٰ علیہ السلام کے چڑھنے کی جگہہ

رفتہ رفتہ وہ کنیسا ڈھ گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ مین خرنوب نبطی کا درخت ہے قریب اُسکے ایک مسجد بنائی ہے
اور اس مسجد کے پائین مین ایک غار ہے صاف بہت لوگ اس مکان کی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اس
درخت کو خرنوبیہ العشری کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فرنگیون کے ہاتھ سے فتح کر لیا تب
تمام زمین طور زیتا کی شیخ احمد حکاری اور شیخ علی حکاری کو بالمناصفہ یعنے برابر تقسیم کرکے وقف کردی
اور یہہ قصہ سترہوین ذی حجہ کی سال پانچسو چوراسی مین واقع ہوا اور وہ زمین اب تک اُن
دونون شیخون کی اولاد کے ہاتھ مین ہے پس اس سورت مین اول اُس جگہہ کی قسم کھائی جو
اصحاب کہف کے ولایت کے انوار کی جائے ہے اور وے لوگ پہلے گروہ ہین اولیاؤنکے جو
فنا کی راہ چلے ہین بعد اسکے انوار نبوت عیسوی کی جائے کی قسم یاد فرمائی بعد اسکے انوار
موسوی کی جائے کی قسم کھائی بعد اُسکے فرماتے ہین وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور اُس
شہر امانت والے کی یا امن والے کی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ ہے کہ جامعیت مین نہایت کو
پہنچا ہے اس لئے کہ ہر شہر قسم قسم کے لوگون کو جیسے سپاہی اور سوداگر اور پیشے والے اور غنی اور فقیر اور عورت
اور مرد اور سوا اُسکے اور قسم قسم کے چیزون کو جامع ہوتا ہے جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات متبرک اور
مقام شہدا اور قبور اولیا اور انبیا اور عبادت خانے اور مسجدین ان مین ہوتی ہین اور طرح طرح کی بوٹیان اور قسم قسم کے
جانور پرند اور چرند ہمین پرورش پاتے ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنے خدا کا گھر جو ہمیشہ تجلی الٰہی کے اترنے کی
جگہہ ہوا اور سب مخلوق کی عبادت کا قبلہ ہو نہین سکتا ہے مگر اسی ایک شہر مین یعنے مکہ معظمہ مین کہ یہہ بزرگی بھی
اسکو نصیب ہوئی ہے اور اس سبب سے اسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی اور ان سب وصفون کے ساتھہ پیدا
ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ہے پس جامع ہے وحی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اسرار کا چنانچہ اس جناب کی نبوت اور ولایت سبکے نور سمین ظاہر اور باطن ہین اور وہ نبوت اور ولایت
نہایت جامع ہے دوسری نبوتون اور ولایتون سے پس اس قسم مین بڑی ترقی ہوگئی جمعیت کی اگلی قسمونکی
بہ نسبت گویا کہ ایسی جمعیت ہے کہ سب عالم اسفل کے اور عالم اعلی کے اسرارون کو اور بھیدون کو
اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور خلق اور خلق مین رلا ملا دیا ہے اور مکہ معظمہ ایک شہر ہے جسکا لنباؤ

زیادہ مطابق

زیادہ ہی چوڑا اوسے اور پہاڑ گرداگرد اسکے قلعے کے مانند واقع ہوئے ہین اور ان پہاڑون کے ہونیکے ساتھ
بعضے طرف دیوار شہرپناہ کے طور پر ہی چنانچہ جو دیوار کہ مشرق کیطرف ہی وہ باب معلاکی دیوار مشہور
ہی اور معلا مقبرہ شریف اس شہر کا ہی اور جو دیوار کہ مغرب کیطرف اور کچھ شمال کی طرف مقابل مدینہ مقدسہ
نبویہ کے ہی اسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہین اور جو دیوار کہ یمن کی طرف ہی اسکو سور باب الیمن اور سور باب
الماجن بھی کہتے ہین اور تعمیر ان دیوارون کی سنہ ۸۱۶ آٹھ سو سولہ مین بموجب حکم وہان کے شریف کے جسکا نام
سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی اور طول اور عرض اس شہر کا باب معلا سے باب ماجن تک چار ہزار چار سو
بہتر گز ہی اور باب معلا سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی ہی مگر دو سو بیس گز زیادہ ہی اور گرداگرد اسکے دو پہاڑ
ہین ایک ابو قبیس کہتے ہین اور دوسرے کو جو مقابل ابو قبیس کے ہی قعیقعان کہتے ہین اور اسکا پتھر سرخ
رنگ کا ہی اور ان دونون پہاڑون کو اخشبین مکہ کہتے ہین ابو قبیس کو اخشب شرقی اور قعیقعان کو اخشب
غربی کہتے ہین اور مکہ معظمہ مین عمارتین پختہ اور بہت چشمے اور چشمہ دار کوئے اور وقفی حوض اور حمام بہت
سے ہین چنانچہ فاکہی کے زمانے مین جو اس مقام کا مورخ ہی سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم
ٹھہرایا ہی ایک معلات ایک مسفلہ سو دار الخیزران جو کوہ صفا کے داہنے طرف ہی مکہ معظمہ کے معلات کی حد ہے
اور دار العجل جو بائین طرف مکہ معظمہ ہی انتہائی حد مسفلہ کی ہی اور یہہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت مین داخل ہی
اور یہہ ولایت درمیان مین شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہی اور اس ولایت مین کئی شہر داخل ہین چنانچہ
چنانچہ ایک ان مین سے یہی شہر ہی اور ایک مدینہ منورہ اور ایک یمامہ اور بہت پرگنے ان تینون شہرون کے
ساتھہ تعلق رکھتے ہین اور عمل مکہ معظمہ کا بعضے طرف سے دس منزل ہی خصوصاً جو سرحد کہ یمن کی طرف واقع
ہی اور اسکو ضنکان کہتے ہین وہ مکہ معظمہ سے دس روز کی راہ ہی اور بعضے طرف سے کم ہی جیسے مدینہ منورہ
کی طرف کہ اس طرف کی حد ایک گانون ہی جسکو اخبانوہ بن صیفی کہتے ہین اور وہ گانون درمیان عسفان اور مکہ
کے ڈیڑھ منزل پر ہی اور عراق کی طرف ایک گانون ہی جسکو عمیر کہتے ہین وہ بھی اسی قدر ہی اور گرداگرد مکہ معظمہ
کی حد حرم کی ہی وہان شکار کرنا اور درخت کاٹنا درست نہین ہی اور اگر اتفاقاً کسی نے وہان شکار مارا یا جھاڑ کاٹا تو اوسپر
کفارہ آتا ہی اور حرم کی حد مسجد الحرام کے باب بنی شیبہ سے دونو میناروں تک جو جعرانہ کی طرف حرم کی حد پر کھڑے ہین سینتیس ہزار دو سو

مکۂ معظمہ کی حرم کی حد کا بیان

دو سو دس گز ہے اور باب معلا انھین دونون مینارون تک پینتیس ہزار تیراسی [35083] گز ہے اور عراق کی طرف ان دونون مینارون
تک جو براہ پر وادی نخلہ کے بنائے ہین ستائیس ہزار ایک سو باون [27152] گز ہے اور باب معلا سے انھین دونون مینارون تک
پچیس ہزار پچیس [25025] گز ہے اور تنعیم کی طرف سے جو مدینہ منورہ کی سمت کو واقع ہے حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس [12420] گز
ہے اور یمن کی طرف باب ابراہیم کی دیوار سے حرم کی حد کے نشان تک چوبیس ہزار پانچسو نو [24509] گز ہے اور باب المعلا
کی دیوار سے حرم کی حد کی علامت تک اسی طرف کو یعنے یمن کی طرف بائیس ہزار آٹھ سو چھتر [22876] گز ہے اور حساب کی رو سے
حرم کے دور کو سینتیس کوس لکھا ہے واللہ اعلم اور خصوصیات سے حرم کی بہت چیزین ہین جیسے شکاری جانورون کا
نہ وہان شکار کرنا درست ہے اور نہ سایہ اور پانی سے ہانکنا اور نہ درخت اور سبزہ وہان کا کاٹنا اور اکھیڑنا اور نہ
پتے جھاڑنا یہہ سب جایز نہین مگر اذخر اور سنا کو دوا کی ضرورت کے واسطے جایز رکھا ہے اور یہہ بھی ہے کہ اس جگہہ
آدمی گناہ کے ارادہ کرنے سے پکڑا جاتا ہے بخلاف دوسرے مکانون کے اور عبادت اور بندگی وہان کی بہت ثواب
رکھتی ہے چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکھ روزون کے ہے اور ایک درم دینا اس
مکان مبارک مین برابر لاکھ درم دینے کے ہے اور حاکم کی مستدرک مین ابن عباس سے منقول ہے کہ حَسَنَاتُ الْحَرَمِ
كُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ أَلْفِ حَسَنَةٍ یعنے جو نیکی کہ حرم مین کی جاتی ہے برابر لاکھ نیکی کے ہے اور یہہ بھی ہے کہ جو کوئی مکہ معظمہ
مین مریگا شرف اور بزرگی اسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین واقع ہے کہ مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى
فِي الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنے مریگا مکے مین اٹھاویگا اللہ اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والون مین اور یہہ بھی
حدیث شریف مین ابن عمر سے وارد ہے کہ مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ فَكَأَنَّمَا مَاتَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا یعنے جو کوئی مرا مکہ معظمہ مین
تو گویا مرا دنیا کے آسمان پر اور نشانیان عزیب اور عجیب وہان پائی جاتی ہین چنانچہ کوئی درندہ بھیڑیا ہو یا چیتا کسی
جانور کے پیچھے اگر دوڑتا ہے اور وہ جانور جب حرم کی حد مین داخل ہو جاتا ہے تو وہ درندہ پھر اسے نہین چھیڑتا اور ہرگز
حرم مین داخل نہین ہوتا اور بہت لوگون نے حرم کی حد مین ہرنون کو اور درندے جانورون کو ایک جگہہ ملے دیکھا ہے
اور یہہ بھی ہے کہ پرندے جب اڑتے ہوئے بیت اللہ کے قریب آتے ہین تو کچھ ادھر کچھ ادھر پھٹ جاتے ہین اور
خانۂ کعبہ کے اوپر ہرگز نہین جاتے یہہ بات ہمیشہ لوگ دیکھتے ہین اور یہہ بھی ہے کہ پانی زمزم کے کوے کا شب
برات کو جوش کرتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ زمزم کے پانی مین ایک خاصیت ہے کہ اس کے پینے سے

بیماری

سیری حاصل ہوتی ہے جیسے کھانا کھانے سے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ یہہ شہر مبارک بسبب کمال جمعیت کے نہایت عالی مرتبے کو پہنچا ہے اسیواسطے اس سورت مین اسی شہر کی قسم پر ختم فرماکر مطلب کو ارشاد کرتے ہین

کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنے قسم ان چارون چیزون کی اسبات پر ہے کہ مقرر ہمنے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب مین اسواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکھئے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھہ موصوف ہے قد اور قامت مین اور دوسرے اعضا کی خوبی اور برابری مین گردن اس کی نہ بہت لنبی ہے اونٹ کی سی نہ بہت چھوٹی ہے گھوڑے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لنبی جیسے ہاتھی کی ساتھہ دوسرے جانورون کی طرح بے معلوم اسیطرح سب اعضا مین فکر کیا چاہئے اور خوبی اور حسن اور جمال دریافت کیا چاہئے اسیواسطے

امام شافعی کے زمانے مین ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ اِنْ لَّمْ تَکُوْنِیْ اَحْسَنَ مِنَ الْقَمَرِ فَاَنْتِ طَالِقٌ یعنے اگر تو چاند سے اچھی نہو گی تو تجھہ کو مین نے طلاق دی چنانچہ سب علما اسوقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنیکا حکم دیا جب یہہ استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تب انھون نے فرمایا کہ طلاق واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ اسکی عورت انسان ہے اور انسان کے حق مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مین نے اچھی صورت مین اسکو بنایا اگر چاند کی صورت

اُس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم اس کی تعریف مین حق تعالی کیون فرماتا وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ مَا اَنْتَ مَادِحُهَا یَا مَنْ یُّشَبِّهُهَا بِالشَّمْسِ وَالْبَدْرِ لَا بَلْ اَنْتَ هَاجِیْهَا مِنْ اَیْنَ لِلشَّمْسِ خَالٌ فَوْقَ وَجْنَتِهَا وَمَضْحَكٌ مِنْ نِظَامِ الدُّرِّ فِیْهَا مِنْ اَیْنَ لِلْبَدْرِ اَجْفَانٌ مُکَحَّلَةٌ بِالسِّحْرِ وَالْفَتْحِ یَجْرِیْ فِیْ حَوَاشِیْهَا یعنے نہین ہے تو تعریف کرنیوالا اے وہ شخص جو تشبیہہ دیتا ہے انسان کو آفتاب سے اور ماہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنیوالا ہے اس کا کہان ہے آفتاب کے تل رخسارے پر اور ہنسنے مین لڑی موتیون کی منہہ مین اسکے کہان ہے چاند کی پلکین سرمہ والیان جادو بھری اور فتح اور نصرت جاری ہے کنارون مین اسکے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ چاند مین سوائے روشنی اور چمک کے کچھہ اور نہین ہے اور یہہ نسخہ جامع ہے نقاشی کی نزاکتون کا اور طرح طرح کی شکلون کا چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ من ماہ ندیدہ ام کلہ دار من سرو ندیدہ ام قبا پوش یعنے مین نے چاند نہین دیکھا ٹوپی دئے ہوئے اور سرو کو نہین دیکھا مین نے قبا پہنے ہوئے اور اسی سبب سے بھی ہے کہ کوئی صورت دنیا مین عبادتون کثیرہ کے لایق نہین ہے جیسے آدمی کی صورت ہے کہ قیام اور رکوع اور سجود سب اس سے ہوسکتا ہے اور اگر

حسن کا بیان تفصیل سے کے ساتھ کیا جاوے جیسا کہ علم تشریح مین بیان ہے تو اسکو ایک دفتر چاہیئے اسواسطے اس بیان سے خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک رکھنا بہتر ہے اور اگر اسکے باطن کے معنے کو غور کرین تو چار عالم اس نسخہ جامعہ مین لپٹے ہین ایک عالم شہوت کا اور دوسرا عالم غضب کا اور تیسرا عالم وہم کا اور چوتھا عالم خیال کا اور ان چارون عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا یعنے عقل کا مسخر اور تابعدار کیا ہے اور اس حاکم کو شرع کی نورانی مشعل سے آنکھون کی روشنائی بخشی کہ بھلے برے کو اس نور سے پہچان لے پھر جب حکم اس حاکم کا ان چارون عالم پر غالب ہوتا ہے تو آدمی بہتیرے ہنر کے کمال اور جامعیت کو پہنچتا ہے اور جس چیز کی کسی بے عالم متفرق مین حاصل ہونے کی توقع نہین ہوتی ہے سو اس نسخہ جامعہ سے یعنے انسان سے حاصل ہوتی ہے جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ کسی جز مین اسکے اجزاؤن مین سے وہ خاصیت حاصل نہین ہوتی لیکن غلبہ اس حاکم کا محض غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا ہے اسیواسطے ہر کسی کو میسر نہین ہوتا چنانچہ فرماتے ہین ثُمَّ رَدَدْنَاهُ پھر ڈال دیا ہم نے ایسے عجیب مخلوق کو جسکو اس قدر نوازا تھا اسکے قصور کرنے سے یعنے عقل کی حکومت اور شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال کی محکومیت کے کارخانیکو بے انتظام کر دینے کے سبب سے اَسْفَلَ سَافِلِينَ نیچے سے نیچے چوپایون کے مرتبے سے بھی بدتر ہے یعنے شہوت اور غصے کے جال مین ایسا پھنس جاتا ہے اور وہم و خیال کے پھندے مین ایسا بندھ جاتا ہے کہ اسکا مرتبہ سب نکمی اور ذلیل مخلوقون سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے اس لئے کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنے کی استعداد نہین ہے تو پکڑ اور مار دھاڑ بھی اسپر نہین ہے اور یہ مخلوق باوجود کمالات حاصل کرنے کی استعداد کے موجود ہونے کے جو کمالون سے محروم اور بے نصیب رہتا ہے تو ہمیشگی کی پکڑ اور عذاب دائمی مین گرفتار ہوتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے یعنے اپنی عقل کو شہوت اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ پھر ان کو مزدوری ہے بے انتہا اگرچہ ظاہر مین کوشش ان کی بیماری اور بڑھاپے اور موت کے سبب سے تمام ہو جاتی ہے لیکن جو کیفیت ان کی روح مین حاصل ہوتی ہے بسبب جم جانے جوڑ بند کے نیکوئی پر سو وہ ہر روز ترقی مین رہتی ہے اور ہر آن اور ہر لحظہ بے نہایت ثواب اسکے مقابلے مین بڑھتے جاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو مسلمان بندہ

اچھے دین کے چلن اور طریق پر ہوتا ہے اور وہ طریقہ آہستے بڑھاپے یا مسافری یا بیماری کے سبب سے چھوٹ
جاتا ہے تو حق تعالیٰ کاتب الحسنات یعنے نیکی کے لکھنے والے فرشتون کو فرماتا ہے کہ اس شخص کے نامہ اعمال مین
ثواب ان طاعتون اور نیکیون کا جو ہمیشہ کرتا تھا لکھتے رہو اور اسکا ثواب اس سبب سے مت روکو بلکہ بعضے روایتون مین
آیا ہے کہ مرنیکے بعد بھی اسکے فرشتون کو حکم ہوتا ہے کہ اسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر اور تحمید مین مشغول رہو اور
وہ سب اس بندے کے نام لکھو تاکہ قیامت کے دن جب قبر سے اٹھے تو ان بے انتہا خزانون کو خرچ مین لاوے اور
بعضے مفسرون نے ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ کی آیت کو بڑھاپے اور سٹھ جانے کی حالت پر قیاس کیا ہے
کہ اس حالت مین آدمی کی صورت بدل جاتی ہے اور جوڑ بند ڈھیلے ہو جاتے ہین اور پیٹھ جھک کر کمان سی ہو
جاتی ہے اور سیدھا پن قد کا برباد ہو جاتا ہے اور سارا بدن اور سر کے بال سفید ہو کر مبروص یعنے سفید
داغ والے کی صورت بنجاتا ہے اور جھلڑیان اسکے چہرے پر پڑجاتی ہین تو اسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہے اور
دانت اکھڑ کر منہہ کھنڈر کی صورت بنجاتا ہے لیکن ان معنون کو استثنا اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا منافی
ہے اگرچہ کہ استثنا کو منقطع کہین سو اسمین بڑا تکلف ہے اور جو ان آیتون سے معلوم ہوا کہ حقیقت دین
کی غالب کرنا عقل کا ہے تمام قوتون پر یعنے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال پر اور عقل کو نور سے شرع کے
روشن کرنا بس دین کے تکذیب کرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی اسواسطے کہ انسان کی معنوی خوبصورتی مین دین ہی ہے
اور وہ حسن ہر کسیکو مطلوب اور مرغوب ہے اسیواسطے اس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین فَمَا يُكَذِّبُكَ
بَعْدُ بِالدِّيْنِ پھر کونسی چیز تیرے جھٹلانیکا باعث ہوتی ہے اے آدمی باوجود ظاہر ہونے ایسے ایسے
دین کے مقدمات کے جو اوپر بیان ہو چکے ہین حاصل یہہ ہے کہ حقیقت اپنی صورت معنوی کی معلوم کر لی تو نے
اور جان لیا کہ حسن اس صورت معنوی کا موقوف اسبات پر ہے کہ اول عقل کو شرع کے نور سے روشن
کرینگے پھر اسکو اپنی قوتون پر حاکم کرے بس کوئی وجہ دین کے تکذیب کی باقی نہ رہی کیونکہ وہ نور دین ہی کا
جس سے عقل راہ پاتی ہے اسواسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہے اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع آفتاب کی
درمیان مین نہو تو فقط بینائی سے کچھ کام نہین نکلتا بس دین کا نور انسان کی صورت معنوی کے کمال حاصل
کرنے کے واسطے ضروریات سے ہے اور جس طرح کہ انسان ظاہر کی صورت کے خلل پڑ جانے سے

انسانیت سے بالکل جاتا ہے اور حیوانوں کے مانند مسخ ہوجاتا ہے اسی طرح صورت معنوی مین خلل پڑجانے سے اس حد تک نکل جاتا ہے اور مسخ معنوی مین گرفتار ہوجاتا ہے اور ایسا کون نادان ہے جو انسانیت سے خارج ہونے کو اور حیوانیت مین داخل ہونے کو واسطے اپنے اوپر روا رکھیگا اور اگر مزاج کی فسادکی راہ سے کوئی شخص حیوانی صورت کیطرف رغبت کرے تو اسکو اس مقدمے سے سمجھا دینا چاہیئے کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ کیا نہین ہے اللہ سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کے واسطے یہہ بات نہین چاہتے ہین کہ ایک فرقے مین دوسر فرقے مین جا ملین یا اعلیٰ مرتبے سے ادنیٰ کی طرف جھکین تو حق تعالےٰ کیونکر ایسی حرکت پسند کریگا جو حکمت کے خلاف ہے اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ دین کو جزا کے معنون مین لین تو اس صورت مین ربط ان آیتون اور اگلی آیتون کا یون سمجھا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا احوال کے بدل کرنے پر انسانکو معلوم ہوا چنانچہ اپنی خلقت کے شروع سے دیکھا کہ اوّل نطفہ تھا یہان تک کہ کمال اعتدال اور صورت کی خوبی کو پہنچا اور زینت معنوی عقل کے دینے سے اور عقل کو شرع کے نور سے منور کرنیسے اسکو بخشی پھر بعضون کو ان مین سے ایسا ظاہر مین گرا دیا کہ سب ذلیلون سے ذلیل ہوگیا اور جب یہہ مضمون آدمی پر کھل گیا پھر جزا دینا قیامت کے دن اور مردونکا زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا یعنے دنیا کے سرکشون کو ذلیل کردینا اور یہان کے عاجزونکا مرتبہ بلند کردینا اسکے نزدیک کیا بعید ہے اور اس قدر جو بیان کیا گیا سو ثابت ہونیکو جزا کے باعتبار حق تعالیٰ کی قدرت کے بس ہے اور اگر اسکی حکمت اور عدالت پر نظر کرین تو معلوم کرلین کہ بدلا نیک اور بد کا پہنچانا اور فرق بدکار اور نیکو کار مین کرنا حکمت اور عدالت کے واسطے واجب ہے پس واجب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ مین اشارہ اسی بات کی طرف ہے اب جانا چاہیئے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے ممکن ہے اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی سورۂ والتّین کو پڑھے اور اس آیت پر پہنچے کہ الیس اللہ باحکم الحاکمین تو چاہیئے کہ کہے بلیٰ وانا علیٰ ذلک من الشّاھدین یعنے سچ ہے کہ تو سب حاکمون کا حاکم ہے اور مین بھی اس بات پر گواہ ہون اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز مین اکثر اس سورت کو پڑھا ہے اور حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اکثر اس سورت کو عشا کے فرض نماز مین پڑھتے تھے تاکہ اشارہ ہووے حرم کی بزرگی پر اسواسطے کہ اسکی اس سورت مین قسم کھائی ہے اللہ اعلم بالصواب

تمہید

سورۃ اقرأ

یہہ سورت مکی ہی اس مین انیس۱۹ آیتین اور بہتر۷۲ کلمے اور ایک سو اسی۱۸۰ حرف ہین اور اس سورتکو سورۂ علق بھی کہتے
ہین کیونکہ اس سورت مین مذکور ہی کہ آدمی کو علقے سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہہ دلالت کرتا ہی
اسبات پر کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کردیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو جو نہایت ذلت کے درجے مین تھی
انسان کی صورت بناکر اور اسمین روح پھونک کر کیا کچھ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت
اور محتاجگی کے قرآن کے اتارنے اور سکھانے سے اور وحی کے نازل کرنے سے عزت دیتا ہی اور اس مضمون مین غور
کرنے سے جو شک اور شبہ کہ اس مقدمے مین کافرونکے دلمین کھٹکتا تھا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ
ایک لہو کی پھٹکی سے بنا ہی دفع ہوجائیگا اور اس سورت کو اکثر مفسرون نے اَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کہا ہی یعنے
اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو یہی آیتین ہین اور وہ جو امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اَوَّلُ مَا
نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاتِحَةُ الْكِتٰبِ یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی اور جو حضرت
جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہی کہ اَوَّلُ مَا نَزَلَ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ ہی تو یہہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے
مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولون کی اس طور سے ہی کہ اول حقیقی یعنے سب کے پہلے
نازل ہونے ہین یہی پانچ آیتین اس سورت کی ہین بعد اسکے نماز کی تعلیم کیواسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہی پھر بعد بند ہونے وحی
کے اول جو نازل ہوئی سورۂ مدثر ہی پھر بعد اسکے قرآن کا نازل ہونا پے در پے شروع ہوگیا پس جس شخص نے کہ سورۂ مدثر کو
اول نازل کہا ہی تو گویا اسنے وہی متصل اور پے در پے ہونا مراد لیا ہی اور اس سورت کے نزول کو باقی قرآن کے نازل ہونے
کی تمہید ٹھہرایا ہی اور سورۂ فاتحہ کے نزول کو مناجات کی تعلیم کے واسطے قرار دیا ہی اور پہنچانا دین کے حکمون کا
سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکھا ہی اور جسنے سورۂ فاتحہ کو اول نازل کہا ہی سو اس راہ سے کہ اول وہ چیز
جسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی اور اسکا پڑھنا عبادت ہوا وہ بھی سورۂ فاتحہ ہی اور سورۂ اقرا فقط پڑھنے کا طریقہ
سکھانیکو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تھی اور سورۂ اقرا کے نازل ہونیکی کیفیت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علامتون سے
وحی کے اول جو چیز نمود ہوئی تھی سو سچے خواب تھے کہ جو کچھ آپ راتکو خواب مین دیکھتے تھے وہ بعینہ اسیطرح دنکو ظہور مین آتا تھا بعد اسکے

ابتدا خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت آپ کے دل پر غالب ہوئی اور کوہ حرا مین جو مکہ معظمہ کے شہر سے متصل ہے تشریف فرما ہوکر ایک غار اپنی
خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کھانا پانی کئی روز کا ہمراہ لیجاکر اس غار مین بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثنا اور تسبیح
اور تہلیل مین مشغول رہتے تھے جب کھانا پانی تمام ہوجاتا تھا تو دولت خانے کو تشریف فرما ہوتے اور ایک دو روز
رہکر اہل و عیال کا حق ادا کرکے پھر کھانا پانی ساتھ لیکر اس غار مین جا بیٹھتے اور آپ کے رہنے کی مدت اس غار
مین اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تھی اور کبھی اتفاقاً ایک مہینہ پورا بھی اس غار مین رہتے ایک روز اسی خلوت کے
دنون مین اس غار سے نکلکر ہاتھ پاؤن دھونے کے واسطے پانی کے کنارے پر کھڑے تھے کہ یکایک حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر
کو دیکھنے لگے لیکن کچھ نظر نہ آیا پھر دوسری بار اور تیسری بار اسی قسم سے آواز آئی آپ حیران ہوکر ادھر
ادھر کو دیکھنے لگے اچانک ایک شخص نورانی چہرہ جیسے آفتاب ایک نور کا تاج سر پر دھرے سبز
لہلہاتی پوشاک پہنے آدمی کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہنے لگا کہ پڑھ اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ اس بزرگ کے ہاتھ مین سبز ریشمی کپڑا تھا کہ اس مین کچھ
لکھا ہوا تھا اس کپڑے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور کہا کہ پڑھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین حرف کی صورت نہین پہچانتا اور پڑھا ہوا نہین ہون اس بزرگ نے پھر کہا پڑھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو گلے لگا کر ایسے زور سے بھینچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکلیف ہوئی اور بدن مبارک تمام پسینہ
پسینہ ہوگیا اسیطرح سے تین مرتبہ کیا (یعنی دبایا) اور چوتھے مرتبے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ
الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور یہ پانچون
آیتین آنحضرت کے ذہن مین بیٹھ گئین اور آپ کو یاد ہوگئین اور بعضے روایتون مین آیا ہے کہ اسی بزرگ
نے ان آیتون کے سکھانے کے بعد اپنا پاؤن زمین پر مارا وہان سے ایک چشمہ بہتے پانی کا پیدا ہوا پھر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو طریقہ نہانیکا اور وضو کرنیکا اور استنجا کرنیکا سکھایا اور دو رکعت نماز پڑھائی اور سورۂ فاتحہ بھی
سکھائی تاکہ نماز مین پڑھا کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صدمے کے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے دولتخانے کو تشریف
لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جو اسوقت آپکے نکاح مین تھین فرمایا کہ مجھکو بالاپوش اڑھا دو کیونکہ تھرتھری میری ہوتی

ہو جاوے پھر جب تھوڑی دیر کے بعد وہ لرزہ موقوف ہوا تب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہہ کیا حال
تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال اُن کے سامنے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھکو ڈر ہے کہ اس صدمے سے مین
ہلاک نہو جاؤن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ ہرگز خوف مت کرو اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے تم مین
اپنی رحمت کی صفتین بہت ظاہر فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرنا اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک
اور محبت کرنا اور مہمانون کی ضیافت کرنا اور محتاجون کے کامون مین مددگاری کرنا اور یے سب صفتین تم مین پائی
جاتی ہین اور جو شخص بقدر خلق باللہ پر رحم کرتا ہے وہ رحمت الٰہی کے سزاوار ہوتا ہے نہ غصہ اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ بن نوفل کے پاس جو انکے چچازاد بھائی تھے اور دین عیسوی رکھتے تھے اور کتابون سے اور
توریت اور انجیل سے خوب واقف تھے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ بھی کرتے تھے لے گئین اور کہا کہ بھائی ذرا
سنو تو یے تمہارے بھتیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے وہ تمام قصہ سنا تب کہا کہ یہہ شخص ناموس
اکبر تھا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہین اور کہا کہ یہہ وہی ناموس ہے جو
اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوتا تھا اب خوش ہو اور کچھ خوف
نہ کرو لیکن تمہاری قوم اس نعمت کی قدر نجانیگی اور تمکو تکلیف پہنچاوینگے یہان تک کہ تم کو اس شہر سے نکال دینگے
سو کیا خوب بات ہو کہ مین اس وقت تک زندہ رہوں اور تمہاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہان کی سعادت
اس وسیلے سے حاصل کرون القصہ اس مقدمے سے چند روز کے بعد ورقہ نے اس جہان فانی سے رحلت
کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکھا تو تعبیر فرمائی کہ
یہہ شخص بہشتی اور اس قصے مین کئی نکتے ہین ان کو دریافت کرنا چاہئے اول یہہ ہے کہ بنی آدم کی تربیت
بموجب عادت کے اسباب کو چاہتی ہے کہ آہستہ آہستہ ہو پھر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
وحی سے قرآن کی مشرف فرماتے تو اسکے اٹھانیکی تاب نہ لا سکتے اسواسطے اول خواب مین جو اس عالم سے غفلت
کی حالت ہے علم جزئی دل مین بُوا النا شروع فرمایا تاکہ آہستہ آہستہ عالم غیب سے علم سیکھنے کی عادت پیدا ہو
اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر ہو جاوین بعد اسکے چاہا کہ ان کی بیداری اور ہوشیاری مین انقطاع اور بے
تعلقی جورو اور بچون اور گھر بار سے حاصل ہو تاکہ بالکل غیب کے عالم کیطرف متوجہ ہو جاوین تو سو فقط انکو محبت خلوت اور گوشہ گیری

کی دل مین پیدا ہوئی اور ایک ایسا مکان ان کو بتادیا کہ وہان کوئی آدم زاد نتھا تا کہ وحی اترنیکے وقت کسیکے دلمین شبہ
پڑھنے اور سیکھنے کا نگذرے پھر وحی نازل ہونے کے وقت ایک بڑا صدمہ اور خوف آپکے دل مین ڈالا تاکہ
کسیکو خیال بناوٹ اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرا یہہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاثیر آپکی روح مین بسبب
بھینچنے اور گلے لگانے کے انتہادرجے کی ثابت اور قایم کردی اسواسطے کہ کاملون کی تاثیر جو دوسرے کے
اندر اثر پیدا کرتی ہے جسکو اہل طریقت کے عرف مین توجہہ کہتے ہین وہ چار طرح سے ہوتی ہے اوّل تاثیر
انعکاسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگاکر مجلس مین آوے اور اس عطر کی خوشبو سب ہمنشینون کے
دماغ کو معطر کردے پس یہہ قسم توجہ کی قسمون مین ضعیف ہے کیونکہ اسکا اثر تبھی تک ہے جبتک اسکی
صحبت ہے بعد اسکے کچھہ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر القائی ہے جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکورے مین
ڈال کر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اسنے اسکو روشن کردیا پس چراغ تیار ہوگیا اس قسم کی
تاثیر البتہ کچھہ قوت رکھتی ہے اور اس صحبت کے بعد بھی اسکا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہنچا
جیسے آندھی یا مینہہ یا کوئی اور آفت تو اسکا اثر جاتا رہتا ہے اسواسطے کہ یہہ تاثیر نفس اور لطیفون کو درست نہین
کرسکتی ہے جیسے ناکارے پن تیل اور بتی اور سکوری کو فقط شعلہ سنوار نہین سکتا ہے تیسری قسم تاثیر صلاحی
ہے اور وہ اس طور کی ہے جیسے پانی کو دریا سے یا کوئے سے لاکر خزانہ مین جمع کرین اور خزانے کی راہ کو حوض
فوارے تک صاف کردین پھر خوب زور سے اسمین پانی چھوڑدین تاکہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے
چھوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر ان اگلی تاثیرون سے بہت قوی ہے اسواسطے کہ نفس کی اصلاح اور لطیفون کی ستھرائی
بھی اسمین ہوتی ہے لیکن خزانے کی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہے نہ کنوئے اور
دریا کی برابر اور ان سب باتون کے ساتھہ بھی اگر خزانہ مین کچھہ آفت یا فطور واقع ہوجاوے تو البتہ نقصان پڑجاتا
ہے چوتھی تاثیر اتحادی ہے کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھہ خوب زور سے ملاوے تاکہ شیخ کی
روح کا کمال طالب کی روح مین اثر کرجاوے اور یہہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکھتا ہے
کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہوجانے سے دونون روحون کے جو کچھہ کہ شیخ کی روح مین ہے طالب کی روح مین
سما جاتا ہے اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہے سوا اولیاء اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی جاتی

ہی چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہی کہ ایک روز آپکے مکان پر کئی مہمان آگئے اور
اس روز آپکے یہان کچھ کھانے کی قسم سے موجود نتھا اس سببسے ان کو کمال تشویش ہوئی اور انکے کھانے کی
تلاش کرنے لگے اتفاقا ایک نان والی کی دوکان آپکے مکان کے متصل تھی اسبات کی خبر پاکے ایک خوان
بھرا ہوا روٹیون کا خوف مکلّف مرغن نہاری کے ساتھ آپ کے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اسکو دیکھکر نہایت
خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہی اُسنے عرض کی کہ مجھکو اپنا سا کر دیجئے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل
نہ کر سکیگا کچھ اور مانگ وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا اور خواجہ انکار کئے جاتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی
کرنے لگا تب ناچار ہو کر اسکو اپنے ساتھ حجرہ مین لیگئے اور تاثیر اتحادی اسپر کی جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ مین اور اُس نان والی کی صورت اور شکل
مین کچھ فرق باقی نہ رہا تھا لوگون کو پہچاننا مشکل ہوا لیکن اسقدر تھا کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ نان والی بیہوش
اور سرشار القصہ اس نانوائی نے تین روز کے بعد اسی سُکر اور بیہوشی مین وفات کی رحمۃ اللہ علیہ حاصل
کلام کا یہہ ہی کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بھینچنے مین تاثیر اتحادی تھی تاکہ اپنی روح لطیف کو بدن کے مسامونکی
راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مین دخل کر کے آپ کی رُوح مبارک سے ملادی تاکہ شیر وشکر کے
مانند اتحاد ہو جاوے چنانچہ اس سببسے ایک عجب حالت ملکیت اور بشریت کی آپ کے درمیان مین پیدا ہوئی
کہ بیان مین نہین آسکتی تیسرا یہہ کہ ورقہ بن نوفل کو جو کہ تسلّی بخشنے والا اس جنابکا ہوا تھا اور وحی کے نازل
ہونے پر گواہی دی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کو پہچانا تھا اور آپکے نصرت اور مدد کے واسطے کمر باندھی تھی جلد
اس عالم سے اٹھا لیا تاکہ کسیکو یہہ گمان نہو کہ یہہ سب اگلے قصّے اور دوسرے کام شرع کے وہی ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو سکھاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بھی اُسسے ہمیشہ کی نہین ہوئی اس
واسطے گنجایش اس احتمال کی بالکل بند ہوگئی اور یہہ بھی منظور تھا کہ آنحضرت کو اس دین کے مقدمے مین اہل کتاب کی بلکہ کسی اگلے دین والے کی تائید
اور مدد شامل نہو جو کچھ کہ ہو سو آپ کی ذات مبارک ہی سے ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھ اپنے پروردگار کا کلام مدد لیکے اپنے پروردگار کے نام سے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے
کلام قدیم کو آدمی آپہی آپ پڑھ نہین سکتا ہی اور خاص کرنے مین رب کی لفظکے اشارہ اسبات کیطرف ہی

که الله تعالی کی تربیت تیرے اوپر ظاہر اور کھلی ہوئی ہی اور تمام مخلوق سے تربیت مین تو ممتاز اور چنا ہوا ہی
پھر انہی ناموان سے الله تعالی کے جو تیری تربیت مین مصروف ہین کلام قدیم کے پڑھنے مین مدد مانگ اور اگر
تیرے خیال مین یہہ شبہه گذرے که کلام قدیم کو کسطرح سے پڑھ سکونگا کیونکه ہمارا پڑھنا حادث اور نو پیدا ہی
اور وہ قدیم اور ازلی ہی تو ایک اور صفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر که اَلَّذِیْ خَلَقَ وہ پروردگار
جسنے پیدا کیا ہی چیزون کو اپنے ناموں کی صورت پر بس اسے کیا دور ہی که کلام قدیم کو حرفون کے قالب مین
لا کر اول تیرے خیال مین ڈالدے بعد اسکے تیری زبان پر جاری کرادے اسواسطے که پیدایش سب چیزونکی اسی
طور پر ہی که اسماء قدیمه کو حادث صورتون کے ساتھه ظاہر کیا ہی اور اگر تیرے دلمین یہہ شبہه گذرے که کلام الٰہی
قدیم نہایت مرتبے کو عزت والا ہی اور آدمی نہایت ذلیل ہی سو اس قسم کی عزیز چیز کو ذلیل مقام مین اتارنا
نہایت بعید معلوم ہوتا ہی تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر خَلَقَ الْاِنْسَانَ یعنے پیدا
کیا ہی انسان کو اور کمال عزت دی اسکو ایسی روح سے که اٹھانیوالی اسرار الٰہی کی ہی اور جمع کیا ہی اسکو
مختلف اعضاؤن سے که اسماء الٰہی ان سے ظہور کرتے ہین اور ربط دیا ہی اسکی روح لطیف کو اسکے جسم کثیف سے
اسطرح پر که لطافتین روح کی اپنے ٹھکانے ہین اور کثافت جسم کی اپنے ٹھکانے ہی نه روح جسم کی کثافت سے
بگڑتی ہی نه جسم روح کی لطافت سے بگڑتا ہی اور یہ سب روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہین جو سراسر نجاست اور
ذلت رکھتی ہی چنانچه فرمایا ہی مِنْ عَلَقٍ ملتے جمے ہوئے خون سے جو شرع کے حکم سے بھی ذلیل ہی اور حکمت کے رو سے بھی
نجس ہی پھر کیا عجب ہی که اپنے کلام پاک قدیم کو حادث لفظون کے ساتھه جمع کر کے اور ترتیب دیکے قوتون خیالیه اور
بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدے اور وہ کلام پاک جیسا تھا ویسا ہی اپنی ستھرائی اور پاکیزگی پر رہے کچھه اسمین تغیر نه آنے
پاوے اب یہان پر سمجھه لیا چاہئے که آدمی کی پیدایش جمے ہوئے لوہو سے توالد کی صورت مین ظاہر ہی که جب نطفه
ماکے پیٹ مین ٹھہرتا ہی تو قوت جاذبه کے زور سے جو اسکو عنایت ہوئی ہی بہت سا لہو ماکے بدن سے اپنی طرف
کھینچتا ہی اور جمانے والی قوت سے جامن کی مانند اس لوہو کو جمادیتا ہی یہان تک که رفته رفته صورت ہڈیون
اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہی لیکن حضرت آدم علیه السلام کے مانند پیدا ہونے کی صورت مین بس پیدا
ہونا علق سے ان معنون مین ہی که انسان کے اعضا غذا مین سے بدلہ اسی چیز کا ہی جو انمین سے تحلیل

اور فنا ہوتی رہتی ہین اور غضا بعد طی ہونے ہضم کے مرتبون کے جما ہوا لہو بن کے اعضاؤن کی صورت ہوجاتی ہے
بلکہ توالد کی صورت مین بھی بعد جدا ہونے بچے کی ماکے پیٹ سے اسیطور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی
ہے اسیواسطے انسان کی پیدایش کی سب اصلون مین سے علق کو مذکور فرمایا ہے کہ یہہ مادہ ہر وقتمین اسیصورت سے
درکار ہے بخلاف مٹی اور نطفہ اور سوائے ان دونون کے جو شروع پیدایش مین درکار ہوتے ہین اور بقا ہین
درکار نہین ہین اب فکر کیا چاہئے کہ ایک اکیلی چیز یعنے وہ جما ہوا لہو وہی روح کی صورت بن کے سمجھنے والی
اور حرکت دینے والی قوتون کی حامل ہو جاتی ہے اور وہی اعضا کی صورت پکڑ کے ہڈی اور مغز اور گوشت اور پوست
بھی بن جاتی ہے اور روح لطیف مجرد کو اعضا کے ساتھ جو ایسی ناپاک چیز سے پیدا ہوتے ہین کیا کچھ یگانگیت [اٹھاۓ ہوا لا]
اور اتحاد حاصل ہوتا ہے بس اس جگہہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنونکا خیال مین اور بولنے کے آلات
مین بوجھا چاہیئے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے کہ اقرار کا لفظ جو شروع کلام مین واقعہ ہوا ہے اکثر عوام کی شبہہ
مین ڈالتا ہے اور وے خیال کرتے ہین کہ چاہئے تھا کہ یہہ لفظ قرآن مین داخل نہوتا کیونکہ یہہ لفظ قرآن
شریف کے پڑھنے کے واسطے فرمایا ہے اسکو قرآن مین کسواسطے لکھنا چاہئے بلکہ قل کی لفظ مین بھی جو
پانچ سورتون کی ابتدا مین واقع ہے جیسے قل اوحی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب
الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہی شبہہ کرتے ہین اسیواسطے بعضے صحابہؓ نے قل کے لفظ کو معوذتین مین سے موقوف
کردیا تھا لیکن اس شبہہ کو اس طور سے دفع کیا چاہئے کہ اقرار کا لفظ اور اسی طرح قل کا لفظ پیغمبر علیہ السلام
کی طرف خطاب ہے دوسرے امر اور نہی کی طرح پر تو اسکا قرآن مین داخل ہونا ضرور ہوا جسطرح سے خط کی
ابتدا مین لکھتے ہین باید شناخت یا فرمان کی ابتدا مین لکھتے ہین بدانند اور بشناسند اسیطرح ان
لفظون کو بھی سمجھا چاہئے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سنانا دوسرے کو تبلیغ کے طور پر منظور ہو یا خط کا
مضمون سمجھانا دوسرے کو منظور ہو تو ان لفظون کا بولنا بھی اسپر ضرور ہو جائے گا اب آئے ہم اسبات کیطرف
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو امی محض تھے ان کو کہنا کہ پڑھ اس قسم سے ہے جیسے اندھے کو دیکھنے کو اور لنجے کو
دوڑنے کو کہین کہ یہہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنے ایسی چیز کی تکلیف دینا ہے جو اسکی طاقت سے باہر ہے اور تکلیف
مالا یطاق ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا جواب اس خدشہ کا یہہ ہے کہ یہہ حکم

تکلیفی نہین ہے بلکہ تلقنی ہے جیسے بچے کو جب اوّل مکتب مین لیجاتے ہین تو استاد کہتا ہے کہ پڑھ اگرچہ وہ بچہ اسوقت
پڑھنا نہین جانتا ہے لیکن استاد کا مطلب یہہ ہے کہ جیسے مین پڑھتا ہون تو بھی اسیطور سے میرے پڑھنے کو سنکر پڑھ
اور یاد کر لے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اسبات کا تھا کہ مین تو امی محض ہون مجھسے کس طرح سے
پڑھا جاویگا تو تاکید کے واسطے پھر دوسری بار فرماتے ہین اِقْرَاْ یعنی پڑھ اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اوّل بار جو اقرأ
فرمایا تو اس سے مراد یہہ ہے کہ قرأت قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کے واسطے کو اور دوسری بار جو اقرأ فرمایا تو اس سے
مراد یہہ ہے کہ قرآن کو دوسرے لوگون پر پہنچا اور جسطرح سے امت کو پڑھنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہے اسیطرح
نبی کو امت پر پہنچانے کے واسطے بھی ضرور ہے کیونکہ اگر وے نہ پہنچا دین تو امت کو پڑھنا قرآن کا کسطرح سے میسر ہو
اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا اقرأ نماز مین ہے اور دوسرا اقرأ خارج نماز کے اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا سیکھنے کے
واسطے ہے اور دوسرا سکھانے کے واسطے اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلے سے مراد یہہ ہے کہ قاری ہو بغیر اسکے کہ
کسی چیز کو قرأت کے واسطے معین کر اور دوسرا متعلق ہے بِاسْمِ رَبِّکَ سے جو پہلے گذر چکا ہے یعنے اپنے پروردگار
کے نام کو پڑھ اب امیت کے مانع کے دفع کرنے کے واسطے جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی گذرتا تھا اور خیال مین آتا تھا کہ امی کو علم حاصل کرنے کا طریقہ کسطرح حاصل ہوگا خصوصًا وہ علم جو متعلق
صفات الٰہی اور کلام قدسی سے اور اسکے ہر روز کے احکامون سے ہے وہ کیونکر حاصل ہو سکیگا اسیواسطے ایک
دوسرے مقدمہ کو ارشاد فرماتے ہین تا کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل ہونیکا لوگون پر واضح ہو جاوے وَرَبُّکَ
الْاَکْرَمُ اور پروردگار تیرا بڑا کریم ہے کہ امی کو دانا کر دیتا اور جاہل کو عالم بنا دیتا اسکے نزدیک بہت آسان کام
ہے کیونکہ امی کو اگر مانع ہے تو یہی مانع ہے کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکھتا ہے اور اس قسم کے مانع سب آدمیون کے
واسطے بہ نسبت بعضے علمون کے موجود ہین پھر باوجود ان موانعون کے حقتعالیٰ ان علمون کو بعضے مخلوقات کیواسطے
انکو پہنچا دیتا ہے چنانچہ فرمایا ہے اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وہ ایسا پروردگار ہے جسنے تعلیم فرمایا ہے آدمیون کو قلم کیواسطے
سے وہ چیز جو حواس اور عقل اور خبر سے دریافت نہین کر سکتے ہین بسبب دور ہونے زمانیکے جیسے اگلی امتون کے قصے
اور گذرے ہوئی سنگتون کی اور اگلے بادشاہون کی حکاتیین اور انبیا اور اولیا متقدمین کے احوال بسبب دور مکانکے جیسے دور
ولایتون اور اقلیمون اور شہرون کی کیفیتین بلکہ عادت بادشاہون کی اسیطور پر جاری ہے کہ اپنے نوکرون اور رعیت کو

اپنے نوکرون اور رعیت کو اپنے دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے اطلاع کرتے ہین اور روبرو کسی سے کلام نہین
کرتے اور جو کارخانہ بادشاہت کا الوہیت کے کارخانے کا ظل ہی تو اس کارخانیکو اس کارخانے سے سمجھ لیا چاہیئے
جیسے محل کے اندر کی آسامیون کا شمار نظارت کے قلم سے دریافت کرنا چاہیئے اور مکانون اور باغون اور قلعون کی
تعداد بیوتات کے قلم سے معلوم کرنا چاہیئے اور نوکرون اور ملازمون کو معہ انکے درمانہ اور منصبون کے بخشیگری
کے قلم سے پہچانا چاہیئے اور مستحقون کو اور روزینہ دارون کو اور تمام خیرات کی وجہون کو صدارت کے قلم سے معلوم کرلیا
چاہیئے اور عرض اور طول اپنے ملک کا اور گنتی جریبون کی اور آبادی اور ویرانی گانون کی اور شمار دریا اور نالابون
کا جو اس ملک مین واقع ہین دفتر کے قلم کے تقسیم سے معلوم کیا چاہیئے اور تعداد جاگیرون اور خالصے کی وزارت کے
دفتر سے دریافت کیا چاہیئے اور بندیون اور قیدیون اور واجب القتلون اور واجب التعزیرون کی تعداد سیاست
کے مرتبون کے ساتھ دفتر سے اطلاق کے جو تعلق زندان خانے اور کوتوالی سے رکھتے ہین پوچھا چاہیئے کہ اور
تعداد خزانون اور دوسرے کارخانون کی میر سامانی کے دفتر سے جاننا چاہیئے اور علی ہذا القیاس اور جب
آدمیون کو موافق ان کی استعداد کے کارخانے پر الوہیت کے اطلاع دینا اور خبردار کرنا منظور تھا تو ان کو لکھنے
کی صنعت قلم کیواسطے سکھائی اور ہر فرقے کو ان مین سے شوق مطلع ہونے کا ایک کارخانے پر اپنے بے انتہا کا
تھانون سے دلمین ڈالدیا تاکہ اپنے قلم سے ضبط اس کارخانیکا کرین اور دوسرے فرقے ان سے سیکھین اور اسیطرح
سے دوسرے فرقے کو شوق دوسرے کارخانیکی اطلاع کا خیال مین بسا دیا انھون نے قلم سے ضبط اسکا کیا اور دوسرونکو
انکے قلم کے واسطے سے اطلاع ان کارخانون پر حاصل ہوئی اور اس عجیب تدبیر سے ہر فرد انسانی کو اس اطلاع
سے فائدہ مند کیا اور جس طرح سے معاش کے مقدمے مین مدد اور تائید ایک کو دوسرے کی کرنا انسان کا
خاصہ ہی اسیطرح سے سمجھنے بوجھنے مین بھی مدد اور تائید کرنا اس کا خاصہ ہی اور یہ مدد اور تائید
بغیر قلم کے وسیلے کے ممکن نہین ہی کیونکہ بعضے لوگ ایک زمانہ مین پیدا ہوئے ہین اور دوسرے لوگ
ان سے سیکڑون برس کے بعد پیدا ہوئے سو پچھلون کو پہلون کے علمون پر اطلاع نہین ہوتی مگر قلم کیواسطے
سے اور بس اسیطرح سے بعضے لوگ ایک ملک اور اقلیم مین رہتے ہین اور دوسرے لوگ دوسری
اقلیم مین ہین تو ان دور والون کا مطلع ہونا ان کے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے ممکن نتھا اسیواسطے حق جب

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے پوچھا تب جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہے
کہ منہ سے نکلا اور ننہا ہو گیا پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ اسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہے انہون
نے عرض کی کہ اسکی تدبیر لکھنا ہے پس قلم گویا بنیاد ہے علمونکا اور حاصل کرنیوالا ہے ہر بات کا اور مفہوم
ایک نعمت ہے بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ لَوْلَا الْقَلَمُ لَمَا قَامَ الدِّيْنُ وَلَا صَلَحَ الْعَيْشُ
یعنے اگر قلم نہوتا تو دین قایم نرہتا اور نہ زندگانی درست ہوتی اسواسطے کہ دین کی کتابون کو قلم سے لکھتے ہین
اور حساب کی باریکیان دریافت کرنا اور حقدارون کے حق قایم رہنے کے واسطے سجلون کا لکھنا اور علمون کا
اور مال کا محفوظ رکھنا یہ سب قلم سے متعلق ہین اور اگر نظر کو کچھ تھوڑا سا بھی دوڑادین اور غور کرین تو بوجھین
کہ بادشاہت حقتعالی کی بہت سی ولایتین رکھتی ہین اور ایک ولایت ان مین سے جو سب سے چھوٹی ہے سو عالم
شہادت کی ولایت ہے اور یہہ ولایت بہت سے کارخانون کو شامل ہے چنانچہ انہی مین سے ایک کار
خانہ عمارتون اور باغات کا ہے اور اسکو کئی علمون سے دریافت کیا چاہیئے اوّل تو علم ہیئت کا ہے جس مین
عدد آسمانون کے اور ہیئت اور ترتیب اُنکی مذکور ہوتی ہے دوسرا علم جغرافیہ کا ہے جس مین ہیئت زمین کی اور
صورتین اقلیمون کی اور جو کچھ کہ ان مین دریا اور پہاڑ وغیرہ ہین مذکور ہوتے ہین تیسرا علم مسالک اور ممالک کا ہے جس
مین زمین اور شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑون اور نہرون وغیرہ کی ذکر کی جاتی ہے چوتھا علم ابعاد اور اجرام کا
ہے جس مین طول اور عرض زمین اور آسمانی ملکون کا دلیل کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے اور انہی سب مین سے کارخانہ
روشنی اور شعلہ نکالنے کا ہے اور وہ ستارون کی صورتون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہے اور علم اشعہ کا یعنے شعاعون
کے دریافت کرنیکا بھی اسمین دخل رکھتا ہے اور انہی مین سے ہے کارخانہ قوش خانہ اور اصطبل اور کبوتر خانہ اور
بازدار خانہ کا اور تفصیل اسی کارخانے کی علم حیوانات سے چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان اسمین تصنیف ہوئی ہے دریافت کرنا
چاہیئے اور انہی مین سے ہے دوائی خانہ جسکی تفصیل مفردات ابن بیطار اور جامع بغدادی اور بڑی بڑی قرابادینون
سے معلوم کرنا چاہیئے اور انہی مین سے ہے جواہر خانہ اور تفصیل اسکی معادن اور احجار کے علم سے چنانچہ بہت سی
کتابین اس فن مین بنی ہین بوجھا چاہیئے اور انہی مین سے ٹکسال اور خزانے حاضر ہین اور ان کو علم
اجساد اور منطرقہ اور علم صنعت سے حاصل کرسکتا ہے اور انہی مین سے ہے کارخانہ روزینہ دارون اور

جاگیردارون اور ملکیون کا اسکو ہفت اقلیم کے بادشاہون کے دفترون سے پہچاننا چاہیئے حاصل کلام کا
یہہ ہے کہ جتنا کچھ یہہ مذکور ہوا ایک نمونہ ہے قلم کے علم کی وسعت کا اور یہان سے ان علمون کے فیض کو
جو قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین توجہ چاہیئے چنانچہ روایت کشون اور مفتیون کا قلم احکام الٰہی کے دریافت
کرنیکا سبب ہے معاملات اور عبادات مین اور فرایض والون کا قلم ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنیکا سبب ہے
اور تاریخ والونکا قلم گویا تمام گذشتہ زمانونکا عرض حال ہے بلکہ اس جناب والا کے وقائع نامہ کے مانند ہے اور اسیطرح
تقدیر کے قلم کو خیال کیا چاہیئے اور اسکے علمون کے فیض کو باوجود اسکے طفیل سے آسمانیون اور زمینیون کو پہنچے ہین
حقیقت مین اگر خوب غور اور تامل کیا جاوے تو عقل خیرہ اور وہم حیران ہو جاوے اور جو تعلیم کی صورت قلم کے وسیلے
سے اسطور پر ہے کہ اول معنے ذہن مین معین ہوتے ہین بعد اسکے خیال مین لباس الفاظ مناسبت کا پہنتے ہین
بعد اسکے قلم کی مدد سے وے الفاظ نقوش خطیہ کی صورت پر ظہور کرتے ہین بعد اسکے ہر خط پڑھنے والا اسکو
دریافت کر سکتا ہے اور یہہ صورت کمال مشابہت وحی سے اور قرآن کے نازل ہونیسے رکھتی ہے کیونکہ اول کلام
قدسی نے لوح محفوظ مین لفظون کی صورت پہنی بعد اسکے حضرت جبرئیلؑ کی معرفت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے صفحۂ خیال مین منقش ہوئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر خاص و عام کو پہنچے بس
اس نعمت کو وحی کے ممکن ہونے کے اثبات مین لانیسے کمال مناسبت پیدا ہوئی اور جس طرح قلم کے سبب سے
ان چیزونکو حاصل کر لیتا ہے جنکو ہرگز بشری قوت کسب سے حاصل کر نہین سکتی ہے اسیطرح وحی کے سبب سے
وے معلومات جنکا حاصل ہونا ممکن نہین ہے حاصل ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا
لَمْ یَعْلَمْ سکھایا آدمی کو جو نجانتا تھا اسواسطے کہ اسباب علم حاصل کرنیکے آدمی مین تین ہین اول حواس صحیح
اور سالم ظاہر اور باطن کے جنکے سبب سے جو کچھ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا ہے جیسے بھوکھ اور پیاس اور خوشی اور غصہ
اور خوف اور امن اور رنگ اور بو اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور سوا اسکے اور چیزونکو معلوم کرتا ہے دوسرا
عقل کہ جسکے سبب سے غائب کی چیزون کو حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم کرتا ہے اور [illegible]
قسم سے باہر نہین ہے اسواسطے کہ جس چیز کا معلوم کرنا منظور رکھتا ہے پایا تو اسکے سبب کو حواس سے
دریافت کیا ہے تو بزرگ ان کلی کو ترکیب دیگا مثلاً چاہتا ہے کہ گھر مین دھوئین کا ہونا معلوم کرے اور آگ جلنا اس گھر مین معلوم

تواس سبب سے دریافت کرے گا کہ البتہ اس گھر مین دھوان ہوگا اس واسطے کہ آگ دھوین کا سبب ہے اور
سبب بدون مسبب کے نہین رہتا یا اس کے مسبب کو معلوم کر کے اسکے ہونے پر حکم کرتا ہے اور ترکیب دلیل انّی کی
کرتا ہے مثلاً دھوئین کو دور سے دیکھ کر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بھی ہوگی کیونکہ دھونا دھوئین کا
بغیر آگ کے محال ہے یا ایک سبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اس برہان کو لم اور ان سے
مرکب کرکے درست کریگا کیونکہ وجود مسبب کا بغیر سبب کے محال ہے اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا
باعث ہے مثلاً ایک جگہہ پر دھوین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی کو جو اس مکان مین ہے قیاس کر کے سمجھ لیا
کہ وہ مکان یقینی گرم ہوگا کیونکہ دھوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہے اور جب آگ وہان موجود ہوئی تو گرمی بھی موجود ہوگی
لیکن ان دونون سببون مین ایک قصور ہے وہ یہہ ہے کہ حواس ہر شخص کے ہر چیز کو نہین پہنچتے اور عقل بھی مختلف
اور متفاوت ہے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہے اور ان سب باتون کے ساتھ جو کچھ اسباب اور مسببات عقل کی نظر سے
چھپ جاتے ہین ان کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اسیواسطے ایک اور سبب علم کے حاصل کرنے کے واسطے
دیا ہے اور وہ تیسرا سبب ہے یعنے سچی خبر جو اپنے جنس کے لوگون کی دیکھی ہوئی اور دریافت کی ہوئی ان سے
سنکر یقین کرے اور اپنے مطلبون کے دریافت کرنے کے کام مین لاوے اور جو خبر دینے والا اسکا ہم جنس ہے
اور وہ بھی اسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہے تو جو چیزین کہ اسکی نوع کے حواس اور عقل
کے دریافت کی حد سے بلند ہین وے انسان کی دریافت کے احاطے سے باہر ہین سو ان کو نازل کرنے وحی کے
تعلیم فرمایا یعنے وحی علم الٰہی کے بزرگ فرشتون کے وسیلے سے نوع انسان کو پہنچے اور کام مین آوے اور الہام
اور کشف اور خبر دینا ہاتف کا اور صورت پکڑنا غیب کے کامون کا جو عارفون کو اور اولیاؤن کو انبیا علیہم السلام کی
ارواح کے وسیلے سے اور ان کی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل ہوتا ہے یہہ سب وحی کے توابع سے ہے اور معنے
مَا لَمْ يَعْلَمْ کے یہ ہین کہ قوت بشری مین معلوم کرنا اسکا ممکن نتھا بس شبہہ بے فائدہ ہونے مالم یعلم کے ذکر کا دفع
ہوگیا نہین تو ظاہر مین مشکل معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی بس ذکر مالم یعلم کا کیا ضرور ہے
كَلَّا سمجھ لیا چاہئے کہ کلا کا حرف عرب کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جھڑکی کے واسطے استعمال
کیا جاتا ہے تو اس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہئے کہ اسکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اس مقام پر ایسا کلام

رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علما نے کہا ہے کہ کلا اس جاے پر حقا کے معنون مین ہے کیونکہ زجر کی صورت مین بھی اسکے خلاف کا اثبات تاکید اور تقریر کے ساتھ اس کلمے سے کیا جاتا ہے پس مفہوم اس کلمہ کا مرکب ہے باطل کرنے سے ماسبق کے اور تحقیق کرنے سے مالحق کے اور اگر تجرید کے سبب سے محض تحقیق کے لئے استعمال کرین یعنے گذرنا تو بھی روا ہے لیکن حق یہہ ہے کہ قبل اس کے یعنے انہونا ایک کلام ہے پوشیدہ کہ ہر شخص کا ذہن اسکی طرف نہین جاتا ہے اور منظور کلا سے باطل کرنا اور رد کرنا اس کلام پوشیدہ کا ہے اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہے کہ جو اکرمیت کو حق تعالی کے بندون کی طرف بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ بے نہایت کرم اس ذات پاک کا ہر نوع کی تکمیل اور تربیت کے واسطے متوجہ ہے یہان تک کہ تعلیم ان چیزون کی جو ان کے مقدور سے باہر تھی قلم کے وسیلے سے کر دی اور اس واسطے سے وے چیزین ان کو بتا دین اور الوہیت کے کارخانون پر اسی سبب سے ان کو آگاہ کر دیا تاکہ خلافت کبری کے حکم سے ربوبیت کے کامون کی پیروی اور مخلوقات مین تصرف کرین اور تصرف الہی کا ظل ہونا ان مین ثابت ہو جاوے اب یہہ جگہہ اسبات کی تھی کہ شاید اس کلام کے سننے والیکے خیال مین یہہ شبہ گذرے اور کہے کہ جو انسان ایسا جناب خداوندی مین عزیز اور مکرم ہے پھر کسواسطے اسکو فقیری اور احتیاج کے جال مین پھانس رکھا ہے اور ہر مخلوق کی طرف اسکو محتاج کیا ہے بلکہ اسقدر اسکو محتاجگی ہر چیز کی طرف دی ہے کہ عشر عشیر اسکا دوسرے حیوانات مخلوقات کو نہین دی ہے چنانچہ اپنے کھانے مین چکی کا اور آگ کا اور اسیطرح دوسری چیزون کا محتاج ہے اور اپنی بیماری مین دوا کا اور حکیم کا اور عطار کا اور جراح کا اور فصاد کا اور کحال کا محتاج ہے اور اسیطرح اپنی پوشاک اور لباس اور گھر بار مین اور چلنے پھرنے مین جو احتیاجین کہ یہہ رکھتا ہے ظاہر اور کھلی ہین کہ دوسرے حیوانون کو ان چیزون مین سے ایک کی بھی احتیاج نہین ہے اور بزرگی جو اسکو عنایت ہوئی ہے وہ ہرگز ایسی چیز کو نہین چاہتی ہے اگر بہت مکرم اور بزرگ کرنا اس مخلوق کو سب مخلوقات پر منظور تھا تو پہلے لازم تھا کہ اسکو ایسی احتیاجون سے دور رکھتے اور نزدیک والے فرشتون کی طرح کسی چیز کا محتاج نکرتے اور اگر خلافت کے اسباب حاصل کرنیکے واسطے اور دوسری مخلوقات مین تصرف کرنیکے واسطے اسکو احتیاج ان چیزون کی دی تھی تو لازم تھا کہ بہت سا مال اور خزانے اسکو دئے ہوتے تاکہ اسلئے محتاج نہوتا اور ہر ایک کے سامنے ذلیل نہوتا سو اس شبہ اور اعتراض کے دفع اور رد کرنے کے واسطے کلا کی لفظ کو لائے ہین اور اس لفظ کی کلام پاک مین ہرگز

دو خاصیتین ہین ایک یہہ ہی کہ جس آیت مین یہہ لفظ آئی ہی اسکو یقین جاننا چاہیئے کہ یہہ آیت مکی ہی مدینہ
منورہ کی آیتون مین یہہ لفظ ہرگز نازل نہو ئی اور اسکا بھید یہہ ہی کہ یہہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت کرتی ہی
اور مدینہ منورہ مین ایمان والے لوگ تھے ان کے اعتقاد بہت درست تھے اگر کبھی ان سے کوئی خطا یا گناہ ہو جاتا تھا
تو اسکا تدارک بہت جلد کرتے تھے اور پند اور نصیحت کو بہت رحم دلی اور نرمی سے قبول کرتے تھے اور غصہ اور
غضب اور کینہ اور بغض ہرگز ان کے درمیان مین نتھا بخلاف مکے والون کے کہ اکثر کافر جھگڑالو دشمن نافرمان تھے
تو ان کے مقابلے کے کلام مین بھی غصہ اور غضب درکار ہوا اور دوسری خاصیت یہہ ہی کہ اول نصف مین قرآن شریف
کے یہہ کلمہ یعنے کلّا نہین ہی اور آخر نصف مین خصوصا پچھلے سیپارون مین یہہ لفظ بہت آئی ہی سو اسکا بھید یہہ
ہی کہ پہلے کلام مین سمجھانا اور راہ بتلانا نرمی سے منظور ہوتا ہی اور جب آدھا قرآن شریف کوئی شخص پڑھ
چکا اور اسکے مضمون کے سمجھانے اور بجھانے سے ہرگز راہ پر نہ آیا تو غصہ اور جھڑکی کے لایق ہوا خصوصا وہ شخص
جسنے قرآن کو تمام پڑھا اور اسکے احکام اور نصیحتون پر نہ چلا اور کچھ نہ پچتیا تو جھڑکنے اور تنبیہ کرنے کے زیادہ
تر لایق ہوا اسواسطے کہ اس لفظ کا لانا آخر کے سیپارون مین بہت ضرور ہوا اسیواسطے اگر کسی سے کوئی حرکت
ناشایستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہی تو پہلے اسکو نصیحت کرتے ہین اگر نصیحت سے راہ پر آیا اور برائی کو چھوڑا تو بہتر
ہی اور اگر نصیحت سے کچھ فائدہ نہوا تو البتہ تعذیر دینے کے اور ذلیل کرنے کے لایق ہوتا ہی اور مفسرون نے
ان دونون خاصیتون کے بیان کرنے کے واسطے ایک بیت کہی ہی وہ یہہ ہی وَمَا نَزَلَتْ كَلَّا بِيَثْرِبَ
فَاعْلَمَنْ. وَلَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ فِي نِصْفِهِ الْأَعْلَى یعنے اور نہین اتری لفظ کلّا کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے مدینہ منورہ مین سو جان رکھو اسکو اور نہین آیا ہی کلّا قرآن شریف کے نصف پہلے مین جب یہہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب
آیت کی تفسیر شروع کی جاتی ہی سو فرماتے ہین کَلَّا یعنے الیسی بات نہین ہی جیسا تم سمجھے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر
ہونا کچھ اللہ تعالی کے کرم اور فضل کے قصور سے ہی بلکہ اس محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہی اسواسطے کہ اِنَّ
الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى تحقیق آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ کی اور سرکشی کرتا ہی اسکے بندون پر اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى
جب دیکھتا ہی اپنے تئین تونگر بے پروا مال اور جاہ سے اور تندرستی اور قوت سے اور دوسرے اسباب مین بے نیازی
اور بے پروائی کے پھر اگر آدمی اسطرحکا محتاج سب چیزونکا نہو تو اسکی سرکشی اور نافرمانی بہت بڑھ جاوے اور صلاح کیصورت

مشکل ہو جاوے سو یہہ نہایت کرم و فضل اُس کریم کارساز کا اُسکے حال کو شامل ہی کہ ہر طرح کی احتیاج مین اُسکو گرفتار کرکے
سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہی چنانچہ حق تعالی خود دوسری جگہہ پر اپنے کلام پاک مین فرماتا ہی وَلَوْ بَسَطَ
اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ یعنے اگر کشادہ کر دیتا ہی اللہ تعالی رزق کے سببون کو اپنے بندون پر
تو البتہ ظلم کرتے اور اپنی حد اور انداز سے بڑھ چلتے اور جھگڑا فساد مچاتے زمین مین سو اسطرح کا اعتقاد
کرنا آدمی کو بڑی غلطی ہی اور نادانی اس واسطے کہ اُسکو کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہین
ہی بلکہ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی تحقیق اسی پروردگار کی طرف رجوع اور پھرنا ہی ہر حال مین اب یہہ مقدمہ
ایک تمثیل واضح سے بیان کیا جاتا ہی تاکہ کسیطرح کی پوشیدگی نرہے جیسے ایک شخص ہی کہ اُسکو اچھا مرغوب
کھانا میسر آیا اور اُسنے یہہ سمجھا کہ آجکے روز مجھکو بھوکھ سے بے پروائی حاصل ہوئی اب اُس سے پوچھا چاہیئے کہ
تجھکو کھانے کی اور چبانے کی قوت کون دیگا پھر بعد کھانا کھانے کے اُسکو حلق ہو جانے اور آلٹ آنے سے کون
روکیگا پھر ہضم کی قوت دیکر غذا کو روک کر سب جوڑ بندون مین تقسیم کون کریگا اور اُسکے فضلات کو پیشاب اور
پاخانیکی راہ سے نکالکر کون دور کرے گا پھر غذا کو اسبابات سے کون بچاتا ہی تاکہ زہر ہوکے بدن کو خراب کرے یا
بدہضمی بنکے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ باوجود نعمت کے اور حاصل ہونے
غنا کے ان کی طرف محتاج ہی اور بعد خراب ہونے بدن کے اور جدا ہو رہنے روح کے جسد سے پھر جانا آخرت کی طرف
ہوگا اور سرکشی اور نافرمانی کی وجہہ پوچھی جائیگی اور اُسکا عوض لیا جائیگا تو اس وقت کی محتاجگی ایسی ہی
کہ اُسکا انتہا نہین ہی بلکہ اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دل مین خوب طرح سے تامل کرین تو اپنے تئین تونگری کی
کی حالت مین زیادہ ترحکا محتاج پاوین اس واسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو رہتی ہی کہ جان اُسکی سلامت رہے
اور بدن اُسکا صحیح اور ایکدن کا کھانا پانی مل جاوے اور دولتمند کو جان اور مال اور مرتبہ اور اہل و عیال وغیرہ
سب کی سلامتی درکار ہی تو تونگری کی حالت مین محتاجگی کے سبب زیادہ ہوئے فقیری سے اور اسجگہہ پر ایک
شبہہ لوگون کی خاطر مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہ جو
بہت مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت امیرالمومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے کسواسطے
اس سرکشی کے سبب مین گرفتار ہوتے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کو کسواسطے اس قدر کشادگی اور

تو انگری دنیا کے مال مین دی کہ بیت المقدس کی در و دیوار کو سونے اور جواہرات سے جڑوا دیا اور بہت سے
اسباب اور ہتھیار جمع کئے سو اس شبہ کا دفع اس طور سے بوجھا چاہئے کہ اس آیت مین مال کو بالکل سرکشیکا
سبب نہین فرمایا ہی بلکہ اپنے تئین مال کے سبب سے بے پروا سمجھنا اور اس احتیاج سے جو بندیکو حقتعالی کی درگاہ سے
ہر وقت اور ہر آن موجود ہی غافل ہونا اور مال کی پیدایش اللہ تعالی کے کرم اور فضل سے نجاننا بلکہ اپنی محنت اور
کوشش کیطرف نسبت کرنا یے چیزین البتہ سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہین اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب
کبار کو اگرچہ مال کی زیادتی تھی لیکن اعتقاد بد سے بری تھے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگون کے احوال کو دیکھے تو یقینی
معلوم ہوجاوے کہ محتاجون کی خدمت اور خبرگیری اور خاطرداری جس قدر ان بزرگون سے ہوئی ہی دوسرون
سے نہین ہوسکی ہی گویا مال کی کثرت کو زہر قاتل سمجھ کر تصدّق دینے کو تریاق جانتے تھے اسیواسطے اسلام مین زیادہ کوشش
کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ یعنے کیا اچھا مال نیک ہی جو نیکبخت
آدمی پاس ہی کہ وہ نیک کام مین خرچ کرتا ہی اور جب ثابت ہوگیا کہ آدمی کی ہر بات مین محتاج ہونے کی وجہ یہی
ہی کہ بے احتیاجی کی صورت مین سرکشی اور نافرمانی کرتا ہی اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہوکے نعمت ہی کے دیکھنے مین
ریجھ رہتا ہی اور یہان گمان اسبات کا تھا کہ شاید کوئی تمثیل کے طور پر ان بے پرواؤن کا حال پوچھ بیٹھے کہ ان کو غنا
سرکشیکا سبب کیونکر ہوئی تو اسکی مثال کو بیان فرماتے ہین اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی کیا دیکھا تونے اس شخص کو
جو منع کرتا ہی اور روکتا ہی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی بندے کو جب چاہتا ہی کہ نماز پڑھے اور حق بندگی کا بھی یہی
تھا اپنے پروردگار کی عبادت ہاتھ اور پاؤن اور دل اور زبان سے بجا لاوے اور ایسی عبادت جو ان سب باتونکو جامع
ہو سوائے نماز کے نہین ہی اور حق خدا کا یہہ ہی کہ معبود ہو ہر عبادت مین پھر اس منع کرنے والے نے بندیکا حق بھی
تلف کیا اور خدا کا حق بھی تلف کیا تو اسکی سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اسکے بندون سے بھی ثابت ہوئی اور یہہ
ابوجہل تھا کہ کئی مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین نماز پڑھنے سے منع کیا تھا بلکہ یہہ کہا تھا کہ
اگر کبھی مین تجھکو پیشانی زمین پر رکھتے دیکھونگا تو برے طور سے پیش آؤنگا اور ہرچند کہ یہہ آیت اسی
[illegible] نازل ہوئی ہی لیکن اب بھی جو شخص کہ اللہ تعالی کی بندگی سے منع کرے اور روکے وہ بھی
اسی وعید [illegible] مین داخل ہی اور [illegible] نے لکھا ہی کہ غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جاوے

شرعی مسئلہ

اور

اور مکروہ وقتون مین بھی نماز سے منع کیا چاہیے اور مکروہ وقت پانچ ہین ایک آفتاب نکلنے کا وقت دوسرا آفتاب کے
ڈوبنے کا وقت تیسرا اسکے ٹھہرنیکا وقت یعنے دوپہر چوتھا نماز عصر کے بعد مغرب تک پانچوان طلوع فجر سے آفتاب
نکلنے تک سوائے نماز فجر کے اور اگر لونڈی یا غلام کو اسکا مالک تہجد کی نماز پڑھنے سے منع کرے اس سبب سے کہ اگر اتنا
جاگیگا تو فجر کو اسکی خدمت مین قصور کریگا تو اسکو بھی منع کرنا پہنچتا ہے اور اسیطرح خدمت کیوقتین نماز سے منع کرنا
بھی پہنچتا ہے اور اسیطرح خاوند کو اپنی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف نفل سے منع کرنا پہنچتا ہے اسواسطے کہ اس
حالت مین بہت سی منفعتین اسکی جیسے جماع اور دوسری لذتین جاتی رہینگی سو ان سب چیزون مین جو ذکر کی گئی ہین
منع کرنا نماز سے ایک مصلحت کے واسطے ہے اللہ تعالی کے حکم سے تو حقیقت مین منع نہوا بلکہ ایک عبادت سے دوسری
عبادت مین پہنچا دینا ہوا اور بعضے دین کے بزرگون نے ادب کی رعایت کے واسطے ان چیزون کے منع کرنے سے
بھی احتراز کیا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک مرتبے عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ
عیدگاہ مین تشریف لے گئے چند آدمیون کو دیکھا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلین پڑھ رہے ہین آپنے فرمایا کہ ان سے
کہدو کہ مین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی عیدگاہ مین اسوقت نفل پڑھتے نہین دیکھا ان لوگون نے
آپکے حکم کو نہ سنا اور اپنے کام سے باز نہ آئے بعضے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر حکم ہو تو انکو زبردستی
منع کردین اور اگر نمانین تو سزا کو پہنچین آپنے فرمایا کہ مین اس آیت سے یعنے أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ
کے مضمون سے ڈرتا ہون اور اسطرح سخت حکم کر نہین سکتا لیکن ادب کی رعایت اسجگہہ ہوتی ہے جہان ممانعت
کا حکم صریح اور ظاہر نہو جیسے یہہ مقام تھا کہ یہان صریح ممانعت وارد نہین ہوئی والا بموجب اس قول کے الأَمْرُ
فَوْقَ الأَدَبِ یعنے حکم کا مان لینا ضروری ہے ادب کی رعایت سے اچھی بات کا بتلا دینا اور بری بات سے حتی المقدور
روکنا واجب ہے اور جب آدمیون کی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہے بیان فرما
چکے تو اس مرض کے علاج کا طور بھی ارشاد ہوتا ہے کہ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ
کیا دیکھا تونے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا یا لوگون کو پرہیزگاری کا حکم کرتا یعنے اگر اپنی سرکشی کا
علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح اور سالم رکھتا پھر اس مرتبے سے بھی آگے بڑھتا اور دوسرون کو نصیحت کرنے کے
راہ پر لاتا اور نماز کے منع کرنے سے باز آتا اور لوگون کو پرہیزگاری کا وصیحت کا حکم کرتا أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ

تو قوائن کیا دیکھا تو نے ہمارے سرکش کو کہ اگر جھٹلایا پیغمبر کے دین کو اور منہ پھیرا اچھی راہ چلنے سے تو ان دونون حالتون مین اپنا بدلا پاویگا لیکن پہلی حالتین جزا انکا ہے
اور دوسری حالتین سزا بلکہ جزا کا لحاظ رکھنا بھی سرکشی اور طغیان کا علاج ہے اور اگر اسکو جزا کے واقع ہونے مین کچھ شک یا شبہ ہو تو اسکے سمجھانے کو
اسقدر کافی ہے کہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا نہین جانتا ہے کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے اور دیکھنے ایسے جو بدلا
دینے کی قدرت رکھتا ہے اور ہر ہر ذرے مین عالم کے اسکی حکمتین اور قدرتین اظہر من الشمس ہین یعنے آفتاب سے
زیادہ روشن ہین جزا کے ہونے اور یقین جاننے مین کافی ہے اسواسطے کہ قدرت اسکی جزا کے جائز ہونیکو چاہتی
ہے اور حکمت اور عدالت اسکی جزا کے واجب ہونیکو چاہتی ہے اور اچھائی اور برائی کا دیکھ لینا امتیاز اور جدائی
کرنیکو ہر نیک و بد مین کافی ہے پھر جو شخص دیدہ و دانستہ باوجود قادر ہونیکے نیک اور بد مین فرق نہ کرے
اور ہر شخص کو اپنے اپنے کئے کی جزا اور سزا نہ دے ایسا شخص ایک گھر کی ریاست کے قابل نہین ہوتا ہے پھر خدائی
کے قابل ہونیکا کیا ذکر ہے اور قدرت اور حکمت اس مالک الملک کی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے اور جو پوشیدہ ہے
وہ یہی ہے کہ اللہ تعالی کو خبردار رہنا سب نیک اور بد کامون پر اپنے شہوت اور غضب اور جہالت کے پردے آدمی
کی بینائی کی آنکھ کو بند کرکے اسکو اس خبرداری سے غافل کر دیتے ہین لاچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کی گئی
کَلَّا یعنے معاملہ ایسا نہین ہے کہ وہ سرکش مہمل چھوڑ دیا جائیگا اور اسکی دنیا کی عزت اور مرتبے کے لحاظ سے اسکی
سرکشی اور نافرمانی بیچ چھپی رہ جائیگی بلکہ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ اگر اس دھمکی اور جھڑکی سے اپنی سرکشی سے باز نہ آویگا
لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ البتہ گھسیٹینگے ہم اسکو چوٹی سے جس مین بڑی ذلت اور حقارت ہے اسواسطے کہ پیشانی آدمی
کی سب بدن مین بڑا شرف اور بزرگی رکھتی ہے اسیواسطے تعظیم کی جگہہ پر بادشاہون اور دوسرے امیرون کے سر
مبارک کی قسم کھانا رایج اور معمول ہو گیا ہے اور جب اس پیشانی کو اسطرح سے ذلیل اور خوار کیا تو کمال ذلت
ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر کرنے مین ایک اشارہ یہہ بھی ہے کہ آدمی مین سرکشی اور نافرمانی کے سبب کو اسی
عضو مین حوالہ کیا ہے اسواسطے کہ تکبر اور غرور کی وہم اور خیال اور جو حسن ہین یعنے باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور
لامسہ اور ذائقہ سو یہ سب اسی عضو مین یا اسکے قریب سپرد کئے گئے ہین اور سرکشی کی لفظ بھی اسی عضو کی شرارت کی
کو اشارہ ہے اسیواسطے سیاست اور سزا دینا اسکا اسی عضو خاص پر ہوا چنانچہ چور کی سیاست ہاتھ کا کاٹنا ہے اسواسطے کہ چوری
[illegible] ہاتھ سے نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور گنہگار ہے سرکشی کی

حالت مین پیشانی کی جڑون اور ٹکڑون سے اور اسی قوت سے جو پیشانی مین سپرد ہوئی ہے جھوٹی باتین بڑھ بڑھکے
کہتا تھا اور گناہ کے کام بے پروا انہ کرتا تھا کبھی مسکینون اور غریبون کی طرف حقارت کی آنکھ سے دیکھتا تھا
اور کبھی اپنی مرضی کے مخالف اگر کوئی کام دیکھتا تھا تو پیشانی پر شکن ڈالکے ترش رو ہوکے بیٹھتا تھا اور کبھی
ہنسی اور مسخرگی اور لوگون کی حقارت مین سر ہلاتا تھا تو یہہ پیشانی اسی لایق ہے کہ اسیطرح سے ذلیل اور خوار کیجاوے
اور اسکی پیشانی اور چوٹی کے بال جنکو ہمیشہ دھوتا اور تیل ڈالتا اور کنگھی کرتا رہتا تھا پکڑکے کھینچی جاوے اور خاک
مین ملائی جاوے اور مفسرون نے لکھا ہے کہ خاطی بہت برا ہوتا ہے مخطی سے اسواسطے کہ عرب کی زبان مین خاطی
اسکو کہتے ہین جو جان بوجھکے قصد سے گناہ کرے اور مخطی اُسے کہتے ہین جس سے قصدا دانستہ گناہ ہوجاوے اسیواسطے
خاطی کو قرآن مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہے یعنے غسلین کا کھانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کے جو اُن کا
بدن جلنے کے سبب سے انکے گوشت پوست اور چربی سے اوٹ کے بہے گا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ غِسْلِيْنَ
لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ یعنے غسلین نہ کھائیگا اسکو مگر قصد سے گناہ کرنیوالا اور مخطی کے واسطے بخشش اور معافی
کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا یعنے حقتعالیٰ نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ اے
رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو ہماری بھول اور چوک پر اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جبکہ یے آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لوگون کے سامنے پڑھا تو رفتہ رفتہ یہہ خبر ابوجہل کو بھی پہنچی وہ ملعون نہایت خفا
مین ہوکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ اے نادان کچھ بھی
تجھکو سمجھ ہے کسکو تو ڈراتا ہے اگر مین چاہون تو ابھی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بھردون لیکن یہہ کسواسطے
کرون کہ تجھکو اور تیری قوم کو تو وے لوگ جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین حاضر رہتے ہین کفایت کرتے
ہین اگر انکو پکارون تو ابھی تیری حقیقت معلوم ہوجاتی ہے سو اس ملعون کے تجبر کے جواب مین حقتعالیٰ نے ایک
آیت دوسری نازل فرمائی کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ پھر چاہیے کہ پکارے اپنی مجلس والون کو یعنی ان لوگون کو جو اسکی
مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنے موت کے دفع کرنے کے واسطے اور قابض الارواح کے مقابلے مین
بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بلاوے ہم بھی اسکے مقابلے مین اپنے ادنی اور حقیر بندون کو بھیجین گے چنانچہ
فرماتے ہین سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ قریب ہے کہ بلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل عربی زبان مین بندہ نگاہبانیکے پیادون کو

کہتے ہین جو لوگون کی مشکین باندھکے قید خانہ مین بند کرتے ہین اور یہان پر وے فرشتے مراد ہین جو دوزخ پر مقرر ہین اور لوگون کے ہاتھ پانون باندھکے دوزخمین ڈالین گے سو اُس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنے بدر کے روز مارا گیا اور صحابہ نے بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ملعون کے کانمین سوراخ کرکے اسمین رسی ڈالکر مارے جانے کے مقام سے اس کی لاش کو ایک ناپاک کوئین تک گھسیٹتے لے گئے پھر اسکی چوٹی کے بالون سے کھینچ کر کوئے مین ڈالا اور اسکی روحکو بدن سے جدا ہوتے ہی دوزخ کے نگہبانون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پھر اسکے رفیق اور اسکی مجلس کے بیٹھنے والے کوئی اس سخت مصیبت مین کام نہ آوے اور زبانیہ کے عددون کا شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہہ پر بیان ہے وہ یہہ ہے کہ کافرون کے واسطے انیس فرشتے مقرر ہین جو ان کو پکڑکے دوزخمین ڈالین گے اور انیس کے مقرر ہونے کی وجہ سورۂ مدثر کی تفسیر مین بیان کی گئی ہے اور بعضے روایتون مین آیا ہے کہ ان فرشتون کا قد اتنا لنبا اور چوڑا ہے کہ پیر اُن کے زمین مین اور سر آسمان مین لگتا ہے اور اُن کے سردار کا نام مالک ہے اور اٹھارہ دوسرے اسکے تابع ہین آنکھین ان کی بجلی کی طرح چمکتی ہین اور دانت انکے بارہ سنگے کے سینگ کیطرح اینٹھے ہوئے ہین اور بال انکے اتنے لنبے ہین کہ زمین پر گھسے جاتے ہین اور آگ کے شعلے ان کے منہون سے نکلتے ہین اور ایک کندھے سے اُن کے دوسرے کندھے تک ایک برس کی راہ ہے اور انکے ہاتھ کی ہتھیلی ستر ستر ہزار آدمی کی گنجایش رکھتی ہے اور اُس زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ یہہ ایسی جمع ہے جسکا مفرد نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُس کا مفرد زبنیت عفریت کے وزن پر ہے نکالا گیا ہے زبن کی لفظ سے جسکے معنے دفع کرنیکے ہین اور زبنیت متمرد و سرکش کو کہتے ہین جنون مین سے خواہ آدمیون سے اور جب اُس کافرون کے حال اور آئندہ کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی مخالفت پر دلیر کیا اور فرمایا کَلَّا یعنے مت ڈر اُس سے اور اسکے ڈرانے کو کچھہ بھی دل مین مت گن لَا تُطِعْهُ اسکے کہنے کو مت مان وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اور سجدہ کر اپنے پروردگار کا اور نزدیکی حاصل کر اس جناب کی سجدے کی عبادت سے ہرچند کہ اس مردود نے نماز پڑھنے سے بالکل منع کیا تھا لیکن زیادہ غصہ اسکا سجدہ کرنے پر تھا اسواسطے کہ نماز کے رکنون مین سجدہ کرنا تکبر اور غرور کے بہت منافی ہے اور اسکو تکبر اور غرور پرلے درجے کا تھا اسیواسطے یہہ فعل اسکو برا معلوم ہوتا تھا اپنے سر جھکانیکا تو کیا ذکر ہے دوسرے کا سر جھکانا دیکھہ نہ سکتا تھا اسیواسطے اسکے مقابلے مین سجدے کو حکم ہوا تاکہ رغم انف اسکی

ہو یعنے اسکی ناک گھسی جائے اور آجو یہہ سرکش کو تکبر کے بد نہین چوٹی پکڑ کے کھینچنے سے خوف دلوایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اسکے مقابلے مین حکم ہوا کہ تم اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے واسطے زمین پر رکھو اسبات کے شکر مین کہ ہمنے
تمہارے دشمن کی پیشانی کو خاک مین ملایا اور یہہ بھی ہے کہ سجدہ کرنا حق تعالی کی نزدیکی کا سبب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو سجدہ کرنیکو فرمایا اور حکم ہوا کہ تو سجدہ مین مشغول ہو کہ تیرا قرب درگاہ الٰہی مین کمال کے مرتبے کو پہنچے اور تیرا
مرتبہ اور بزرگی تجھکو حاصل ہووے اور تیرا دشمن خود بخود ذلیل اور خراب ہو جاوے اسواسطے کہ جسقدر تیرے قرب کے درجے
جناب الٰہی مین بڑھین گے اسیقدر تیرے دشمن کو دوری اور مقہوری اس درگاہ سے ہوگی اور سجدے کی حالتمین آدمیکو زیادہ
تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہہ یہہ ہے کہ اسوقتمین آدمی اپنی اصل کی طرف جو خاک ہے متوجہہ ہوتا ہے اور جسقدر اسکا
توجہ اپنی اصل کی طرف زیادہ ہوگا اسیقدر حق تعالی کا قرب اسکو زیادہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ فیضان وجود کا اس جناب سے
اسی راہ سے اسکو پہنچا ہے سو جب اسنے اپنے تئین پھر اسی دروازے پر جہان سے آیا تھا پہنچایا اور اسی دروازے کو
ٹھوکنا رجوع الی اللہ ثابت ہو گیا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَ هُوَ
سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنَ الدُّعَاءِ یعنے بندیکو سجدے کی حالت مین اپنے پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہے
اس حالتمین اسکو چاہیے کہ حاجت مانگے تاکہ جلد قبول ہووے اور یہہ آیت تلاوت کے سجدے کی آیتون سے ہے
اس آیت کے پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ابوجہل نے لوگونسے
کہہ رکھا تھا کہ محمدؐ جسوقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ کرتے ہون اسوقت مجھے خبر دینا کہ مین ان کی گردن پر اپنا
پیر رکھونگا اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سامنے کھڑے نماز پڑھتے
تھے بعضے لوگون نے اس مردود کو خبر پہنچائی وہ ملعون موافق اپنے وعدے کے آیا اور آنحضرتؐ کے نزدیک پہنچکے چاہا کہ کچھ
بے ادبی کرے لیکن خود بخود اپنے دونون ہاتھ سپر کی طرح منہہ کے سامنے کئے ہوئے پیچھے ہٹا جسطرح کسی چیز سے کوئی
ڈر کے اپنے تئین بچاتا ہے چنانچہ دو تین مرتبے اسیطرح قصد کیا اور اسیطرح پیچھے ہٹا لوگ جو یہہ تماشا دیکھنے کو
جمع ہوئے تھے یہہ بات دیکھکے حیران ہوئے اور اس سے پوچھا کہ یہہ کیا تھا کہ تو اسطرح سے پھرا اسنے کہا کہ میرے اور محمدؐ
کے درمیان مین ایک خندق آگ سے بھری ہوئی اور اسکے کنارے پر فرشتون کے پر مجھے معلوم ہوئے اور ایک اژدہا میری طرف
لپکا اس سے نہایت مجھکو دہشت معلوم ہوئی اور مین ہرگز وہان ٹھہر نہ سکا اگر ذرا بھی ٹھہرتا تو جل ہی جاتا اور اژدہا مجھکو

ف [illegible]

ف
فائدے اور بیان
اس سورت کی تفسیر کی
آیتیں ۱۹

نکل لینا لوگون نے پوچھا کہ پھر یہہ کیا بات تھی اس کا فراز لی نے کہا کہ یہہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہے مین نے اجیت نہین پایا ہو
اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت نے یہہ بات سن کے فرمایا کہ اگر یہہ مردود میرے نزدیک آتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے
ٹکڑے کرکے لیجاتے اور ہرگز جیتا نہ پھرتا اب جو فائدے اور باریکیان کہ اس سورت سے تعلق رکھتی ہین کچھ بیان ہوتی
ہین چنانچہ ان مین سے ایک یہہ ہے کہ پانچ آیتین اس سورت کی قرآن کے نازل ہونیکی ابتدا مین نازل ہوئی تھین اور باقی
ابوجہل کے حق مین بہت دنون کے بعد نازل ہوئین لیکن بموجب حکم پروردگار کے ان آیتون کو انکے ساتھ ملا دیا اور مناسبت کی وجہ
تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی ہے اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین سبھی علمونکا ثابت کرنا منظور ہے جو نقل کرانے اور لکھنے پر موقوف
ہین اور یہہ بھی ایک نکتہ عجیب اس سورت مین ہے کہ اول اس سورت کا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور باقی مال
کی مذمت پر بس سمجھہ سے بوجھہ لیا چاہیے کہ علم ایک چیز ہے نہایت مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور بے
رغبتی کے سزاوار ہے اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حق تعالی نے اپنے تئین اکرم
کی صفت سے یاد فرمایا یعنے وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ اور سورۂ انفطار مین اعتدال خلقت اور ظاہری اور باطنی اعضا کی برابری
کی نعمت جو مذکور ہوئی ہے تو وہان اپنے تئین کرم کی صفت سے یاد فرمایا ہے یعنے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ
فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ اور یہہ بات ظاہر ہے کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے ہین اور
کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہے تو یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حسن اور جمال کی نعمتون سے بڑھ کے ہے
اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین ابوجہل کے حق مین جو اس امت کا فرعون تھا لیطغی فرمایا کہ لام تاکید سے مؤکد ہے کہ اسکا
صیغہ بھی استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام کے وقت کے فرعون کے حق مین باوجود اسکی
بادشاہی اور عزت اور مرتبے کے طغی کی لفظ فرمائی ہے بغیر تاکید اور بے صیغہ استمرار کے تو یہہ تغیر اسلوب کا اسبات
کی طرف اشارہ ہے کہ فرعون باوجود اس قوت اور مرتبے کے حضرت موسی علیہ السلام کو رنج نہین دیتا تھا
مگر بات کہنے مین اور یہہ مردود باوجود کمزوری اور بیکسی کے بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنیکا قصد کیا اور
آپ کی ہلاکی کے پیچھے پڑا تھا اور یہہ بھی ہے کہ فرعون نے بچپن مین حضرت موسی سے اچھے سلوک کئے تھے اور آخر کو بھی
اسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا یعنے لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ اور تھوڑا آگے اس کا گھٹ گیا بخلاف
ابوجہل کے کہ وہ آنحضرت کی جناب مین بچپن کی عمر سے حسد رکھتا تھا اور آخر ایسا کلمہ کہکے مرا جسسے تکبر بوجھا جاتا ہے یعنے

لو غیر اکّار قتلنی یعنے میرا رتبہ یہہ تھا کہ مدینے کے کسانون کے ہاتھ سے مارا جاؤن اور جسوقت حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ اسکا سر کاٹنے کو اسکے سینے پر چڑھے تو بطور تکبر کے کہا کہ یا راعی الغنم لقد ارتقیت مرتقا صعبا یعنے اے بکری چرانیوالے بڑے مقام پر بیٹھا تو اور یہہ بھی کہا تھا کہ ھل اعمد من رجل قتلتموہ یعنے کیا ہے کوئی دنیا مین عمدہ اور بڑا مرتبے مین اس شخص سے جسکو تم نے قتل کیا ہے بس ان وجہون سے سرکشی اور تکبر اس مردود کا فرعون کے تکبر اور غرور سے بھی بڑھ گیا تھا اسیواسطے اسکے حق مین ایسی لفظین تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم بالصواب

سورۃ القدر

مشہور تو یون ہے کہ یہہ سورت مکی ہے لیکن اسکے نازل ہونے کے سبب مین جو حالات کہ بیان کئے جاتے ہین ان سے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ مدنی ہوگی اسواسطے کہ قصّے بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور ہوتے تھے اور نیز بھی اسی مبارک مہینے مین بنایا گیا ہے اور اس سورت مین پانچ آیتین اور تیس کلمے اور ایک سو بارہ حرف ہین اور اسکے نازل ہونے کے کئی سبب ہین اوّل یہہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کا احوال صحابہ کرام رضؓ کے سامنے بیان فرماتے تھے اس مین احوال شمعون یا سمنون کا جو ایک زاہد بنی اسرائیل مین گذرا ہے اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہے بیان فرمانے لگے کہ اسنے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکھتا تھا اور کافرون کے ساتھ جہاد کرتا تھا اور رات بھر نماز پڑھتا تھا صحابہ کرام رضؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کسطرح سے ایسے شخص کے ثواب کو پہنچ سکین گے کہ انتہا ہماری عمر کی ساٹھہ یا ستر برس کی ہے سو اسمین تہائی تو سونے مین جاتی ہے اور کچھہ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہے اور کچھہ اسمین سے مرض اور سستی مین ضایع ہوتی ہے پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوئے اللہ تعالی نے آپکے دفع ملال کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی کہ اگرچہ تمھاری امت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہم نے انکو ایک مدت ایسی عنایت فرمائی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینون کی عبادت سے بہتر ہے دوسرا یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز انکی امت کی عمرین دکھائین تو اکثر درمیان مین ساٹھہ اور ستر برس کی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

غمگین ہوئے کہ اتنی سی عمر مین میری امت کیا کام کرے گی اور اسنے کیا ہو سکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی امتون والے
بڑی بڑی عمرون کا ثواب پاوین اور میری امت تھوڑی سی عبادت کے سبب شرمندہ ہو حق تعالیٰ نے آپ کی خاطر مبارک
کی تسلی کے واسطے یہہ سورت بھیجی تیسرا سبب یہہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب مین دکھایا کہ بنی امیہ کے ظالم حضرت کے منبر پر ایک کے بعد دوسرا بندرون کی طرح سے
کود کود کر بیٹھتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے ہین یہہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری تو
آپ کی تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی امیہ کی سلطنت کی مدت ہے اسواسطے
کہ ان کی بادشاہت کا زمانہ اسیقدر تھا اور اس سورت کو سورۂ قدر اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین لیلۃ القدر کا حال
مذکور ہے اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اسکی دو وجہین ہین اول تو یہہ کہ قدر مقدار اور رتبے کو کہتے ہین
اور اس رات مین مقدار اور رتبہ بنی آدم کے صلحا اور عابدون کا ظاہر ہوتا ہے اور مراتب مکسوبہ یعنے مرتبے کمائے
ہوئے ان کے قرب اور منزلت مین عند اللہ ثابت ہوتے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہے اور
فرشتے اور ارواح مین قدر اور منصب سے ہر ایک کے مطلع ہوتے ہین دوسری یہہ کہ قدر بزرگی کے معنون مین
بھی آتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالیقدر یا ذوالقدر ہے یعنے شرف اور بزرگی رکھتا ہے اور یہہ رات کئی
طور سے دوسری راتون پر شرف اور بزرگی رکھتی ہے اول یہہ کہ تجلی الٰہی شام سے صبح تک اس رات مین بندون
کے حال کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کو قرب معنوی حق تعالیٰ کی جناب مین پیدا ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ فرشتونکا
عالم اور ارواح کا عالم صلحا اور عابدون کی ملاقات کو آسمان سے زمین پر آتے ہین اور ان کے نزدیک ہونے کے
سبب سے عبادتون کی کیفیت اور طاعتون کی حلاوت دوسری راتون کی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے ہزارون
درجے بڑھ جاتی ہے تیسری یہہ کہ قرآن مجید بھی اسی رات کو لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر نازل ہوا ہے اور
یہہ ایسا شرف ہے کہ نہایت نہین رکھتا چوتھے یہہ کہ پیدایش فرشتون کی بھی اسی رات مین ہے پانچوین یہہ کہ بہشتون
کا آراستہ کرنا بھی اسی شب کو ہے چھٹے یہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش کا مادہ بھی اسی شب کو جمع ہوا ہے اور
صحیح روایت مین آیا ہے کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تھا کہ سالہا سال جہازون کی ملاحی کی تھی ایک روز انسے
کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہے کہ میری عقل اس سے حیران ہے وہ یہہ ہے کہ دریا

بنی امیہ کی سلطنت کی مدت

سوتی کا

شور کا پانی سال میں ایک رات میٹھا ہو جاتا ہے عثمان بن ابی العاص نے اسے کہا کہ جب وہ رات آوے تو مجھکو
خبر کرنا دیکھوں تو کہ وہ کونسی رات ہے اور کیا بزرگی رکھتی ہے اس غلام نے ستائیسوین کو رمضان مبارک کی
اُن سے کہا کہ یہہ رات وہی ہے غرض کہ مضمون سے اس سورت کے معلوم ہوتا ہے کہ عبادتین اور طاعتین وقتون
کے نیکوئی اور مکانون کی بزرگی اور اجتماع اور حضوری صالحون کے سبب سے ایجاب میں ثواب کے اور ایرات مین
برکات اور انوار کے بڑا مرتبہ رکھتی ہین اور یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کا مشقت
اور رنج کے موافق اسوقت ثواب دیا جاتا ہے کہ اسطور کا کوئی سبب درمیان مین نہو جیسے کہ فرمایا ہے کہ
اَجْرُكَ عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكَ یعنے ثواب تیرا تیری محنت کی قدر ہے لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت حاصل
ہوتا ہے تو ثواب طاعتون کا رنج اور مشقت کے اندازے پر نہوا اسواسطے کہ بہت ہوتا ہے کہ تھوڑی سی عبادت
جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان مین بہت سی طاعت سے بہتر اور منور ہو جاتی ہے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے
کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرافت کے لوگون کی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہے جیسے دعا قبول ہونے کی
گھڑی کو جمعہ کے دن مین اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچون نماز دن مین اور اسم اعظم کو اسماء الٰہی مین اور مقبول طاعت
کو دوسری طاعتون مین اور اولیا اللہ کو دوسرے لوگون مین تاکہ تمام لوگ ہمیشہ ان چیزون کی جستجو مین رہین
اور سب راتون کی اور سب طاعتون کی اور سب نمازون کی اور سب اسماء الٰہی کی اور سب طاعتون کی اور سب نیک
لوگون کی رعایت کرین اور اس متبرک رات کے چھپانے مین بھی ایک حکمت ہے جیسے مرنے کے اور قیامت کے دن
کے چھپانے مین حکمت ہے اور وہ یہہ ہے کہ مکلفین محنت اور کوشش مین قصور نہ کرین اور تکیہ اور بھروسا ایک چیز
معین پہ نکر بیٹھین اور غفلت اور سستی کو نہ اختیار کرین اور اس شب کے پوشیدہ رکھنے کی وجہون مین یہہ بھی
کہا ہے کہ اگر شب قدر عام لوگون پر ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات مین عبادت کر کے ثواب ہزار مہینے کا
کماتے اور بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس رات کو لغویات اور معصیات
مین گذرانے سے عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٰہی نے اس بات کو چاہا کہ لوگ اس رات کو یقینی نہ
جانین تاکہ دیدہ و دانستہ اس رات مین گناہ کر کے عذاب عظیم مین گرفتار نہون ہرچند کہ بعضون کو اس رات مین عظیم
ثواب حاصل ہوتا لیکن دفع ضرر کا بہتر ہے منفعت کے حاصل کرنے سے اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہئے کہ بعضے مفسرون نے

قدر کو تقدیر کے معنے مین لیا ہے اور کہا ہے کہ روزیان اور موتین اور دکھ اور بیماریان اور عمل اور سوا اسکے
دوسرے حادثے جو دنیا مین ہونے والے ہین اسی رات کو مقدر ہوتے ہین اور فرشتون کو فردین اُن امون
کی جو ان سے متعلق ہین لوح محفوظ سے نقل کرنے کے سپرد کر دیتے ہین تاکہ مطابق اس نوشتے کے تمام سال عمل کرین
لیکن صحیح بات یہہ ہے کہ یہہ تقدیر شعبان کی پندرہوین رات کو ہوتی ہے جسکو شب برات کہتے ہین اگرچہ تابعین
مین سے بعضون نے کہا ہے کہ نقل نویسی اس رات کو ہوتی ہے اور متصدیون کے حوالے اس رات مین کرتے ہین تو ابتدا
تقدیر کی شب برات مین ہوئی اور اسکی انتہا اس رات مین لیکن تحقیق وہی بات ہے جو ذکر کی گئی اور شب قدر کی تعین
مین بہت اختلاف ہے جو کچھہ کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے سو اسی قدر ہے کہ وہ مبارک رات رمضان کے مہینے
مین ہے اسواسطے کہ اس سورت مین قرآن کا نازل ہونا اسی رات مین فرمایا ہے اور اس سورۃ مین عبادتین اور
طاعتین اور منصب اور مرتبے ہر مقرب کے اللہ کے عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے
اس رات کو لیلة القدر کہتے ہین اور سورۂ بقر مین دوسرے سیپارہ مین فرمایا ہے کہ نزول قرآن شریف کا رمضان
کے مہینے مین ہے بس جمع کرنے سے ان دونون فرمودون کے اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کے
مہینے مین ہے اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر تمام سال مین دائر ہو اور جس سال مین قرآن نازل ہوا تھا اُس
سال مین رمضان کے مہینے مین واقع ہوئی ہو لیکن یہہ قول نہایت بعید ہے اور از روئے حدیث صحیح مشہور
کے ثابت ہوا ہے کہ وہ رات رمضان کے مہینے کی آخر دہے کی طاق راتون مین ہے بس تمام سال مین سے
پانچ راتین اسبات کا احتمال رکھتی ہین کہ شب قدر ہون یعنے اکیسوین[۲۱] تئیسوین[۲۳] پچیسوین[۲۵] ستائیسوین[۲۷] انتیسوین[۲۹]
اور اصح یہہ بات ہے کہ ایک رات ان راتون مین سے شب قدر ہوتی ہے بلا تعین کے کسی سال اکیسوین اور کسی
سال تئیسوین اور کسی سال پچیسوین اور کبھی ستائیسوین اور کبھی انتیسوین اور یہہ بات جو مشہور ہے کہ ستائیسوین
رات ہے سو اس سبب سے ہے کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو واقع ہوتی ہے اسیواسطے ابن عباس رضی اللہ
تعالی عنہ نے فرمایا ہے کہ لیلة القدر نو حرف ہین اور یہہ لفظ اس سورۃ مین تین بار مذکور ہے اور جب تین کو نو
مین ضرب کرین تو ستائیس ہوتے ہین اور بعضے علما نے کہا ہے کہ اس سورت مین تیس کلمے ہین اور ستائیسوان ان مین سے ہی کا لفظ
ہے جو شب قدر کی طرف پھرتا ہے اور یہہ اشارہ ستائیس کے عدد کی طرف ہے واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ تحقیق ہم نے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر مین
یعنے وہ رات جسمین قدر اور مرتبے عبادت کرنیوالون کے اور ان کے ولایتون کے رتبے عالم ملکوت اور عالم [illegible]
پر ظاہر ہوتے ہین اور مناصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے ان مرتبون کے مستحقون کیواسطے
اس رات کو معین اور مقرر کئے جاتے ہین اور اس معاملے کو رات کے ساتھ اسواسطے مخصوص کیا کہ دن ظہور کا وقت
ہی تو مشابہ ہی عالم شہادت سے اور رات پردہ پوشیکا وقت ہی پس عالم غیب سے کمال مشابہت رکھتی ہی اور بھید
اس رات خاص کا وہ جو بعضے عارفون کو معلوم ہوا ہی وہ یہہ ہی کہ یہ رات وصل کی ہی اور صورت وصل کی
اس شب مین اسطور سے جلوہ فرماتی ہی کہ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندون کے حال کی طرف متوجہ ہوتی ہی
اور مدارک اور اذہان مین یعنے بوجھون اور ذہنون مین انکے ایک فراخی پیدا ہوتی ہی اور قوت خیالیہ قوت
مدرکہ کی خدمت کرتی ہی اور وہ تجلی عالم قدس کے رہنے والون کو یعنے ملائکہ اور ارواح مبارکہ کو اپنے ہمراہ لاتی
ہی اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہری سے اور ملنا آسمان کے کمال والونکا زمین کے کمال والون سے
اور در آنا انوار اور لمعات ایک کے دوسرے مین اور فائدہ حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے اشعہ اور لمعات سے
یعنے کمالات کی روشنیون سے اس رات کو بخوبی ہوتا ہی اور عالم روحانی مین ایک عجیب حالت پیدا ہوتی ہی کہ
اسکی تفصیل بیان کرنا بہت مشکل ہی لیکن ایک ناقص مثال سمجھنے کے واسطے بیان کی جاتی ہی کہ موسم بہار کے
آنیکے طور پر بوجھ لینا چاہئے یعنے جیسا کہ اسوقت مین آسمان سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی
گرمی کی تیزی سے جو زمین کے ابھارنیوالی قوت مین تاثیر کرکے ہر ہر دانے اور گٹھلی مین جو جو شکل چھپی اور پوشیدہ ہی اسکو
مستعد کر دیتی ہی پھر طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے لہلہے ظاہر ہوتے ہین اور بڑی رونق اور
کمال زینت عالم مین حاصل ہوتی ہی اسیطور پر اسکو جاننا چاہئے باقی رہا یہان پر ایک شبہ وہ یہہ ہی کہ نزول قرآن
کا تئیس برس تک ہی اور شروع اس کے نزول کا ربیع الاول کے مہینے مین ہی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف
کے چالیسوین برس کا شروع تھا اور قرآن مجید مین قرآن کے نازل ہونیکا اشارہ تین معین وقتون کی طرف فرمایا ہی
ایک رمضان شریف اور دوسرا شب قدر اور تیسرا شب مبارک جو اکثر علما کے نزدیک شب برات ہی یعنے پندرہوین

رات شعبان کی پھر مطابقت اور موافقت اس امر واقعی مین اور ان مخالف تعبیرون مین کیون کر درست آوے گی سو اس کا جواب روایتون مین تامل کرنیکے بعد جو معلوم ہوتا ہے سو یہہ ہے کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت مین جو ایک جائے ہے آسمان دنیا پر گھری ہوئی ملائکہ ذی قدر سے شب قدر مین ہوا رمضان کے مہینے مین واقع ہے اور اندازہ اسکے نجمون کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانون کو کہ اسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا کو پہنچاوین اسی سال کی شب برات مین تھا اب اس صورت مین تینون تعبیرین درست ہوئین یعنے نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے مین واقع ہوا اور نزول تقدیری اُس سے پہلے شب براتین اور نزول قرآن کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سورۂ اقرأ ربیع الاول کے مہینے مین چالیسوین برس کے شروع مین ہے اور تمام ہونا اسکے نزول کا آخر عمر مین بس تعارض نہ رہا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا بزرگی ہے شب قدر کی یعنے ہرچند کہ عارف وسیع المعرفت جلیل المرتبت ہو لیکن اس تجلی الٰہی کی حقیقت کو جو گوناگون عالم ہمراہ رکھتی ہے اور رنگارنگ تاثیرین ہر ایک کی استعداد کے موافق ظاہر کرتی ہے جیسا کہ چاہئیے ویسا بیان کر نہین سکتا اسواسطے کہ شرط اسکے جاننے کی واقف ہونا ان سب عالمون اور ان سب استعدادون پر ہے اور یہہ بات تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہے بس جس قدر کہ ظاہر کرنا اس شب کی عظمت کا ممکن ہے بیان کیا جاتا ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنے شب قدر بہتر ہے ہزار مہینون سے جنمین شب قدر نہو اور مدعا یہہ ہے کہ ہر مہینہ شامل ہے دنون کو اور راتون کو اور ہر دن اور رات تجلیات خفیہ اور شہودیہ کو شامل ہے بموجب اس قول کے کہ اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَهَا یعنے بیشک واسطے اللہ تعالیٰ کے تمہارے زمانے کے دنون مین تجلیات ہین سو خبردار ہو اور متعرض ہو اسکو یعنے اسکی استعداد حاصل کرو لیکن وہ تجلی جو اس شب مین واقع ہوتی ہے ان تجلیون کے نسبت سے ایسی ہے جیسا کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتھ ہوتی ہے یعنے عام ہونے اور شایع ہونے مین اور ایک سبب زیادتی کا یہہ بھی ہے کہ مادہ اس تجلی کا اسماء الٰہی ہین اور ان کے علو کے سبب سے ایسا تجلی کو بھی فوقیت ہے اور ہزار کے عدد کی تخصیص اسواسطے ہے کہ عرب کی زبان مین عدد کا نام یہین تک ہے اور ہزار سے آگے ان کی زبان مین نام نہین ہے تو گویا کہ یہہ اشارہ فرمایا ہے عدد کی انتہا پر اور مہینون کی تخصیص اسواسطے ہے کہ سال مین اگرچہ رات اور دن زیادہ ہین لیکن عرب کے سال جو قمر کے دورے سے شمار کرتے ہین انمین فقط مہینونکی

تکرار ہی اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہی علاوہ اسکے مخصوص ہی دنکے ساتھ برخلاف چاند کے کہ رات سے خصوصیت
رکھتا ہی اور اس سبب سے چاند کو زیادہ مناسبت اس مقام پر ثابت ہوئی اسواسطے کہ چاند کا نکلنا ہلال سے
بدر تک یعنے ابتدا سے انتہا تک رات ہی مین واقع ہوتا ہی تو گویا کہ اس تجلی کے نور کی تمثال ہی دنیا کے ظلمتکدے پر
اور جب تجلی الٰہی اس عظمت اور بزرگی کے ساتھ واقع ہوئی تو ثواب اس رات کی عبادتکا ہزار مہینے کی عبادت سے
بہتر ہوا اب آگے بیان اس کی عظمت کا فرماتے ہین کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اترتے ہین فرشتے آسمان سے
اور روحین علیین کے مقام سے اس رات کو واسطے ملنے کے اہل کمال سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل
کرنیکو اور لذتین اٹھانے کو بسبب معلوم کرنے ان کیفیتون کے جو زمین والون کی ذات مین اپنے محبوب اور معبود کی نسبت
سے حاصل ہوئی ہین اور یہہ نازل ہونا انکا زمین والون کے نور اور حضوری زیادہ ہونیکو بھی ہی اور اس واسطے
بھی ہی کہ آسمانون کو کیفیتین زمینون کی بطور انعکاس کے حاصل ہون پس علوی کمالات اور سفلی کمالات دونون گروہ
ہون ہین انعکاس انوار کے طور پر جلوہ فرماوین اور ایک شکل دونون نوعون سے مرکب ہو کے کمال کی صورت پکڑے
اور وہ جو ہر ہر فرد مین کمالات مندرج تھے سوا اجتماع کے اور حاصل ہونے ہیئت وحدانی کے سبب سے جو
مشابہ مزاج مرکب کے ہی دوسرا رنگ دکھلاوے جیسے مزاج معجون مرکب کا اجزائے مختلفة الکیفیات سے کہ ہر ہر
فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا کرتی ہی اور یہہ ایک طلسم ہی طلسمات الٰہی سے کہ ناقص کو اس
طریقے سے کامل کے حساب مین داخل کر لیتے ہین اور اسی بھید کے سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے افضل
ٹھہرایا ہی اور جس قدر کہ جماعت کثیر ہوتی ہی اسی قدر روشن ہونے مین دل کے اور عند اللہ مقبول ہونے مین
تاثیر زیادہ کرتی ہی اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کبھی ان کامون کے جاری کرنے کے واسطے ہوتا ہی
جو ملائکہ سے تعلق رکھتے ہین اور کبھی حاصل ہونیکو اس مناسبت کے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ کے ساتھ کبھی
پائی جاتی ہی ہوتا ہی سو اسواسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہہ نزول اس قسم
سے ہیچ بلکہ یہہ نزول بِاِذْنِ رَبِّهِمْ حکم سے ان کے رب کے ہی غرض یہہ ہی کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور
ارواح کو تابعداری مین لے کر واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیئت وحدانیہ کمالات مختلفة المقدار کا ہی
نیچے آتی ہی پس بے شبہ نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سوائے اسوقت کے اسطور پر ہی جیسے کوئی متعدی یا

بادشاہ کا کسی کے گھر اپنی آشنائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب سے آنا اور نازل ہونا سو قسمین بلا شبہ اس طور پر ہے جیسا کہ حکم سے بادشاہ کے یا ہمراہ بادشاہ کے اس شخص کے گھر جمع ہون پس جو کچھ کہ تفاوت ان دونون حالتون مین ہے ظاہر اور روشن ہے مِنْ كُلِّ أَمْرٍ بیان ملائکہ اور ارواح کا ہے یعنے ملائکہ ہر کام کے اور ارواح ہر کام کے جو قرب اور کمال کے ساتھ متعلق ہے نزول فرماتے ہین ہر چند کہ سب لوگ منزل علیہم یعنے جن پر نازل ہوئے ہین استعداد اس قرب اور کمال کی نہین رکھتے لیکن پیدا کرنا ہیئت وجدانیہ کا اور پورا کرنا ناقصون کے نقصان کا منظور ہے اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو ایک خاصیت دوسری اس شب کی خواصون مین سے بیان فرماتے ہین سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ سلامتی ہے اس رات کو نفس اور شیطان کے شر سے کہ اکثر ملنا ان کے شرون کا طاعتون کے رد ہو جانیکا سبب پڑتا ہے سو اس رات کو نور کی تجلی کی چمک سے اور ملائکہ اور ارواح کے حاضر ہونے کے سبب سے نفسانی عادتون کی تاثیر اور شیطانی خطرات بالکلیہ دفع ہو جاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک یکسان ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہے بخلاف اور راتون کے کہ اول تہائی مین شیطانون کے پھیلنے کا وقت ہے اور انکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنیوالون کی خاطرون کو پریشان کر دیتے ہین اسیواسطے اس ثلث مین فرض نماز مقرر فرمائی ہے اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور برے خیال اور پریشان خوابین نفسانی خواہش اور طبیعت کی عادت سے ظاہر ہوتی ہین اور وقت کو خراب کرتی ہین اور دعا سے اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتی ہین اور تیسرا حصہ یعنے پچھلی رات جو ان دونو خرابیون سے بچی ہوئی ہے سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کیواسطے مقرر ہوئی ہے اب اسجگہہ پر جاننا چاہیئے کہ عالمون کا اختلاف ہے اس بات مین کہ ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جیسا کہ قرآن کی ظاہر لفظ اسی پر دلالت کرتی ہے یا وے ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جو سدرۃ المنتہی مین رہتے ہین جیسا کہ بعضے حدیثون مین مذکور ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سبکا اتفاق ہے اور انکا مقام سدرۃ المنتہی کے بیچ مین ہے اور انکے ہمراہ سب ملائکہ اور ارواحین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنے والے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور انکے مصافحہ کرنے کا نشان یہہ ہے کہ عین عبادت کی

مشغولی مین بدن پر بال کھڑے ہوجاتے ہین اور دلمین رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھ سے آنسو نکل آتے ہین اور اُس عبادت مین نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور اس رات کے خواص سے ایک یہہ بھی ہے کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہے تو سب کو لازم یہہ ہے کہ ایسی دعا اس رات کو مانگین جو سب بہتر ہوین دنیا اور آخرت کو شامل ہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر کو پاؤن تو کیا دعا مانگون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ یعنے یا اللہ تیرا نام عفو ہے اور بخشنے کو تو دوست رکھتا ہے سو بخش دے مجھکو اپنے کرم سے اور حدیث مین یہہ بھی آیا ہے کہ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ یعنے جو شخص زندہ رکھے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتھ ثواب کی طلب کے واسطے تو اسکے پچھلے گناہ سب بخش دیے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے کہا ہے کہ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کے معنے یے ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون پر سلام کہتے ہین اور صاحب کمالون سے مصافحہ کرتے ہین بس یہہ آیت ملاقات کی کیفیت کے بیان مین ہے نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹھ آیتین اور چورانوے کلمے اور تین سو چھیانوے حرف ہین اور بینہ لغت مین ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین جس چیز کے دیکھنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچھ شبہہ اور شک اسمین باقی نرہے جیسے گواہ مشہور ہوتے ہین اور اس سورت کا نام بینہ اسواسطے رکھا ہے کہ یہہ سورت دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ وجود باوجود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنی نبوت پر ایک نشانی ہے کچھ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہین ہے اور جو شخص آپ کے وضعون اور احوالون اور افعالون اور اخلاقون سے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقینا سمجھ لے کہ اس قسم کی مقدس ذات بیشک لیاقت پیغمبری کی رکھتی ہے جھوٹھ اور بناوٹ کا یہان ہرگز دخل نہین ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے کہ باپ اور دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی حالت مین گذر گئے تھے اور بھائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

جہل مرکب مین گرفتار تھے ستھرے آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل واقف نہ تھے ان کے درمیان
مین آپ کی ذات بابرکات کمال حسن اخلاق اور نہایت آداب کی رعایت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور باوجود اسبات
کے کہ آپ امّی محض تھے بلکہ مکتب مین بیٹھے بھی نہ تھے مشکل علمون کی باریکیان واضح بیان سے ارشاد فرماتے
تھے اور الفاظون کو کمال فصاحت سے ادا کرتے تھے یہہ بھی گویا آپکا معجزہ تھا اور کبھی کوئی بات خلاف عقل
اور مروت کے آپ سے ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرین اور جنگ وصلح کے مقدمے اور سوا انکے ہر کام آپکا
حکمت کے قاعدے پر جاری تھا پھر باوجود نہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے کے پہنچنا بغیر تائید غیبی کے اور
بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہی　　　اور یہی معنے ہین پیغمبری کے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ تھے وے لوگ
جو کافر ہوئے ہین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونیوالے اپنے آئین اور وضع سے جبتک کہ نہ آوے انکے پاس
کھلی نشانی حاصل اس آیت کا یہہ ہی کہ قبل مبعوث ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرب کے ملک مین لوگ دو
قسم کے تھے ایک قسم مشرک تھے بعضے ان مین صابئین اور مجوس کی طرح سے روحانیت کو ستارون اور آگ کی
پوجتے تھے اور بعضون نے صلحا اور بزرگون کی صورتون کو معبود ٹھہرایا تھا اور ان کو بہت مقرب درگاہ الٰہی کا
سمجھ کر وسیلہ دین اور دنیا کا سمجھتے تھے جیسے قریش اور ذو بہر وہان کے جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل کتاب
جو اپنے کو تابع کتاب الٰہی کا جانتے تھے پھر بعضے توریت اور زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتے تھے اور بعضے انجیل کو
مانتے تھے اور یہ سب فرقے قبیح بدعتون مین اور بری رسمون مین اور باطل اعتقادون مین ایسے مضبوط
ہوگئے تھے کہ پند اور نصیحت اور وعظ اور ارشاد انکے دلون مین اثر نہ کرتا تھا اور قایم کرنے سے دلایل
عقلی کے اور سمجھانے سے قراین اور حکمون کے ہرگز صلاحیت پر نہین آتے تھے بلکہ سب یہی کہتے تھے کہ ہم اپنی
قدیمی وضعون کو اور اپنے موروثی دینون کو ہرگز نہ چھوڑینگے جبتک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کھلا معجزہ نہ دیکھ لین
اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا دیکھی ہی اور اگلے انبیاؤن سے
سنی ہی ظاہر نہوین اور ہمکو ہمارے کاموں پر آگاہی ندیوین تب تلک ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نہ چھوڑینگے اور یہہ حالت

ان کی بعینہ ایسی تھی جیسے اس امت کے بعضے گمراہ فرقون کی اس زمانے مین ہی کہ ایک گروہ اپنے کو صوفی ٹھہرا کر
بدعتون مین پھنسے ہوئے ہین اور ایک طایفہ ملحدونکا اور ایک بے قیدون کا کہ آپ کو تارک دنیا مقرر کیا
ہی اور انسانیت کی حد سے باہر نکل گئے ہین اور ایک گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکھا ہی اور باطل عقیدونمین
گرفتار ہین اور کتنون نے اپنے تئین علما کے زمرہ مین قرار دیکر ٹھگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلے شرعی نکال کر ایک
عالم کی راہ مار رہی ہی اور روایتین نادر اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہی بلکہ بالکل مخالف اصول کے ہین دنیا کی طمع
کے واسطے لوگون کو بتاتے ہین اور راہ حق سے پھیرتے ہین پھر ان سب طایفون کو اگر عقلی اور نقلی دلیلون سے
سمجھایا جاوے کہ سیدھے محمدی رستے پر قایم ہوجاؤ اور اپنی موروثی بدعتون کو چھوڑ دو تو ہرگز نہین سنتے ہین
اور ان سب گمراہ فرقون کا جواب مقابلے مین وعظ اور نصیحت کے ایک یہی ہی کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین
کو اپنے بغیر کوئی دلیل ظاہر کی اور بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کے ظاہر ہونے کے اور
ان کے بیان شافی کے ہرگز نچھوڑینگے بس ایسی حالت کیطرح یعنے جیسے اب ہی قبل ظاہر ہونے ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ
وسلم کے عالم مین تھی تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آوے کہ خود بھی ایک ظاہر حجت ہو اور اسکا بیان شافی
سب کو جہالت کے مرض سے نجات بخشے چنانچہ اسکا بیان فرماتے ہین کہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ
آوے ایک پیغمبر جو پڑھے ورق پاک جنمین لکھا ہی مضبوط تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ تین چیزین ارشاد اور
نصیحت مین نہایت مرتبہ عالی رکھتی ہین پہلی یہہ کہ ایک شخص بھیجا ہوا خدا کا ہووے اور معجزون کے دکھلانے اور
انسانی کمالون کے جمع ہونے سے اسکی رسالت خدا کی طرف سے ثابت ہو سو یہہ بات آنحضرت صلّی اللہ علیہ
وسلم مین کماحقہ ثابت تھی اسواسطے کہ رسالت کی شرطین اور انسانیت کے کمالات کی انتہا کو پہنچنا باوجود امی
ہونے کی ان مین ظاہر نظر آتیتن تھین دوسری چیز کلام اترا ہوا غیب سے کہ معجزون کے نور اسمین روشن ہون
اور برکتین اور نور اسکے تلاوت مین نیک لوگون کو نظر آوین اور کلام کے عیبون سے یعنے ہزل اور کذب اور تناقض
سے پاک ہو سو یہہ بات قرآن مجید مین جو ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونے کے اسکو تلاوت فرماتے
تھے ظاہر اور روشن ہی تیسری یہہ بات کہ ایسی کتاب کہ جس مین اگلی کتابین مندرج ہون اور مضمون انکے اس
کتاب مین مختصر عبارت سے بیان ہون اور وے معنے اور مضمون جو معلومۃ الصدق ہین یعنے سچے سمجھے ہوئے ہین

اور واضح تقریرین ذہن نشین عبارتون مین ادا کی گئی ہون سو یہ چیز بھی اس کلام مجید مین قرار واقعی موجود ہے بلکہ خلاصہ تمام اولین اور آخرین کا اسمین کہین صاف صاف اور کہین اشارۃ مذکور ہے اسیواسطے اس کلام شریف کے نازل ہونے کے وقت سے آجتک کہ بارہ سو برس سے زیادہ گذرے ہین بڑے بڑے علما طرح طرح کے علمون کے زور سے اسکی عبارتون اور معنون مین غور کرکے نکتے باریک باریک اپنی استعداد اور حوصلے کے موافق نکالتے جاتے ہین وَلَنِعْمَ مَا قِيلَ وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ یعنے سب علم قرآن مین موجود ہین لیکن آدمیون کی بوجھ کا قصور ہے کہ ان کی سمجھ ان کو گھیر نہین سکتی اور جب یہ تینون چیزین ایک جائے پر جمع ہون تو ارشاد اور ہدایت مین اعلی مرتبہ حاصل ہوتا ہے اب سزاوار یہہ بات تھی کہ سب مخالف طایفے بعد مبعوث ہونے ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو چھوڑ کر ایک رو اور ایک جہت ہوکر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسیطرح کا اختلاف اور تفرقہ جایز نہ رکھتے لیکن نفس اور شیطان کے غلبے کے سبب سے پھر اسی اختلاف اور تفرقے کے مرض مین گرفتار ہوئے چنانچہ فرماتے ہین وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اور متفرق نہین ہوئے جن لوگون کو ملی تھی کتاب یعنے یہود اور نصاری مگر بعد اسبات کے کہ آچکی ان کو نشانی روشن یعنے حضرت عیسی علیہ السلام کیونکہ بھی یہودیون نے بڑی بدعتین اور خراب اعتقاد اور جھوٹی باتین اور بے اصل خبرین بنا کر انکو حق تعالی کیطرف نسبت کیا تھا اور اسطرح سے شیطان کے پھندے مین گرفتار تھے پھر جناب باری نے ان کی ہدایت کے واسطے کھلے کھلے معجزون کے ساتھ جیسے مردونکا جلانا اور مادر زاد اندھونکا اچھا کرنا اور کوڑھیونکا تندرست کردینا ایسے معجزون کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا لیکن ان لوگون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آنے کے بعد بھی بڑا اختلاف ڈال دیا یعنے ایک گروہ نے اپنے تئین تابعدار حضرت موسی علیہ السلام کا نہ ٹھہراکر آن سے مخالفت شروع کی اور انکے قتل اور ایذا کے درپے ہوئے اور ایک گروہ نے اپنا لقب نصاری ٹھہراکر اپنے زعم مین حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کی مددگاری اختیار کی اور آپسمین مار دھاڑ اور لوٹ پاٹ اور لعن طعن کرنے لگے چنانچہ قرنون تک اسیطور سے انکی خرابی مین گذری اور بیان مطلب اس آیت سے یہہ ہے کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب الہی کا بغیر حضرت حق کی توفیق اور ارادے کے ہدایت اور صلاح اور ارشاد کے واسطے کافی نہین ہونا چاہیے تھا کہ اسکو مستقل سبب ہدایت کا

کمان نکرتے اسیواسطے محققون نے کہا ہی کہ قرآن اور پیغمبر بھی غذا کے مانند ہین چنانچہ تندرست بدن کو کمال ہوتا
اور طبیعی اور حیوانی اور نفسانی کامون مین درستی پیدا کرتی ہی اور مریض کے واسطے وہی غذا امراض اور عارضون کی
زیادتی کا سبب ہوجاتی ہی پس اول روح کے مزاج کی درستی مین کوشش کرنا چاہیئے اور تعصب کے فاسد خلطون سے اور
جہالت کے رسومات اور خیالات کی قیدون سے پاک اور صاف کرنا چاہیئے بعد اسکے اس غذائے لطیف سے
تقویت حاصل کرے تو البتہ ممکن ہی اور یہہ بھی ہوسکتا ہی کہ اس آیت مین بیان اس تفرقے اور اختلاف کا منظور ہو جو بعد
رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا تھا اور وہ یہہ ہی کہ ایک طایفہ یہود اور نصاری کا انکار پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے تابعدارون سے قتال اور جدال کے واسطے اٹھہ کھڑا ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی
اور ان کے دین کی تائید اور نصرت کے واسطے دل اور جان سے شریک ہوئے اور اس جگہ تینوں اہل کتاب کے تفرقے
کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا اسواسطے ہی کہ یہہ بات کتاب والون سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے
تھے اور انبیاؤن کی چال ڈھال سے اور کتب الٰہی کی شان و شوکت سے خوب واقف اور آشنا تھے نہایت عجیب معلوم ہوئی
بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزون سے آگاہ نہ تھے اگر یے اختلاف کرین تو کچھہ دور نہین اور جب یہہ ماجرا مفصل
بیان ہوچکا تو یہان گمان ایک شبہے کا تھا اسکو بھی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہہ ہی کہ ہرچند کہ معجزے
ظاہر اور علامتین روشن حقیقت پر ایک شخص کے گواہی دین لیکن وہ جو شخص برخلاف پہلی شریعتون کے جن پر اجماع
انبیا علیہم السلام کا ہوچکا ہی امر و نہی کرے اور ان شریعتون کو باطل کرے تو اسکی بات ماننی نچاہیئے بلکہ ان سب
معجزون اور علامتون کو اقبال دنیوی پر یا اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہیئے سو تقریر اس شبہے کے دفع
کرنے کی اس آیت مین ہی وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور حکم نہین ہوا انکو اس پیغمبر کی شریعت مین مگر یہی کہ عبادت کرین
اللہ کی خالص کرکے اسکے واسطے دین کو پھر جو خصوصیت اور کیفیت عبادتون مین یہہ پیغمبر بیان کرتا ہی گو کہ پہلی
شریعتون مین وہ خصوصیت اور کیفیت نہو لیکن یہہ سب مطلوب اور تمہید ہی اللہ تعالے کے قرب حاصل کرنے کے واسطے
اور اخلاص کی تاکید اور حجاب کے دور ہونیکے واسطے اس ذات پاک سے اور یہہ کہ حنیف ہوجاوین اور حنیف عرب
کی زبان مین اسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے غیر کی طرف توجہ نکرے اور ہر کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی ہی کی طرف

متوجہ ہے اور یہہ کہ قایم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت نماز کی اور زکوۃ کے ادا کرنے کی مختلف ہو وے یہی ہے دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ابتک انبیا اور حکما اور علما نے اسکی شرح اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہے اور اس شبہے کے دفع کا حاصل یہہ ہے کہ مقصود اصلی اس شریعت کا اگلی شریعتون سے بہاست مطابق ہے اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق وقت کے اور حال کے تفاوت ہوا ہو لیکن حقیقت مین مقصود کا مطابق ہونا اصل کے ساتھہ کفایت کرتا ہے چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہے مثلا یونانی طب بقراط اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی ابن سینا اور محمد ذکریا اور مسیحی زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنے کر کہ اصول جو مقصود یونانی طبیبون کے تھے ہر زمانے مین محفوظ رہے انمین تغیر اور تبدل نہین ہوا چنانچہ سب کہتے ہین کہ اسہال نضج کے بعد یعنے فاسد مادہ پک جانے کے بعد دینا چاہیے اور بحران کے روز مریض کو چھیڑنا نچاہیے اور مرض کو اسکی ضد سے دفع کرنا چاہیے اور صحت کو اسکی جنس سے محافظت اور نگاہ رکھنا چاہیے اور علی ہذا القیاس اب جو شخص کہ متاخرین یعنے پچھلے طبیبون کی کتابون کو دیکھے اور انکی تحقیقات کے اصول کو مطابق اصول مقاصد متقدمین کے بوجھے تو یقینی ان کی طبابت کو دریافت کرلے گا کہ خصوصیتین کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت سے تفاوت رکھتی ہین ان کی کتابون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے اور حکمت کی باریکیون کی رعایت کو جو ان خصوصیتون مین واقع ہوئی ہے دیکھے تو ضرور متاخرین کی فضیلت کا قایل ہو موافق مضمون اس قول کے کہ اَلصِّنَاعَاتُ تَتَکَامَلُ بِتَلَاحُقِ الْاَفْکَارِ یعنے صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے فکرون کے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفون کا بیان کیا گیا تو اب تفصیل ان دونون فرقون کی ان کے درجون کے موافق جو عند اللہ ان کے واسطے ثابت ہے ثواب سے یا عذاب سے بیان فرماتے ہین اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب کی بزرگی اور عقلمندی یہان کچھہ کام نہین آتی اسواسطے کہ سب کے سب فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا دوزخ کی آگ مین پہنچینگے سدا رہینگے اسمین اور اگر یے لوگ کہین کہ ہم انسان کی گروہ سے ہین اور انسان اشرف المخلوقات ہے اور کسی مخلوق کو سدا کا عذاب دنیا اور آخرت مین نہین ہے ہمکو کسواسطے ایسی عذاب مین گرفتار کرنا چاہیے تو اسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ وے لوگ وہی سب مخلوقات سے بدتر ہین اسواسطے کہ جب حکم الٰہی کا انکار کیا

اور اسکے رسولون کے منکر ہوئے تو اپنے نفس کی خواہش کو اللہ کے حکمونپر غالب کردیا اور یہہ قباحت اور خرابی
کسی مخلوقات مین نہین ہے اسیواسطے سورۂ فرقان مین فرمایا ہے اِنۡ ھُمۡ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا
۱۹ع ۱۲ یعنے نہین ہین یے کافر مگر جیسے چارپائے بلکہ ان سے بھی بدتر اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرونپر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کام کئے اچھے اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ
وے لوگ وہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اسواسطے کہ فرشتون سے بھی بڑھ گئے ہین اور ہر زمانہ مین اللہ تعالیٰ کی حکمت
کو بوجھے ہین اور باوجود نفس کی خواہشون کی کشمکش کے جناب باری کے حکمون کو اسپر غالب رکھا ہے اور وہم کی مخالفت کو
دور کرکے عقل کو اسپر متعین کیا ہے تاکہ شک اور شبہے درمیان مین نہ آجاوین اور یہہ بات فرشتون مین نہین ہے
کیونکہ وے جزئی احکامون کو جانتے ہین اور وہم اور نفس نہین رکھتے ہین تاکہ عملون یا عقیدون مین انکے
نقصان واقع ہو لیکن یہہ بات عام ملائکہ کی نسبت سے ہے اور جو خاص فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت
میکائیل علیہما السلام سو انکا مرتبہ نہایت بلند ہے اور ان کو کمال احتیاط حکمت الٰہی کے اسرارون پر غیر متناہی عالمون
مین حاصل ہے اور بوجہ کامل رکھتے ہین ہرچند کہ ان مین نفس اور وہم کا ہونا ظاہر مین انکے ثوابون کے نقصانکا
سبب معلوم ہوتا ہے لیکن جو بنی آدم کے عمل کرنیوالونکا ثواب ایکشاخ ہے ان کے فیضون کی شاخون سے اسواسطے
یہہ زیادتی اسکی برابر نہین ہوسکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدہ مین یہہ عبارت واقع ہے وخواص بنی
ادم وہم المرسلون افضل من جملة الملئکة وعوام بنی ادم وہم الاولیاء والزہاد افضل من عوام
الملئکة وخواص الملئکة افضل من عوام بنی ادم یعنے خاص لوگ بنی آدم کے یعنے رسول اور انبیا افضل ہین
خاص فرشتون سے اور عوام لوگ بنی آدم کے یعنے اولیاء اللہ اور زاہد لوگ افضل ہین عام فرشتون سے اور
خاص فرشتے افضل ہین عام بنی آدم سے اور روہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اَلۡمُؤۡمِنُ اَکۡرَمُ
عَلَی اللّٰہِ مِنۡ بَعۡضِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ الَّذِیۡنَ عِنۡدَہٗ یعنے بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ہے بعضے فرشتون سے
جو اسکی حضور مین ہین سو یہہ محمول ہے خاص ملائکہ کے ماسواپر جَزَآؤُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ بدلا انکا
انکے رب کے پاس باغ ہین سدا رہنے کو اسواسطے کہ انھون نے بھی مختلف طورون مین اور متفاوت شریعتون
مین حق تعالیٰ کے امر اور نہی کا اور اسکے حکمتون کا لحاظ کرکے سدا اسپر قایم رہے تے تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ

بہتی ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں اسواسطے کہ انھوں نے اپنی معرفتوں اور عقیدوں سے عملوں کی نہریں اپنی جان اور تن
پر جاری کی تھیں اور نور ان عملوں کے ان کے خاندانی سلسلوں میں اور ان کی اولاد اور تابعوں میں جاری رہا خالدین
فیہا ابدا ہمیشہ رہنے والے ہیں ان بہشتوں میں ابدالآباد تک اس واسطے کہ انکے دلوں میں بھی نیت حق پر قائم
رہنے کی ابدالآباد تک بس گئی تھی گو کہ عمر تھوڑی سی پائی تھی رضی اللہ عنہم اللہ راضی ہوا ان سے اسواسطے کہ
انھوں نے کسی طور سے کسی نیک شان میں انکار اس کا نہ کیا ورضوا عنہ اور وے بھی راضی ہوئے اس سے
اسواسطے کہ ایمان لانے سے شریعتوں مختلفہ پر ثواب ان سب کا پایا اور ان کی طبیعت کا پیمانہ ایسا لبریز ہو گیا کہ گنجائش
طلب کرنیکی نرہی ذلک لمن خشی ربہ یہہ بیان واضح اس شخص کیواسطے ہی کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور
کسیطور میں انکار اسکی حکمت کا یا اسکی شان کا نکرے اور اس جناب پاک کے حکم کو انکے خوف سے اپنے نفس کی خواہشوں
پر اور رسموں کی قیدوں پر مقدم رکھے اور اس سورت میں کافروں کے حال کے بیان میں ان کی جزا کو مقدم فرمایا بعد
اسکے ارشاد ہوا کہ اولئک ہم شر البریۃ اور یہاں پر فقط مومنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافروں کی جزا کا ذکر نہ فرمایا
اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاقل کو شر البریہ کے لفظ سے انجام انکے حال کا واضح ہو جاتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ مومنین کی جزا
کے بیان کرنیسے کافروں کی جزا کی تفصیل دریافت کر لینا چاہئے ضدیت کے حکم سے والعاقل تکفیہ الاشارۃ یعنے
عاقل کو ایک اشارہ بس ہے بعد اسکے فرمایا اولئک ہم شر البریۃ اور مومنین کے حال کے بیان میں اول فرمایا
اولئک ہم خیر البریۃ بعد اسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تغیر میں اس سلوک کے یہہ ہے کہ کافروں نے بدجزا پانیکے بعد
منصب شر البریہ کا حاصل کیا ہے تو دنیا میں اکثر مخلوقات سے اچھی طرح سے گذران کی تھی اور مسلمانوں نے معرفت
الٰہی کے دروازے کھلتے ہی نیک کاموں سے اپنے نفس کو آراستہ کر کے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہے تو ان کو
جزائے خیر کا ملنا ایک شاخ ہے ان کی خیریت کی شاخوں سے اور یہاں ایک اور شبہ بھی آتا ہے کہ اضافت اسم
تفضیل کی چاہتی ہے کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہووے کا گو کہ موصوف اسم تفضیل کا اسیر زائد
ہووے اور اسی جائے پر صالح مومنین کو بہتر سب مخلوقات سے کہا ہے تو چاہئے کہ سب مخلوق فی الجملہ کچھہ بہتری رکھتے
ہوں حالانکہ کافر اور شیطانوں نے بہتری کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے جواب اس شبہ کا یہہ ہے کہ یہہ تقاضا
اسوقت ہوتا ہے کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کے واسطے ہو اور اس جائے پر مراد مطلق زیادتی ہے

اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہی جیسا کہ یوسف احسن اخوتہ مین مقرر کیا ہی اور اس صورت مین اصل صفت کا وجود مضاف الیہ مین درکار نہین ہی واللہ اعلم بالصواب

تمہید

سُوْرَةُ زُلْزِلَتْ

یہہ سورت مکی ہی اس مین آٹھہ آیتین ہین اور ترپن کلمے اور ایک سو انچاس حرف ہین اور نزول اس سورت کا قیامت کے منکرون کے جواب مین ہی جو پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی اور تفسیرون مین مذکور ہی کہ یہہ بات گئی تھی کہ یہہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونیکا بھی انتظار بھی نہ کیا بلکہ اسیوقت محل سرا سے باہر تشریف لائے اور لوگون کو سکھائی اور اس سورت مین ایک آیت ہی کہ گویا خلاصہ ہی تمام قرآن کا اور جامع ہی شریعت کے سب احکامون کو اور وہ اس سورت کے آخر کی آیت ہی جو دلالت کرتی ہی ہر عمل کی جزا پر بد ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ یہہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہی اور اس سورت کا نام زلزلت اسواسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی زلزلہ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے دن اور سبب اس زلزلے کا تین چیزین ہین اول تجلی الٰہی کی بزرگی جو زمین پر واقع ہوگی اور اس تجلی کے سبب سے اجزا زمین کے ٹوٹ پھوٹ کے بکھر جاوین گے جیسا کہ نمونہ اسکا کوہ طور پہ واقع ہوا تہا قال اللہ تعالیٰ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وقال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا دوسری چیز غضب الٰہی کا جوش مین آنا ہی گنہگارون پر اور انتقام کی شان کا ظاہر ہونا مردون کے اٹھانے کی صورت پر اور یہہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور جھڑ جھڑانیکے ممکن نہین ہی تاکہ ہر فرد کیلے اجزا جدا جدا معلوم ہوجاوین تیسری آواز تند دوسرے نفخے کی جو طوفانی ہوا کے جھونکون کا سبب ہوگی اور وہ ہوا کمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے داخل ہوگی جسکے سبب سے زلزلہ عظیم پیدا ہوگا اور ازبسکہ وہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہی حشر کے واقعون سے اور مقدمہ ہی جزا کے کار خانے کا اسواسطے سورت کا نام بھی یہی مقرر کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا جسوقت ہلائی جاوے زمین ایسا ہلانا جو ممکن ہی اسی زمین کو اور ہلا دینا

زمین کے کمال مبالغہ کیا جاویگا لیکن اسقدر کہ زمین کی طاقت تحمل اسکا کرسکے اور روے زمین پر کوئی عمارت اور کوئی
پہاڑ جھاڑ باقی نہ رہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہوجاوینگی اور زمین کی یہہ شکل بدل جاویگی اور یہہ
معاملہ نفخہ ثانی کے نزدیک ہوگا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا اور نکال ڈالیگی زمین بھاری بوجھ اپنے یعنے
اس برے بھونچال کے سبب سے جو کچھ کہ زمین کے پیٹ مین ہے جیسے مردے اور خزانے اور دانے اور گٹھلیان
باہر پھینک دیگی اور مردون کے باہر نکل آنے کے سبب سے وہ علاقہ جو ارواحون کو زمین کے اندر سے
تھا اسواسطے کہ ان ارواحون کے جسمونکا ٹھکانا تھا ٹوٹ جاویگا وَقَالَ الْإِنْسَانُ اور کہیگا آدمی یعنے
ارواحین آدمیون کی زندہ ہونے اور اس زلزلے کے آثار دیکھنے کے بعد مَا لَهَا کیا ہوگیا ہے اس
زمین کو يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا اس دن باوجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے
بولیگی زمین اپنی باتین یعنے بنی آدم کے کامون کو ظاہر کریگی اور کہیگی کہ فلانے شخص نے مجھپر نماز پڑھی تھی اور
روزہ رکھا تھا اور نیک کام کئے تھے اور فلانے نے مجھپر ناحق خون کیا تھا اور زنا کیا تھا اور چوری کی تھی اور یہہ کہنا
زمین کا دو حکمتون کے واسطے ہوگا ایک یہہ کہ لوگون پر گواہ ہو تا کہ ان لوگون کو انکار کی جگہہ نرہے اسیواسطے آسمان
اور دن اور رات اور ستارے اور ہاتھ پانون اپنے سب اس روز گواہی دینگے اور اچھے برے کامون کو
سب کے ظاہر کرینگے دوسری یہہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہون اور نیک لوگون کی تعریف اور
اچھائی ثابت ہو اس جائے پر بعضے لوگون کے دلمین شبہ گذرتا ہے کہ زمین تو ایک جماد اور بیعقل ہے یہہ
کیسی گواہی دیگی اور باتین کریگی سو جواب اس شبہ کا یہہ ہے کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکھتی ہے
لیکن حیوانات کی روحین اپنے بدن کی تدبیر اور تصرف کا بھی علاقہ رکھتی ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ مین یعنے کھانے
مین اور بڑھنے مین اور جنبش اور حرکت مین مشغول ہین اور دوسری مخلوقات کی روحین تدبیر اور تصرف کا
علاقہ نہین رکھتی ہین اور جنبش اور حرکت اپنے اختیار سے دائمی نہین ہے اس سبب سے ان کی روحون کا علاقہ عوام
کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہے لیکن پھر بھی خرق عادت کے طور پر یے باتین کبھی کبھی ان سے ظہور کرتی ہین چنانچہ
صحیح حدیثون مین تواتر کے ساتھہ اس قسم کی باتین ثابت ہین جیسے باتین کرنا پتھرون کا اور درختون کا اور
پکارکے رونا ستون کا اور پکارنا ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ کو هَلْ مَرَّ بِكَ أَحَدٌ يَذْكُرُ اللَّهَ یعنے

کیا

لیا گذرا ہے پتھر کو ئی شخص کہ اللہ کا ذکر کرتا ہو پس یے سب چیزین اسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب
مخلوقات کی ارواح کا ہونا سورۂ یٰسٓ مین مذکور ہے فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اور سورۂ
اسرا مین بھی مذکور ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور اسیطرح زمین
کا اور نماز کی جگہہ کا رونا مسلمان کے مرنے پر حدیث مین ثابت ہے اور گواہی دینا زمین کا اور پتھر کا اور درخت
کا اذان دینے والون کے واسطے بھی ثابت ہے اسیواسطے اذان مین آواز کو بلند کرنیکا تقید آیا ہے چنانچہ مولانا
مخدوم قدس اللہ سرہ بھی اپنی مثنوی مین فرماتے ہین **ابیات** ہستیِ کوہ ہست مخفی از خرد + ہستی ہیچون خرد کی پی
برد + باد را بیچشم گر بینش نداد + فرق چون میکرد اندر قوم عاد + آتش نمرود را گر چشم نیست + با خلیلش چون ترحم کرد
و الیست + گر نبودی نیل را آن نور دید + از چہ کافر را ز مومن می گزید + گر نگوہ و سنگ با دیدار شد + پس چرا داؤد
را او یار شد + این زمین را گر نبودی چشم جان + از چہ قارون را فرو خورد آنچنان + گر نبودی چشم دل حنانہ را
چون بدیدی ہجر آن فرزانہ را + در قیامت این زمین در نیک و بد + کہ ز نادیدہ گواہی را دہد + اور جو بیان فرمایا کہ زمین
اس دن لوگون کے عملون کو ظاہر کرے گی اور نیک اور بد کامون پر گواہی دے گی اور اظہار اور گواہی مین
احتمال جھوٹھہ کا بھی ہوتا ہے سو دفع کرنے کو اس احتمال کے ایک عبارت دوسری بھی ارشاد ہوئی بِاَنَّ رَبَّكَ
اَوْحٰى لَهَا یعنے یہہ بات کہنا اسواسطے ہے کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہے اسکو یعنے یہہ اظہار کسی عداوت کے
واسطے نہین ہے کہ بنی آدم سے رکھتی ہو تا کہ احتمال جھوٹھہ کا اس مین گنجایش رکھے اسواسطے کہ بنی آدم سب زمین کے
بچے ہین اور اپنے بچون سے عداوت متصور نہین ہے اور نہ نفس کی خواہش سے ہے کیونکہ زمین نفس نہین رکھتی پس معلوم
ہوا کہ یہہ بات نہین ہے مگر حکم سے اللہ تعالی کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم ہوتی ہے اسمین جھوٹھہ کا دخل نہین ہوتا اور جب اسقدر
ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چھپاتے ہین زمین کے ظاہر کرنے سے
سب پر ظاہر ہو جائینگے پھر نیکی کرنے والے سرخ رو اور بدکار زرد رو ہونگے تو اب بیان فرماتے ہین کہ اسیقدر
پر اکتفا نہو گی بلکہ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا اس روز آوینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدان مین بھانت
بھانت کے چنانچہ ایک گروہ شرابیون کا اور ایک گروہ زانیون کا اور ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورونکا
اور علی ہذا القیاس لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جاوین انکے کام یعنے حشر گاہ مین ایک رسوائی بدکارونکو

اور یہہ خوبی نکوکارون کو حاصل ہوا اس طور پر کہ نامے انکے اعمالون کے کھولینگے اور میزان کھڑی کرینگے اور ہر نیک اور بدعمل انکا گواہون کے سامنے پڑھینگے اور تولینگے پس اسوقت کماحقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اسکی ان دونون آیتون مین ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ پھر جو کوئی کریگا ذرے کے برابر نیکی دیکھیگا اسکو یعنے صحیفۂ اعمال مین اور میزان مین اور ذرہ وہ معنون مین آتا ہے چھوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہے اور جو ریت مین چلتا ہے وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور جو کوئی ذرے کے برابر بدی کرے گا اسکو بھی دیکھیگا اور یہان ایک شبہ خیال مین گذرتا ہے کہ کافرون کی نیکی تو قابل جزا کے نہوگی پھر دیکھنا اسکا کیا فائدہ رکھتا ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ کافر کی نیکی اگرچہ ہمیشہ کے عذاب سے بالکل رہائی کا سبب نہوگی لیکن اسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہوجاویگی پس دیکھنا اسکا فائدہ رکھتا ہے اور اسیطرح سے بدی مومن کی اگرچہ معاف ہوگئی ہوگی پھر بھی تاثیر سے خالی نہین ہے اگرچہ درجے ہی مین نقصان ہو مگر وہ بدی جس سے توبہ اور ندامت کی ہے سو وہ اعمال کے صحیفے سے نکل جائیگی اور کراماً کاتبین اور گواہون کو بھی بھول جائے گی پس من یعمل کا لفظ اسکے سوا کے واسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اس بدی پر واقع ہوئی اور توبہ اور ندامت ایک نیکی ہے عمدہ نیکیون سے پس دیکھنا اس بدی کا یاد دیکھنا توبہ اور ندامت کا اس بدی سے نقصان کا سبب نہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالون کے حق مین فرمایا ہے فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ یعنے بدیون کو توبہ کرنیوالون کی ان کی توبہ کے ضمن مین انکو دکھادیگا تو وے بدیان نیکی کی صورت پکڑینگے واللہ اعلم اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک شخص نے آپکے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو قرآن سکھاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اسکو قرآن سکھاؤ امیرالمومنین نے اسکو سورۂ اذا زلزلت سکھائی جب اس آیۃ کو پہنچے تب وہ شخص بولا حَسْبِي حَسْبِي لَا أُبَالِي أَنْ لَا أَسْمَعَ غَيْرَهَا یعنے یہی آیۃ مجھکو بس ہے پروا نہین رکھتا ہون مین کہ کچھ اور سیکھون یعنے دوسری سیکھنے کی اب کچھ حاجت نہین ہے امیرالمومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعْهُ فَقَدْ فَقُهَ الرَّجُلُ یعنے چھوڑ دے اسکو کہ وہ مرد فقیہ ہوگیا اور مطلب کو بوجھ گیا اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس آیت سے دو شخصون نے مدینے کے رہنے والون سے عبرت پکڑی تھی ایک انمین سے وہ شخص تھا کہ صدقہ نہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین زیادہ معتقد نہین رکھتا ہون

اور تھوڑی سی چیز اللہ کے نام پر دینا مجھکو بے ادبی معلوم ہوتی ہے اور دوسرا وہ شخص تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہونکو خیال مین نہ لاتا تھا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تھا کہ ایسی ایسی باتون کی پکڑ نہ ہوگی ان دونون کے گمان کے رد کیواسطے یے دونون آیتین کافی ہوگئین یعنے اونہون نے توبہ کی

سورۃ العادیات

یہہ سورت مکی ہے اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو اتر سٹھ حرف ہین اور عادیات عرب کی لغت مین دوڑتے گھوڑون کو کہتے ہین مشتق ہے عدو سے جو دوڑنے کے معنون مین ہے اور اس سورتکا نام سورۃ عادیات اسواسطے رکھا ہے کہ غازیون کے گھوڑے غضب الٰہی کی سرعت کی صورت مین کافرون کی ناشکری پر اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کا ظہور نافرمانون پر دوڑتے گھوڑون کی طرح سے دنیا مین آتا ہے پس گویا کہ نمونہ ہے حشر اور نشر کا اسیواسطے آنے سے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونے سے اپنی فوج کے جو کچھ انقلاب شہراور ملک مین واقع ہوتا ہے سو ظاہر ہے کہ عزت دار لوگ ذلیل ہوجاتے ہین اور پردہ نشین بے پردہ اور مال اور متاع اور زر اور زیور سالہا سال کا جمع کیا ہوا ایک آن مین برباد ہوجاتا ہے تو یہی گویا قیامت کا نمونہ ظاہر ہوجاتا ہے اور جو یہہ حالت یاد دلانیوالی قیامت کی ہے تو اسیکی قسم کھائی اور اس سورتکا نام بھی وہی ٹھہرایا اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب مفسرون نے یہہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سوارون کا دیکر بنی کنانہ کے ایک قبیلے پر جو بہت سخت کافر تھے مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت اُن پر چھاپا مارنا اور خوب قرار واقعی سزا کو پہنچانا اور فلانے روز یہان پہنچنا اتفاقاً راہ مین ایک ندی ملی وہ اس روز چڑھی تھی لشکر اتر نہ سکا لاچار ہوکر مقام کردیا جب دوسرے دن پانی کم ہوگیا تو لشکر اتر گیا اور حکم کے بموجب صبح ہوتے ہوتے شب خون مارا اور قرار واقعی سزا دی اور غنیمت لیکر صحیح اور سالم پھر آئے لیکن وعدے پر نہ پہنچے مقام ہونیکے سبب سے ایک روز کی تاخیر ہوگئی تو منافقون نے مشہور کردیا کہ وہ لشکر سب تباہ ہوگیا اور ایک آدمی اسمین کا نہ بچا جو آکر خبر دیتا مسلمانون کو اس بات سے نہایت غم ہوا اللہ تعالیٰ نے یہہ سورت نازل کی اور ذکر ان کے گھوڑونکا اور دشمنون کی جماعت مین گھس جانے کا اس سورتمین مذکور فرمایا تاکہ مسلمانونکو

اسباب سے نہایت غم ہوا اللہ تعالیٰ نے یہہ سورت نازل کی اور ذکر ان کے گھوڑون کا اور دشمنو نکی جماعت مین گھس جانیکا اس سورت مین مذکور فرمایا تاکہ مسلمانون کو تسلی حاصل ہو لیکن اس شان نزول مین ایک خدشہ ہے اسواسطے کہ یہہ سورت مکی ہے اور بھیجنا لشکر کا مدینے مین تھا پس یہہ واقعہ اسکا شان نزول نہین ہو سکتا اور صحیح یہہ بات ہے کہ جناب باری نے جو چاہا کہ اس دین مین جہاد کی رسم مقرر فرماوے تو اس رسم کا اشارہ اس سورت مین منظور ہوا تاکہ خوشخبری ہووے مسلمانون کو اسبات کی کہ ان کو طاقت جہاد کی اور گھوڑون اور فوج اور لشکر کی عنایت ہوگی تاکہ پورا بدلا اللہ تعالیٰ کے دشمنون سے لین اور ان کی جمعیت کو بکھیر دین اور مال اور ملک انکا اپنے تصرف مین لاوین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا قسم ہے دوڑتے گھوڑون کی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے آواز نکالتے ہین اور جانورونکا قاعدہ ہے کہ بہت دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے ان کے آواز نکلتی ہے جسکو ہندی لغت مین ہانپنا کہتے ہین فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا پھر قسم ہے ان گھوڑون کی کہ آگ جھاڑتے ہین چقماق کی طرح یعنے پہاڑون مین اور پتھریلی زمین مین ان کے نعل جو پتھرون پر لگتے ہین تو شعلے نکلتے ہین جیسے چقمق جھاڑنے سے اور چمک آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہے دنکو روشنی اسکی نظر نہین آتی ہے تو اس قسم مین اشارہ ہوا اسبات کی طرف کہ گھوڑے غازیون کے راتون کو دوڑینگے فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا پھر قسم ہے ان گھوڑون کی کہ غارت کرتے ہین صبح کے وقت یعنے راتون رات دوڑکر صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہے دشمن پر پہنچتے ہین اور مال اور اسباب ان کا لوٹ لیتے ہین فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر اٹھائی صبح کیوقت ان گھوڑون نے گرد اور یہہ معطوف اس فعل پر ہے جو مغیرات سے بوجھا جاتا ہے یعنے اَغَرْنَ صُبْحًا اور وجہ عدول کی اسم سے فعل کیطرف یہہ ہے کہ اٹھنا غبار کا دشمن سے نزدیک ہونے کے وقت ہے بس ایکساعت رہا اور گذر گیا برخلاف دشمنون کی لوٹ مار کے کہ یہہ ہمیشہ رہے اور غبار اٹھانے کی قید صبح کے وقت اسواسطے ہے کہ تاب مارنے کی قوت ان گھوڑون کی خوب ظاہر ہو اسواسطے کہ صبح کے وقت پچھلی رات کی سردی سے اور شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہے پھر اس وقت غبار کا اٹھانا بڑے زور سے ہوتا ہے بخلاف آخر دن کے کہ آفتاب کی حرارت اور اسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے ڈھیلے ہو جاتے

ہین

ہین اور تھوڑی سی حرکت مین غبار اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی سبب سے آندھیان آخرون کو بہت آتی ہین فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا پھر گھس گئے وہ گھوڑے اسوقت غول مین دشمنون کے اور انبوہ کو اُن کے بکھیر دیا اب یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ قہر الٰہی کی صورت مقابلے مین گناہون کے ان گھوڑون کی حرکت سے بہت مشابہت رکھتی ہے اسواسطے کہ شروع اسکا متوجہ ہونا غضب کا ہے جس کا نمونہ یہان گھوڑونکا دوڑنا ہے ہانپتے ہوئے جیسے غصے کے وقت مین ہوتا ہے اور چنگاریان اوڑانا ٹاپون سے نمونہ ہے دوزخ کے شعلون کا جو دوزخیون کے واسطے تیار کئے گئے ہین اور لوٹ مار نمونہ ہے دوزخ کے پیادون کے مارنے کا اور سانپ اور بچھون کے کاٹنے کا اور پوست اور بدن اور گوشت اور چربیون کے جلنے کا اور اٹھانا غبار کا نمونہ ہے ناشکرون کی آنکھون پر پردہ ڈال دینے کا جسکے سبب سے رحمت الٰہی پوشیدہ ہوجاویگی اور گھس جانا دشمنون کے غول مین نمونہ ہے غضب کی آگ کے گھس جانیکا دل اور جگر مین اور خراب کردینا درستی کو بدن کی سواس قہر الٰہی کے نمونے کی قسم کھائی اسپر کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ تحقیق آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکر ہے یعنے اسکی نعمتون کا کفران کرتا ہے اور یہہ کفران نعمت کئی طرح پر ہوتا ہے اوّل تو یہہ کہ نعمت کو نعمت دینے والے سے نہ سمجھے بلکہ اسکو دوسرے کیطرف نسبت کرے جیسے اس زمانے کے اکثر لوگ کہتے ہین کہ ہم کو بیٹا پیر نے دیا ہمارا دکھ درد فلانے بزرگ نے کھو دیا دوسرے یہہ کہ اس نعمت سے وہ فائدہ جسکے واسطے وہ نعمت دی گئی ہے نہ اٹھا دے بلکہ اسکی ضد مین خرچ کرے یعنے برائی کا وسیلہ کرے تیسرے یہہ کہ نعمت مین ایسا مشغول ہو کہ منعم سے غافل ہوجاوے یعنے اس قدر محبت نعمت کی اسکے دل پر غالب ہو کہ اسمین غرق ہوجاوے اور نعمت دینے والے کو بھول جاوے جیسے دنیادار لوگ کہ دنیا کی محبت ایسی اُنہین غالب ہوجاتی ہے کہ دن رات اسی مین پھنسے رہتے ہین یہان تک کہ اسکی محبت مین اللہ تعالیٰ کے حکمون کو بھول جاتے ہین وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور مقرر آدمی اپنی ناشکری پر آپ گواہ ہے یعنے خود اقرار کرتا ہے کہ مین آپ ناشکر ہون اور یہہ اقرار عالم مین اس صورت سے واقع ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلانا شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا اور حال یہہ ہے کہ خود بھی شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا بس طعن کرنا اسکا دوسرون پر یعنے اپنی جان پر ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور مقرر وہ محبت پر مال کی بہت سخت اور مضبوط ہے یعنے اس قدر دوستی مال کی اسکے دل مین بھر گئی ہے کہ منعم کی دوستی کی اسکے دل مین گنجایش نہین رہی اور اگر کوئی

زبانی کہے کہ مین ناشکر نہین ہون اور مال کی محبت بھی میرے دل مین نہین ہے سو یہہ کہنا اس اللہ تعالے
کے آگے پیش نہین جاتا چنانچہ فرمایا ہے اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ کیا پھر نہین جانتا ہے جسوقت
اٹھائے جاوینگے جو قبرون مین ہین یعنے مردے زندہ ہوجاوینگے اور جو کچھ کہ زمین مین ہے اسکے اوپر آجاویگا
اور ابتدا پوشیدہ چیزون کے ظہور کی نمود ارہوجاوے گی یہانتک کہ انتہا مین اخلاق اور نیات اور چھپے
ہوئے عقیدے سب ظاہر ہوجاوینگے چنانچہ فرمایا ہے وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اور ظاہر ہوجاویگا
جو سینون مین ہے پھر اخلاق اور اعمال کو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے تاکہ تمام خلق کو ایک دوسرے کے
دلون کے چھپے ہوئے بھید معلوم ہوجاوین اور اسوقت ہر شخص معلوم کرلیگا اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ
تحقیق پروردگار اُنکا اُنکے حال پر اس روز البتہ خبردار ہے اور انکار اسکے حضور پیش نہین جاتا ہرچند کہ
اللہ تعالیٰ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر اور باطن پر محیط ہے لیکن اس روز اسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہوجاویگا
اور انکار کی جگہہ نہ رہیگی اور یہہ جملہ یعنے انّ ربہم افلا یعلم کے مفعول کے محل مین واقع ہوا ہے لیکن بسبب اس لام
کے جو لخبیر مین لائے ہین لفظ مین عمل نہ کیا نہین تو ان کے ہمزہ کو فتح سے پڑھتے اور اسکو نحوی تعلیق بلام کہتے ہین
اور افعال قلوب کے خصائص سے ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکنود
کے معنے پوچھے آپنے فرمایا کہ جو شخص تنہا کھاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بھوکا رکھے

سورۃ القارعۃ

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹھہ آیتین اور چھتیس کلمے اور ڈیڑھ سو حرف ہین اور اسکا نام سورۂ قارعہ اسواسطے رکھا ہے
کہ یہہ سورت دلالت کرتی ہے ایک سخت حادثے پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا اور لوگونکو بڑی کوفت پہنچاویگا
اور اس حادثے کی تاثیر سے بھاری جسم ہلکے پڑجاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہوجاوینگے اور ملاوٹ اور جوڑ
انکے اجزا مینسے نکل جاویگا پس کسی چیز مین بوجھہ جو اسچیز کے قایم رہنے کا اپنی جگہہ پر سبب واقع ہوا ہے باقی نرہیگا
اور نہ سختی جو اسکے اجزا کے جمع ہونیکا باعث ہے پھر جب بوجھہ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا جو دنیا کے قاعدے کے
موافق تھا درہم برہم ہوگیا پس بوجھہ اور جمع ہونا اور بکھرنا اس عالم مین ایک اور ہی طرح سے ظہور کریگا چنانچہ

چنانچہ بوجہ بہشت کے درجات کی بلندی کا باعث ہوجائے گا اور سب کی دوزخ کی تہ مین گرنے کا سبب برخلاف دنیا کے کہ بوجہ نیچے ہونیکا سبب ہوتا ہے اور سب کی بلندی کا سبب ہے اور اس قسم کے انقلاب عظیم سے ڈرنا بڑا مقصد قرآن کے مقصدوں سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کھڑکھڑاتی کیا ہے وہ کھڑکھڑاتی یعنے قیامت جو دلون کو ایک بڑا صدمہ پہنچا دے گی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کردے گی حقیقت اسکی کیا ہے اور یہہ انقلاب اسمین کس سبب سے ہوگا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا حقیقت ہے اس کھڑکھڑاتے حادثے کی اور جو پہچاننا ہر چیز کا اسکے اسباب پہچاننے پر موقوف ہے اور قیامت کے قایم ہونے کے اسباب بہت ہین عمدہ انکا قہر آلہی کی تجلی ہے تمام عالم پر اور وہ کماحقہ کسی بشر کو معلوم نہین ہے اسیواسطے اسکے بیان کے مقام پر اسکی بعضی تاثیرون پر اکتفا فرما کے ارشاد کرتے ہین يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ یعنے وہ حادثہ اسدن ہوگا جسدن ہوجاوینگے لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے کہ ہر ایک ایک طرف کو چلا جاتا ہے اور یہہ تشبیہ چار وجہون سے مرکب ہے اول ذلت دوسری حرکت کا ضعف اور تیسری حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہے چوتھی معین نہونا حرکت کی طرف کا کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہے اور یہان پر سمجھ لینا چاہیے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہے اول قسم جبا علی اور ارادی ہے سو وہ ثقل ہے جو قادر اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہے اور یہہ بات ان جسمون کے ساتھ خاص ہے کہ روح کامل کا تعلق انکے ساتھ ہوا ہے اسیواسطے جن اور انس کو ثقلین کہتے ہین اور جو حادثہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہے ایسا کہ اسکو حیران کردیتا ہے تو ایسا حادثہ اسکے ثقل کو دور کردیتا ہے اسیواسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والے لوگ خوف اور اضطراب کے وقت بے اختیار یمین کہنین سبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین اسواسطے کہ ان کی روح حادثے کی دہشت کے سبب سے جسم کی محافظت سے عاجز ہوجاتی ہے اور رنگارنگ ارادے اور خواہشین اسکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہوجاتی ہین سو اس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہے اور دوسری قسم جسکو عوام الناس بھی جانتے ہین وہ ثقل طبیعی ہے جو سخت جسمون مین ان کے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سبب سے ہوتا ہے اور اس قسم کے ثقل مین پہاڑ ضرب المثل ہین اور اس قسم کے

ہونس ۱۴

انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ اور ہو جاوینگے پہاڑ جیسے رنگی اون دھنکی ہوئی کسی رنگ کی جیسے دھنیا اپنی دھنکی سے دھنک کر پھایا پھایا کرکے اڑا دیتا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ تاثیر اس حادثے کی بڑے سخت جسمون مین جیسے پہاڑ ہین اس حد کو پہنچیگی کہ اجزا انکے سب علیحدہ علیحدہ ہو کے اپنے اپنے مکانون سے حرکت کرکے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہو جاوینگے اور انکو رنگین اون اسواسطے بیان فرمایا ہے کہ رنگین اون بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے بے رنگی اون سے اور رنگونکا اختلاف اسواسطے تشبیہ مین مذکور ہوا ہے کہ پہاڑون کے رنگ مختلف ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سرخ پھر ان مین بھی درجے ہین جیسے سنگ سرخ اور سنگ باشی اور بعضے سیاہ وہ بھی اسیطرح سے ہین جیسے سنگ موسی اور سنگ خارا اور بعضے سبزی کی طرف مایل ہین پھر جب یہ سارے پتھر بکھر کے ہوا سے اڑ جاوینگے تو ان کے رنگون کے اختلاف کے سبب سے ایک چیز بوقلمون یعنے رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگے گی اور جب اس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب تفصیل اس اجمال کی ارشاد ہوتی ہے فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پھر مقرر جو شخص کہ بھاری ہوئین اسکی اور یہہ بھاری پن اس ثقالت کے سبب سے ہوگا جو انکے عملون مین چھپی ہوئی تھی اور دنیا مین ظاہر نہ تھی سو اس روز ظاہر ہوگی اور حقیقت اس ثقل کی ان اعمالون کی فوقیت ہے اللہ تعالی کے نزدیک چنانچہ اسی سبب سے اعمالونکا محفوظ رہنا اور ٹھہرنا اعمالنامے مین ثبت کے صورت پکڑتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ ہر نیک عمل دنیا مین انسان کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہے اور بندہ تحمل اسکے ثقل اور مشقت کا حکم الہی کے فرمانبرداری کے سبب سے کرتا ہے سو یہہ ثقل بھی اس روز ظاہر ہو جاویگا اور اس سبب سے بندیکو ترقی حاصل ہوگی چنانچہ بیان فرمایا ہے فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ بس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہوگا وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور مقرر جو شخص کہ ہلکی ہوئی تولین اسکی اور یہہ سبکی اس سبب سے ہوگی کہ وے اعمال اللہ تعالی کے نزدیک کچھہ قدر نہین رکھتے تھے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تھے تو نفس پر بھی شاق اور گران نہوتے تھے پھر قیامت کے دن یہہ سبکی اسباب کا سبب ہوگی کہ وے اعمال محفوظ نہ رہینگے بلکہ برہم درہم اور ضایع ہو جاوینگے اور اس شخص کے واسطے ذلت اور خواری کا سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس ماں اسکی نیچے کا طبقہ دوزخکا ہے اور ماں اسواسطے فرمایا ہے کہ بچے کو بے تکلفی اور طبیعی کامون کی حاجت کے وقت رجوع ماں کی طرف ہوتی

ہے اور جو اُس روز تکلف اور بناوٹ جو دنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تھے بالکل جاتا رہیگا تو بے اختیار اُس
طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا کہ دلی محبت اور خواہش اسکی طرف رکھتے تھے اور وہ طبقہ ما کی طرح سے اپنی طرف
کھینچ لیگا اور جگہہ دیگا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہے وہ ہاویہ یعنے جو عذاب کہ اس طبقے
مین ہے کچھہ آدمی کی سمجھہ مین آ نہین سکتا اور ہا ساکن جو ماہیہ کے آخر مین ہے سو وقف کے واسطے ہے جیسکو عربی لغت مین
سکتے کی ہے کی بولتے ہین والا اصل کلمہ ماہی ہے بغیر ہے کے نَارٌ حَامِيَةٌ ایک آگ ہے نہایت گرم یعنے
جس طبقے کا نام ہاویہ ہے اسکی گرمی کی شدت ایسی ہے جسکے بیان مین سوائے اس قدر کے ممکن نہین ہے
کہ ایک آگ ہے نہایت ہی گرم جسکے مقابلے مین دوسری آگین گویا سرد ہین بلکہ دوسرے طبقونکو دوزخ کے اسکے
روبرو گرم بولنا نچاہیئے اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَمِنْ سَائِرِ وُجُوْهِ الْعَذَابِ یعنے پناہ دیوے اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے اور
سارے جنسون سے عذاب کے

سورۃ التکاثر

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹھہ آیتین اور اٹھائیس کلمے اور ایک سو تیئیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب
یہہ ہے کہ قریش مین دو گروہ تھے ایک بنی عبد مناف جنمین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے +++
اور دوسرے بنی سہم کہ عاص بن وایل سہمی سرگروہ اس جماعت کا تھا سو ایک روز آپسمین فخر اور بڑائیان کرنے لگے
اور ہر ایک کہنے لگا کہ از روئے مال کے اور عمدہ کامون کے اور سخاوت اور ضیافتون کے اور نام اور مرتبون کے
ہم تم سے زیادہ ہین اور یہہ کلام بڑھتے بڑھتے یہانتک پہنچا کہ آدمی گنتی سے زیادہ ہین جب بنی عبد مناف نے
اپنے لوگونکو گنا تو بنی سہم سے زیادہ ہوئے تب بنی سہم نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیون مین بہت مارے گئے ہین سو زندے اور مردے
ملا کے شمار کرو جب اسطور سے گنا تب بنی سہم زیادہ ہوئے اور اس مقدمہ مین مردونکی تحقیق کے واسطے قبرستان کو گئے
اور قبرون کو شمار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جہالت اور غفلت کی کے بیان مین جو ان لوگون سے ضروری چیزون
مین واقع ہوئی تھی یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ تکاثر اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورت مین
تکاثر کی برائی مذکور ہے اور بیان اسکا یہہ ہے کہ تکاثر سے ایسا ڈرانا چاہیئے جیسا کہ قیامت سے اسواسطے کہ تکاثر
ایک بڑا حجاب ہے بندے اور اسکے مطلوب کے درمیان اور رحجان اسکے پیچھے عذاب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غفلت مین رکھا تم کو بہتایت نے تکاثر کے معنے زیادتی طلب کرنا ہے اور آدمی کی عادت ہے کہ اپنی آخر عمر مین مال اور اولاد کی اور نوکر چاکرون کی اور خویش و اقربا کی زیادتی چاہتا ہے تاکہ ان کے سبب سے اسکے نام اور مرتبے کا سلسلہ منقطع نہو جاوے اور یہہ بات اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اور اسکے اسمون اور صفتون اور فعلون کے تامل کرنے سے اور جو اسپر واجب ہے اللہ تعالیٰ کے حقون سے اور آدمیون کے اور اپنے نفس کے حقوق سے غافل کر دیتی ہے اور اس غفلت کے سبب سے صرف کرنے سے ان نعمتون کے جس چیز کیواسطے وہ نعمتین بنی ہین محروم رہتا ہے پس تکاثر گویا آدمیکو آدمیت سے نکال دیتا ہے اور حیوانات کے مرتبے مین داخل کر دیتا ہے پھر یہہ غفلت اگر ارشاد سے کسی مرشد کے اور تنبیہ سے کسی بزرگ کے جلد دفع ہو گئی تو پھر آدمیت کے حد مین آگیا اور حق راہ چلنے کی استعداد پیدا کی اور اگر اسی غفلت مین سدا رہا اور ہرگز نہ چونکا اور اسی حالت مین مرگیا تو بڑے ٹوٹے مین پڑا اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص کو کچھ پونجی دیکر بازار کو بھیجا کہ سوداگری کرے اور کچھ نفع کماوے اور وہ شخص بازار کو گیا اور خوب شراب پی کو بیہوش ہو گیا اور پونجی بالکل کھو بیٹھا یہانتک کہ شام کے وقت دوسرے لوگون نے اسکو اٹھا کے اسکے گھر پہنچا دیا اب نہ تو پونجی اسکے ہاتھ مین نہ نفع معاذ اللہ من ذلک اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہے اس کلمے مین حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہانتک کہ جا دیکھین تمنے قبرین یعنے اسی شغل مین رہے اور ہرگز خبردار نہوئے جب تک کہ گورستان کو نہ پہنچے كَلَّا بات یون نہین ہے جیسے تمنے سمجھی ہے یعنے تمنے گمان کیا ہے کہ بعد موت کے اگر کمال ہے تو یہی ہے کہ بہت سی دولت اور کارباری بیٹے اور اقربا جانثار تمہارے بعد تمہارے نام کو قایم رکھین گے بلکہ حال یہہ ہے کہ بعد موت کے ایک اور ہی چیز پیش آوے گی جسکے سامنے یے چیزین بموجب مضمون اس بیت کے بے حقیقت محض ہو جاوینگے ؎ حاصل دنیا ز کہن تا بہ نو چون گذرندہ ست چہ پژدہ چہ نو اور ہر عاقل کو معلوم ہے کہ مال اور فرزند اور مرتبے اور قرابت سب فانی ہین اور جو چیز فانی ہے وہ قابل فخر کرنے کے نہین ہے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر جان لوگے یعنے بعد مرنے کے تم کو معلوم ہو جاویگا کہ وے سب چیزین جن مین تم نے اپنی عمر گذرانی سب تمہارے واسطے مضر اور مخل تھین اسواسطے کہ وے سب نعمت ابدی کے فوت ہونیکا سبب اور قہر الٰہی کی طرف کھینچ لیجانیکا باعث ہوئین ثُمَّ كَلَّا پھر بھی ہم کہے دیتے ہین کہ بات یون نہین ہے جسطرح سے تم اعتقاد رکھتے ہو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر

سمجھ لیوگے یعنے بعث اور حشر اور نشر کے بعد اور دوزخ اور اسکی سختیون کے دیکھنیکے بعد کہ جو کچھ تم نے کیا سب
ضرر اور خلل پہنچانیوالا تھا سو اول جاننا برزخ مین ہوگا اور دوسرا قیامت کے دن كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ہرگز
ایکو بات یون نہین ہے اگر جانو تم ایسا جاننا جسمین کچھ شک اور شبہ نہو اور بعضے حجاب ظلمانی تم سے کھل جاوین
تو جان لوکہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ البتہ دیکھوگے دوزخکو بعد موت کے برزخ مین گرم ہواؤن کے چلنے سے اور عذاب
کی صورت اور آگ کے گرزون کے دیکھنے سے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ پھر البتہ دیکھوگے تم اس دوزخکو یقین کا
دیکھنا جسمین احتمال شبہ کا اور غلبہ خیال کا اور دریافت کی غلطی کا نہ ہوگا اور یہہ دیکھنا قیامت کے روز ہوگا جب دوزخیون
کو کنارے پر دوزخ کے کھڑا کرینگے اور ڈر اور سختیان وہان کی انکو دکھاوینگے ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيمِ پھر البتہ سوال کیے جاؤگے تم ان نعمتون سے جو دنیا مین تمکو دی تھین اور ان سب نے تمکو نیکی کمانے سے غفلت مین
ڈالا تھا اور سوال نعمتون سے تین طرح پر ہوگا اول یہہ کہ اس نعمت
کو تم نے کسی طور سے کمایا تھا حلال وجہ سے یا حرام سے دوسرا یہہ کہ اس نعمت کو کہان
صرف کیا اللہ تعالی کی رضامندی مین یا نارضامندی مین تیسرے یہہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تم نے کیا کیا اور اس
جگہہ پر سمجھ لیا چاہئے کہ حق تعالی نے بندیکو جو زیادہ قدر ضروری سے دیا ہے ایسا کہ معاش اور زندگی بندے کی
اسپر موقوف نہین ہے وہ سب اسی قسم سے ہے کہ اس سے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اس سے خالی نہین ہے گو کہ
مفلس اور فقیر ہو اسیواسطے کہا ہے کہ ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹھنڈی چھاؤن اور نیند کی لذت اور تندرستی
اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلعم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یہ سب ایسی نعمتین ہین
کہ تمام اہل اسلام غنی ہون یا فقیر انمین شریک ہین اور قدر ان کی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد ان نعمتون
سے جو پوچھی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین
رہتا ہے گو ہمیشہ اس سے فائدہ مند نہو اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک فقیر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
اور عرض کی کہ یا رسول اللہ م کون سی نعمت مجھکو دنیا مین ملی ہے کہ اس سے سوال کیا جاؤنگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جوتیان اور ٹھنڈا پانی اور سایہ اور یہہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین
حضرت ابوبکر صدیق رض اور امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رض اور دوسرے یار رضی اللہ تعالی عنہم ابو الہیثم کے گھر مہمان

گئے تھے گرم روٹیان کھجورون کے ساتھ کھائین اور ٹھنڈا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ نعمت ہی کہ جس سے سوال کیے جاوگے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ العصر

یہہ سورت مکی ہی اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے اور اڑسٹھ حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہی کہ کلاہ بن اسید جسکو ابوالاسدین بھی کہتے تھے وہ ایک کافر تھا کہ امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایام جاہلیت مین ہم صحبت تھا سو آپکے اسلام لانے کے بعد ایک روز آپ سے ملا اور بولا کہ اے ابوبکر ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹھاتے تھے اب تمکو کیا ہوگیا کہ ایکبارگی ایسے ٹوٹے مین پڑ گئے کہ باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا اور لات وعزی کی عبادت سے محروم رہے اور انکی شفاعت سے نا امید ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہی اور نیک کام اختیار کرتا ہی وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا حق تعالی اسی گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بات کی خوبی مین یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ عصر اسواسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کھائی ہی اور عصر کے دو معنے ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی عمر بھی اسمین پائی جاتی ہی اور عمر انسان کی ایک چیز ہی نہایت نفیس اور ایک پونجی ہی بہت عزیز کہ دینی اور دنیوی کمالات سب اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین تو گویا عمر انسان کی راس المال اور پونجی کے مانند ہی لیکن اسمین عیب ہی تو اتنا ہی ہی کہ خود بخود کم ہوتی چلی جاتی ہی سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور احوال نیک کے حاصل کرنے مین صرف ہوئی تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر اسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہی کہ نقصان اور خسارت اور ذلت اسکے آگے رکھی ہی بس انسانکو جو اس عالم مین بھیجا ہی اور پونجی اور راس المال کی جگہہ اسکو عمر دی ہی سو وہ برف بیچنے والے کے مانند ہی کہ اسکی تجارت کی پونجی خود بخود گھلتی چلی جاتی ہی اگر اسکے عوض مین کوئی عزیز چیز حاصل کرلی تو بہتر ہوا نہین تو خسارہ سردست موجود ہی اور اس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب اور غریب بات ہی تو اسکی قسم کھائی ہی اور دوسرے معنے پچھلا دن جو نماز عصر کا وقت ہی اور وہی نفع اور نقصان کے ظاہر ہونیکا زمانہ ہی اسیواسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے اپنے دھندے مین مشغول ہوتا ہی اور سیکڑون حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنیکے

واسطے کرتا ہے پھر جب دن آخر ہوا تو وے سب تدبیرین اور حیلے تمام ہوئے اور انتہا کو پہنچے پھر اس وقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت کرتا ہے اور ہر سوداگر اپنی دوکان اٹھا کر گھر جانے کا ارادہ کرتا ہے سو اس عرصے مین جو پیسہ لیا وہی ساتھ آیا نہین تو نقصان اور ٹوٹے مین پڑا اور چونکہ وقت ٹوٹا ظاہر ہونیکا تھا تو اس وقت کی قسم یاد فرمائی بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیاوی نفع اور نقصان کے ظاہر ہونیکا وقت بھی یہی ہے اسواسطے کہ اعمال دن اور رات کے ہو چکے اور جو چیزین کمانے کی تھین کما چکے اب روزنامچے کے دیکھنے کا وقت ہے کہ کیا گیا اور کیا رہا بس یہہ وقت بزرگی رکھتا ہے دنیا کے طالبون مین بھی اور آخرت کے طالبون مین بھی اور لایق اسبات کے ہے کہ اسکی قسم کھا جاوے اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جسکی عصر کی نماز قضا ہوگئی تو گویا اسکا گھر بار برباد ہوگیا اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد عصر سے ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے اسواسطے کہ آپ کے پیغمبر ہونے کے سبب سے بازار سودا اور زیان کا گرم ہوگیا جسنے ان کی اطاعت اور تابعداری کی تو سود حاصل کیا کہ ابدالاباد تک باقی ہے اور جسنے ان کی نافرمانی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ جسکی حد اور نہایت نہین ہے بس وہ وقت انوار آلہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نزدیک ہونے زمانے کے اور بخشش دینے مین گنہگارون کے ایسی عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ آدمی کی پیدایش کیوقت سے ابتک کسی زمانے مین عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہ ہوگا اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎ خوشا وقتی کہ مردم آدم بے سایہ را دیدند عجب این زمان گر سایۂ آدم شود پیدا یعنے کیا اچھا زمانہ تھا کہ لوگون نے آدمی بیسایہ کو دیکھا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو نادر ہے یہہ زمانہ جو سایہ آدمی کا ظاہر ہووے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡعَصۡرِ قسم ہے زمانیکی کہ انسان کی عمر بھی اسیمین داخل ہے جو اسکی پونجی کے مانند ہے اعتقاد دات جمع اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنیمین یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ سود اور زیان کے ظہور کا وقت ہے رات دن کے عملون مین یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی جو نور نبوت کے ظہور کا زمانہ اور ولایتون کی شاخین پھوٹنے کا وقت ہے اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع

اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور سدا کا ٹوٹا اسکو نصیب ہوا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ مقرر ہر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہے اسواسطے کہ راس المال اسکا عمر ہے اور وہ دمبدم کم ہوتی جاتی ہے اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب اسی عمر کے سبب سے حاصل ہوتا ہے سو اگر وہی عمر گناہون مین اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالے کی درگاہ سے دور کرنیوالین اور اسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کھینچنے والی ہین تو ٹوٹے پر ٹوٹا کھایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے یعنے اپنی عمر سے فائدہ کمایا اسواسطے کہ ایمان بھی ایک طرح کی معرفت ہے بلکہ سعادت ابدی کا اور قرب الٰہی اور ملائکون کے ملنے کا سبب ہے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے اسواسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ ان کو حاصل ہوئے اور احوال سنیہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجے بلند آخرت مین ان کو نصیب ہوئے پس فائدے پر فائدہ حاصل ہوا اور یہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگر ان سب باتون کے ساتھ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بھی مرتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اگلی آیۃ مین تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارت فرماتے ہین وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسریکو درست اعتقادون کی اور بھلے کامون کی اور نیک خلقون کی وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسرکو سہارنے کی یعنے نفس کو روکنے کی خواہشون سے اور گھیر رکھنا طاعتون کی مشقتون پر اور روک رکھنا رضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیف کے غلبے کیوقت مین اور یہ تینون قسمین صبر کی تمام طاعتون کو گھیرے ہوئے ہین اور سب گناہون اور شہوتون سے روکنے والی ہین اور ان دونون لفظون کے یعنے حق اور صبر کے لانیمین اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہے اور طبابت مین دو چیزین ضرور ہین اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز پس تواصوا بالحق دوا کرنے کی طرف اشارہ ہے اور تواصوا بالصبر کنایت ہے پرہیز سے تو بغیر ان دونون امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا محال ہے اور جب یہ دونون باتین سرانجام کو پہنچین تو طبابت روحانی کا کام درست ہو گیا اور ارشاد اور تکمیل کا کارخانہ جم گیا اور جو فائدہ اور منفعت اس کارخانے مین حاصل ہوتی ہے وہ اندازے سے حساب کے اور احاطے قیاس کے باہر ہے اسواسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنے مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہے تو ثواب اسکے عمل کا اس بتانیوالے کو نامۂ اعمال مین بھی لکھا جاتا ہے اور یہہ سلسلہ قیامت کے دن تک تمام ہوگا اسیواسطے صحابہ کرام کا ثواب کہ انکی ارشاد اور تکمیل کے سبب سے

تمام سورۃ

تمام امت صلاحیت کی راہ پر چلتے ہین اور اسیطرح بڑے بڑے مجتہد کہ ان کے مذہبون پر لوگ قیامت کے دن
تک چلے جاوینگے اور اسیطرح طریقت کے خانوادے والے کہ ان کی وصیتون سے طالب اور مرید دنیا کی زندگی
بھر نیک عمل کئے جاتے ہین اور قرب کے مرتبون کو پہنچتے ہین تو کوئی ثواب اسکے برابر نہین ہوسکتا اور یہہ مرتبہ کمال
منفعت کا ہی کہ تھوڑی سی عمر مین ثواب قرنون اور زمانون کا حاصل ہوا ہرچند کہ وصیت کا لفظ عرف مین خاص اس حکم
کے واسطے ہی کہ مرنیکے بعد اسکے واسطے فرماتے ہین لیکن قرآن کے عرف مین تاکیدی امر کو جابجا وصیت فرمایا ہی
قال اللہ تعالی وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا اور وصیت کی ہمنے آدمی کو اپنے ماباپ سے نیکی کرنے کی
اور اس لفظ کے لانے مین اس مقام پر ایک نکتہ ہی نہایت باریک وہ یہہ ہی کہ ارشاد اور تکمیل کے مرتبے کا حاصل ہونا
بعد فنا ہوجانے نفس کے اور دوسرے لطیفون کے ہی اور فانی میّت کا حکم رکھتا ہی تو جو کچھ کہ وہ فرماوے گویا وصیت ہی کہ بعد مرنیکے فرماتی ہی

سُورَۃُ الْھُمَزَۃ

یہہ سورت مکی ہی اسمین نو آیتین اور تینتیس ۳۳ کلمے اور چھانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہی کہ تین شخص کافرونمین
ایک تو عاص بن وائل سہمی اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور تیسرا اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس مین گوشہ
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانون کی کیا کرتے تھے اور زبان طعن اور تشنیع کی دراز بلکہ بعضا ان مین جیسے
اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی تکرار اور بحث بے فائدہ کیا کرتا تھا سو ان کے حق مین یہہ سورت
نازل ہوئی اور اس سورت کا نام سورہ ہمزہ اسواسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ جو کوئی کسیکی آبرو
لیتا ہی اور لوگون کے عیب ڈھونڈھتا ہی تو وہ شخص خرابی اور عذاب کے سزاوار ہوتا ہی پھر جو شخص کہ حق تعالی کی
ہتک حرمت کرے اور اسکے رسول مقبول اور قرآن مجید کو جھٹلاوے اور اسکے احکامون سے غلو کرے تو اسکا کیا حال ہوتا ہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ خرابی ہی ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کو ان دونون لفظون کی کئی وجہ سے تفسیر کی گئی ہی
اول تو یہہ کہ ان دونون لفظون کے ایک معنے ہین پس تکرار فقط تاکید کے واسطے ہی اور اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ

شخص اس برے فعل کا معتاد ہی اور بار بار اسسے واقع ہوتا ہی چنانچہ صیغہ فعلہ کا اسی بات پر دلالت کرتا ہی اور دوسرا
یہہ کہ ہمزہ اس شخص کو کہتے ہین جو روبرو بُرا کہے اور لمزہ اسکو کہتے ہین جو پیٹھ پیچھے بُرا کہے تیسرے یہہ کہ ہمزہ وہ ہی
جو ہاتھ اور سر اور آنکھہ اور بھون سے اشارہ لوگون کی حقارت کرے اور لمزہ وہ شخص ہی جو زبان سے باتون کو کہے غرض
ہر طور سے یہہ دونون لفظین معنون مین ایک دوسرے کے قریب ہین اور مدعا تکرار سے تاکید ہی تا کہ لوگون کی ذلت اور
بے آبروئی نہ کرو سنئے اور اس کام سے بچے اور اکثر یہہ عمل بد طعن کے طور پر نسب مین یا شکل مین یا افعال مین ظہور کرتا ہی
پھر جو اس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرنے مین سب کے سامنے اور انکے ایذا دینے مین مبالغہ کرتے ہین تو حق
تعالیٰ نے بھی عذاب دایمی کے طور پر انکے واسطے وعدہ فرمایا ہی جیسا کہ لفظ ویل کا اس سے خبر دیتا ہی اسواسطے کہ زبان
عرب مین ویل عبارت ہی بلا و شدید سے جو دائمی ہو اور سمجھہ لیا چاہیے کہ اصل اس خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہی لوگون
پر اور منشاء اسکا اکثر اوقات مین مال کی کثرت ہوتی ہی اسواسطے کہ بہت سے لوگونکو مال بغیر لیاقت کے ہاتھہ آجاتا ہی تو چاہتے
ہین کہ اس مال کے سبب سے اورون سے اونچے اور بڑے بن کے بیٹھین اور وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچھہ مال ہی پر منحصر نہین ہی
بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ بھی اسی قسم سے ہین تو اسواسطے دنیا دار لوگ اپنا فخر اور
بڑائی ثابت کرنیکو اپنے ہم چشمون پر طعن شروع کرتے ہین تا کہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کرین اسیواسطے ہمزہ اور
لمزہ کو اس مال کی صفت کے ساتھہ موصوف فرمایا اور ارشاد ہوا ٱلَّذِى جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ جسنے جمع کیا ہی بہت سا مال
اور گن گن کے رکھا ہی اسکو اور گن گن رکھنے کے بیان مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور
بخشش کرنے کے واسطے نہین ہی بلکہ بخل کرتا ہی اور بار بار اسکو گنتا ہی کہ کہین اسمین سے کم نہو جاوے تو حرص اور
بخل کی دونون صفتین اسمین جمع ہوئین اور ایسے لوگون سے اگر بخل کی وجہ پوچھی جاتی ہی تو کہتے ہین کہ زمانیکے نشیب
اور فراز کیواسطے ہمنے اس مالکو رکھا ہی اسیواسطے ان کے حق مین یہہ عبارت ارشاد فرمائی يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ
أَخْلَدَهُ کیا گمان کرتا ہی کہ مال اس کا ہمیشہ رکھے گا اسکو دنیا مین یعنے موت کے اسباب کو اس سے دور کر دیگا
كَلَّا یون نہین ہی جیسا وہ سمجھتا ہی اسواسطے کہ عالم کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہین لیکن موت کا اسباب کوئی اپنے
اوپر سے دفع نہین کر سکا بلکہ مال کی کثرت بخل کے ساتھہ قیامت کے دن البتہ عذاب کی شدت کا سبب ہی چنانچہ فرمایا ہی لَيُنْبَذَنَّ
البتہ پھینکا جاویگا وہ شخص جسنے بدخلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے مین جمع کر رکھا ہی فِي الْحُطَمَةِ

توڑنے والی آگ مین جسکی عادت روندنا اور توڑنا ہے اور یہہ آگ توڑنے والی اس شخص کی پوری سزا ہے اسواسطے کہ پہلے تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر ہوتا ہے چنانچہ صورت جلنے کے بعد نہایت خراب ہو جاتی ہے بعد اسکے نوبت گوشت اور پوست کو پہنچتی ہے بعد اسکے ہڈیان ٹوٹ کے چورا ہو جاتی ہین پھر نہ ذات اسکی قایم رہیگی اور نہ حسن اور جمال اور وہ مال جسکا انجام یہہ ہو اسکو سبب رہنے کا اسباب سمجھنا کمال نادانی ہے اور چونکہ تاثیر آگ کی جو حطمہ کی لفظ مین مذکور ہوئی ہے مشترک تھی آتش کو کبی اور آتش عنصری اور آتش مزاجی مین جو تپ اور دق کے اندر ہوتی ہے اور جو تاثیر اس وعدہ دی گئی آگ کی ان سب سے زیادہ اور بڑھ کے تھی تو اس آگ موعود کی کیفیت اور اسکے معاملہ کی حقیقت نمونہ کیطرح بیان کرنے کو سوال جواب کے طور پر ایک دوسری عبارت ارشاد فرمائی ہے

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ اور تو کیا جانتا ہے باوجود اسباب کے کہ علم کے انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ کیا ہے وہ توڑنے والی یعنے اس آگ کی گرمی عاقلون اور حکیمون کی بوجھ سے بہت دور ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک حرارت تین قسم سے زیادہ نہین ہوتی ایک تو عنصری ہے جیسے آگ کی گرمی دوسری کوکبی ہے جیسے آفتاب کی گرمی تیسری مزاجی ہے جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی اور یہہ آگ اسباب کے طفیل سے نہین ہے جو کسیکے قیاس مین آجاوے بلکہ نَارُ اللَّهِ یہہ خدا کی آگ ہے یعنے اسکے غضب اور قہر کی ہے الْمُوقَدَةُ کہ سلگائی گئی ہے بندون کے گناہ اور بے ادبیون سے الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ وہ ایسی آگ ہے جو جھانک لیتی ہے دلون کو اور حقیقت اس کلام کی یہہ ہے کہ جو آگ دنیا مین ہے اول اسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہے بعد اسکے ان چیزون کو جو بدن کے اندر رہین درجہ بدرجہ جلاتی ہے یہانتک کہ اختلاط اور ارواح اور اعضاء اصلیہ تک پہنچتی ہے اور یہہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہے کہ اول نفس ناطقہ کو صدمہ پہنچاتی ہے اور وہان سے دلکو جو درد کے حق مین سب اعضا سے نازک ہے اور تھوڑے سے درد مین پریشان ہو جاتا ہے دکھ دیتی ہے پھر جو غلبہ اس آگ کا پہلے دل پر ہوگا تو رنج اور دکھ دینے مین بھی پورے درجے کو ہوگی اور اس عالم مین جو آگ کہ اس آگ سے مشابہ ہے سو وہ تپ کی آگ ہے ہر چند کہ گرمی اسکی یعنے تپ کی پہلے خلطونکو اور روحون کو اور اصلی اعضا کو پہنچتی ہے لیکن دکھ جو پہلے پہنچتا ہے سو دل ہی کو پہنچتا ہے اور دل سے تمام اعضا کو اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ الحمی من فیح جہنم یعنے تپ دوزخکی بھاپ ہے اور یہہ بھی وارد ہوا ہے کہ الحمی حظ المؤمن من النار یعنے تپ حصہ ہے مسلمانکا دوزخکی آگ سے

لیکن یہہ تپ کی آگ اس موعود آگ سے دو طرح سے کم ہے اوّل تو یہہ کہ نفس ناطقہ مین جو مجردا تون سے ہے حیوان ان
اثر نہین کرتی ہے دوسرے یہہ کہ بخار اس تپ کی آگ کا اور جوش اس گرمی کا بدن کے مسامون کی راہ سے نکل
جاتا ہے اور پسینہ نکلنا تخفیف کا سبب پڑتا ہے بخلاف اس آتش موعود کے کہ حال اسکا یہہ ہے کہ اِنَّهَا عَلَيْهِم
مُّؤْصَدَةٌ مقررہ وہ آگ انپر بند کی گئی ہے یعنے انکے اعضاؤن کے اندر بند کی گئی ہے تا کہ گرم سانس اندر سے
باہر نہ آجاوے اور باہر کی ٹھنڈی سانس اندر نہ جاوے اسلئے کہ اسمین بھی البتہ تھوڑی سی تسکین ہوتی
ہے اور جو بعضے وقت ہاتھ پاؤن مارنے سے اور بدن کو تننے مین دیوار اور زمین سے کچھ مسام کھلتے ہین اور
ایک گونہ تخفیف ہوتی ہے سو اسکو بھی اُن سے سلب کرلیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنے یہ
سب لٹکتے ہونگے لنبے ستونون مین اور رسیون سے باندھکر جکڑ دئے جاوینگے تا کہ ہاتھ پاؤن بھی ہلا نسکین
اور گرمی ان کے اندر کی کسیطور سے کم نہو اور بعضے مفسّرون نے یون کہا ہے کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش کرکے
اوپر سے ان سرپوشون کے آگ کے ستون لنبے لنبے ڈالدینگے تا کہ کسی طور سے ہوا کا جانا اسکے اندر ممکن نہو واللہ اعلم بحقیقة الحال

سورۃ الفیل

یہہ سورت مکی ہے اسمین پانچ آیتین اور تیئیس ۲۳ کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اس سورت کا نام سورۂ فیل اسواسطے
رکھا ہے کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور ہے اور یہہ قصہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی علامتون مین سے ایک علامت ہے کہ دلالت
کرتا ہے اسبات پر کہ چھوٹے سے چھوٹے قہر الٰہی کو بڑے سے بڑا جانور جو ہاتھی ہے تحمل نکرسکا تو اسکے قہر کے بڑے بڑے
اسبابون کو کون تحمل کرسکیگا اور اسبات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اسکے گھر کی بیحرمتی کرنا اس درجہ کو قہر کا
سبب ہوا تو اسکے دین اور اسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچھ کریگی اور یہہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک
کے قریب ہوا تھا بس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے ارہاصات سے یعنے علامات سے ہے اسیواسطے اس قصے کو
اس سورت مین یاد دلایا ہے تا کہ اسکو سن کے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن کی برکت سے
عالم غیب کی تائید الٰہی ان کے مدد کیواسطے پہنچی پیش قدمی نکرین اور اس قصے کو واقع ہونیکا سبب یہہ تھا کہ نجاشی کیطرف
سے جو تمام حبشی کے ملک کا بادشاہ تھا ایک حبشی ابرہ نام یمن کا صوبہ ہوکر آیا اور یمن کے لوگون کو دیکھا کہ حج کی موسم مین
اطراف و جوانب سے نذرین اور نیازین لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین اُسنے پوچھا کہ یہہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہین اور کہان جاتے ہین

لوگون نے سارا احوال مفصل بیان کیا وہ حال سنکر اس کافر کے دل مین نخوت اور سرکشی نے جوش مارا اور حکم کیا کہ اُس گھر کے
مقابلے مین اس شہر مین بھی ایک گھر تیار کرو چنانچہ صنعان مین جو یمن کے ملک کا پایہ تخت ہی اچھے خوشنما پتھرون کا ایک
کلیسا بنایا اور اسکا قلیس نام رکھا اور اسکے در و دیوار زر اور جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور بتونکو اچھے اچھے لباس پہنا کر خوب زر و
زیور سے آراستہ کر کے اس گھر مین بٹھلایا اور عطر اور گلاب اسکے در و دیوار پر چھڑکوایا اور انگیٹھیان عود اور عنبر کی روشن
کروائین اور گرداگرد اسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کردیا کہ سب
لوگ اس گھر کے طواف کیواسطے حاضر ہوا کرین یہہ بات قریشون پر اور سب مکہ معظمہ کے رہنے والون پر بہت شاق گذری
اسی عرصے مین ایک شخص بنی کنانہ کی قوم کا یمن مین گیا اور بادشاہ کا نوکر ہوا رفتہ رفتہ اس گھر کی فراشی اور جاروبکشی کی خدمت پر
معین ہوا اور بے تکلف ہر وقت آنے جانے لگا ایک رات اس گھر مین جابجا پاخانہ پھر کر بھاگ گیا صبح کو جو لوگ اُس
ناپاک گھر کے طواف کے واسطے آئے اور یہہ معاملہ دیکھا تو اُلٹے پھرے اور یہہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اُسنے حکم کیا کہ
اسکو تحقیق کرو کہ یہہ کسنے کیا ہی آخر ثابت ہوا کہ یہہ کام اس مکے کے رہنے والے نے کیا ہی اسبات سے وہ مردود
نہایت غصے ہوا اور اسکی عوض مین مکہ معظمہ کی ہتک حرمت کا ارادہ کیا وہ اسی خیال مین تھا کہ ایک دوسرا شگوفہ کھلا یعنے
اسی عرصے مین ایک قافلہ حرم کے رہنے والون کا اس گھر کے متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کے وقت آگ جلائی تاکہ کوئی
چیز گر پڑی ہو تو نظر آجاوے اتفاقاً اسوقت ہوا تیز چلنے لگی اور وہ آگ اُڑ کر اس گھر کے اسباب و سامان تک جا لگی چنانچہ
تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اس گھر کا سب جل گیا اور در و دیوار اور نقش و نگار اسکے سبب سے خاک سیاہ ہوگئے
قافلے والون نے جو یہہ معاملہ دیکھا ڈر کر بھاگے بادشاہ نے پھر حکم کیا کہ اسبات کو تحقیق کرو کہ یہہ حرکت کس سے ہوئی ہی جب
اسبات کی خوب چھان بین ہوئی تو آخر معلوم ہوا کہ یہہ حرکت بھی مکے والون سے ہوئی ہی یہہ بات سنکر بادشاہ کمال غصے مین
آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتھی جمع کئے ان مین ایک ہاتھی کا نام محمود تھا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی اور سب
ہاتھیون سے آگے آگے چلا کرتا تھا چنانچہ اتنی جمعیت سب اپنے ساتھ لیکر خانہ کعبہ کے توڑنیکو چلا پھر راہ مین جو شہر اور جو
قوم ملتی تھی تو اس شہر اور قوم کے لوگ اس سے عاجزی اور زاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس گھر کو نہ چھیڑ جو تجھکو
چاہئے بدلے مین اسکے ہم سے لے اسنے جو وے ہرگز قبول نہ کیا یہان تک کہ مکہ معظمہ کے متصل پہنچا مکے والے یہہ خبر سنکر
اپنے بچوں کے بال بچے مال اسباب لے کر پہاڑون پر چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب تنہا مکہ معظمہ

مین رہ گئے تھے جب یہہ حال دیکھا تو وے بھی حیران اور پریشان ہوکر مدد غیبی کے منتظر تھے کہ یکایک سبز چڑیان جدہ کی طرف سے جو دریائے شور کا بندر ہی اور مکہ معظمہ سے مغرب کی جانب کو واقع ہی غول کے غول جمع ہوکر ابرہہ کے لشکر کیطرف متوجہ ہوئین اور ہر ہر چڑیا کے پاس ان چڑیون مین سے تین تین کنکریان تھین مسور سے بڑی اور چنے سے چھوٹی ایک چونچ مین اور دو دو پنجون مین پھر جب برابر اس لشکر کے پہنچین توان کنکریون کو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت ان کنکریون کی یہہ تھی کہ جسکے سر پر لگتی تھی تو اسکے نیچے سے نکل جاتی تھی اور اندر اسکے سب جلادیتی تھی اور یہہ حادثہ وادی محسر مین ہوا تھا جو مکہ معظمہ سے چھہ کوس پر عرفات کے راستے مین ہی چنانچہ جب وادی محسر مین پہنچا تو وہ بڑا ہاتھی جسکا نام محمود تھا اس جنگل مین گھٹنے ٹیک دیے اور ٹھٹھک رہا اور ہرگز قدم آگے نہ بڑھایا اور دوسرے ہاتھی بھی ٹھٹک رہے بلکہ جب ہاتھیون کو یمن کی طرف لے چلتے تھے تو جلد جلد چلتے تھے اور جب کعبہ شریفہ کی طرف ہانکتے تھے تو گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے تھے اور قدم آگے نہ رکھتے تھے بادشاہ نے فیلبانون کو دھمکی دی اور غصہ کیا کہ یہہ سب تمھاری شرارت ہی تم چاہتے ہو کہ مین اس گھر کا معتقد ہو جاؤن سو مین ایسی باتون پر اعتقاد نہین رکھتا وہ تو اسی گفتگو مین تھا کہ چڑیون کے غول آپہنچے اور تمام لشکر کو ہاتھیون سمیت غضب الٰہی کا پایمال کرنے لگا اور مال اور متاع جو ان کے پاس تھا سب اسی جنگل مین پڑا رہگیا تھے کہ لوگون نے جو پہاڑون پر بھاگ گئے تھے جب یہہ تباہی اور خرابی ان کی دیکھی تو ایکبارگی اترکر لوٹنا شروع کردیا اور خوب دولت دنیا اور اسباب جمع کرلیا چنانچہ قریشیون مین جو دولت تھی سو یہی دولت تھی اور وہ کنکریان نبوت کے وقت تک بلکہ بعد اسکے بھی لوگون کے گھرون مین تھین عبرت کے واسطے لوگون نے رکھہ چھوڑی تھین اور صحابہ مین بہت لوگون نے وے کنکریان دیکھین تھین اور ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قصے کے پچپن روز کے بعد ہوئی تھی سو اس سورۃ مین اس قصے کا بیان کرکے قریشیونکو نصیحت دینے کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل کیا نہین دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والون سے یعنے اس لشکر سے جو کعبۃ اللہ کے ڈھانے کو آگے آگے ہاتھی لایا تھا اور دیکھنے کی لفظ مین اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہی وہ دیکھنے کا حکم رکھتی ہی اسواسطے کہ اسمین شک اور شبہہ نہین ہوتا اور ربک کی

لفظ

لفظ مین اشارہ ہی کہ یہہ واقعہ عظیمہ تمھاری نبوت کا پایہ ہی اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تمھاری پیغمبری کا اثبات منظور ہی گویا کہ ربوبیت الٰہی جو تمھاری طرف مصروف ہی اس مدد غیبی کو آسمان سے لاتی ہی اور یہی سبب ہے کہ جب تم نے لشکر ہمراہ لیکر مکے کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی مانع اور مزاحم غیب سے پیش نہ آیا اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ کیا نہین کردیا انکا داؤ غلط اور بیکار یعنے بیت اللہ کے مقابلے مین جو دوسرا گھر بنایا تھا اور رعیت پر حکم کیا تھا کہ سب آکر اس گھر کا طواف کیا کرین سو یہہ ایک بڑی تدبیر تھی بیت اللہ کی حرمت کھونے کی سو وہ سب برباد ہو گئی بلکہ ذلت پر ذلت ہوتی چلی گئی ہر چند کہ عاقلون کو محنت طویل کے ضایع ہونے سے بہت عبرت اور نصیحت حاصل ہوتی ہی لیکن اس گروہ کیواسطے اس قدر پر اکتفا نہ ہوا بلکہ ایک عذاب آسمانی دوسرا ان کو نصیب ہوا چنانچہ فرماتے ہین وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ اور بھیجے ان پر طَیْرًا اَبَابِیْلَ اڑتے جانور غول کے غول اور ابابیل کا لفظ اصل لغت مین جوق جوق کے معنون مین ہی اور اسکا واحد مستعمل نہین ہی لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا واحد ابیل یا ابول یا ابالہ ہی اور عرف مین ابابیل جانورون مشہور کو کہتے ہین اور غیبی جانور جو سنگریزے لیکر آئے تھے وے اسی صورت کے تھے اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے جانورون کو خانۂ کعبے کے گرانے کو لائے تھے تو اُن کے مقابلے مین ایک ادنی ضعیف جانور کو چھوٹے سے چھوٹا اسباب ہلاکت کا یعنے کنکر پان دے کر ان پر بھیجا تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ تائید الٰہی کے سبب سے ضعیف مخلوق بڑے قوی مخلوق کو زیر کرتی ہی اور بغیر اسکی مدد کے بڑی زبردست مخلوق سے کچھ نہین ہو سکتا تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ مارتے تھے وے جانوران لشکروالون کو پتھرون سے جو کنکر کی قسم کے تھے اور سجیل معرب ہی سنگل کا یعنے وہ مٹی کہ پک کر پتھر کی طرح پر ہو جاتی ہی جسکو ہندی زبان مین کھنگر کہتے ہین اور غول کے غول لانے مین ان چڑیون کے ایک حکمت تھی یعنے جب پتھر مارنا شروع ہوگا تو لوگ ہر طرف کو بھاگین گے تو جانور بھی غول کے غول چاہیے کہ ہر طرف کے بھاگنے والون کا کام تمام کرین اور تاثیر ان کنکریون کی جو کچھ کہ ان کے بدنون پر ظاہر ہوئی تھی بیان اسکا اس آیت مین ہی کہ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ پھر کر ڈالا ان لشکروالون کو جیسے گھاس کھائی ہوئی یعنے جیسے گھاس جانور کھا کے آخر چھوڑ دیتے ہین اور یہہ اشارہ ہی اعضا کے ٹوٹ پھوٹ جانے کی طرف یعنے شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا تھا یہہ تاثیر بھی خوارق عادات سے ہی گویا ان پتھرون مین یہہ کچھ زہر تھا کہ بدن پر لگتے ہی سارا بدن چکنا چور ہو جاتا تھا اور یبوست اور خشکی سرایت کر جاتی تھی

اور جو زندہ بچتے سارے انکے بدن گھٹ کر چھڑ جاتے تھے اور یہہ قصہ عذاب الٰہی کا ایک نمونہ تھا اور کئی خرق عادت انکو شامل تھا اول تو انکے رہنا ہاتھیون کا کر بیٹھ بیٹھ جاتے تھے اور ایک قدم آگے نرکھ سکتے تھے دوسرا چڑیون کا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتھ دریائے شور کی طرف سے جو ظاہر مین پرندون کی بود و باش کی جائے نہین ہے اور بعد اس واقعہ کے پھر ان چڑیونکو کسینے نہین دیکھا تیسرا یہہ کہ ان کنکریونکا لانا کہ کہین انکا ٹھکانا معلوم نہین ہے چوتھا یہہ کہ کیا کچھ تاثیر قوی ان کنکریونمین رکھی تھی واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَۃُ الْقُرَیْش

یہہ سورت مکی ہے اسمین چار آیتین اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہین اور قریش نام ہے ایک قبیلے کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار اسی قبیلہ سے تھے اور یہہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہے اور بیت اللہ کی اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ سے انہی کو سپرد ہے اسیواسطے رہنے والے اور رئیس یمن اور شام کے اور دوسرے عرب کے شہرون کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب سے اس قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تھے اور جہان سے جاتے تھے نذر اور نیاز اور مہمانیان اور قربانیان انکو ملتی تھین اور تجارت کا مال جو انکے ساتھ ہوتا تھا کوئی اسکا محصول نہ لیتا تھا اور چور اور قطاع الطریق بھی خانہ کعبہ کے ادب سے انسے تعرض نکرتے تھے اور ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تھی کہ سردی کے دنون مین یمن کی طرف جو گرم ملک ہے جاتے تھے اور طرح طرح کے فایدے تجارت کے اٹھاتے تھے بلکہ نذرین اور نیازین بھی لاتے تھے اور گرمی کی موسم مین شام کی طرف جاتے تھے اور ہمیشہ اسیطرح سے سفر کیا کرتے تھے اور دولت دنیا بہت سی کما لاتے تھے اور اسی وسیلہ سے مکہ معظمہ مین بخوبی تمام گذران کرتے تھے اور باوجود اس بات کے کہ مکہ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان مین واقع ہے اور زمین وہان کی نہایت خشک ہے کہ زراعت اور درخت اسمین سرسبز نہین ہوتا سو حق تعالیٰ اس سورت مین ان نعمتونکو قریشونکو یاد دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر کوتہ نظری کرو اور باری تعالیٰ کے ذات پاک کے عمدہ کمالاتون کو اور اسکی بے انتہا نعمتون کو جو عرش سے فرش تلک لبالب ہین نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے حقمین امداد فرمائی ہے خود بخود سمجھ لو اور ادا کرنے مین اسکے شکر کے بموجب عبادت کے قیام کرو اسیواسطے اس سورت کا نام سورۂ قریش رکھا ہے کیا اس سورت مین خاص قریشون کے احسان کا ذکر ہے اور حقیقت مین قریشون پر احسان کرنا تمام عالم پر احسان ہے

اور انسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم سے عبادت کی طلب ہے اور مرتبہ انکا متبوعیت مین مانند قرآن مجید
کے ہے بہ نسبت دوسری کتابون کے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ عالم کی اصلاح اور
شرک اور کفر کے دفع کرنے کے واسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے واسطے اختیار
فرمایا تو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اس ارادے کے اور علم اور معرفتین
جو اس مہم عظیم سے تعلق رکھتی تھین القا ہوئین بس لازم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جاری کرنے مین اس مہم کے
استعانت اپنے قبیلے کی طرف کرین اسواسطے کہ قبیلہ آدمی کا اخلاق اور اوصاف کے پہچاننے مین دوسرون کے
بہ نسبت پیش قدمی رکھتا ہے اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر انکو ہوتی ہے دوسرون کو نہین ہوتی ہے اور
یہہ بھی ہے کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور حمیت داعیہ کی قرابت والون مین زیادہ ہوتی
ہے غیرون کی نسبت سے بس گویا کہ قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا بعد مشرف ہونیکے شرف اسلام
سے ساری امت کے بہ نسبت حکم پیغمبر کا رکھتے ہین دوسرا ملتیون کی نسبت سے اسواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ
تَعَلَّمُوا مِن قُرَيْشٍ وَلَا تُعَلِّمُوهَا یعنے سیکھو قریش سے اور نہ سکھاؤ انکو اور یہہ بھی فرمایا ہے کہ اَلنَّاسُ
تَبَعٌ فِي هٰذَا الشَّاْنِ لِقُرَيْشٍ یعنے سب آدمی اس بات مین تابع ہین قریش کے اسیواسطے قرآن مجید انہین کی زبان
نازل ہوا تاکہ وے موافق اپنے پیدائشی سلیقے کے اسکی باریکیون کو سمجھین اور دوسرے لوگون کو بتاوین بس معنے
نبوت کے سب قریشو نمین پراگندہ اور منتشر ہین اور ازل لا زال مین مقدر تھا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام
کی ابتدائے ہجرت سے چھہ سو چھپن سال کے آخرت تک قریش مین رہیگی بعد اسکے چنگیزی ترکون کے ہاتھ سے
خراب ہوگی اور ترک مسلط ہونگے چنانچہ چھون کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے یعنے اس لفظ سے تاریخ بوجھی جاتی
۶۵۶
ہے اور یہہ بات بنی آدم مین پیدائشی ہے کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین بس مقتضا حکمت کا
یہی تھا کہ اول انکی اصلاح کے واسطے کوشش کی جاوے تاکہ اور لوگ چار و ناچار انکی درستی سے درست ہوجاینگے
اور سبب اس سورت کے نازل ہونے کا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ قسم ہے قریش کے الفت دینے کی یہان پر لام قسمیہ ہے جیسے للہ لا یؤخر الاجل مین ہے یعنے

اللہ کی قسم ہے کہ وقت نہ ملیگا اور قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین جو تیرھوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و
سلم کے ہین اسطور سے کہ آنحضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ
بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد مین
ہے وہ قریش مین داخل ہے اور اسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہے ایک دریائی جانور کا جو
جانورون کو پکڑ پکڑ کے کھا جاتا ہے اور سب پر غالب ہے اور اولاد نضر بن کنانہ کی گردش زمانہ کے سبب سے
شہر مکے سے متفرق ہو کر تمام ملکون مین منتشر ہو گئے تھے قصی جو پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین
ان سب کو ادھر ادھر سے بلا کر پھر مکہ معظمہ مین لبایا اسیواسطے قصی کو مجمع کہتے ہین اور اس قبیلہ کا نام اس جانور کے نام
پر یعنے قریش اسیواسطے رکھا ہے کہ یہہ قبیلہ دوسرے قبیلون سے زبان کی فصاحت مین اور شجاعت اور سخاوت
اور ہمت کی بلندی مین اور نسب کی صحت مین غالب تھا اِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ خوگر ہونا ان کا سفر
مین جاڑون اور گرمی کے یعنے یمن اور شام کیطرف ان کو اتفاق پڑتا تھا اور اس قسم کے کھانے مین اسبات
کی طرف اشارہ ہے کہ اس ضمن مین یعنے اس سفر کی عادت ہوجانے مین حق تعالی کی تدبیر عجیب ان کی معاش کی فراخی
کے واسطے جلوہ گر ہوئی ہے جو اس مسبب الاسباب کے کمال حکمت پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ جس شہر کے
رہنے والے گردنواح سے اس شہر کی اپنی معاش پیدا نہ کرسکین زمین کی قحط نما کی اور کوہستان کی سنگلاخی اور ہوا کی
خشکی کے سبب سے تو کچھ عجب نہین ہے کہ وہ شہر ویران ہوجاوے اور لوگ وہان کے تلاش معاش کیواسطے ملک بملک بہہ
جاوین پھر آبادی اس شہر کی اس عجائب تدبیر کے ساتھہ محفوظ رکھی کہ وہان ایک گھر اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگون کے
دلون مین اس گھر کی عظمت ڈالدی اور اس گھر کے مجاورون کو جاڑون اور گرمیون کے سفر کے واسطے مایل کیا تاکہ اس
ملک اور ضلع سے مناسب موسم کے مال اور اسباب لاکر اس شہر مین لاوین اور ان کے رہنے کا سبب اس بقعۃ الخیر سے
منقطع نہوجاوے اور یہہ بات بھی ہے کہ ہمیشہ سفر مین رہنا ملال خاطر کا سبب ہے خصوصا جاڑون سردی اور شدت گرمی مین
لیکن اس قبیلے کو اصلا اس تکلیف کا رنج نہوتا تھا بس گویا خرق عادت ہوگیا اور اسبات کے لایق ہوا کہ اسکی قسم
کھائی جاوے اور یہہ بھی ہے کہ خوگر ہونا انکا سردی اور گرمی کے سفر مین بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی
کا سبب ہوا چنانچہ چھوڑنا وطن کا ہجرت مین انپر شاق نہوا پھر بعد اسکے جہاد کے واسطے دور دور کے ملکون پر جانا انکو آسان معلوم ہوتا تھا

ہنا وجہ ہہ تہا کہ مدینہ منورہ سے کابل تک اور قسطنطنیہ اور اندلس تک متفرق ہوکر دین حق کو پہیلا دیا اور یہہ بہی ہہ تہا
کہ ان ہمیشہ کے سفرون مین لوگون کی خصلتون اور عادتون کا تجربہ بہی کما حقہ ہوگیا تہا پہر جسوقت دینی اور دنیوی ریاست
ان کے ہاتہہ مین آئی تو یہہ بات بہت مفید پڑی اسی سبب سے دین اور اسلام کا رواج دینا اور ملکون کا فتح کرنا انکے ہاتہہ سے بہت
آسانی سے سرانجام پایا تو یہہ عادت سفر کی ان کے حق مین ایک عجیب نعمت اور عظیم دولت تہی کہ دونو جہانکی سعادت اور دین و دنیا
کی ریاست اسکے سبب سے حاصل کی اگرچہ ظاہر مین اوّل سرگردانی اور صحرا نوردی کی صورت تہی لیکن انجام اسکا پیشوائی کا سبب حصول ایسی
دولت جاودانی کا ہوا اور جب اس نعمت کو جو ایسی عظمت رکہتی تہی انکو یاد دلایا تو اسکے شکر انہین عبادت طلب فرماتے ہین
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ پہر چاہیئے کہ عبادت کرین قریش اس گہر کے صاحب کی اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی اُن کی
لوگون کے دلونمین اور معاش کی فراخی اور بیغم ہونا دشمنون سے سب اسی گہر کی مجاوری اور اسکی آستانہ کی دربانی کی برکت
سے ہہ تہا پہر جب دوسرے لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اسطور کی تعظیم وتکریم سے پیش آوین تو انہی خادمون کو لازم ہہ
کہ اس گہر کے صاحب کی بکمال تعظیم اور تکریم کرین اسیواسطے رب ہذا البیت کا لفظ اس مقام پر لائے ہین گویا اشارہ ہے
اسبات کیطرف کہ اگر از راہ کوتہ نظری کے ربوبیت حق تعالی کی تمہاری نظرون سے محجوب ہہ لیکن عظمت اور
بزرگی تو اس گہر کی ظاہر اور کہلی ہہ پہر اگر جناب الٰہی کو اس گہر کا صاحب سمجہہ کر عبادت کرو تو بہی سزاوار ہہ
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ جسنے کہانا دیا ہہ اُن کو بہوک سے یعنے رہنے کی جگہہ ان کی زمین بے کہیتی کی اور
جنگل بغیر گہانس کا ہہ سو قابل اسبات کے تہا کہ رہنے والے وہان کے بہوکہہ سے مرجاوین پہر اگر تدبیر الٰہی آباد کرنیکو
بیت اللہ کے جلوہ گر نہوتی تو لوگون کو وہان کے روٹی کا ٹکڑہ ملنا مشکل ہوتا وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ اور امن دیا
ان کو ڈر سے باوجود اسبات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور نہبی اس قدر مروج تہی کہ جسکی حد نہایت
نتہی لیکن بیت اللہ کی گرداگرد حرم شریف کی حد تک کہ بعضے طرف دس کوس ہہ اور بعضے طرف چہہ کوس اور کسیطرف
تین کوس ہہ ہرگز تعرض اور مزاحمت نہ کرتے تہے بلکہ اگر کوئی کسی کے باپ یا بیٹے کو مار کر حرم مین جا بیٹہتا تہا تو اسکا
پیچہا نہ کرتے تہے اور بعضون نے کہا ہہ کہ ان سب امنون کے سوا ایک امن اور ہہ کہ حرم کے رہنے والے کو جذام کا
مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہہ بات مدت دراز سے تجربہ مین آئی ہہ واللہ اعلم

سورة الماعون

یہہ سورت مکی ہے اس مین چھ آیتین اور پچیس کلمے اور ایکسو تیئیس حرف ہین اور اس سورت کو سورۂ ماعون کہتے ہین اسواسطے کہ منع کرنا ماعون کا جو احسان کا ادنی مرتبہ ہے سبب ہے حجاب کا اور باعث ہے عقاب کا پھر جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد ہون اُنکے ادا نہ کرنیسے ڈرنا چاہیے اور ڈرنا ان کامون سے عین مقصد ہے قرآن کا اور نصف اس سورت کا کافرون کے حق مین ہے اور نصف منافقون کے حق مین اور اُسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ ابوجہل مردود کی یہہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تھا تو اُسکے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیمون کو مجھکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکھہ کہ مین خبرگیری اور خدمت گذاری ان کی بخوبی کرونگا اور دوسرے وارث ان پر زیادتی نہ کرسکینگے پھر جب انکا مال اپنے قبضے مین کرلیتا تو یتیمون کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وہ بیچارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچون مین روتے ہوئے مارے مارے پھرتے اتفاقاً اسیطرح ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو پرسش سے قیامت کے دن کی ڈرایا اس ملعون نے مقابلے مین اس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولتخانیکو تشریف لائے پھر یہہ سورت نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ کیا دیکھا تونے اے محمدؐ اس شخص کو جو جھٹلاتا ہے اور جھوٹھ سمجھتا ہے دین کو یعنے ملت کو یا جزا کو اور دین ان دونون معنون مین آیا ہے اور یہان دونون معنے ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پر اور رحم نکرنا فقیرون اور محتاجون پر ملت کے جھٹلانے کی علامت ہے کیونکہ جابجا دین مین تاکید ایسی بات کی ہے اور جزا کے باور نہ کرنے کی بھی علامت ہے اسواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہے اور اسکو صحیح جانتا ہے وہ خدا سے ڈرتا ہے اور جو خدا سے ڈرتا ہے وہ یہہ کام نہین کرتا اور اس قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ اگر کوئی چاہے کہ دین کی تکذیب کرنے والون کو علامت سے دریافت کرے تو چاہیے کہ ان علامتون کو خیال کرے فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ پھر وہ جھٹلانے والا دین کا وہ شخص ہے جو زور سے ڈھکیلتا ہے یتیم کو یعنے سینہ زوری سے یتیم کا حق کھاتا ہے اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہے اور جو

شخص معتقد جزا کا ہی سواے اپنے خاص مال سے لوگون کے ساتھہ احسان کرتا ہی خصوصاً ضعیفون پر علی الخصوص
یتیمون پر کہ اسباب ضعف کا انمین کما حقہ موجود ہوتا ہی اسواسطے کہ خورد سال بھی ہوتے ہین اور قوت کسب کی
اور معاش کی تلاش کی نہین رکھتے اور حیلہ اور تدبیر نہین جانتے اور کوئی وارث اور والی بھی نہین رکھتے جو انکا حال
پوچھے اور کام سنوارے سو اگر احسان نہو سکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے اور بالفرض اگر حق تلفی بھی کرے تو
ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف کی خصوصاً بیکس یتیم کی جو جناب الٰہی کے سوا کوئی فریادرس نہین
رکھتا بس جو شخص کہ اس یتیم کے مسکین اور ضعیف پر بیدھڑک ظلم کرتا ہی تو یقین ہی کہ خدا سے نہین ڈرتا ہی اور
اعتقاد جزا کا نہین رکھتا پھر بعد اس علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے ہانک دینے کی علت بخل اور محبت مال کی ہی
یہانتک کہ **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** اور تاکید نہین کرتا کسیکو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہہ اشارہ اسبات کیطرف
ہی کہ اپنے مال سے فقیرون کو دینا تو بہت مشکل ہی دوسرون سے بھی کھانا کھلانا فقیرون کو روا نہین رکھتا بس بخل اس شخص
کا نہایت کو پہنچا ہی اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور مال کی محبت کے سبب سے ہی نہ اس یتیم کی مصلحت اور اسکے مال کی کفایت
کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیرون کو باوجود اسبات کے کہ یہہ دونون دین کے بڑے مرتبے کے
کامون سے نہین ہین تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئی پھر جو لوگ کہ بڑے کامون مین دین کے جیسے نماز اور زکوٰۃ ہی
بخل کرتے ہین اور خلل ڈالتے ہین انکا حال یہان سے پوچھا چاہیے کہ کس خرابی کو پہنچیگا کیونکہ وے لوگ گویا کھلی کھلی دین کی تکذیب
کر رہے ہین اسیواسطے فرمایا ہی **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ** پھر خرابی ہی ان نمازیون کی یعنے جو لوگ کہ مکلف نماز کے
ہین اور نماز ایک عمل ہی فرق کرنیوالا اسلام اور کفر مین **الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** وے نمازی جو
اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہین یہہ نہین جانتے کہ نماز کسکی مناجات ہی اور مقصود نماز سے کیا ہی واسطے روبرو
لوگون کے نماز پڑھنا اور پیٹھ پیچھے لوگون کے نہ پڑھنا اور اسیطرح فراغت کیوقت نماز کو یاد رکھنا اور کچھہ دنیا
کے کام مین ہوئے تو بھلا دینا اور بعضے ارکانون کو حضوری سے ادا کرنا اور بعضے ارکانون مین اور وسوسون اور
خیالات مین چلے جانا یے سب اسی بیان اُنکے سے ظاہر ہوتین اسواسطے کہ حقیقت نماز کی مراقبہ حق کا ہی دل سے
تعظیم کے طور پر اور کام مین رکھنا حواس اور قوی اور جوارح اور اعضا کا یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف دل اور جان اور سب جز
بدن کو عاجزی سے متوجہ کر دینا اور یہہ بات ان تفرقون کی گنجایش نہین رکھتی یعنے دل کو ماسوی اللہ کی طرف لگانے

سے اسطرح کی جمعیت حاصل نہین ہوتی اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاۤءُوْنَ وے لوگ وہین کہ سب عبادتون اور طاعتون
مین اپنی نمود کرتے ہین یعنے فقط اپنی نماز ہی کو برباد نہین کرتے بلکہ تمام اعمالون کو اپنے بسبب ریا اور سُمعہ کے حبط
کر ڈالتے ہین یعنے کیا کیا برباد ہو جاتا ہے اور ریا ایک شاخ ہے شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرک سے بھی قوی ہے
دو وجہ سے اوّل تو یہہ کہ ریا والا لوگون کو خدا سے زیادہ عزیز رکھتا ہے دوسری یہہ کہ شرک طاعت محض
مین کرتا ہے جو مقام توحید اور اخلاص کا ہے نہ استعانت اور استمداد مین جو دنیا کے کامون سے متعلق ہین
پس وہ حقیقت مین کفر کی سخت قسمون سے ہے اعاذنا اللہ منہ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ اور منع کرتے ہین برتنے
کی چیزون سے اور تفسیر مین ماعون کے اختلاف ہے اکثر صحابہ اور تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہے
اور ریا والا زکوٰۃ نہین دیتا اسواسطے کہ واجب نفقے جیسے جُورو بچے اور اقربا اور مہمان اور فقیرون کے جو وہ
ادا کرتا ہے تو فضیحتی کے خوف سے اگر ادا نہ کرے گا تو حاکم سے کہکے زبردستی لینگے اسواسطے کہ یے حق بندونکے
اور وے لوگون کے سامنے محکمے مین طلب کر سکتے ہین اور زکوٰۃ تو فقط خدا ہی کا حق ہے پھر جو خدا سے نہین
ڈرتا ہے تو اسکو کا ہیکو ادا کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ماعون سے گھر کا اسباب مراد ہے جسکا دینا ہمسایون
اور محتاجون کو مروّج ہے جیسے ہانڈی دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دھاگہ ڈول کلہاڑی پھاوڑا اور اسی قسم کی
دوسری چیزین اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ ماعون کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ اور پانی اور نمک
اور یہہ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہے پھر جو کچھہ اس سے پکتا ہے گویا یہہ سب
اسنے دیا اور نمک بھی اسیطرح سے ہے اور جو کوئی کسیکو پانی دیتا ہے ایسی جگہہ پر جہان پانی کا قحط نہو تو ایسا ہے
کہ جیسا بردہ آزاد کیا اور اگر ایسی جگہہ پر دیا جہان پانی نایاب ہے تو گویا مرے کو زندہ کیا ۔

ریا تو شرک سے بھی زیادہ بڑا ہے ۱۲

سورۃ الکوثر

یہہ سورت مکی ہے اس مین تین آیتین اور بارہ کلمے اور بیالیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب
یہہ تھا کہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے تھے قاسم اور عبداللہ جو ملقب تھے
طیب اور طاہر کے ساتھہ اور یے دونون صاحبزادے بچپن مین لڑکپن مین دنیا سے گذر گئے تو کافر بطور طعن کے کہنے لگے کہ یہہ

پیغمبر ابتر ہے یعنے نسل اس کی منقطع ہو گئی بعد اسکے کوئی نہین ہے جو دین کو اسکے برپا اور قایم رکھے گا قریب ہے
کہ اسکا دین جاتا رہے اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی تسلی اور تشفی کے واسطے یہہ سورت
نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ کوثر اسواسطے رکھا ہے کہ اس مین ذکر کوثر کا ہے اور وہ ذکر دلالت کرتا ہے
رسول اکرم کی کمال بزرگی اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور پچھلے انبیا اور رسول اس دن پیاس کی حالت مین
اس حوض کے پانی کے محتاج ہونگے اور کوثر لغت مین بہتی چیز کو کہتے ہین مشتق ہے کثرت سے اور کثرت اولاد کو
بھی شامل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور اولاد کی دو قسمین ہین ایک حقیقی اور دوسری مجازی
سوان دونون قسمون کی کثرت آپکو اس قدر ہے کہ کسی پیغمبر کو عشر عشیر اسکا حاصل نہین ہوا اور علم کثیر کو بھی
شامل ہے سو کثرت علم کی بھی اس امت مین جو کچھ کہ ہے ظاہر ہے اسواسطے کہ جو علم پہلون کے تھے یعنے یونانیون
اور فارسیون اور ہندیون کے سو سب ان کو پہنچے اور ان علمون کو اس امت کے عالمون نے اس طرح پر
تحقیق اور صاف کر دیا ہے کہ ان علم والون کو بھی میسر نہین ہوا تھا سوائے اسکے اور علم نئے مثل نحو اور صرف اور
اور معانی اور بیان اور تفسیر اور حدیث اور اصول اور فقہ اور علم حقائق اور معارف کے جو اس امت کو عنایت
الٰہی سے ملے ہین ہرگز اگلون کو اسکی خبر بھی نہ تھی اور بہت ملکون اور خزانون اور سلطنتون کو بھی شامل ہے جو اس
امت کو اللہ تعالی کے فضل اور کرم سے عنایت ہوئے ہین لیکن کوثر کا لفظ عرف مین خاص نام ہے اس حوض کا جو
قیامت کے دن حشر کے میدان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا اور حقیقت مین وہ حوض ایک نمونہ
ہے خیر کثیر کا اور اس وسعت اور کشادگی کے کمال کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص
ہے اسی سبب سے کہا ہے کہ قرآن اور جاننا اسکا کوثر ہے اور نماز پنجگانہ کو بھی کوثر کہا ہے اور کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا
اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کو بھی کوثر کہا ہے اور حقیقت الامر وہی ہے جو پہلے ذکر ہو چکا اور حوض مذکور مین
بموجب احادیث صحیحہ کے پانی آتا ہے ایک جنت کی نہر سے اور وہ نہر بھی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے
ہے اور اسکا نام بھی کوثر ہے اور معراج کی رات کو وے سب نہرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی گئی تھین
چوڑاو اس نہر کا ایک مہینے کے راستے کے برابر ہے اور کنارون پر اسکے خیمے موتیون کے اندر سے خالی کئے ہوئے
کھڑے کئے ہین اور آبخورے سونے اور چاندی کے آسمان کے تارون کے مانند اس نہر کے کنارون پر چنے ہین

اور گرد اگرد اسکے نہر کے درخت اُگے ہین جنکی جڑین سنہری اور شاخین زمردی اور کنکر پتھر اسکے موتی اور یاقوت ہین اور مٹی اسکی مشک سے زیادہ خوشبودار ہی اور پانی اس کا شہد سے میٹھا اور دودھ سے سفید اور برف سے ٹھنڈا ہی جو کوئی ایک گھونٹ ایکبار اس سے پئے لذت اور مزا اسکا کبھی نہ بھولے اور کبھی اسکو پیاس نہ لگے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ مقرر دیا ہم نے تجھ کو حوض کوثر کوثر کے دینے کی نسبت پہلے سے اپنی طرف فرمائی اسواسطے کہ مخاطب پیغمبر بلند قدر تھے سو ان کی نظر بخشش اور نعمت پر نہین پڑتی انکا منظور نظر منعم اور بخشنے والے کی ذات پاک کے سوا اور کچھ نہین ہی اسی لئے تاکید کیواسطے پھر اعطینا مین منعم کو مکرر مذکور کیا گویا اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ ہرچند نظر تیری بہت بلند ہی ان چیزون کی طرف خیال نہین ہی لیکن جو ہماری دی ہوئی ہی تو واجب التعظیم ہی فَصَلِّ لِرَبِّکَ پھر نماز پڑھ اپنے پروردگار کیواسطے ایسی بڑی نعمت کے شکرانے مین ہرچند کہ شکر کے مقام پر جو عبادت کرے مقبول ہی لیکن یہہ نماز ایسی عبادت ہی کہ دنیا مین نمونہ کوثر کا ہی اسواسطے کہ مناجات پروردگار کی اسمین شہد سے زیادہ میٹھی ہی اور انوار غیبیہ جو اسمین چمکتے ہین وے دودھ سے زیادہ سفید ہین اور وہ یقین جو اس سے حاصل ہوتا ہی برف سے بھی زیادہ سرد ہی اور جو لطف اور دل کی چین نماز پڑھنے والے پر نازل ہوتے ہین سو مسکے سے بھی زیادہ نرم ہین اور سنن اور اداب جو اسکو گھیرے ہوئے ہین اور زندگی معنوی کی سرسبزی کے نشان ہین سو مانند درختون زمرد رنگ کے ہین اور ذکر اور تسبیحین جو ہر رکن مین مقرر ہین مانند چاندی سونے کے برتنون کے ہین کہ محبت الٰہی کی میراث گھونٹ گھونٹ سینہ باطن مین جاتی ہی اور شوق کی پیاس کو تسکین بخشتی ہی اور اسجگہہ لربک فرمایا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ شکر جو مناسب عزت بزرگی اس ذات پاک کے ہی کسی بشر سے ادا نہین ہوسکتا اور انتہا شکر کی یہہ ہی کہ مقابل مرتبے ربوبیت اللہ تعالے کے ہو بہ نسبت اس شخص کے اور جو کوثر کو عوض فرزندون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہی تو لازم ہوا کہ ایک اور شکر فرزند دینے کے شکرانے کے قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرین اسواسطے فرمایا کہ وَانۡحَرۡ یعنے قربانی کر جیسا کہ اور لوگ فرزند عطا ہونیکے بعد عقیقہ کرتے ہین اور حقیقت نحر اور ذبح کی یہہ ہی کہ شکر الٰہی کے مقام مین مال اور جاہ اور دوسری

مرغوب چیزونکا خرچ کرنا معمول سب آدمیونکا ہے لیکن جان دینا دستور نہین ہے اسیواسطے اس شریعت
مین جان اپنے کے عوض مین ذبح کرنا جانور کا مقرر ہوا ہے تو ظاہر مین مال دینے کی صورت اور حقیقت مین حقیقت جان
دینے کی ہوئی اور یہہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ آپ کو یا اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو ذبح کرنا اس شریعت مین جائز
نہین ہے اسواسطے کہ جان آدمی کی کسیکی ملک نہین ہوتی سوائے خدا کے اسیواسطے مار ڈالنا غلام اور لونڈی کا
روا نہین ہے ملکیت آدمی کی آدمی پر صرف ملک اور منافع اور کمائی پر اسکے ہوتی ہے پھر جس آدمی نے اسکی
لونڈی یا غلام کی جان طلب کر تیو اس حکم کی تابعداری سوائے اسکے کہ جان کسی جانور کی جو خاص اسیکا پالا ہوا ہو
یا کسی اور آدمی کا دے چارہ اور علاج نہین ہے یہی نکتہ اور بھید ہے اسبات مین کہ قربانی سوائے چار قسم
کے جانور کے کسی اور پر درست نہین ہے ایک اونٹ دوسری گائے تیسرے بھیڑ چوتھے بکری کہ حقیقت مین نفع لینا آدمی
کا انہی چار قسم سے ہے جیسے کہ دودہ دہی سوار ہونا بوجہ لادنا کھیتی کرنا نسل کو پالنا بخلاف دوسرے جنگلی جانورون
اور درندون کے کہ یہہ بات ان مین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بیشک دشمن تیرا وہی ہے پیچھا
کٹا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورہ مین اس شخص کے حق مین بولتے ہین کہ نسل اسکی باقی نہ رہے اور ذکر خیر
اسکا جاری نہو اور اس آیت مین اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ نسل ظاہری اور باطنی تمھاری قیامت تک
باقی رہے گی اور تمھاری امت منبرون اور منارون پر چڑھکے تمھارا نام اللہ تعالے کے نام کے ساتھ پکارا کرینگے
اور پانچون وقت نماز مین اور اسکے تم پر درود بھیجا کرینگے اور تمھاری محبت مین جانبازیان کرینگے اور ہزارون
عاشق تمھارے نام کو اپنا طریقہ کرکے ہر سال تمھاری قبر کی زیارت کو دوڑینگے بس فیض تمھارا اسقدر جاری
رہیگا جسکا حد وحساب نہین ہے اور دشمن تمھارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بھی اس کا نہ لیگا مگر لعنت اور پھٹکار
کے ساتھ تو حقیقت مین ابتر اور پیچھا کٹا دشمن ہی تمھارا ہے

سورۃ الکافرون

یہہ سورت مکی ہے اسمین چھے آیتین اور چھبیس کلمے اور نوانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے
کہ قریش کے کافرون مین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل اور عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد

یغوث اور اسود بن عبد المطلب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودون کی
تابعداری کرو اور برا نہ کہو اور اللہ تعالے کی درگاہ مین ان کی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بھی تمہارے معبود کی
بندگی کے قایل ہون اور اسکی عبادت کرین حق تعالے نے انکے اسبات کے جواب مین یہہ سورت بھیجی اور اس سورت کو
سورۂ کافرون اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت کے مضمون مین کمال جدائی ہے مسلمانون اور کافرون مین عبادت کے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ کہہ تو ای محمد کہ ای کافرو اور مراد کافرون سے وے لوگ ہین کہ جو کفر ہی کی حالت مین
مرگئے اسواسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ کافر نہین ہے گو کہ ظاہر مین لوگونکی نظر مین کافر معلوم ہوتا ہے
لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اس واسطے کہ معبود تمہارا پتھر ہے یا
درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی اور ان سب چیزون کو مین لایق
عبادت کے نہین جانتا ہون اور اگر ان چیزون کو تم اعتقاد سے معبود خیال کرتے ہو کہ یے چیزین معبود حقیقی کے
مشابہ ہین یا معبود حقیقی ان مین سما گیا ہے یا ایک ہوگیا ہے تو حقیقت مین عبادت تمہاری نہین ہوئی مگر اس چیز کیطرف
جو معبود نہین ہین وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجتے ہو اسکو جسکو مین پوجتا ہون یعنے ہرچند کہ تم اپنے
معبودون کو صفات الٰہی کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہو لیکن صفات الٰہی کا ظہور مخلوقات مین موافق ان کی استعداد
کی فراخی کے ہے اور بعضا مخلوق اسبات کی لیاقت ہی نہین رکھتا کہ صفات الٰہی کما حقہ اسمین ظہور فرماوین والا وہ مخلوق
مخلوق نہوا اور اگر تم ان مظہرون مین کمال ظہور کا اعتقاد رکھتے ہو تو حقیقت مین اس اعتقاد سے صفات الٰہی مین
نقصان لازم آتا ہے تو کسیطور سے ذات الٰہی معبود تمہاری نہین ہے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ مین
پوجنے والا ہون اس چیز کو جسکو تمنے پوجا ہے یعنے اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے الٰہیہ کو اور تم عبادت
کرتے ہو اسمون کی صورتون کو اور اعلی کی عبادت کرنیسے ادنی کی عبادت لازم نہین ہوجاتی وَلَآ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجنے والے ہو اسکو جسکو مین پوجتا ہون اسواسطے کہ عبادت تمہاری فقط اسمونکی
صورتون کو ہے اور میری عبادت ان اسمون کی حقیقت کیطرف رجوع ہونیوالی ہے لَکُمْ دِیْنُکُمْ

تمکو تمھارا دین مبارک اور مجھکو میرا دین اور اسکا مطلب یہہ ہی کہ ظاہر میں تو مشابہت معلوم ہوتی ہی لیکن حقیقت میں لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ اور میرے واسطے میرا دین جسمین اصلا التباس اور اشتباہ نہین ہی پس یے دونون دین اصول مین مشارکت رکھتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کیفیت مین اور اس مضمون کو دوجا مکرر لانا محض اسیواسطے ہی کہ مشرکین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وے ہین کہ اپنے معبودون کو صفات الٰہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور ان کی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم سے وے لوگ ہین کہ غرض ان کی اسمائے الٰہی کی عبادت ہی لیکن صورت کے پردے مین اور اہل حق کے نزدیک یے دونون مردود ہین سوان دونون فرقون کی نفی کے واسطے اس عبارت کو مکرر لائے ہین اور بعضون نے حال اور استقبال پر جو لَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ کی لفظ سے مفہوم ہوتا ہی حمل کیا ہی اور ایک طایفے نے حال اور ماضی کی نفی پر کافرون کی طرف سے جو مَا تَعْبُدُونَ وَمَا عَبَدْتُّمْ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی حمل کیا ہی وَالْكُلُّ مُحْتَمَلٌ یعنے ان سب معنون کا احتمال ہوسکتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھے تو گویا چوتھائی قرآن پڑھا اور تفسیر کواشی مین لایا ہی کہ اس سورت کو اور سورۂ اخلاص کو مقشقشتین کہتے ہین اور جو کوئی کہ اس سورتکو اور سورۂ اخلاص کو پڑھے گا تو کفر اور نفاق سے پاک رہیگا اور مسنون ہی کہ فجر کی سنت کی اول رکعت مین اس سورتکو پڑھے اور دوسری مین قل ہو اللہ احد کو اور مشہور یہہ ہی کہ یہہ سورت منسوخ ہی قتال کی آیت سے لیکن تحقیق یہہ ہی کہ منسوخ نہین ہی اسواسطے کہ اس سورتکا مضمون مسلمانون اور کافرون کے دین کی کمال جدائی اور فرق کے بیان مین ہی نہ یہہ کہ کافرون سے بالکل تعرض نکرنا بلکہ مسلمانون کے دین مین جہاد اور قتال بھی داخل ہی پس منسوخ ہونا اسکا قتال کی آیت سے کسی وجہہ ثابت نہین ہوتا

سُورَةُ النَّصْرِ

یہہ سورت مدنی ہی اور اس سورت کو سورۂ فتح بھی کہتے ہین اسمین تین آیتین اور انیس کلمے اور نواسی حرف ہین اور اس سورت کو سورۂ تودیعہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ اس سورتکا مضمون آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات نزدیک ہونیسے خبر دیتا ہی اور امّت کے رخصت کرنیکا حکم ہی اور اس سورتکا خلاصہ مضمون یہہ ہی کہ جب انبیاؤن سے وے کام جو دنیا مین اُن کے آنے پر موقوف تھے سرانجام پاچکے تو چار ناچار ان کو رجوع الی اللہ اور داخل ہونا عالم ارواح مین ضرور ہوا اسواسطے کہ یہہ عالم فانی بھرا ہوا دکھہ دردون اور نقصانون کا ہی رہنے کی جگہہ

قسم کے ارواح مقدسہ کی نہین ہے فقط ضروری کامون کی تدبیر کے واسطے ان کو اس ناقص گھر مین نازل کرتے
ہین اور ضرورت کے قدر ان کو یہان رکھتے ہین اب معلوم کیا چاہیے کہ وجود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس
دنیا مین کون کون سے ضروری کامون کے واسطے تھا اور وے ضروری کام کب سرانجام کو پہنچے تفصیل اس اجمال کی
یہہ ہے کہ سچے دین مین خلل ڈالنے والی اور سیدھی راہ سے بہکانے والی چار چیزین ہین اول نفس دوسرا شیطان
تیسرے کفار جو شوکت اور حکومت رکھتے ہون چوتھے منافق بد باطن کہ چھپے چھپے لوگون کے دلون مین شبہے ڈالتے
ہین اور اگلے انبیا نفس اور شیطان کے وسوسے کو دفع کرنے کے واسطے مبعوث ہوتے تھے اسواسطے کہ شر
ان دونون کا سب شرون کی جڑ ہے اور کفار اور منافق بھی تابعدار ان دونون کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مبعوث کرنے مین ان چارون چیزون کا دفع کرنا علیحدہ علیحدہ منظور ہوا اسیواسطے فوج کشی اور جہاد اور
ملک گیری اور مفسدون اور باغیون اور راہزنون کی تنبیہ کا طریقہ اور حدون اور تعزیرون کا جاری کرنا
بدکارون پر آپکے دین کی اصل مین داخل ہوا ہے اور اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت پر ہوئی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دے کر خلافت کبریٰ کی انتہا کو پہنچایا اور جب
اس کام سے فارغ ہوئے تو ان کو اپنی حضوری مین بلوا یا اور تیس برس تک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت
کا زمانہ تھا چار یارون نے جو اس امت کے افضل تھے قاعدے خلافت کے جاری کرکے ایک دستور العمل پچھلون کے واسطے
درست کر گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ جب آئی مدد اللہ کی یعنے کافرون پر جہاد کا حکم آیا ہتھیار سے برچھی اور تلوار سے اور
منافقون اور بدعتیون پر حجت اور دلیل قایم کرنے سے اور نفس پر ذکر کے غلبہ اور اسکی کثرت سے اور شیطان پر
پرہیزگاری کے لازم پکڑنے سے وَالْفَتْحُ اور آئی فتح مکے کی اور دوسرے کفر کے مکانون کی اور ٹوٹنا تنجانون کا
اور کھلنا علمون کے مشکلات کا اور باطنی احوال کا اور فتح کا ذکر کرنا نصرت کے بعد اشارہ اس بات کیطرف
ہے کہ فتح ہر مرتبے مین فرع اور تابع نصرت کے ہے پس فتح شہرون کی اور تنجانون کی کفار پر نصرت پانیکے تابع
ہے اور فتح علوم کی دفع ہونے شبہون سے منافقون اور بدمذہبون پر نصرت پانے کے تابع ہے اور فتح

احوال سنیّہ کی اور مقامات علیہ کی تابع ہی نصرت پانے سے نفس اور شیطان پر پس نصرت اشارہ ہی اول اور پچھلے مرتبے کیطرف اور فتح اشارہ ہی کمال کے مرتبے کیطرف گویا حرکت نقصان سے کمال کی طرف شروع ہوئی تھی انتہا کو پہنچی اسیواسطے فرمایا ہی وَرَاَیۡتَ النَّاسَ اور دیکھے گا تو لوگون کو یعنے عرب کو اسواسطے کہ اول نبی ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انہی کی طرف تھا اور جب وے اس دین مین داخل ہو چکے تو دوسرون کو تلوار کے زور سے اور حجت اور برہان کی قوت سے اور نفس و شیطان کے فریب دفع کرنے سے اس دین مین داخل کرینگے اور نہین تو داخل ہونا انکا ناقص ہووے یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ داخل ہوتے ہین دین مین اللہ کے یعنے اس دین مین جس مین شرک اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہین ہی بلکہ حق سے باطل کی طرف میلان بھی مطلق نہوگا اَفۡوَاجًا گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے ہر چند کہ شروع نبوت سے لوگ اس دین مین داخل ہوتے تھے لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینون باتون کی اس صورت سے ظہور مین آئی کہ ہجرت سے ایک برس کے بعد قوت لڑنے بھڑنے کی اسلام کو پہنچی اور انصار جانبازیان مین مشغول ہووے تو وہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا اور مکے کے فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار کے لینا شروع ہو گیا اور نوین دسوین سال مین خلق کا رجوع ہونا اور گروہون اور قبیلونکا اسلام مین داخل ہونا ظاہر ہوا چنانچہ بنی اسد اور بنی فزارہ اور بنی کنانہ اور بنی مرہ اور بنی ہلال اور بنی تحجیب اور دارم اور دوسرے تمیم کے بطون اور عبد القیس کے قبیلے اور بنو طی اور یمن اور شام اور عراق کے لوگ اطراف اور جوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچے اور اسلام مین داخل ہوئے پھر ان مین سے بعضون نے نفس اور شیطان کے جہاد پر اور بعضون نے کفار اور منافقون سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کمر باندھی اور تیار ہو گئے اور چار یار کبار ابتدائے نبوت سے اسوقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین اور خدا کی راہ کی رفاقت اور مشورہ مین اور مددگاری مین ہر مقدمیکی دل اور جان سے حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور اور وضع ابتدا نبوت سے انتہا خلافت تک کما حقہ دریافت کی تھی پس اس حالتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نرہی تھی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل قریب ہوئی اور ان کو دوسری چیز کی طرف مامور کیا اور فرمایا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ پھر پاکی بول اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور یہہ اشارہ اثبات کی طرف ہی کہ عارف کو بعد سیر اور سلوک تنزیہی

اور تحمید ہی کے ایک اور راہ انتہا کی کھولتے ہین اور اسکی حقیقت منفرد اور یکتا ہونا عارف کا ہے اس کمال کے ساتھ جو اسکو نصیب ہوا ہے اور کوئی شخص اس کمال مین شریک اس کا نہین ہے وَاسْتَغْفِرْهُ اور گناہ بخشوا اس سے یہہ اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ جب عارف تکمیل کے مرتبے کو پہنچا اور ہر طرح کے لوگ اس کے تابع ہوئے اور ان کی استعدادین نقصان اور کمال مین بہت تفاوت رکھتی ہین تو اسکو ضرور چاہیئے کہ ناقصون کی تکمیل کے واسطے طلب بخشش کی کرے تاکہ استعداد اصلیہ کے نقصان اُن کے اسکی اتباع کے سبب سے قیامت کے دن اسکی کمال استقلالی کی طرف کھینچ جاوین اور یہی حقیقت ہے شفاعت کی اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا مقرر وہ بڑا بخشنے والا ناقصون کے حق مین اور تکمیل چاہنے کی فرمایا ہے بس اس سے بعید نہین ہے کہ تیرے تابعدارون کو تیرے طفیل سے کامل کردے اور یہہ سورت سب سورتون سے پچھلی ہے اسکے بعد کوئی سورت نازل نہین ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونیکے بعد ہمیشہ یہہ دعا زبان پر جاری کرکہتے تھے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اور یہہ بھی منقول ہے کہ آپکے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب یہہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو روئے لوگون نے پوچھا کہ آپ کیون روئے فرمایا کہ مین اس سورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتا ہون

سورۃ تبّت

یہہ سورت مکی ہے اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور اکاسی حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ جب آیۃ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی کہ نازل ہوئی یعنے ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے والونکو خدا کے عذاب سے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر کوہ صفا پر گئے اور ہر ایک کو اپنے نزدیک کے ناتیوالون سے آواز دی جب سب جمع ہوئے تب آپنے فرمایا کہ اگر مین کوئی بات جو عقل مین نہ آتی ہو تمسے کہون تو تم یقین کروگے مثلاً مین کہون کہ ایک بڑا لشکر تمھارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے تو تم یقین کروگے یا نہین سب کہنے لگے ہان ہم کو یقین ہوگا اسواسطے کہ کبھی تمسے جھوٹھ بات سننے مین نہ آئی تب آپنے فرمایا کہ مین تم کو ڈراتا ہون خدا کے عذاب سے کہ اگر اطاعت میری نہ کروگے اور قرآن شریف پر ایمان نہ لاؤگے تو تم پر عذاب آویگا ابولہب جسکا نام عبدالعزی تھا اور آپ کا سوتیلا چچا تھا یہہ بات سنکے غصہ ہوا اور کلمے بے ادبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین کہنے لگا اور بولا کہ تَبًّا لَکَ لِھٰذَا جَمَعْتَنَا یعنے تونے اسیواسطے ہم کو
جمع کیا تھا ہلاکت ہوجیو تجھکو جیسے ہندی مین کہتے ہین تو غارت ہوجیو سو یہہ سورت جواب مین اس خبیث کے نازل ہوئی اور
اس سورت مین اس خبیث کو کنیت کے ساتھہ یاد فرمایا اگرچہ کنیت عرب کے نزدیک صیغہ تعظیم کا ہے لیکن یہان کنیت کا ذکر
اور نام کا ترک دو سبب سے ہے اول یہہ کہ نام عبد العزیٰ تھا اور یہہ نام شرک کا ہے اہل توحید کے نزدیک یہہ نام نہایت
مکروہ ہے دوسرے یہہ کہ اسکی کنیت اسکے دوزخی ہونے پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہین ہر چند
کہ اسکے باپ نے اسکے چہرے کی دمک کے سبب سے جو آگ کے شعلے کے مانند تھی یہہ کنیت مقرر کی تھی لیکن حقیقت مین اسکے
دوزخی ہونیکا سبب ہوئی اور ابولہب کی جورو کا نام ام جمیلہ تھا جو ابو سفیان کی بہن تھی وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین
نہایت کوشش کرتی تھی یہانتک کہ ببول کے کانٹے اور دوسرے کٹیلے درختون کے گٹھے جنگل سے لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی راہ مین راتکو بکھیر دیتی تھی تاکہ صبح کو نماز کے واسطے جب مسجد الحرام کو تشریف لیجاوین تب آپکے پاؤن مین چبھین آخر اسی کام
مین مر گئی کہتے ہین کہ ایک روز گٹھہ کانٹون کا سر پر رکھا تھا اور اسکی رسی اپنے گلے مین خوب لپیٹ لی تھی اتفاقاً وہ گٹھا
سر سے ڈھلک پڑا اور وہ رسی اسکے گلے مین پھنس گئی آخر اسی حالت مین گلا گھُٹنے سے مر گئی اور دوزخکا کندہ ہوئی اور اسیطرح سے
ابولہب بھی آخر عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت رکھتا تھا یہانتک کہ بارہا مارنیکو بلکہ شہید کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے قصد کیا تھا لیکن آپ حافظ حقیقی کی حمایت سے ہمیشہ اس خبیث کے شر سے محفوظ رہے چنانچہ سیر اور تواریخون مین مفصل مذکور ہے اور دو
صاحبزادیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت رقیہ رضہ اور حضرت ام کلثوم رضہ اسکے دونون بیٹون سے جنکا نام عتبہ اور عتیبہ تھا منسوب
تھین چنانچہ بسبب اسی عداوت کے اس خبیث نے اپنے دونون بیٹون سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو اس علاقہ سے ہاتھ اٹھاؤ نہین تو
زندگی بھر مین تمھارا منہہ نہ دیکھونگا اسکا بڑا بیٹا جسکا نام عتبہ تھا یہہ بات سنکر چپ رہا اور دوسرا بیٹا جسکا نام عتیبہ تھا نہایت بیحیائی سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین آکر بولا کہ مین نے تمھاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھہ دوسری نالایق باتین بھی بکا آنحضرت نے
فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ یعنے بارخدایا ایک کتا اپنے کتون مین سے اسپر مقرر کردے چنانچہ
اسکو شام کی سفر مین شیر نے پھاڑ کھایا اور اس سورت کا مضمون یہہ ہے کہ ابولہب اگرچہ نسب اور مال اور جاہ اور ثروت اور
ریاست کے سبب سے دنیا کی بڑی شرافت رکھتا تھا لیکن پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دین حق کے انکار کے سبب سے
ہلاکت ابدی اور دونون جہان کی روسیاہی اسکو نصیب ہوئی پس ہر شخصکو چاہیے کہ ان چیزون پر یعنے حسب اور مال اور جاہ پر مغرور نہو

اور رسم و راہ اللہ کی درگاہ کے مقربون سے درست کرے یعنے انبیاؤن کے انکار سے توبہ کرے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد نازل ہونے اس سورت کے فرمایا کہ لا اُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر رکھو مین وہان تمھارے واسطے کچھہ نہین کر سکتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ہلاک ہوگئے دونون ہاتھہ ابو لہب کے سمجھہ لیا چاہیئے کہ انسان کے نفس مین دو قوتین ہین ایک قوت علمی اور دوسری قوت عملی قوت علمی وہ ہے جس سے جانتا ہے اور بوجھتا ہے اور قوت عملی وہ ہے کہ جسکے سبب سے نیک اور بد کام اس سے صادر ہوتے ہین سو دونون ہاتھہ سے اشارہ ان دونون قوتون کی طرف ہے یعنے ہلاک ہوگیا اسکا عمل اور اعتقاد اور یہہ ہوسکتا ہے کہ دونون ہاتھون سے نیک اور بد عمل مراد ہون اور بد عملون کی ہلاکی تو ظاہر ہے کہ برا پھل لاتے ہین اور نیک عمل کی ہلاکی یہہ ہے کہ کفر کے سبب سے نیک پھل نہ لایا بلکہ بے فائدہ گیا اور بعضون نے ظاہر اور باطن کے عملون پر قیاس کیا ہے اور بعضون نے قوی اور ضعیف جانب پر حمل کیا ہے اور یہ سب احتمال کرسکتے ہین وَتَبَّ اور ہلاک ہوگیا وہ آپ یعنے ان خبیث عقیدون اور عملون کی ہلاکی اور خرابی اسکی ذات کی ہلاکی کا اور اسکے جوہر نفس کے فساد کی خرابی کا سبب ہوئی یہانتک کہ کوئی سبب اسکی درستی کا باقی نرہا مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ کچھہ کام نہ آیا اسکو مال اسکا اور جو کمایا تھا جیسے نام اور جاہ اور اولاد اور نوکر چاکر اور دوست اور آشنا اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ مال سے مال موروثی مراد لیا جائے اور ما کسب سے اپنا کمایا ہوا مال جیسا کہ بعضون نے کہا ہے اور بعضون نے فرزند مراد لئے ہین اب اسکے مال اور مکسوبات کا بیان فرماتے ہین کہ یہ چیزین دنیا مین اسکو البتہ کچھہ نفع کرسکتی ہین لیکن آخرت مین جو بڑی احتیاج کی جگہہ ہے اور سدا رہنے کا گھر ہے ہرگز نفع نہ کرینگی اسواسطے کہ سَيَصْلٰى نَارًا اب پڑیگا آگ مین یعنے مرنیکے ساتھہ ہی اسکو آگ مین ڈالینگے اور انتظار قیامت کے آنیکا اسکے واسطے نہ کرینگے بخلاف اور کافرون کے ذَاتَ لَهَبٍ بڑے شعلے والی آگ مین اسواسطے کہ کفر اسکا اورون کے کفر سے بہت زیادہ تھا اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتے مین بہت قریب تھا اور آپکے عدالت اور اطوار اور امانت اور دیانت اور تمام خصایل حمیدہ جو بچپن سے آپ مین پائے جاتے تھے بخوبی واقف تھا پھر باوجود ان سب باتون کے نہایت دشمنی اور عداوت آپ سے رکھتا تھا اسواسطے سزا بھی قرار واقعی اسکے واسطے مقرر ہوئی اور اسکے عذاب کے زیادہ ہونیکے اسباب تین ہین ایک یہہ ہے کہ اسکی محبوبہ کو اسکے روبرو

جلا دینگے اسیواسطے فرمایا ہے وَامْرَاَتُهٗ اور جورو اسکی یعنے جسطرح اسکی عداوت آنحضرت صلعم کے ساتھ جورو کے سبب سے
زیادہ ہوئی تھی اسیطرح سے عذاب بھی اسکا عورت کے عذاب دیکھنے سے زیادہ ہوگا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ یعنے وہ عورت جو
ایندھن اٹھاتی ہے یعنے دوزخ مین بدلا اسکا جو دنیا مین کرتی تھی یعنے کانٹون کے گٹھے لاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
راہ مین بکھیرتی تھی فِيْ جِيْدِهَا یعنے اس عورت کی گردن مین جو زر اور جواہر پہننے کی جگہہ ہے حَبْلٌ رسّی ہے
مِّنْ مَّسَدٍ کھجور کی چھال کی جو خوب بٹی ہوئی ہو اور خاصیت اس رسّی کی یہہ ہے کہ جب پانی یا پسینے سے بھیگتی ہے تو
اینٹھتی ہے اور گلا گھونٹ ڈالتی ہے اور موافق اس کلام کے جو اسکی شان مین آیا ہے اسیطور سے وہ مری بھی واللہ اعلم اور اس
سورت مین اشارہ ہے اسبات کیطرف کہ مال کا کمانا مردونکا کام ہے اور انکے ذمے پر ہے اور گھر کی خدمت یہان تک کہ
جمع کرنا کھانے پکانے کے اسباب کا جیسے ایندھن وغیرہ عورتونکا کام ہے اور انکا ذمہ ہے

سورۃ الاخلاص

یہہ سورت مکی ہے اس مین چار آیتین اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ کافرون کے
بعضے سردارون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤن کو تو برا کہتے ہو اور ان کی عاجزی اور ناتوانی
بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب ان مین بتاتے ہو بھلا کہو تو تمھارا خدا کیا صفت رکھتا ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور
اس سے کیا چیز پیدا ہوتی ہے اصل اور فرع اسکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر جبرئیل علیہ السلام یہہ
سورت لائے اور بعضی روایتون مین یون بھی آیا ہے کہ کافرون کے سوال مین یہہ بھی تھا کہ کیا چیز ہے اور کیا کھاتا ہے اور کیا پہنتا ہے اور
اسکو خدائی کس سے میراث ملی ہے اور اسکی میراث کون لیگا اور مشیر اور مددگار اسکا خدائی کے کارخانے مین کون ہے اور اس
سورۂ اخلاص کہتے ہین اس واسطے کہ سورت مسلمانون کے دلونکو حق کی معرفت اور اسکی ذات اور صفات کے دریافت
کے واسطے خالص کر دیتی ہے اسجگہہ پر جاننا چاہیے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالی کی حقیقت اور کنہ کے دریافت
مین یہہ ہے کہ اسکی ذات پاک کے خواصون کو جو اس ذات کو لازم ہین دریافت کرلے اور اسواسطے کہ اللہ تعالے
کی ذات مقدس بسیط ہے یعنے جز اور ٹکڑے اسمین پائے نہین جاتے اور کسی علت کی معلول بھی نہین ہے یعنے اسکے وجود کا
کوئی سبب نہین ہے اور ہر چیز کے دریافت کرنے کا طریقہ عالم مین چار طور پر منحصر ہے یعنے چار علتین اسکے واسطے
ضرور ہین پہلے اس چیز کے مادے کا دریافت کرنا یعنے اصل اسکی کیا ہے دوسرے اسکی صورت کا دریافت کرنا کسطرح کی ہے

اسکی علت کا دریافت کرنا چوتھے اسکی غرض کا معلوم کرنا کہ یہہ چیز کس کام کی ہے سو پہلے تینوں طریقے یہانپر ہو نہین سکتے انکا بیان یہہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے تخت کی حقیقت سے سوال کیا تو اسکا جواب چار طور سے ہو سکتا ہے یعنے اسکے جواب مین چار چیزین بیان کیجاوینگی اول اسکا مادہ کو بیان کرینگے کہ لکڑی کے تختون اور لوہے کی میخون سے بنا ہے جسکو علت مادی کہتے ہین دوسرے صورت اسکی بیان کرینگے کہ چوکھونٹ ہے یا لنبا ہے اور اسکو علت صوری کہتے ہین تیسرے اسکے بنانیوالے کو بیان کرینگے کہ نجار نے بنایا ہے اور اسکو علت فاعلی کہتے ہین چوتھے اسکی غرض کو بیان کرینگے اور کہ یہہ چیز بیٹھنے کیواسطے بنی ہے اور اسکو علت غائی کہتے ہین سو حق تعالے کی جناب مین پہلے تینوں طریقے ممکن نہین ہین تو ضرور ہوا کہ چوتھے پر اکتفا کی جاوے لیکن جناب الٰہی کی پاکیونکا بیان کرنا ضرور ہوا تا کہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہووے بس اللہ کا لفظ تمام غرضونکو شامل ہے جو عالم کی نسبت سے اسکی ذات پاک سے خیال کیجاتی ہین جیسے خالقیت اور رازقیت اور دادو دہش اور معبود ہونا اور سوا اسکے اسیواسطے اللہ کے لفظ کو سرنامہ اس سورت کا کیا ہے گویا یہہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہہ ہے کہ معبود اور پیدا کرنیوالا اور بنانے والا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا ہے اور سب عالم کے ضروریات اسی سے پائے گئے ہین اور آخر تک اسی سے تعلق رکھینگے اور جو یہہ بات عوام کے خیال مین علیحدہ علیحدہ مشترک تھی تو صفتونکا ملانا اسکے ساتھہ ضرور ہوا تا کہ وہ اشتراک وہمی بھی دور ہو جاوے اور توحید خالص حاصل ہووے ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ کہہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ اللّٰهُ وہ جسکو تم پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو سب کمالکی صفتونکو جامع ہے اور جو کچھہ عالم مین دیکھا یا سنا جاتا ہے سب اسیکی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور کلام اور سمع اور بصر سے ہے اور سوائے اسکے جو جواہر اور اعراض پائے جاتے ہین سب اسیکے وجود سے ہین اَحَدٌ یگانہ ہے نہ شریک رکھتا ہے نہ جزء یعنے نہ جزء عقلی نہ خارجی نہ بالفعل نہ تحلیلی اور اسکے کمال بسیط ہونے کی طرف اشارہ ہے جو احد کا لفظ فرمایا اسواسطے کہ واحد کا لفظ شریک عددی کی نفی مین اکثر بولا جاتا ہے نہ اجزا کی نفی مین جیسا کہ کہتے ہین زید انسان واحد ہے اگرچہ ہاتھہ پیر آنکھہ ناک کان اور سوائے اسکے بہت اجزا رکھتا ہے اسی سبب سے اسکو احد نہین کہتے ہین بس احد وہ ہے کہ کسیطرح سے قسمت اور بانٹ جسمین ہو نہ سکے اور یہہ بات خاص اسی ذات پاک مین پائی جاتی ہے اور کسی مین نہین پائی جاتی اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ کے لفظ کو پھر مکرر لائے تا کہ اسبات کی طرف اشارہ ہو

باوجود اس صرف بسیط اور مجرد احدیت کے اسکو تمام کمال کی صفتین ثابت ہین اس واسطے کہ اسکا صمد ہونا انہی صفتون کو تقاضا کرتا ہے اور صمد کے معنے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین کہ صمد وہ ہے جو کسیکا محتاج نہو اور سب اسکے محتاج ہون اور وجود کا سلسلہ بغیر ایسی ایک ذات کے جو صمد کی صفت سے موصوف ہو قایم نہین رہ سکتا اسواسطے کہ عالم مین بالکل احتیاج دیکھی جاتی ہے اور جب ہر چیز دوسرے کی محتاج ہوئی تو ضرور ہوا کہ ایک ذات ایسی ہو کہ سب کی احتیاج اسکی طرف منتہی ہو اور وہ محتاج کسی کی نہو اور اگر ایسا نہو تو احتیاج کا سلسلہ منقطع نہو تو حقیقت مین اس ذات پاک کے خواصون مین سے دو چیزین یہان ذکر کی گئی ہین ایک احد ہونا دوسرے صمد ہونا اور باقی صفتین انہی دونون صفتون سے نکلی ہین لَمْ يَلِدْ نہ جنتا ہے اسواسطے کہ اگر کسی چیز کو جنے تو حقیقت مین وہ چیز اسکی شریک ہوجاوے اور جب شریک ہوئی تو اس سے بے پروائی حاصل ہوئی اور جب اس سے بے پروائی ہوئی تو وہ صمد نہ رہا اور نہ جنا گیا ہے کسی سے اس واسطے کہ اگر کسی سے جنا گیا ہوتا تو اسکا محتاج ہوتا اور جب محتاج ہوتا تو صمد نہوتا اور جب احد ہوا تو وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ بھی صفت اسکی ہوگی یعنے اور نہین ہے اسکے واسطے کوئی برابری والا اسواسطے کہ اگر اسکا کوئی ہمسر ہوتا تو وے دونون ایک چیز مین شریک ہوتے اور دوسری چیز مین دونون علیحدہ علیحدہ خاص ہوتے تو اسکی ذات پاک یگانہ نہ ہوتی اور بعضے علمائے یون کہا ہے کہ شرکت کبھی عدد مین ہوتی ہے تو اسکی احد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی مرتبے اور منصب مین ہوتی ہے تو اسکی صمد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی نسب مین ہوتی ہے تو اسکی لم یلد ولم یولد سے نفی فرمائی اور کبھی کام اور تاثیر مین ہوتی ہے تو اسکی لم یکن لہ کفوا احد سے نفی فرمائی اور اسی سبب سے اس سورت کو سورۂ اخلاص کہتے ہین اور بعضون نے یون بھی کہا ہے کہ باطل مذہب والے دنیا مین پانچ فرقے ہین پہلا فرقہ دہریہ کا جو کہتے ہین کہ اس عالم کا کوئی پیدا کرنیوالا نہین کسی طرح سے اسباب جمع ہوکے یہہ کارخانہ بن گیا ہے سو مسلمان آدمی نے جسوقت ہُوَ کی لفظ کو اپنی زبان سے نکالا تو اس باطل عقیدے سے اسکو جدائی اور بیزاری حاصل ہوئی دوسرا فرقہ فلاسفہ کا جو کہتے ہین کہ عالم کا پیدا کرنیوالا تو ایک ہے مگر کوئی صفت نہین رکھتا یعنے جو تاثیرین کہ عالم مین پائی جاتی ہین وے کسی سبب سے ہین نہ اس ذات واحد سے اور حقیقت مین ہندون کا مذہب بھی یہی ہے اور جب مسلمان آدمی نے اللہ کی لفظ کو جو سب کمال کی صفتون کی جامعیت پر دلالت کرتی ہے منہہ سے نکالا تو اس فرقے کے عقیدے سے خلاصی حاصل ہوئی تیسرے ثنویہ کا جو کہتے ہین کہ سب عالم کا پیدا کرنیوالا

ایک نہین ہوسکتا ہے اسکو کئی پیدا کرنے والے چاہیئے اور جب مسلمان آدمی نے احد کی لفظ کو اللہ تعالیٰ کی صفتون سے جانا تو اس شرک
سے نجات پائی چوتھا فرقہ گمراہونکا ہے اہل کتاب ہے جیسے یہود اور نصاریٰ اعتقاد رکھتے ہین کہ عالم کا پیدا کرنیوالا
دوسری مخلوقات کی طرح سے جورو اور اولاد بھی رکھتا ہے چنانچہ حضرت عزیز اور حضرت عیسی علیہما السلام
کو حق تعالیٰ کے بیٹے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جورو کہتے ہین اور جب مسلمان آدمی نے لم یلد و لم یولد کہا
تو اس عقیدے سے بالکل پاک ہوا اور اسی قسم سے ہین وے تشبیہین جو یہود اور نصاریٰ نے باری تعالیٰ کی جناب
مین ایجاد کی ہین اور اس جناب پاک کو دوسری مخلوقات کی طرح سے چیزون کا محتاج جانتے ہین سو
ان تشبیہون کے رد کیواسطے صمد کی لفظ جو تمام احتیاج کی نفی پر دلالت کرتی ہے کافی ہے پانچوان فرقہ مجوسیونکا
ہے جو کہتے ہین کہ عالم کے دو خالق ہین ایک کا نام یزدان اور جتنی اچھی چیزین ہین سب اسکی پیدا کی ہوئی ہین اور
دوسرے کا نام اہرمن اور اسکو قوت تاثیر مین یزدان کے برابر جانتے ہین اور کہتے ہین کہ جتنی چیزین تاریک
اور ایذا دینے والی ہین اور سب بدیان اور برائیان اسکی پیدا کی ہوئی ہین اور کہتے ہین ہمیشہ یزدان کے اور اہرمن کے
لشکر سے جھگڑا قصہ رہتا ہے سو کبھی یزدان غالب ہو جاتا ہے اور اسکا حکم جاری ہوتا ہے تو عالم مین بھلائیان غالب
ہوتی ہین اور کبھی اہرمن کا لشکر زور کرتا ہے تو عالم مین برائیان پھیل پڑتی ہین سو اس عقیدے کے رد کے واسطے
لم یکن لہ کفوا احد کو آخر سورۃ مین لائے اور بعضون نے یہہ بھی کہا ہے کہ آدمی مرکب ہے نفسی اور عقلی اور قلبی
اور روحی اور سری لطیفون سے اور نفس کے معرفت کی انتہا یہہ ہے کہ لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد کو دریافت
کرے اسواسطے کہ نفس جس چیز کو شہویہ یا غضبیہ قوت سے حاصل کرتا ہے تو ان دونون حالتون سے خالی نہین ہوتی
ہے یعنے کسی چیز سے وہ پیدا ہوتی ہے یا عالم مین کوئی دوسری چیز اسکے برابر موجود ہے اور جو پروردگار کو سب
موجودات سے اعلیٰ اور برتر جانتے ہین تو لاچار ان صفتون کی اس سے نفی کرتے ہین اور اس سے برتر عقل کا مرتبہ ہے اور
اسکی معرفت کی انتہا مضمون اللہ الصمد کا ہے یعنے اللہ ایسی چیز ہے کہ احتیاج کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے
اور وہ محتاج دوسرے کا نہین ہوتا اسواسطے کہ اسباب اور مسببات کا علم عقل کو دیا ہے سو عقل ہر چیز کو ایک سبب کا محتاج
جانتی ہے اور اس سبب کو دوسرے سبب کا اور یہی سبب ہے کہ دین اور دنیا کی تدبیرین کرنا جو عقل کا کام ہے سو وے
تدبیرین اسباب کے ملاحظے پر موقوف ہین پس آدمی کی عقل کی دریافت کی انتہا اس ذات پاک کی حقیقت مین

اسی قدر ہے کہ وہ ذات پاک عالم اسباب اور مسببات سے بلند اور برتر ہے اور دل کی شان یہہ ہے کہ کسی
مشہور حالون سے ایک حال مین مستغرق رہے جیسے محبت اور خوف اور امید اور اعتماد اور دل کی معرفت کی انتہا احدیت
کا مرتبہ ہے اور روح جو عالم امر سے آئی ہے اور نفخت فیہ من روحی کی خلعت سے سرفراز ہوئی ہے اسکی معرفت کی انتہا
اپنی اصل کی طرف کھینچ لیجاتا ہے اور اسم ذات یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس اور راحت پاتا اور وہ بھید جسکا مرتبہ
روح سے اوپر ہے وہ سوائے ہویت مستقلہ کے نہین جانتا ہے اور اسکا علم وجود کی خصوصیت کی دریافت مین منحصر ہے
نہ سوائے اسکے سو اسکی رتبہ مین وہ معرفت جو تمام لطایف انسانی سے متعلق ہے ارشاد فرمائی ہے تاکہ ہر لطیفہ
اس معرفت سے بہرہ یاب ہووے اور یہہ بھی کہا ہے کہ کلمہ ہو کا عاشقون اور والہون کیواسطے ہے کہ اس ذات پاک کے
ملاحظے مین اس درجیکو مستغرق ہو گئے ہین کہ سوائے اسکی قید کے یعنے ہو کے ان کے سامنے کچھہ نہین ہے اور کلمہ اللہ
کا عارفون کے نصیب ہے سو سب اسمون اور صفتون مین اسکو پہچانتے ہین اور ہر مرتبے کے حکمون کو جدا جدا
جانتے ہین اور احد کا لفظ حصہ دوسرا اولیا اللہ کا ہے جو اس ذات واحد کو ہر کثرت مین اسی وحدت کی
صفت سے ملاحظہ کرتے ہین اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے معنے عام مسلمانون کے نصیب ہین جو عقلی اور
نقلی دلیلون کی قوت سے اس مرتبے تک پہنچتے ہین اور جب اس سب معنون کو کوئی شخص جمع کرے تب پورا موحد ہو
اور جاننا چاہیئے کہ اس سورت کو حدیث شریف مین ثلث یعنے تہائی قرآن فرمایا ہے اور ایسا مقرر ہوا ہے کہ اس
سورت کو جو کوئی پڑھے تو گویا تہائی قرآن اسنے پڑھا سو اس فضیلت کی وجہہ یہہ ہے کہ قرآن کا مقصد تین چیز سے
باہر نہین ہے یا اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا بیان ہے یا وصول کے طریق کی معرفت کا بیان ہے کتابون کے نازل کرنے
اور پیغمبرون کے بھیجنے سے اور شریعتون کے بیان کرنے سے یا اس حالت کا بیان ہے جو جنت یا دوزخ مین پہنچنے
کے بعد حاصل ہوگی اور یہہ سورت ان تینون قسمون سے جو اشرف اور اوّل قسم ہے اسکے بیان مین کافی ہے چنانچہ
اسکی توضیح اوپر ہو چکی ہے واللہ اعلم

سورۃ الفلق

یہہ سورت مدنی ہے اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور تہتر حرف ہین اور فلق لغت مین صبح کی سفیدی کو کہتے ہین جو

رات کی اندھیری کو پھاڑ کے ظاہر ہوتی ہے اور رات کی تاریکی سے صبح کا ظاہر ہونا ایک نمونہ ہے وجود کے ظاہر ہونے کا نیستی کے پردے سے اسواسطے کہ نیستی کی حالت مین کچھ تمیز اور تشخیص نہین ہوتی اور سب عالم پوشیدگی مین ہوتا ہے اور جب وجود کے نور کا ظہور ہوتا ہے تو ہر چیز معین اور مشخص ہو جاتی ہے اور ہر چیز کے نشان اور حکم اسپر مرتب ہوتے ہین اور یہہ حالت بعینہ صبح کے نور ظاہر ہونے کی حالت ہے کہ اسکے سبب سے سب چیزین جدا جدا معلوم ہوتی ہے اور حس اور حرکت عالم مین ظاہر ہوتی ہے اور رات کی تاریکی نیستی کا نمونہ ہے اور جو برائی اور بدی عالم مین پائی جاتی ہے تو حقیقت مین عدم کا وجود کے ساتھ ملنا ہی برائی کا سبب پڑتا ہے تو گویا سب برائیان عدم کے ساتھ منسوب ہین اور وجود کا نور ان برائیون کا دفع کرنے والا ہے اور جو یہہ سورت سب برائیون سے پناہ مانگنے کے واسطے نازل ہوئی ہے تو ابتدا مین اس سورت کے نور کے ظہور سے اشارہ ہونا ضرور ہوا اور اس سورت کی اضافت اس نور کی طرف کر کے سورۂ فلق اسکا نام رکھا ہے اور یہانپر ایک نکتہ بہت لطیف اور باریک ہے اور وہ یہہ ہے کہ اس سورت مین ایک ہی صفت سے اللہ تعالے کی جو رب الفلق ہے تین چیزون کی برائیون سے تعوذ واقع ہوا ہے ایک تاریکی دوسرا سحر تیسرا حسد اور سورۂ ناس مین ایک چیز کی برائی سے یعنے شیطان کے وسواس سے حق تعالی کی تین صفتون سے کہ رب الناس اور ملک الناس اور الٰہ الناس مین تعوذ واقع ہے سو یہہ اسلئے ہے تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم ہے جان اور بدن کی حفاظت سے اسواسطے کہ وسواس شیطانی دین کا خراب کرنیوالا ہے اور وے تینون چیزین یعنے تاریکی اور سحر اور حسد جان اور بدن کو ضرر پہنچانیوالیان ہین اور بس واللہ اعلم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ اے پناہ لینے والے کہ پناہ لیتا ہون مین فلق کے پروردگار کی اور فلق لغت مین صبح کے معنون مین ہے اور حقیقت مین اس چیز کو کہتے ہین جو پھٹے اور اس مین سے دوسری چیز نکل آوے تاکہ عجیب اور غریب نشانیان اس نکلی چیز سے ظاہر ہووین جیسے غلے کا دانہ اور کھجور کی گٹھلی اور ہر درخت کا بیج یا جیسے چشمہ اور زمین کنان سے پانی نکلتا ہے یا جیسے باپ کی پیٹھ اور ما کا پیٹ سوان سب چیزون کو فلق کا لفظ شامل ہے

اور فلق کی تخصیص اسواسطے ہی کہ مخلوقات کی برائی اکثر ان کی اصل کی خباثت کے سبب سے ہوتی ہی
اور جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اصل اور فرع دونون پر محیط ہی تو شر کے دفع ہونے کے واسطے التجا اصل
کی طرف ضرور پڑی چنانچہ اگر کوئی شخص کسیکے نوکر سے کچھ خوف اور خطرہ رکھتا ہی تو بالضرور اسکے آقا کی
طرف رجوع کرتا ہی اور اگر اسے بھی کچھ ایذا کا کھٹکا ہوتا ہی تو اس آقا کے آقا کی طرف رجوع کرتا ہی یہانتک
کہ وہ آقائیکا سلسلہ تمام ہو جاوے اور یہہ سلسلہ تمام نہین ہوتا مگر رب کے پاس سو اسواسطے پہلے سے التجا کی تعلیم رب ہی
کی طرف سے فرمائی ہی تاکہ جھگڑا ہی ایک جاوے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ برائی سے اس چیز کی جو پیدا کی ہی یہان پر
معلوم کیا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات تین قسم کی ہین ایک تو وہ جس مین خیر غالب ہی اور شر مغلوب بلکہ معدوم
جیسے مقرب فرشتے اور انبیا علیہ السلام اور اولیا رکرام دوسری قسم وہ جس مین برائی غالب ہی اور
اور بھلائی مغلوب یا کہ معدوم ہی جیسے شیطان اور دوسرے موذی آدمی ہون یا جن اور درندے اور چوپائے اور کیڑے کوڑے
جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ تیسری قسم وہ ہی جس مین خیر اور شر دونو جمع ہین پھر کبھی کسی کے واسطے شر ہو جاتے ہین
اور کبھی کسیکے حق مین خیر جیسے دنیا کا مال اور جورو بچے یا دوسرے اسباب بلکہ اخلاق اور علوم اور حسب اور نسب اور
دوسری صفتین اور نسبتین سب یہی حکم رکھتی ہین پس شر ما خلق سے خیر کی دونو قسمون مین وہ بدی مراد ہی
جو انہین موجود ہی اور قسم اول کی نسبت سے جو مطلق بدی نہین رکھتی باعتبار نزدیک ہو جانے دوسری
چیزون کے ہی جیسے عبادت کا شر ریا اور سمعہ ہی اور ایمان کا شر نفاق اور مرتد ہو جانا ہی اور انبیا علیہم السلام کا شر
انکو جھٹلانا اور انکی فرمانبرداری مین قصور کرنا ہی اور اولیاء اللہ کا شر انکے انوار صحبت سے محروم رہنا اور علیٰ ہذا القیاس اسیواسطے کہا ہی شر الخیر تاخیرہ وشر العمل الصالح
تقصیرہ یعنی خیر کی برائی اسمین ڈھیل کرنا ہی اور دیر لگانا اور نیک عمل کی برائی اس مین قصور کرنا ہی اور اس قسم
کے شر کی نسبت نیک کی طرف کرنا جائز ہی چنانچہ عرف مین مشہور ہی کہ پھول کا شر کانٹا ہی اور خزانیکا شر سانپ ہی
اور خوبصورتی کا شر بدخوئی ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ شر ما خلق سے مراد وہ شخص ہی جو بدترین مخلوقات کا ہی
یعنے شیطان اور جو منشا تمام شرونکا ہی شیطان کا ہی تو خاص اسی سے پہلے پناہ مانگی وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ
اور شر سے اندہیرے کے جب گھر آوے اور ہجوم کرے اب سمجھ لیا چاہئے کہ اندھیری کبھی حسی ہوتی ہی یعنے ظاہر مین نظر پڑتی ہی اور کبھی معنوی جو نظر آتی
اندھیری ہی کہ اسمین بہت سی برائیان ظاہر ہوتی ہین اول تو پھیل پڑنا جنات کے شیطانون کا ہی کہ اندھیری

مناسبت کے سبب سے کھیل مین آتے ہین اور چمگادرون کی طرح اپنے اپنے مکانون سے نکل کے لوگون کو
ایذا دیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب رات آوے تو اپنے بچون کو باہر نکلنے نہ دو کہ وہ
شیطانون کے منتشر ہونیکا وقت ہے دوسرے درندے جانورونکا نکل پڑنا اور موذی کیڑونکا سوراخون سے
باہر آنے کا وقت ہے جیسے سانپ اور بچھو تیسرے چورونکا پھیل پڑنا لوگون کے گھربار لوٹنے کو چوتھے
جادوگرون اور طلسم والون کی قوت کا وقت ہے اسواسطے کہ آفتاب کے نور قاہرہ کے سبب سے ان کے عمل
دنکو تاثیر کم کرتے ہین پانچوان فسق اور فجور والونکا مشغول ہونا گناہون مین ہے اور معنوی تاریکی بھی کئی قسم
کی ہے لیکن ان سب مین بڑھکے وہم کی اندھیری ہے جو عقل کے نور پر غالب آتی ہے اور اشیا کی حقیقتون
کو نظر سے چھپا دیتی ہے اور اسی کی شاخون سے کفر اور گناہون کی اندھیری ہے اور برے
اخلاقون اور بری صحبتون کی اندھیری ہے سو اس آیت مین ان سب تاریکیون سے پناہ واقع ہوئی
ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ اور بدی سے پھونکنے والیون کی گانٹھون مین یعنے نفوس خبیثہ کے شر سے
جو شیطانون کے نام چپنے سے اور ان کے کلمون سے توسل کر کے جانون مین اور بدنون مین تاثیر کرتے ہین اور یہی
معنے ہین سحر کے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور بدی سے حسد کرنیوالے کی جب اپنے حسد کو ظاہر
کرے اور اسکے موافق عمل مین لاوے اور یہہ قید اسواسطے ہے کہ حاسد جبتک کہ اپنے حسد کو چھپاتا ہے تو اسکی چیز
کا ضرر اسکی طرف پہنچتا نہین ہے اور یہین سے معلوم ہوا کہ حسد سب برائیون سے زیادہ برا ہے اور حقیقت
مین جو شر کہ عالم مین ظاہر ہوتا ہے سو یا ارادے اور اختیار والون سے ظہور مین آتا ہے جیسے لوٹ قتل ظلم تاوان
لینا سحر کرنا اور سوا اسکے یا غیر ذوی الارادہ اور اختیار والون کی طبیعتون سے ہے جیسے غرق ہونا پانی مین یا جلنا
آگ مین اور سوائے اسکے اور سب بدیون سے بری بدی اختیار اور ارادے والون کی ہے اور جڑ ان سب
برائیون کی حسد ہے اسیواسطے کہا ہے کہ اول گناہ جو آسمانمین واقع ہوا ابلیس کا حسد تھا حضرت آدم
علیہ السلام سے اور اول گناہ جو زمین پر صادر ہوا سو قابیل کا حسد تھا ہابیل سے باقی رہے یہان پر دو
سوال اول تو یہہ کہ جو پہلے تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگی گئی تو پس جادوگرون اور حاسدون
اور تاریکیون کے تفصیل کرنے کی حاجت نرہی تھی پھر کس واسطے ان تین چیزونکا خاص ذکر فرمایا جواب

اسکا یہہ ہی کہ ان تینون گروہون کا شر پوشیدہ اور چھپا ہوتا ہی بخلاف دوسرے مخلوقات کے کہ انکا شر ظاہر
اور کھلا ہوتا ہی اور یہہ بات ظاہر ہی کہ پوشیدہ شر بہت سخت ہوتا ہی کھلے شر سے اسواسطے پناہ مانگنا ان
سے خاص کرکے ضرور ہوا دوسرا یہہ کہ غاسق اور حاسد کو نکرہ لائے ہین پھر نفاثات کو کس واسطے لام تعریف
سے معرف کیا جواب اسکا یہہ ہی کہ لام تعریف کا استغراق کے واسطے ہی اور جادوگر بالکل شر ہین کیونکہ سحر فی
نفسہ گناہ کبیرہ ہی اگرچہ اسسے شر کو دفع کرنا بھلائی کمانا منظور ہوا اسیواسطے حضرت یحییٰ کا فرعون کو جادو سے
مارنا اور عورت کی طرف اسکے خاوند کے دل کو جادو سے پھیرنا درست نہین ہی اور ہر غاسق اور ہر حاسد شریر
نہین ہین کیونکہ بہت سی راتین خیر سے گذرتی ہین اور حسد ظالمون اور کافرون کا بد نہین ہی تو حاسد اور غاسق محل
استغراق کا نہ تھے اسواسطے تنکیر مناسب ہوئی

سورۃ الناس

یہہ سورت مدنی ہی اسمین چھہ آیتین اور بیس کلمے اور اسی حرف ہین اور اس سورت کو سورۂ ناس اسواسطے خطاب
دیا ہی کہ حقیقتین الہیہ اور کونیہ جو ناس کے ساتھ تعلق رکھتی ہین اس مین مذکور ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم ذکر اللہ
کا اسواسطے ہی کہ اسما اور صفات اور افعال ذات باری کے انسان مین روشن ہین اور رحمن اسلئے لائے ہین
تاکہ نور وجود کے فیضان کے نزول کے بعد ناس کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو اور رحیم اس واسطے لائے ہین تاکہ جو بدی
کہ انسان مین ہی یا اسسے ظاہر ہوتی ہی اسسے محافظت کی طرف اشارہ ہو اور ان دونون سورتون کے نازل ہونیکا
سبب یہہ ہی کہ لبید بن عاصم یہودی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسکے جادو کے سبب سے بیمار ہو گئے تھے چنانچہ بعضے وقت جو کام نہ کرتے تھے اسکو ایسا جانتے تھے کہ مین نے یہہ کام کیا
ہی پھر جب اس عارضے کو چھے مہینے ہو گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات خواب مین دیکھا
کہ دو فرشتے آئے اور ایک سرھانے اور دوسرا پائنتی آپکے بیٹھا اور آپس مین پوچھنے لگے کہ اس رسول کو
کو کیا بیماری ہی دوسرے نے کہا کہ انپر جادو کیا ہی پھر اسنے پوچھا کہ کسنے انپر جادو کیا ہی دوسرے نے
کہا لبید بن عاصم نے انکا بال انکی کنگھی سے لیا اور انکی کنگھی کے دانتون مین کسکے انکے چھلون سے گیارہ گرہین

لگائین اور اسکو کھجور کے پھول کے غلاف مین لپیٹ کر بیر ذروانمین پتھر کے نیچے دبا دیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بموجب اس خواب کے اسی صبح کو مع چند اصحاب اس کوئے کی طرف تشریف فرما ہوئے اور دو شخصون کو اپنے یارون مین سے اس
کوئین اتار آئے تو پتھر کے نیچے سے اسکو نکال لائے اور جبرئیل علیہ السلام یہہ دونون سورتین لیکر نازل ہوئے اُن دونون
سورتون مین گیارہ آیتین ہین چنانچہ آپ ایک آیت کو پڑھ کر گرہ پر پھونکتے تھے تو وہ گرہ کھل جاتی تھی اسیطرح سب گرہین
کھل گئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت کلی حاصل ہوئی اور معوذتین پر قرآن شریف کے تمام ہونے کا
نکتہ یہہ ہے کہ جب نعمت تمام ہوتی ہے اور کمال کو پہنچتی تو دشمن کے حسد اور فریب کے سوا کوئی خوف نہین رہتا
اسواسطے کہ یہہ مقام بھی استعاذہ کا ہے اور اس سورتین استعاذہ شیطان کے شر سے خاص تین نامون کے ساتھ
فرمایا ہے رب اور مالک اور الٰہ اور اسکی وجہ یہہ ہے کہ شیطان کا داخل ہونا آدمی کے دل مین تین طرف سے
شہوت اور غضب اور باطل عقیدہ جسکو ہوا بھی کہتے ہین سو رب کا نام شہوت کے شر کے دفع ہونے کیواسطے
ہے اور ملک کا نام غضب کے شر کے دفع ہونے کے واسطے ہے اور الٰہ کا نام ہوا کے شر کے دفع ہونیکے واسطے ہے
تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اگر شیطان تجھکو شہوت کی راہ سے وسوسہ ڈالے تو ربوبیت کو پروردگار کی نظر کر
غضب کی راہ سے پیش آوے تو پادشاہت اور عدل الٰہی کو اسکے یاد کر اور اگر ہوا کی راہ سے ستاوے تو الوہیت
کے مرتبے کی طرف التجا کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ کہہ تو اے کہنے والے اگر شیطان کے شر سے پناہ چاہتا ہے کہ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پناہ لیتا ہون مین آدمیون کے
پروردگار کی ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی پرورش سب مخلوقات کو شامل ہے لیکن جو تربیت کہ آدمیون پر واقع ہے اور دوسری
کسی مخلوقات پر نہین ہے اسواسطے کہ وجود انسان کا تمام عالم کا نمونہ ہے تو گویا یہہ ایک مختصر ہے حضرت الوہیت
کا اور خلاصہ عالم کا جمع کرنیوالا اور اسکی تفصیل یہہ ہے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی
اور بینائی اور گویائی یہ سب حضرت الوہیت کی صفتون کے پرتو ہین اور حرارت اور برودت اور رطوبت
اور یبوست یہ سب اربع عناصر کے نمونے ہین اور اپنے وجود کے مرکب ہونے مین معادن یعنے کھانون سے مشابہ

ما باپ بھی میری طرح پادشاہ اور امیر کے محتاج ہین اور انہی سے روزی طلب کرتے ہین اور بلا کے دفع
کرنے مین انہی کی طرف التجا لیجاتے ہین لاچار اسکے بھی دل مین یہہ بات بیٹھ جاتی ہی کہ جو کچھ ہی سو
بادشاہ اور امیر ہی اور ان کی نزدیکی وجود کے کارخانے کے انتظام کا سبب ہی بس اس حالت مین اسکو بادشاہ
اور امیر ہی پر اعتماد ہوتا ہی اور جب اس حالت مین بھی آگے بڑھا اور دیکھا کہ بادشاہ اور امیر بھی بعضی چیزون مین
کچھ اختیار نہین رکھتے ہین بلکہ وے بھی عالم غیب کی طرف التجا کرتے ہین اور اسیطرف سے اپنے مطلب کے جاری ہونے
اور اپنے مقصد کے حاصل ہونے مین مدد طلب کرتے ہین تب اس سے یقین ہوتا ہی کہ بادشاہ اور امیر بھی میری طرح دوسرے کے
محتاج ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ دنیا کا کارخانہ دوسرے سے تعلق رکھتا ہی جسکو اِلٰہ کہتے ہین سو ان تینون صفتونکا
لانا یعنے ربّ اور ملک اور اِلٰہ کا اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ اگر بندہ بچے کا سا مزاج رکھتا ہی
اور سوائے ربوبیت اور پرورش کے کچھ نہین جانتا تو مین یہہ بھی صفت رکھتا ہون اسکو چاہئے کہ میرے ہی
طرف التجا کرے کہ مین ربّ النّاس ہون اور میری ربوبیت اور پرورش عام ہی اور سب بنی آدم کو شامل
ہی بخلاف ماباپ کے کہ ان کی پرورش اپنے بچون کے واسطے خاص ہی اور اگر اس بندے کی عقل بلوغت کے حد کو پہنچتی ہی
اور بادشاہ اور امیر کو مالک سب کام کا جانتا ہی تو یہہ بھی صفت مجھ مین جیسے چاہئے ویسی پائی جاتی ہی اسواسطے کہ سلطنت
میری سب آدمیون پر بلکہ تمام دنیا پر ہی اور اگر تجربے سے معلوم کرلیا ہی کہ ماباپ اور پادشاہ اور امیر سب
دوسرے کے محتاج ہین جسکو اِلٰہ کہتے ہین اور دن رات اسیکو چاہا کرتے ہین تو اس صفت سے بھی مین موصوف
ہون حاصل مطلب یہہ ہی کہ ہر وقت اور ہر حال مین اسی کی جناب پاک مین التجا لیجایا چاہئے اور بیچ کے
سببون اور وسیلون پر اعتماد کرکے نہ ٹھہرا چاہئے سہ کسی سے برآوے نہ کچھ کام جان جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
ہمرے تو تم ہی ہو اور تم لگ ہمری ڈور جیسے کاگ جہاج کے سوجھے اور نہ ٹھور مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ خیال فاسد اثر
کے اور من اعوذ سے متعلق ہی یعنے پناہ لیتا ہون مین فاسد خیالات کی بدی سے اور فاسد خیال کئی طرح سے نقصان پہنچاتے ہین پہلے
مزاج کے فاسد کردینے دوسرے نفس کی تدبیر مین تیسرے معرفت مین چوتھے عبادتمین پانچوین حقتعالی کی نزدیکی کے سببونمین اور آدمیکو
ابتدائے عمر سے نہایت تک یہی کام درپیش ہین اور جب ان کامون مین خلل پڑا تو عمر اسکی برباد گئی الْخَنَّاسِ اسکے جو بھاگ جاتا ہی
اور یہہ وسواس کی صفت ہی اسکے صاحب کے اعتبار سے اسواسطے کہ شیطان کی پیدائشی یہہ بات ہی کہ حق تعالی کے ذکر سے اور قرآن شریف کی

تلاوت سے اور فرشتون کے سامنے سے بھاگتا ہے اور اس صفت کا لانا اسواسطے ہے کہ شیطان مردود سے بچنا
بہت مشکل ہے اور اسکی بدی سے محفوظ رہنا سوائے اسبات کے کہ رب الناس کی جناب مین التجا کیجئے دوسری صورت
ممکن نہین ہے اسواسطے کہ جو دشمن سامنے ہو کے مقابلہ کرتا ہے اسکا دفع کرنا آسان ہے برخلاف اس دشمن کے جو سامنے نہو اور ہمیشہ چھپی
دشمنی مین لگا رہے ایسے دشمن سے ہر وقت اور ہر آن بچنا لازم ہے اور یہہ بات بہت مشکل ہے اسیواسطے بادشاہون اور حاکمون پر
انکا دفع کرنا جو سامنے ہو کر صف جنگ لڑتے ہین بہت آسان ہے ٹھگون اور چورون کے دفع کرنے کیلیے اسواسطے کہ یہہ لوگ قابو پا کر اپنا
کام کرتے ہین اور بھاگ جاتے ہین اسی سبب سے انکا تدارک اور انتظام مشکل پڑ جاتا ہے مگر اس کھلے اور چھپے
جاننے والے پر یہہ سب آسان ہے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ یہہ دوسری صفت ہے وسواس کی یعنے وہ خناس جو خیال ڈالنے
والا جو برے برے وسوسے ڈالتا ہے فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ آدمیون کے سینون مین سینے کی تخصیص کی وجہ یہہ ہے
کہ اس جگہہ نفس ناطقہ کے آثار حیوانیت سے مخلوط ہو کے فساد کا طور جلد قبول کرتے ہین برخلاف دوسرے
اعضا کے اسواسطے کہ جگر مین برے خطرون کی جگہہ نہین ہے نفس ناطقہ نفس نباتی سے اپنا کام لیتا ہے اور دماغ
مین اگرچہ فساد ہو سکتا ہے اس طرح پر کہ قوت وہمیہ عقلیہ قوت کو تشویش مین ڈالتی ہے لیکن اکثر اسکا فساد نفس
حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہے چنانچہ حکمت کے جاننے والون پر یہہ بات پوشیدہ نہین ہے مِنَ الْجِنَّةِ
یہہ وسواس کا بیان ہے یعنے فاسد خیال دل مین ڈالنے والا خواہ جن کی قسم سے ہو جیسے شیطان کہ دخانیت کے نکلنے کے
سبب سے پیدا ایسی تاریکی اسمین گھسی ہوئی ہے اور بفساد مشورے اور انتظام کے بگاڑنیوالی تدبیرین اُن کی طبیعت کو
لازم ہین اور آتشی مزاج ہونے اور اسکی لطافت کے سبب سے گھس جانا ان جسمون کا انسان کی حیوانی روحون
مین بہت جلد اور سہل ہوتا ہے اور جو وسے جسم کہ ان فاسد تدبیرون اور باطل ارادون کو اٹھانیوالے ہین اور انسانی
روحون سے مختلط ہوتے ہین اور ان کا اثر روحون کو پہنچتا ہے اور وے بُرے جھین ان تدبیرون اور ارادون کو اٹھانیوالی ہوتی ہین
اور اسکے سبب سے بدن مین حرکت اور سکون ظاہر ہوتا ہے اور گناہ اُنسے صادر ہوتے ہین اسیواسطے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ یعنے تحقیق شیطان خون کیطرح
آدمی کے رگ اور پوست مین دوڑتا ہے اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ اور شیطان کے وسوسونکی حد اور نہایت نہین ہے ہمیشہ
بدی اور فسق اور فجور کی طرف بلاتا ہے اور اگر کبھی بھولے سے طاعت اور نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہے تو اسکا نیکی کی

طرف بلانا وہ حال سے خالی نہین ہے یا تو بڑی طاعت سے جسکا ثواب بہت ہے پھیر کے چھوٹی طاعت کی طرف
جس کا ثواب بہت تھوڑا ہے رغبت دلاتا ہے جیسے عیادت مریض کی یعنے بیمار کے دیکھنے کی رغبت دلا کر نماز کو
چھوڑا دے یا تھوڑی سی نیکی کو بڑی بدی کا سبب کر دیتا ہے جیسے ایک ٹکڑا روٹی کا فقیر کو دینا اور اسپر احسان رکھنا
اور اُسے ہنسی اور مسخری کرنا اب یہان پر تھوڑے سے شیطانی وسوسے جو آدمیون کے دلون کو اکثر خراب کرتے ہین
بیان کئے جاتے ہین گوش ہوش سے سنکے اُنسے بچنا چاہیئے ان مین سے ایک یہہ بات ہے کہ عوام لوگون
کے دلونمین وے باتین جو ان کی بوجھہ اور فہمید سے باہر ہین ڈالتا ہے جیسے ذات اور صفات الٰہی کی تحقیق اور انہونکے
بھید ونکا اور آخرت کے کامون کا خطرہ اور جبر اور اختیار کے مسئلے کی تحقیق اور قضا اور قدر کے بھید اور صحابہ کے
آپسکی لڑائی جھگڑے مین حق بات کی تفتیش کرنا یعنے حق کسکی طرف تھا یہ سب شیطانی وسوسے ہین تاکہ رفتہ رفتہ
عین تحقیق مین ان حقیقتون کا انکار کر بیٹھین اس واسطے کہ ان باتون کی حقیقت وے لوگ بوجھہ نہین سکتے اور بعضو نکے
دلونمین واہی شبہے ڈالتا ہے جیسے بزرگون سے شفاعت کی اور تھوڑی سی طاعت پر بڑے ثواب کی اُمید
رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی بخشش عام پر غرہ کرنا اور اسکے عذاب سے نڈر ہونا اور بعضون کے دلونمین اسکا عکس ڈالتا ہے
یعنے اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش اور ثواب سے بالکل ناامید ہونا اور بت پرستون کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی سے فریب
دیتا ہے کہ اسمین اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ہے اور دیو اور پری اور جنات کی عبادت چھوڑ نہین دنیا کے نقصان سے
خوف دلاتا ہے اور دلمین ڈالتا ہے کہ اگر ان کی طرف نہ جھکوگے اور انسے التجا نکروگے تو تمھاری اولاد مر جاویگی
یا مال مین نقصان ہو جاویگا اور نماز پڑھنے والون کو پہلے ریا اور دکھلانا ان کی نیت مین ملاتا ہے پھر رکعتون
اور رکنون کے شمار کو بھلاتا ہے اور بعضونکو نیت کے اچھا جاننے مین اور قرأت کو راگ سے پڑھنے مین اور حرفون کو
مخرج سے نکالنے مین گرفتار کرتا ہے اور زکوٰۃ کے دینے مین فقیر ہو جانیسے ڈراتا ہے اور کبھی زکوٰۃ دینے مین تو ریا
اور سمعہ اور تکبر سے اور فقیر پر احسان رکھنے سے اسکے ثواب کو باطل کر دیتا ہے اور حرام چیزون مین مال خرچ کرنیکو نہایت
اور اچھا دکھاتا ہے اور ایسا خیال مین ڈالتا ہے کہ شہوت اور جاہ مین جو لذت ہے وہ کسی مین نہین ہے اور
غصے کے وقت ایسا دل مین ڈالتا ہے کہ اگر تو غصہ نہ کریگا تو تو عاجز اور ذلیل ہو جاویگا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت مین
اگر کسیطرح کی محنت یا مشقت ہوئی تو اسکو دو ناتگنا کرکے دکھاتا ہے اور بتون کی عبادت کرنے مین بڑی

بڑی مشقتین کافرون کو آسان اور سہل دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین مرنے کو حرام اور بُرا دکھاتا ہے
اور اسوقت جان کی محافظت کا خیال انؑ کے دلون مین ڈالتا ہے اور کافرون کو اپنی جان دینا بتون کیواسطے
اور بیٹے اور خاوند کی محبت مین جلنا آسان دکھاتا ہے اور اسپر اٹکر کھڑا کرتا ہے اور کسیکو اپنی عورت خوبصورت
زیور لباس سے آراستہ جو حلال وجہ سے موجود ہے اسکی طرف سے دلکو اسکے پھیرتا ہے اور بداصل بدخلق بخبر
ناپاک عورتون سے زنا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے اور امیرون کو لوگون کے مال زبردستی لینے کیطرف
حرص دلاتا ہے باوجود اسکے کہ ان کے پاس مال اور اسباب بہت سا موجود ہوتا ہے اور ان کو آدمی کو مارڈالنا
تھوڑے سے قصور کر نیمین آسان دکھاتا ہے غرض کہ جو کچھ شیطان کے وسوسون سے مذکور ہوا ہے یہہ تھوڑا نمونہ ہے
اسکے فریبون سے اور اگر اسکے سب فساد اور برائیون کی شرح کیجیوے تو ایک بڑا دفتر چاہیئے لیکن ان سب کی
علاج تین چیزین ہین پہلے یہہ کہ اسکے مکر اور حیلے کو پہچاننا اسواسطے کہ جب کسیکو معلوم ہوا کہ یہہ عمل شیطانی ہے
تو اسکا زور گھٹ جاتا ہے اور اسکی برائی کم ہوجاتی ہے جیسے چور کہ جب گھر والون کو جاگتا پاتا ہے تو بھاگتا ہے
اور جیسے مکار فریبی آدمی کہ جب کسی کو جانتا ہے کہ یہہ میرے مکر اور فریب سے خوب واقف ہے تو اوسنے
ناامید ہوتا ہے دوسری یہہ کہ اسکے وسوسون کو ناچیز جاننا اور اس کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا اس
صورت مین بھی اس کا شر کم ہوجاتا ہے جیسے کتا بھونکتا ہوا کہ جس قدر اسکی طرف التفات کیجئے بھونکنا اسکا
زیادہ ہوگا اور اگر کچھ بھی نہ بولئے تو آپ ہی آپ چپ رہیگا تیسری یہہ کہ ذکر قلبی اور لسانی پر ہمیشگی کرنا
اور بری صفتون سے جیسے شہوت اور غضب ہے اپنے دل کو پاک کرنا اسواسطے کہ شہوت اور غضب کے
غلبہ کی حالت مین ذکر کا اثر دل کے کنارون کی طرف ناک جاتا ہے اور شیطانی وسواس دل مین آجاتا ہے
اور اپنا کام کرجاتا ہے وَالنَّاسِ اور خود وہ وسواس ڈالنے والا لوگون کی قوت متخیلہ ہو جو فاسد اعتقاد
اور شہوت اور غضب کے غلبے سے جھوٹے خیال تماہر وحون اور قوتون مین بکھیر کے بگاڑنیوالا طبیعت یا نفس کی
تدبیر کا یا عبادت اور تقرب کے سبب نین سستی کا یا معرفت مین خطا کا سبب پڑتا ہے اب سمجھ لینا چاہیئے کہ ناس
کا لفظ اس سورت مین پانچ جگہہ پر واقع ہوا ہے لُبّ اللباب والے نے اپنی تفسیر مین کہا ہے کہ حقیقت مین یہہ تکرار نہین
ہے اسواسطے کہ پہلی جگہہ پر ناس سے لڑکے مراد تھے اور تربیت کا ذکر جو پرورش کے معنو نمین ہے انکے حال کے مناسب ہے

بڑی مشقتین کا فرون کو آسان اور سہل دکھاتا ہی اور اللہ تعالی کی راہ مین مرنے کو حرام اور برا دکھاتا ہی
اور اسوقت جان کی محافظت کا خیال ان کے دلون مین ڈالتا ہی اور کافرون کو اپنی جان دینا بتون کیواسطے
اور بیٹے اور خاوند کی محبت مین جلنا آسان دکھاتا ہی اور اسپر اٹل کھڑا کرتا ہی اور کسیکو اپنی عورت خوبصورت
زیور لباس سے آراستہ جو حلال وجہ سے موجود ہی اسکی طرف سے دل کو اسکے پھیرتا ہی اور بد اصل بد خلق بخیل
ناپاک عورتون سے زنا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہی اور امیرون کو لوگون کے مال زبردستی لینے کیطرف
حرص دلاتا ہی باوجود اسکے کہ ان کے پاس مال اور اسباب بہتسا موجود ہوتا ہی اور ان کو آدمی کو مار ڈالنا
تھوڑے سے قصور کر نیمین آسان دکھاتا ہی غرض کہ جو کچھ شیطان کے وسوسون سے مذکور ہوا ہی یہہ تھوڑا نمونہ ہی
اسکے فریبون سے اور اگر اسکے سب فساد اور برائیون کی شرح کیجاوے تو ایک بڑا دفتر چاہیئے لیکن ان سب کی
علاج تین چیزین ہین پہلے یہہ کہ اسکے مکر اور حیلے کو پہچاننا اسواسطے کہ جب کسیکو معلوم ہوا کہ یہہ عمل شیطانی ہی
تو اسکا زور گھٹ جاتا ہی اور اسکی برائی کم ہو جاتی ہی جیسے چور کہ جب گھر والون کو جاگتا پاتا ہی تو بھاگتا ہی
اور جیسے مکار فریبی آدمی کہ جب کسی کو جانتا ہی کہ یہہ میرے مکر اور فریب سے خوب واقف ہی تو اس سے
ناامید ہوتا ہی دوسری یہہ کہ اسکے وسوسون کو ناچیز جانے اور اس کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا اس
صورت مین بھی اس کا شر کم ہو جاتا ہی جیسے کتا بھونکتا ہوا کہ جس قدر اسکی طرف التفات کیجئے بھونکنا اسکا
زیادہ ہوگا اور اگر کچھ بھی نہ بولئے تو آپ ہی آپ چپ رہیگا تیسری یہہ کہ ذکر قلبی اور لسانی پر ہمیشگی کرنا
اور بری صفتون سے جیسے شہوت اور غضب ہی اسے دل کو پاک کرنے اسواسطے کہ شہوت اور غضب کے
غلبہ کی حالت مین ذکر کا اثر دل کے کنارون کی طرف بھاگ جاتا ہی اور شیطانی وسواس دل مین آجاتا ہی
اور اپنا کام کر جاتا ہی وَالنَّاسِ اور خواہ وہ وسواس ڈالنے والا لوگون کی قوت متخیلہ ہو جو فاسد اعتقاد
اور شہوت اور غضب کے غلبے سے جھوٹے خیال تمام دوعون اور قوتون مین بکھیر کے بگاڑنیوالا طبیعت یا نفس کی
تدبیر کا یا عبادت اور تقرب کے سببون مین سستی کا یا معرفت مین خطا کا سبب پڑتا ہی اب سمجھ لیا چاہیئے کہ ناس
کا لفظ اس سورت مین پانچ جگہہ پر واقع ہوا ہی لیکن لباب والے نے اپنی تفسیر مین کہا ہی کہ حقیقت مین یہہ تکرار نہین
ہی اسواسطے کہ پہلی جگہہ پر ناس سے لڑکے مراد ہین اور تربیت کا ذکر جو پرورش کے معنو مین ہی انکے حال کے مناسب ہی

اور دوسرے مقام پر جوان مراد ہین او ملک کا لفظ جو قہر اور سیاست کیطرف اشارہ کرتا ہے انکے حال کے بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ شہودیہ اور غضبیہ قوت ان کے اندر کمال کو پہنچی ہے اسواسطے قہر اور سیاست انکے شایان مناسب ہے اور تیسرے مقام پر بوڑھے مراد ہین اسواسطے کہ اله کا لفظ جو طاعت اور عبادت پر مبنی ہے ان کے حال کے بہت مناسب ہے اور چوتھے مقام پر صلحا مراد ہین کیونکہ اکثر شیطان نیکون کے بگاڑنے پر کمر باندھتا ہے اور ان کے سینون مین وسواس ڈالتا ہے اور پانچوین مقام پر مفسد اور شیاطین مراد ہین جنکا کام بہکانا اور وسوسہ ڈالنا ہے اور بعضے مفسرون نے یون بھی کہا ہے کہ ناس کی لفظ کو اس سورت مین پانچ مرتبے اسواسطے لائے ہین کہ پانچ کا عدد اپنی طبیعت عددی کی راہ سے بھی شرافت رکھتا ہے اور معدود کی رو سے بھی شرافت اسکو حاصل ہے سو اسکی شرافت طبیعت عددی کی جہت سے اسواسطے ہے کہ وہ عدد دائر ہے اور دائر کے یہ معنے ہین کہ جب اسکو اسکی ذات مین ضرب کرین اور حاصل ضرب کو پھر اسمین ضرب کرین اسیطرح جہان تک چاہین لیکن ہر صورتمین پانچ اصلی اسکے موجود رہین گے اور اس عدد کے اخیر مین اپنے تئین ظاہر کرین گے جیسے پچیس اور ایکسو پچیس ۱۲۵ اور علی ہذا القیاس اور شرافت معدود کی راہ سے اسواسطے ہے کہ ظہور حضرت حق کا مراتب کلیہ مین جنکو حضرات خمسہ کہتے ہین پانچ مین ہین اور خلاصہ تمام پیدایش کا انسان ہے سو اسکی بھی انتہا پانچ اعضا پر ہے دو ہاتھ اور دو پانؤن اور ایک سر اور ہر ہر ہاتھ اور ہر ہر پانؤن مین بھی پانچ پانچ انگلیان ہین اور سر جو اوپر کی جانب سے علاقہ رکھتا ہے تو اسکا ظاہر حواس خمسہ ظاہری سے اور اسکا باطن حواس خمسہ باطنی کی طرف منتہی ہوتا ہے اور بعضے محققون نے یہہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کی ابتدا با کے حرف سے ہے اور انتہا سین کے حرف پر بس یہہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید دونون جہان مین بس ہے چنانچہ حکیم ثنائی رح نے کہا ہے

اول و آخر قرآن زچہ با آمد و سین ۔ یعنی اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس

تمت

الحمد للہ کہ ترجمہ ہندی تفسیر فتح العزیز کے سپارہ عم کا تیسری مرتبہ لباس طبع کا پہنا اور ۱۹ وین شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۹ ہجری مقدسہ کو مطبع حیدری مین چھپکر اختتام کو پہنچا اللہ تعالے نے اپنے فضل اور کرم سے مطبوع طبایع خاص و عام ہو کاتب احقر العباد عبد القادر ولد شیخ محی الدین اللہم اغفر لکاتبہ و مصححہ و بانیہ و مطبعہ بحق محمد و آلہ و صحبہ وسلم آمین یا رب العالمین

تصحیح مولوی طالب و[illegible]